خطاباتُ النجوم

جلد دوئم

M | T | W | T | F | S | S

Memo No

Date / /

نور نمبر ۲۴۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

M	T	W	T	F	S	S

Memo No ____
Date / /

۴۹ الله بارگاہ مصطفیٰ ﷺ کا ادب سکھا رہا ہے۔ اور نبی نے رب کی بارگاہ کا ادب سکھا رہا ہے۔
وضو تو ہوتا ہے تو پاک پانی سے ہوتا ہے۔ پانی کے پاک ہونے کے جانچنے کے
اندر تین طریقے ہیں۔ پہلا طریقہ یہ ہے کہ پانی کا رنگ دیکھا جائے۔ پانی کا رنگ صحیح
ہے۔ تو تسلی ہو گئی ——— ذائقہ دیکھا جاتا ہے۔ یہ دوسرا طریقہ ہے کہ پاک ہے یا
نہیں۔ تیسری چیز اس کی بو۔ اچھی ہو تو خوشبو ہے اگر بری ہو تو بدبو۔ یہ تینوں چیزیں
دیکھ لیں۔ تسلی ہو گئی کہ پاک ہے۔ یہاں نبی بارگاہ خدا کا ادب سکھا رہا ہے
سنتیں پہلے رکھ دیں۔ رنگ دیکھ لیا۔ ذائقہ چکھ لیا۔ بو سونگھ لی۔ تسلی ہو گئی اب
رب کا حکم پورا کرو۔ مگر ہر ایک کی سمجھ میں بات نہیں آتی ———
الله نے فرمایا جاؤ میرے حبیب ہو جہاں میرا ذکر ہوگا میرے ساتھ تیرا بھی ذکر
ہوگا۔ حضور ﷺ نے فرمایا جبرائیل اس کا کوئی مطلب بھی ہے۔ جبرائیل پھر گئے الله کی بارگاہ
میں ——— فرمایا جاؤ میرے حبیب سے کہو ——— اے میرے حبیب میں نے ایمان
کا مکمل ہونا ——— کوئی تیرا ذکر نہیں کرے گا۔ مومن نہیں ہو سکتا۔ ساری
عمر لا الہ الا الله پڑھتے رہو اور محمد رسول الله نہ پڑھو مسلمان ہو نہیں سکتے۔
(۔۔۔۔۔۔۱۴) قبر میں سوال ہوگا من ربک ——— (پہلے بھی گزرا ہے)
یہ جو پارٹی ہے تبلیغی جماعت ہیں ان کو تکلیفی جماعت۔ یہ ہے بہیں مشرک
ہو گیا ہے توحید توحید ——— حاڑی کے علاقے میں ایک جماعت بنی ہوئی ہے جس کا
نام ہے حزب الله۔ الله کا گروہ ——— وہ ہیں حزب الشیطان ——— دو بھائی تھے دونوں
نے مل کے ایک مسجد پر قبضہ کر لیا۔ اور مسجد کا نام رکھا مسجد توحید۔ اس کے بعد کسی
کا نام رکھا توحید اور بعد کا کوئی کا نام رکھا توحید کالونی۔ نہیں نہیں بخار چڑھا
ان میں سے ایک شخص کو اپنی بیوی کا نام توحید رکھا۔ اب سوچیں توحید کے ساتھ
کیا ہو رہا ہے۔ الله کی پناہ ——— دونوں بھائیوں میں ہو گئی لڑائی ——— دوسرا الگ ہو گیا اس
نے دوسری مسجد بنائی تو اس کا نام رکھا توحید نمبر 2 ان کے ہاں توحید کے بھی نمبر ہیں۔
یہ ان کی توحید ہے لڑائی والی۔ ان کی توحید ہے غلط۔ مگر توحید پر ایمان قائم

M T W T F S S — Memo No ______ Date / /

قائم ہو جاتا ہے۔ تھوڑی سی بات سے ہوتا ہے جیسے بتاؤ۔ اللہ کو ڈاکٹر کیسے جانتے ہو۔ جو پہچانا
ہو۔ نبی کو چھوڑ کر خدا کا پتہ نہیں چل سکتا۔ ہمیں خدا ملا ہے تو بارگاہِ مصطفیٰ سے
ملا ہے۔
ہمیں پوچھو —— نہ مجھ سے عام لوگوں سے بھی۔

بتاؤ قرآن میں توحید کا بیان کہاں ہے۔ اگر آپ کو ساری آیتیں یاد نہ ہوں تو تھوڑا سورۃ
اخلاص پڑھ دیں گے۔ قل ھو اللہ احد۔ آپ فرما دیجئے اللہ ایک ہے۔
مضمون دیکھیں کلمہ ھو اللہ احد۔ یہ قل کیوں لگا ہوا ہے شروع میں۔
مضمون تو پورا ہو گیا تھا۔ وہ اللہ ایک ہے یہ مطلب ہے۔ اگر قل نہ لفظ نہ ہوتا تو
کوئی پوچھتا کون اللہ۔ جواب موجود ہے قل آپ فرما دیں۔ وہ اللہ جس کا پتہ مصطفیٰ
نے بتایا ہے۔ نبی کے بغیر نہ ہم خدا کو جان سکتے ہیں۔ نہ ہی پہچان سکتے ہیں۔
اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ——

دین پہنچا رضا احمد پاک سے
ورنہ ہم کیا سمجھتے خدا کون ہے

اگر نبی پاک خدا کا پتہ نہ بتاتے تو آپ کو بھی پتہ نہ چلتا —— جان لیں جان لیں کہ
ہم اگر اللہ کو جانتے ہیں تو نبی کے بتانے سے۔ تو جو نبی پر ایمان نہ لائے تو
کسی چیز پر ایمان قائم ہو گا۔ علم حاصل کرنے کے تین طریقے ہیں۔ پہلا طریقہ حواس کا
عقل۔ خبر۔ حواس سے محسوسات تک۔ عقل سے معقولات تک۔ حواس
کی رسائی ایک حد تک ہے عقل کی رسائی کی ایک حد تک ہے، کسی علاقے میں کیا ہو رہا ہے
کسی کے بتانے سے پتہ چلتا ہے۔ اگر کہیں دور ہو۔ وہاں اس وقت میلاد شریف ہو رہا
ہے۔ تو آپ کو وہاں کا علم نہیں سوا اس کے بتانے سے۔ جو پہلے آکر بتائے گا
پہلے اس کو مانو گے یا اس کی خبر کو مانو گے۔ پہلے آدمی کی خبر پر یقین کریں گے تو پھر اس
کی خبر پر یقین ہو گا۔ اللہ کو کسی کی حاجت نہیں۔ اللہ کسی کا محتاج نہیں۔ مگر اپنا
تعارف کروا رہا ہے۔ تو اپنے حبیب سے کروا رہا ہے۔ کیونکہ مخلوق کے پاس علم حاصل کرنے
کے تین طریقے ہیں۔ حواس، عقل، خبر۔ ہم حواس سے اللہ کو نہیں جانتے۔ اللہ

حواس سے بلند۔ ہم عقل سے اللہ کو نہیں جانتے۔ اللہ عقل سے بلند ہے۔ اگر
اللہ کو جانتے ہیں۔ تو سچی خبر سے جانتے ہیں۔ اور وہ سچی خبر دینے والے میرے
نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور ابھی آپ نے مانا۔ کہ پہلے بتانے والے پر یقین ہو گا۔
پھر اس کی خبر پر یقین ہو گا۔ تو جب تک نبی پر یقین نہیں کرو گے۔ بولو خدا کو
مانو گے۔ نبی بتا رہا ہے۔ نبی کے بتانے سے جانتے ہیں۔ تو جو رسالت کو
نہیں مانتے کیا وہ توحید پر یقین رکھتے ہیں۔ اگر وہ یقین نہیں رکھتے تو مسلمان نہیں ہو سکتے۔
اللہ نے فرمایا جبرائیل جاؤ۔ میرے حبیب سے کہو۔ میں نے ایمان کا مکمل ہونا۔
اس بات پر رکھ دیا ہے۔ کہ میرے ذکر کے ساتھ تیرا ذکر بھی ہو گا۔
حضور نے فرمایا جبرائیل پوچھو اور جبرائیل چلے گئے۔ اللہ نے فرمایا جاؤ میرے حبیب
سے کہو۔ میں نے تیرے ذکر کو اپنا ذکر بنا دیا ہے۔ اب جو تجھے یاد کرے گا وہ مجھے یاد
کرے گا۔ یہ کیا چکر ہے۔ جو نبی کا ذکر کرتا ہے۔ وہ خدا کا ذکر کرتا ہے۔ قد انزل
اللہ الیکم ذکرا رسولا کہ قرآن میں موجود ہے۔ اللہ نے تیرے حبیب کو ہی اپنا ذکر بنا دیا ہے
تو ہم درود پڑھتے ہیں تو نام نبی کا لیتے ہیں۔ ذکر اللہ کا ہو رہا ہے۔
نبی کے ذکر کو اللہ نے بلند کیا۔ کتنا بلند کیا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔
ہے ان کا ذکر ہر وقت ہے۔ ہر طرف ہے۔ عرش والے فرش والے۔ ہے
سب سے اعلیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی۔ اولیٰ کے معنی قریب پیارا۔
اعلیٰ کے معنی بلند و اچھا۔ اس پوری کائنات میں سب سے زیادہ پیارا کون ہے۔
اس پوری کائنات میں سب سے زیادہ بلند اور اچھا کون ہے۔ سب سے اعلیٰ
اپنے مولا کا پیارا نبی۔ صرف ہمارے ہی نہیں وہ انبیاء کے بھی۔ دونوں عالم کو دولہا
کیا۔ دو جہاں دولہا میں ہیں (پہلے بھی گزرا ہے) اللہ نے ہم کو بڑی عقل دی۔
لطیفہ ہے۔ دنیا بھر کے جتنے بھی دماغ ہیں ان سب کی نمائش ہوئی۔ عالمی نمائش۔
ہر قوم کے مزاج کا۔ اس کے نیچے دام بھی قیمت بھی لکھی گئی۔ ۲۰ دس ہزار کا دو دس
ایک دماغ کے نیچے قیمت نہیں لکھی۔ پوچھنے لگے یہ استعمال نہیں ہوا ہے۔

M T W T F S S
Memo No
Date / /

نہیں معلوم بتا نہیں سکتے کتنی بات ہے — لینے لگا یہ کس کا ہے — اشارہ کیا —
ان کے پاس منتقل نہیں ہوتا۔ نہیں آتی تو اردو نہیں آتی عربی کہاں سے آئے گی۔
بارات میں گئے ہو — چپ تو آپ ہو گئے جب اپنی بارات میں جا کے
بیٹھ گئے۔ پہلے ہی گزرا — خلق سے اولیاء — صحابی کے
برابر کوئی نہیں — جن کے دیکھنے سے صحابی بنتے ہیں اس کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں۔
جو بیٹا باپ کی برابری کا دعویٰ کرتا ہے بے ادب ہے بہت گر۔ مرید جو اپنے پیر کی
برابری کرے — خلق سے اولیاء —

آپ کے پاس بستر لوٹے والے آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کلمہ سناؤ۔ آپ کو پتہ ہے
کہ یہ کلمہ کیوں پڑھاتے ہیں۔ یہ آپ کو مسلمان نہیں مانتے۔ یہ کلمہ پڑھا کے کہتے ہیں کہ
ہم نے کلمہ پڑھا کے اس کو مسلمان کیا — ان کے کلمہ پڑھانے سے پہلے کلمہ نہیں پڑھا
تھا تو کافر تھا۔ ایک بزرگ کے پاس شیطان گیا اور جا کے کہنے لگا۔ کہ کلمہ پڑھیے۔ اس بزرگ نے
کہا کلمہ ہزار بار پڑھوں گا پر تیرے کہنے سے نہیں پڑھوں گا — کہیں اللہ اس بات پر ناراض
نہ ہو جائے کہ میرے دشمن کا کہنا کیوں مانا — کلمہ بار بار پڑھیں لیکن ان کے کہنے سے
نہیں پڑھنا — جن لوگوں کو نہیں پتہ جلدی سے پڑھتے ہیں —

وہ اگر تم سے سوال کرے۔ آمنت باللہ و ملائکتہ و کتبہ — کہ میں ایمان لاتا ہوں
اللہ پر۔ فرشتوں پر کتابوں پر — رسولوں پر — مانتے سب رسولوں کو ہو اور کلمہ ایک
کا پڑھتے ہو۔ کیا جواب دو گے۔ قرآن میں لکھا ہے۔ حالانکہ ہونا یہ چاہیے۔
کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں لیکن — میں چھٹی لے لوں۔ آپ تو منٹ لگاتے ہو۔ ہم سارا
بشر ان کا کلمہ پڑھیں گے — ان کے جواب نہیں ہے کہ کلمہ پڑھانے کا شوق ہے ان کو۔
مگر ان کو پتہ نہیں ہے کہ ان کو یہ کلمہ کس نے پڑھانا چاہیے۔

جن کی شادی کا سن کر اس کو کلمے مزید پڑھائے جاتے ہیں۔ فائدے۔ نوجوان ہے
منہ سے غلط جملے نکالے — کلمہ پڑھوا لیا ایمان تازہ ہو گیا — سب کو پتہ چل گیا کہ نکاح
مسلمان کا ہے۔ بہتر ہے۔ برکت ہو گئی۔ جن کی شادی کا پتہ لگا مشہور ہے کہ اس کے

کلمے پڑھے گئے - ایک نوجوان تھا اس کی شادی ہو چکی تھی - آگئی اس کی دکان

پر ٹوٹی - گھر میں تو ان کو ٹکٹ نصیب نہیں ہے - بستر اٹھا کے چارے مارا سا پھرتے ہیں سے پہنچ

گئے ہاتھ لگے کلمہ پڑھ - اس نے کہا میرا کلمہ پڑھ لے گئے - کہ اندر کو جا کر پڑھا میرا کیوں

دیکھی خیریں سنبھالی جاتی ___ مانتے سب کو ہیں مگر کلمہ ایک کا پڑھتے ہیں - آج دنیا میں

یہودی کیا ہیں میں عیسائی بلا ہیں - حضرت موسیٰ کا ماننے والا حضرت عیسیٰ کو آج بھی نہیں

مانتا ___ اور جو حضرت عیسیٰ کا کلمہ پڑھ رہا ہے وہ حضرت موسیٰ کو نہیں مانتا؟ یہودی کا

عیسائیوں کا آپس میں جھگڑا یہی ہے - پتہ چلا - جو جو عیسیٰ کو مانتا ہے - وہ موسیٰ کو نہیں

مانتا ___ یہ صرف میرا ایک نبی ہے - جو ان کا کلمہ پڑھتا ہے وہ سب کو مانتا ہے

ان جیسا کوئی اور نہیں کائنات کی اولین مخلوق ہیں ___ جو ان کا کلمہ پڑھے

وہ سب کو مانتا ہے - اعلیٰ حضرت نبیوں سے ایک سوال کرتے ہیں -

جیسے سب گزرا ہے ___ انبیاء نے کروا عرض کیوں مانگو

ساری کائنات کہتے ہیں ___ ہمارا نبی ___ اللہ بھی فرماتا ہے میرا نبی -

___ کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیے

منہ اچھا ہونا چاہیے دوسرا جس سے ___ جو نکلے ___ اگر نہ ہو تو کہتا ہے جھوٹے منہ والا

یہ منہ اور مسور کی دال ___ پہنچ لگاتے نہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں دے سکتا ___

اللہ ___ مانگو اس کے سوا کسی سے نہ مانگو ___ 15 نمبر مدد گار محکمہ بنا دیا ___

فوجی اس کے پاس آئے چندہ ___ کھا لیں ___ تمہارا فتویٰ کیا عمل کیا ہے ___

ان کی تقریر سو گئے تھے کہ - لا الہ الا اللہ اللہ کے سوا کوئی نہیں - بتایا کرتا دے -

ساری رات تقریر کرتا رہا تقریر کرنے کے بعد سو گیا ___ صبح اٹھا دیکھا جانا

سے فیکٹری منگواتی بھیج گیا ___ کہنے لگا کوئی گڑبڑ ہو رہی ہے - انہوں نے کہا لا الہ الا

جا اس کے سوا مانگے رہا مشرک ___ کہنے لگا کوئی کیا کرو - وہ کہنے لگا ساری رات

جھوٹ بول رہا تھا ___ کہ دوسروں سے مدد کیوں مانگتے ہو - پتہ چلا کہ تمہارا عقیدہ

درست نہیں ہے - ہم کہتے ہیں ذاتی طور پہ مدد کرنے والا اللہ ہے ___ حضرت عیسیٰ -

M T W T F S S — Memo No ______ Date / /

فرماتے ہیں من انصاری — مدینہ منورہ میں جو لوگ تھے ۔ انصار — ولی کا کیا مطلب
ہے ۔ قرآن کے بعض کو مان لو بعض کو چھوڑ دو ۔ یہ ان بندوں کو مددگار بنانے والا
اللہ ہے ۔ یہ اللہ کی عطا ہے — مدد کرتے ہیں خود مدد کرتے نہیں — ہم ذاتی مشکل کشا
نہیں مانتے ۔ وتعاونوا علی البر والتقویٰ — ایک نبی کا بیان ہے المیسرون بقیۃ —
بندے بھی مدد کرتے ہیں — سچے کون داتا صرف اللہ — کوئی مخلوق نہیں مخلوق کا داتا ہے
اللہ کافی ہے — کس نے انکار کیا ہے کون نہیں مانتا —
اب میرا سوال — جنہوں نے پوچھا — جو یا رسول اللہ کہے منکر — یا علی کہے منکر — یا غوث
کہے منکر — جب بیمار پڑتے ہیں تو اللہ کے پاس کیوں جاتے ہیں — لوگوں سے چندہ
کیوں مانگتے ہیں — پولیس سے مدد کیوں — اللہ کو کافی کہتے ہیں مانتے نہیں —
کیا اسباب اختیار کرنا توکل کے منافی ہے — یا ایھا النبی — من المومنین — آپ کو اللہ
کافی ہے اور ایمان والوں میں جو — مددگار کافی ہیں — ان کو کہو — کہ اللہ کو مان سے —
تو کاروبار ریس کرنا — مدد کا انکار کرنا — ذاتی طور پر اللہ مددگار ہے عطائی طور پر —
ہم کسی نبی کو کسی ولی کو اللہ کا شریک نہیں مانتے — اللہ کا حصہ نہیں مانتے — سنو —
اللہ کو کسی کا باپ نہیں مانتے — یہ سب اللہ کے پیارے ہیں — ان کو مددگار بنایا ہے
تو ہمارے رب نے بنایا ہے —
یہ سب کچھ نبی دیتا ہے — میں نے کہا ہاں نبی دیتا ہے قرآن نے فرمایا ہے — وما آتاکم الرسول فخذوہ
جو نبی دے وہ لے لو — اگر نبی دیتا نہیں تو اللہ نے کیوں فرمایا ہے — پتہ چلا بیچارا کچھ دیتا
ہے — وہ تمہارے ہوں گے جو نہیں دیتے ہوں گے — ہمیں تو رب بھی ملا ہے تو بارگاہ مصطفیٰ
سے ملا ہے — جس بارگاہ سے رب ملا اسی بارگاہ سے سب ملا ہے —
سے کون دیتا ہے دلانے کون جاتا ہے — نبی نے جو دیا وہ صحیح ہے یا نہیں —
ابوبکر جنتی — عمر — عثمان علی جنتی — سعد — زبیر — طلحہ — عبدالرحمٰن — ابوعبیدہ —
ابن مسعود — فرمایا امام حسن جنت کے جوانوں کا سردار — امام حسین — فرمایا امام جنت کے
نوجوانوں کے سردار — خوشخبری کا اس کے لئے جس نے مجھے دیکھا ہے —

M T W T F S S — Memo No ____ Date ____ 1

جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا اس کے لئے خوشخبری ہے۔ جس نے میرے دیکھنے والوں کے دیکھنے والے
کو دیکھا۔ اس کے لئے خوشخبری ہے۔ کہ رہے ہیں بابا جی۔ کوئی کچھ مانگ رہا ہے کوئی کچھ
کوئی کچھ مانگ ہے۔ وہ مانگتا جا رہا ہے نبی دے رہا ہے۔ صحابہ کہتے تھے حضور
استغفار۔ ہم آپ سے مانگتے ہیں۔ ہم جلد نبی کی بارگاہ سے سب
کچھ مانگتا ہے۔ حضور نے کسی کو نہیں نہ فرمایا۔
سے واہ کیا جود و کرم ہے شاہِ بطحا تیرا۔
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا۔
آگے کے خزانے بانٹ رہے ہیں رب کی عطا دے رہے ہیں۔ اللہ نے جیسے سرشتے کی
جاری عطا رہا ہے
ہاں سے ہی سے مانگیں گے تم ہی دو گے
تمہارے در سے ہی لو لگی ہے۔
یہ سب تمہارا کرم ہے آقا کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے۔
میرا نبی وہ ہے جو اس کا ذکر کرے بلند ہو جائے۔ جو نامور شخصیات ہوتی
ہیں۔ ان کو ملنے کو جی چاہتا ہے یا نہیں۔ یہ دنیا کی باتیں ہیں۔ میں بتا
رہا ہوں کوئی شان والا تھا۔ ان سے ملو۔ یہ دنیا والے ان کے تو
کس نخرے ہیں۔ آقا نے دروازہ کھولا ہوا ہے۔ آسان طریقہ ہے ان کے
خادم بن جاؤ۔ آقا سب کو اپنے سینے سے لگاتے ہیں۔ ہم ان
سے کیسے محبت کریں کامیاب ہو جائیں گے۔ جو انہوں نے کہا اس پہ عمل کریں۔
آج میں سوال پوچھتا ہوں کہ ابا جان مجھے آپ سے بڑی محبت ہے۔
مگر میں آپ کا کہنا نہیں مانوں گا۔ کیا یہ محبت ہو گی۔ ہم دعویٰ کریں رسول کی
محبت کا اور ہم کہنا نہ مانیں تو محبت میں سچے نہیں ہیں۔ سنو
آج کے بعد ایک اصول بنا لو۔ جو نبی کا دوست ہے اس کو دوست بنا لو۔
جو نبی کا نہیں ہے

۲-۹-۲۰۱۷ ۱۴۳۸ ۲-۵۹ PM
۱۱-۱۲ ہفتہ

۲۸۶ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ھم یحزنون — حضرت محبوب سبحانی قندیل نورانی
محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی الحسنی الحسینی سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ کا ذکر خاص طور پہ سنتے اور سناتے
ہیں کہ اہل ایمان نے — اہلسنت و جماعت کے تمام عقائد قرآن و حدیث کے مطابق
ہیں۔ کیونکہ اسلامی عقیدوں کی بنیاد قرآن اور حدیث پاک اور اولیائے کرام کے بارے میں
ہمارے عقیدے خود بنائے ہوئے نہیں ہیں

اگر آج معاشرے میں کچھ لوگوں نے غلط باتیں مشہور کرنے کی کوشش کی ہے خود کو
اہلسنت و جماعت کہلا کر ہی۔ مثلاً کچھ لوگوں نے کہا کہ مولوی کی شریعت اور فقیر کی
شریعت اور ہے۔ یہ باتیں اہلسنت و جماعت کی طرف سے نہیں ہیں۔ یہ سازش
ہے۔ یا تو جاہلوں نے کی ہیں یا دشمنوں نے کی ہیں۔ اور یہ باتیں مشہور کر کے لوگوں کو بہکایا
جا رہا ہے۔ ہم اہلسنت و جماعت کہتے ہیں۔ شریعت ایک ہی ہے۔
جس کو اللہ کا ولی کہتے ہیں۔ جو قرآن اور سنت کے مطابق ہے۔ اور یہی بنیاد ہے۔ جو
اس کا پابند نہیں۔ وہ اللہ کا ولی نہیں ہو سکتا۔ ہوا میں اڑ کے دکھا دے۔ پانی میں چل
کے دکھا دے۔ کتنے چمکدار شعبدے دکھائے۔ کرشمے دکھائے۔ اگر شریعت کا پابند نہیں
تو وہ اللہ کا ولی نہیں ہے۔ دیکھو کچھ غلط رسمیں لوگوں میں آگئی ہیں۔ درختوں پہ دھاگے باندھ
دیتے ہیں مرادوں کے لئے۔ مزاروں پہ جا کے تالے باندھ دیتے ہیں۔ جالیوں سے۔ یا ڈھول بجانے
لگ گئے۔ عرس کے موقع پہ میلے جیسا سماع باندھنے لگ گئے۔ یہ کام اہلسنت نے تعلیم
نہیں دیئے۔ لوگ خود کرتے ہیں۔ ان کا ہمارے عقیدوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔
یہ باتیں میں کیوں کر رہا ہوں۔ کہ ہم جن ولیوں کو ولی مانتے ہیں۔ آپ کو ان کا تعارف
کرانا ہے۔ تاکہ آپ کو پتہ چل جائے کہ سچا ولی کون ہوتا ہے۔ اور اس کی شان کیا ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الا ان اولیاء — آگاہ ہو جاؤ۔ ہوشیار۔ خبردار۔ سن لو۔
جان لو۔ ان اولیاء اللہ — ان سے شک دور کرنے کے لئے آتا ہے۔ یعنی بے شک۔ بلا شبہ
یقیناً۔ اولیاء جمع ہے ولی کی۔ اللہ کے دوست۔ اللہ کے پیارے۔ اللہ کے مددگار۔ لا خوف۔
ولا ھم یحزنون — ان پر کچھ خوف نہیں۔ اور نہ کوئی غم ہے۔ با محاورہ — ترجمہ یہ ہو گا۔

M T W T F S S | Memo No ____ Date / /

کہ سن لو جو اللہ کے ولی ہیں - ان کو کچھ خوف نہیں - اور وہ غمگین بھی نہیں ہوں گے - جس آیت
میں الفاظ آئے اولیاء اللہ - ایک تو ہے اولیاء اللہ ---- اور ایک ہے اولیاء من دون اللہ
اب ---- من دون اللہ کون ہیں - ان ---- سے مراد کیا ہے - آپ کو پتہ نہیں ہوگا ----
آیتیں قرآن میں اولیاء اللہ کے بارے میں بھی ہیں - من دون اللہ کے بارے میں بھی ہیں -
آپ کے پاس کچھ لوگ آتے ہیں - من دون اللہ والی آیتیں پڑھ کر اولیاء اللہ پر لگا دیتے
ہیں - اور آپ یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن پڑھ رہے ہیں غلط تو نہیں کہہ رہے ہوں گے
من دون اللہ قرآن میں ہے وہ کچھ نہیں کر سکتے - انہیں کوئی طاقت نہیں ہے -
وہ کچھ نہیں جانتے - ان کے اندر کچھ کمال نہیں ہے - کہ وہ آیتیں من دون اللہ والی پڑھتے
ہیں - لگا دیتے ہیں اولیاء اللہ پر - آپ کہتے ہیں کہ قرآن پڑھ رہا ہے - آپ بس کر یہ سوچنا
شروع کر دیتے ہیں - کہ وہ کچھ نہیں کر سکتے - ان میں کوئی کمال نہیں - تو جان لیجئے - اولیاء
اللہ کی عطا سے سب کچھ کر سکتے ہیں - من دون اللہ کچھ کر نہیں سکتے -
میں آپ کو دونوں کی پہچان کرا دوں گا تاکہ آپ لوگوں کو اولیاء اللہ کی شان
کی معلوم ہو جائے - اور من دون اللہ کی پہچان بھی ہو جائے - من دون اللہ عربی کے لفظ
ہیں - ان کا لفظی معنی اگر کریں گے تو معنی یہ ہوگا - اولیاء اللہ کے سوا ---- اور قرآن میں
جہاں کہیں یہ لفظ آئے ہیں - اکثر مقامات پر مراد بت ہیں ---- لکڑی کے، پتھر کے ہوں -
مٹی کے ہوں - لوہے - ماربل - یا پیتل - سونے چاندی کے ہوں - بت مراد ہیں -
من دون اللہ عربی کے لفظ ہیں - قرآن میں آئے ہیں مگر - مراد ہیں بت -
آئیے اس کا ثبوت آپ کو قرآن سے دوں ---- من دون اللہ ---- سے مراد بت
اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے جن کو قرآن نہیں آتا وہ صرف لفظ پڑھ لیتے ہیں -
ان کا معنی نہیں کر سکتے - ان کو کیا معلوم - جو لوگ غلط بات کر کے بہکاتے ہیں -
آئیے سن لیجئے ---- کہ من دون اللہ کون ہیں -
حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے نبی - ہمارے نبی کے بعد نبیوں میں سب سے افضل
ہمارے نبی پاک سب سے افضل - ان کے بعد نبیوں میں سب سے افضل کون ہیں جانتے

ان کا ایک لقب ابوالانبیاء بھی ہے۔ نبیوں کے باپ۔ ان کی اولاد میں بہت نبی ہوئے ہیں۔
ان کے بیٹے حضرت اسحٰق تھے۔ یعقوب تھے۔ یوسف۔ آگے بنی اسرائیل کا سارا سلسلہ۔
ان سب کے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ ان کے دوسرے بیٹے حضرت اسماعیل ہیں۔
ان کی اولاد میں آگئے ہمارے نبی پاک ﷺ اور ان کو اللہ کی طرف سے خلت ملی تھی۔
اس لئے ان کو خلیل اللہ بھی کہتے ہیں۔ خلیل کے معنی ہیں بڑے پیارے۔ بڑا گہرا دوست
انہوں نے جس قوم میں آنکھ کھولی۔ وہ قوم بت پرست تھی۔ بتوں کی پوجا کرتی تھی۔
طرح طرح کے بت بنائے ہوئے تھے۔ امیروں نے اپنے خدا الگ بنائے تھے غریبوں کے خدا الگ
تھے۔ اپنے لفظوں میں یوں کہوں کہ امیروں کے خدا بھی قیمتی تھے۔ غریبوں کے خدا ان کی طرح غریب تھے۔
کسی نے سونے کا بنایا ہوا تھا۔ کسی نے چاندی کا۔ کسی نے تانبے کا۔ کسی نے پیتل کا کسی نے
لکڑی کا۔ کسی نے مٹی کا۔ سفر کا خدا الگ تھا اور گھر کا خدا الگ تھا۔ سفر پہ جانا ہوتا تھا ستو گڑ اور
چینی کے بھی خدا بنائے تھے اور جب بھوک لگتی تھی۔ خدا کو پانی میں گھول کے پی جاتے تھے۔
(معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) یہ اس قوم کا حال تھا۔ لڑکا دینے والا خدا الگ لڑکی دینے والا خدا الگ تھا۔ سورج
نکالنے والا خدا الگ۔ چاند نکالنے والا خدا الگ۔ بارش برسانے والا خدا الگ۔ انہوں نے بہت سا
سلسلہ کیا ہوا تھا۔ اس قوم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آنکھ کھولی۔
یہ یہاں سمجھ لیجیے۔ کہ نبی کے سگے ماں باپ مشرک نہیں تھے۔ قرآن میں آزر کا
بیان ہے۔ اس کو حضرت ابراہیم کا باپ کہا گیا ہے۔ عربی میں اب کا لفظ بابا کے لئے بھی
ہر بڑے پر بولا جاتا ہے۔ والد یہ سگے باپ کو کہتے ہیں۔ اب کا لفظ آئے تو چچا مراد ہوتا ہے
جیسے کہ دوسری آیتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ وہ چچا بھی بت پرست تھا۔ حضرت
ابراہیم اسی قوم میں پلے بڑھے۔ مگر اللہ اپنے نبی کی حفاظت فرماتا ہے۔ انہوں نے کبھی کسی
بت کی پوجا نہیں کی۔ جب جوان ہو گئے۔ حضرت ابراہیم ان کو پوجا ان کو سلام
نہیں کرتے تھے۔ لوگ کہتے کہ اے ابراہیم یہ ہمارے خدا ہیں ان کو سلام کیا کرو۔ ان کی پوجا
کیا کرو۔ حضرت ابراہیم آگے سے جواب دیتے ہیں کہ میں ان کا جتنا دشمن ہوں تم جانتے نہیں۔
وہ لوگ کہتے ابراہیم نوجوان ہے نوجوانی میں ایسی بے ادبی کی باتیں کیا کرتے ہیں۔ جب ذرا اور سمجھدار

M T W T F S S Memo No ______ Date / /

ہو جائے گا کہ تو بات سمجھ لے گا۔ ابھی جوان ہے رہنے دو۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ تماثیل
التی ۔۔۔ عاکفون۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم سے کہا۔ یہ بت جن کا
تم نے مجاور بن کے بیٹھے ہو۔ یہ کیا ہیں۔ انہوں نے کہا یہ ہمارے رب ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ کدھر
سے رب ہو گئے۔ انہوں نے کہا پھر رب کون ہے۔ فرمایا مالک وہ ہے۔ جس نے سارا کائنات بنائی ہے۔
دن رات بنائے دنیا بنائی۔ انہوں نے کہا انہیں بھی ہمارے رب ہیں۔ ابراہیم ان کے خلاف
بات نہ کرنا۔ جو ان کی طرف بری نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اس کی آنکھیں پھوڑ دیتے ہیں۔
کوئی ان کے خلاف غلط ہاتھ اٹھائے۔ ہاتھ توڑ دیتے ہیں۔ خبردار ان کے بارے میں کچھ الٹا
نہ کہنا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تو اس انتظار میں ہوں کہ کوئی میرا ہاتھ روکنے
والا نہ ہو۔ تمہارے خداؤں کے اندر میں ہونگا ایسی بناؤں گا کہ یاد کریں گے۔
انہوں نے پھر وہی کہا کہ ابھی جوان ہے۔ سمجھ آ جائے گی۔ قوم نے عید منانے کی تیاری کی۔ ان
کے ہاں بھی عید کا دن ہوتا تھا۔ اس عید میں کیا کرتے تھے۔ کھانے والے لیکر جنگلوں میں چلے جاتے تھے۔
پکنک پر۔ ساری آبادی بستی کے باہر چلی جاتی۔ جشن کرتے ہنگامہ کرتے۔ ناچتے کودتے۔
بدمستیاں کرتے۔ شام کو واپس آ جاتے۔ یہ ان کی عید تھی۔ حضرت ابراہیم نے
جانے سے انکار کر دیا۔ قوم نے کہا نہیں جاتے نہیں ہم تو چلیں گے۔ ساری قوم چلی گئی۔
ایک کلہاڑا رکھا ہوا۔ حضرت ابراہیم نے لیا اندر آ گئے۔ دیکھا سارے بت اکٹھے پڑے ہیں۔
ایک سب سے بڑا تھا پھر چھوٹا پھر اس سے چھوٹا۔ ترتیب سے رکھے تھے؟ حضرت
ابراہیم نے کلہاڑا چلایا۔ سوائے بڑے کے باقی سب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا (۲۱ ـ ۵۸)
کلہاڑا رکھا بڑے کے کندھے پر اور واپس آ گئے۔ قوم عید منا کر واپس آئی۔ تو انہوں نے
کہا کہ گھروں میں جانے کی بجائے ذرا اپنے خداؤں کو سلام کر لیں۔ جن کی وجہ سے ہمیں یہ عید
ملی ہے۔ ذرا ان کو سلام کر لیں۔ جس وقت وہ آئے اندر آ کر اپنے خداؤں کو دیکھا۔ تو حالت
ہو گئی۔ ہم نے دیکھا کہ خداؤں پر ترس آ رہا تھا۔ کوئی کہہ رہا تھا ہائے ہائے میرا خدا کوئی کہتا تھا ہم
کے سر پہ کیا گیا کر رہیں تیرے خدا کو کیا ہوا میرے خدا کی ٹانگ نہیں ہے۔ کسی کا کچھ کوئی کچھ (معاذ اللہ)
سب سے بڑا دیکھ رہے تھے کہ ہمارے خداؤں کے حساب ہاتھ پاؤں ٹوٹے ہوئے ہیں۔ شکلیں مسخ ہو

Memo No
Date / /
M T W T F S S

- جو بڑا تھا اس کے کندھے پر کلہاڑا رکھا ہوا تھا۔ کہ آپس میں باتیں کرنے لگے کہ کس کا کام ہو سکتا ہے۔ کس نے کیا ہے
جواب جلا کر بانی تو کسی ستارے نیاز مند ہیں۔ وہ ایک نوجوان ہے۔ جس کا نام ابراہیم ہے۔ وہ ان کے خلاف
باتیں کرتا ہے۔ سب باتیں تو سب سے زیادہ عقیدت مند ہیں۔ فاتوبہ۔ کہنے لگے اس کو لاؤ۔ لوگوں کی نگاہوں کے سامنے
تو گر بلا کر لے آئے۔ اللہ والے کسی سے ڈرتے نہیں ہیں۔ حضرت آرام سے تشریف لے آئے۔
انہوں نے کہا: ءانت فعلت هذا بالهتنا يا ابراهيم — یہ ہمارے خداؤں کے ساتھ ایسا کس نے کیا جن کی ہم پوجا کرتے
ہیں۔ ان کے ساتھ یہ معاملہ تو نے کیا ہے۔ الٰہ کے معنی معبود۔ وہ بتوں کی عبادت کرتے تھے۔
کہتے ہیں یہ ہمارے معبودوں کا حال تو نے کیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اس سے خود
پوچھ لو۔ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ ہمارے خداؤں کی طرف کوئی ٹیڑھی آنکھ کر کے دیکھے تو وہ آنکھ پھوڑ دیتے
ہیں۔ فرمایا پوچھو ان سے نہیں تو بڑے سے پوچھ جس کے کندھے پہ کلہاڑا رکھا ہے۔ اس کو
غصہ آگیا۔ چھوٹوں کی پٹائی کر دی کہ نہیں تو ہو سکتا ہے یہ چھوٹے آپس میں لڑ پڑے ہوں کہ
خانہ جنگی ہو گئی ہو گی۔ ان سے پوچھ لو۔ فسئلوهم ان كانوا ينطقون — پوچھو ان سے اگر بولتے
ہیں۔ کہنے لگے اے ابراہیم تو اچھی طرح جانتا ہے۔ یہ بولتے نہیں ہیں۔ ابھی تو کہا تھا کہ آنکھ پھوڑ
دیتے ہیں۔ یا توڑ دیتے ہیں۔ ان کا جوڑا جوڑا ہو گیا۔ یہ اپنے آپ کو بچا نہیں سکے۔ پوچھو
ان سے۔ آپ نے فرمایا اُف — من دون اللہ — افسوس ہے تم
پر ان من دون اللہ پر جن کی پوجا کرتے ہو۔ من دون اللہ کا لفظ آیا ہے۔ بتوں کو کہا گیا۔
اور آج من دون کے لفظ کو لگا دیے گئے نبیوں ولیوں پر۔ تو ظلم ہے یا نہیں۔ قرآن
میں من دون اللہ کا کس کو فرمایا گیا ہے۔ فرمایا ان کی پوجا کرتے ہو من دون اللہ کی۔ جو نفع نہیں دے
سکتے۔ نقصان نہیں دے سکتے۔ افسوس تم پر اور تمہارے ان من دون اللہ پر۔ افلا تعقلون۔ عقل
والے ہو تو ذرا سوچو۔ من دون اللہ سے مراد کون ہیں۔
اب بخاری شریف جس کو قرآن کے بعد صحیح کتاب مانا جاتا ہے۔ اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے
کے بیٹے عبداللہ ابن عمر کا بیان موجود ہے کہ وہ فرماتے ہیں مخلوق میں سب سے بُرے لوگ وہ ہیں
جو من دون اللہ والی آیتیں مسلمانوں پر لگاتے ہیں۔ وہ آیتیں جن میں کافروں مشرکوں
کا بیان ہے۔ لگاتے ہیں مسلمانوں پر۔ وہ لوگ مخلوق میں سب سے بُرے ہیں۔ لیکن آج

کچھ لوگوں کا کاروبار رکا ہی پڑا ہے - اور آپ کتنے ہی نام لے سکتے ہیں۔ سب اپنی جگہ پر ٹھیک ہیں -
عبداللہ بن عمر بتاتے ہیں کر رہا ہیں - اور آپ سامنے ہو کر اچھے ہیں - صحابی کو مانیں یا آپ کو -
میں نے دیا یا دیوبندی کسی کا نام نہ لیا ہے - ان لوگوں کا کاروبار وہی ہے - یہ من دون اللہ والی
آیت ہے - جو بتوں کے بارے میں اتری ہیں - ان کو لگاتے ہیں نبیوں اولیوں پر - قرآن نے بتایا - من دون اللہ نفع یا
نہ دے سکتے نقصان نہیں دے سکتے - من دون اللہ سے مراد بت ہیں
ایک آیت میں اور پر لکھا ہوا - یہ ان لوگوں کے لئے ایسا ہی بم کی طرح ہے - اللہ تعالیٰ فرماتا
ہے - انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم - بے شک تم اور جن کی تم پوجا کرتے ہو - یہ جہنم
کا ایندھن ہیں - اگر من دون اللہ سے مراد نبی ولی لیا ہیں - تو کیا ان کو کوئی جہنم کا ایندھن مان
سکتا ہے - کوئی سوچے گا بھی تو اپنا ایمان ضائع کر دے گا - پتہ چلا کہ اس آیت نے بھی بتایا - کہ من
دون اللہ سے مراد بت ہیں - آپ جب کبھی دیکھیں گے یہ آیتیں یہ لوگ پڑھ میں لگا
پڑھتے ہیں قرآن - مگر آیتیں پڑھتے ہیں من دون اللہ والی - لگاتے ہیں نبیوں اولیوں پہ
قرآن سے پتہ چل گیا - من دون اللہ نہ کوئی نفع دے سکتے ہیں نہ کوئی نقصان -
آئیں قرآن سے پوچھیں - کہ ولی اللہ بھی کچھ کر سکتا ہے یا نہیں - وہ واقعہ بھی قرآن
سے سنایا اور یہ واقعہ بھی قرآن سے سنو - پہلے بھی آپ نے سنا ہو گا پھر ذہنوں میں
تازہ کر لیا - اور ایمان لائیے قرآن پر پہچانیے اپنے بزرگان کو - حق اور باطل کو فرق کریں -
حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں - دعا کرتے ہیں مجھ کو ملک عطا فرما -
ایسا ملک جو میرے بعد کسی کو نہ ملے - پاکستان ایک حکومت ہے ہندوستان دوسرا ملک ہے -
ایران تیسرا ملک ہے - جاپان چوتھا ملک ہے - دو سو 220 سے زیادہ ملک ہیں دنیا میں -
الگ الگ ہیں - کوئی ان کا ایک بادشاہ نہیں ہے - حضرت سلیمان علیہ السلام جب وقت وہ بادشاہ
تھے - پوری دنیا میں صرف وہی بادشاہ تھے - کوئی اور بادشاہ نہ تھا - انہوں نے دعا کی تھی -
روئے زمین کی حکومت دی ہے اللہ نے - ایسے چار بادشاہ ہیں - دو مسلمان اور دو کافر -
مسلمانوں میں ایک ہیں سلیمانؑ - دوسرے حضرت سکندر ذوالقرنین - کافروں میں ایک نمرود ،
دوسرا بخت نصر - ان دونوں کے واقعات بھی ہیں موجود میں - یہ ایسے ہوتے ان کا ذات میں کوئی

نہیں ہوا۔ یہاں یہی ایک بات کرتا چلوں کہ ابد میں کوئی اختلاف کرے۔ آپ کو بہکانے کی کوشش
نہ کرے۔ کوئی کہے کہ تم کیسے کہتے ہو کہ سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی ۔
تو حضور ﷺ تو پوری اس زمین کے بادشاہ نہیں بنے۔ تو تم کیسے کہتے ہو کہ حضرت سلیمانؑ کو
پوری دنیا کے اکیلے بادشاہ تھے۔ ہمارا نبی تو ایسا نہیں تھا۔ ۱۳ برس مکے میں ابد اس کے
بعد ۱۰ برس مدینے میں کتنی تکالیف اٹھانی پڑی۔ کتنی مشکلات کتنی جنگیں ہوئیں۔ حضرت
سلیمان تو پوری زمین کے بادشاہ تھے۔ ہمارا نبی تو ایسا نہیں تھا۔ تو سنو کہ اللہ نے
خود نبی پاک ﷺ سے فرمایا تھا۔ اے میرے نبی۔ نبی بندے بننا چاہتے ہو یا نبی بادشاہ بننا چاہتے
ہو۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا یا اللہ میں نبی بادشاہ نہیں بننا چاہتا۔ میں نبی بندہ بننا چاہتا ہوں۔
(۲) دوسرا جواب۔ کوئی یہ کہے کہ حضرت سلیمان نے کہا تھا کہ میرے بعد کسی کو نہ ملے۔ تو سنو۔ حضرت
سلیمان نے کہا تھا۔ میرے بعد کسی کو نہ ملے۔ اور میرا نبی تو سلیمان کے بعد نہیں بلکہ میرا نبی تو سلیمان علیہ
السلام سے بھی پہلے ہوا ہے۔ ان سے پہلے کوئی اور نہیں تھا۔
(۳) حضرت سلیمان علیہ السلام نے مانگا تھا۔ اللہ نے ان کو مانگنے پر دیا۔ اور میرے نبی کو اللہ نے نوازا۔
وسخر لکم ما فی السموات — جو کچھ آسمانوں میں ہے۔ اور جو کچھ زمینوں میں ہے۔ محبوب ہم نے سب
کچھ تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے۔ میرے نبی کی حکومت آسمانوں میں بھی زمین میں بھی ہے۔ انگلی
کا اشارہ کرتے ہیں تو چاند دو ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ سورج کو اشارہ کرتے ہیں تو ڈوبا ہوا سورج لوٹ آتا ہے۔
انہوں نے حکومت مانگی نہیں۔ اللہ نے بن مانگے وہ کمال دیا جو کسی اور کو نہیں دیا۔ ہم کہتے
ہیں پہلے بھی سچ کہتے تھے۔ اب بھی سچ کہتے ہیں۔
سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب دعا فرمائی
تو اللہ نے قبول فرمائی۔ اس وقت ایک ایسا علاقہ تھا جس پر ایک عورت کی حکومت تھی۔
مفسرین نے اس کا نام بلقیس لکھا ہے۔ اس کو ملکہ سبا کہتے ہیں۔ وہ اور اس کی قوم سورج
کی پوجا کرتے تھے۔ ہدہد خبر لے کر آیا۔ قرآن میں واقعہ موجود ہے۔ کہ اے سلیمان میں ایک علاقے
گزرا ہوں۔ میں نے دیکھا عورت ہے اس کی رعایا سورج کی پوجا کرتی ہیں۔ حضرت سلیمان
علیہ السلام نے خط لکھا۔ اس عورت کو۔ قرآن مجید میں اس خط کا مضمون بیان

M | T | W | T | F | S | S

Memo No

Date / /

انہ من سلیمان ـــ الرحیم۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط۔ اللہ دیتا ہے۔ کیا جاتا ہے۔
بے تکلف سلیمان اس طرح ہے۔ اللہ کے نام سے شروع۔ مجھ پر بڑائی نہ چاہو۔ بلکہ آ کر میری
فرمانبردار ہو جا مسلمان ہو جا۔ قرآن نے اس خط کو عزت والا کہا ہے۔ کتب کہتی ہیں۔ علماء
فرماتے ہیں یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے نام سے جو شروع کی گئی۔ اور حضرت سلیمان کا
نام اللہ اور پیغمبر کا نام۔ تو اس کا خط کیا ہو گا۔ عزت والا۔ مگر ہم کس طرح خط لکھتے ہیں
پہلے زمانے میں لکھتے تھے۔ پیارے ابا جان۔ پیارے ابا جانی۔ اب لکھتے ہیں ڈیئر فلانا (Dear) ۔
نہ اللہ کا نام نہ کچھ اور ہمیں اس کا مزاج شوق نہیں ہے۔ انگریزی تہذیب آ رہی ہے۔
دین سے دور ہو رہے ہیں۔ تحریر کو مسلمان کو چاہیئے کہ اللہ کے نام سے شروع کیا
کرے۔ اس میں برکت بھی آتی ہے۔ بسم اللہ پڑھ کے جب اللہ تعالیٰ سے مدد لیتے ہو۔ یہاں خیر
ہوتی ہے۔ آپ کہیں گے کہ مولانا صاحب کاغذ پہ بسم اللہ لکھ دیں تو کاغذ تو گر بھی
جاتا ہے۔ تو کیوں گراتے ہو۔ باقی کاغذ سنبھال کے رکھتے ہو۔ اللہ کا نام سنبھال کے نہیں رکھا
جاتا۔ کاغذ الماریوں میں بند کر کے سنبھال کے رکھے ہیں۔ تو اللہ کا جب نام لکھا جائے خود سنبھالو گا۔
خود احتیاط کرو گے۔ وہ خط آپ نے ہدہد کو دیا۔ ہدہد لے کر اس عورت کے پاس پہنچا۔
جا کر اس کو خط دے دیا۔ اس زمانے میں نہ ہوائی جہاز۔ نہ بحری جہاز۔ ریلوے نہ محکمہ ڈاک اس طرح
نہیں تھے۔ کہ پہلے جو ڈاک خانے میں ڈال دیتے۔ پھر جیسے ہوتا اس کو ایرلائن پہ بھیجتا ہے یا پانی
میں بھیجتا ہے۔ یا ریل میں بھیجتا ہے۔ ہدہد نے جا کر دے دیا۔
کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت جانوروں پہ پرندوں پہ ہوا پر سب پر تھی۔ اللہ تعالیٰ
خود دیتا ہے۔ ہوا ان کے حکم پہ چلتی تھی۔ ان کے تابع کر دیا تھا۔ جب اس عورت نے خط
پڑھا۔ اپنی کابینہ کا اجلاس بلایا۔ وزیروں کو بلایا۔ امیروں کو بلایا۔ سپاہیوں کو بلایا۔ دربار لگایا۔
خط کا مضمون پڑھ کر سنایا کہ میرے پاس یہ خط آیا ہے۔ بولو کیا مشورہ دیتے ہو۔
جتنے وزیر تھے۔ انہوں نے اپنی اپنی رائے پیش کی۔ سپاہیوں نے کہا ہم لڑیں گے۔ عورت بڑی
سمجھدار تھی۔ کہنے لگی کار کیا ہے جو نالو گے تو پہلے ہی مان جاؤ کیونکہ جو اللہ کا سچا نبی ہو اس سے
ہم جیت نہیں سکتے۔ ایک عورت پیغام دے رہی ہے جو ہم مسلمان نہیں سمجھتے۔

وہ بتا رہی ہے کہ جو سچے ہوں ان پر فتح نہیں ہو سکتی۔ مسلمان سچے ہیں یا نہیں
اپنا ایمان تلاش کرو۔ کمزوری ہم میں آئی ہے۔ ایمان میں کمزوری آ گئی ہے۔ کمزوری ایمان والوں میں
آئی ہے۔ لوگ ایمان کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر ان کا یہ حال نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ اگر امریکہ کو
ناراض کر دیا تو ہم گر جائیں گے۔ کھانا کہاں سے ملے گا۔ مولوی لڑ رہے ہیں ان کو کیا پتہ۔ اگر صدر صاحب
یوں نہ کرتے تو پاکستان کا نقشہ ہی نہ ہوتا۔ آپ امریکہ کو خدا مانتے ہو یا اللہ کو
جب سے ہم نے امریکہ پر بھروسہ کرنا شروع کیا ہے۔ اللہ کی رحمت نے منہ موڑ لیا ہے۔ آج
ہم لوگوں کا جتنا دھیان ہے وہ اس پر آ گیا ہے۔ کہ فلاں ملک نے مدد نہ کی تو کیا بنے گا۔ سنو۔
پر امریکہ سپر پاور کہلا رہا ہے۔ بتاؤ اگر اللہ اس سے یہ طاقت چھین لے تو وہ کچھ کر سکتے
ہیں۔ امریکہ کا صدر موت سے بچ سکتا ہے۔

بدر میں مسلمان تین سو تیرہ تھے۔ ان کے پاس کیا تھا۔ دو گھوڑے تھے۔ کچھ تلواریں تھیں
آٹھ نیزے تھے۔ مگر ہزار سے زیادہ لوگوں کے لشکر پر حملہ کیا۔ فتح ہو گئی یا نہیں
کیونکہ اس کا بھروسہ کس پر تھا۔ امریکہ پہ تھا۔ روس پہ۔ جاپان پر۔ چین پر۔
بھروسہ تھا تو اک سادی سی کالی کملی والے پر۔ نہ تیغ و تبر پر تکیہ نہ خنجر پہ نہ بھالے پر
وہ اللہ اور اس کے رسول پر بھروسہ کرنے والے تھے۔ کامیابی نے ان کے قدم چومے۔ آج ہم لوگوں
کا حال کیا ہے۔ ہم بھول گئے۔ ہم نے خدا کو رسول کو بھلا دیا۔ ہم نے امریکہ اور روس کو سب کچھ سمجھ لیا
ذرا روس کو الٹا پڑھو تو کیا بنتا ہے۔ سور۔ ان سے مدد مانگو گے۔ ہماری نشانی کا
اگر کوئی مدد کرے گا تو اللہ کا رسول کرے گا۔ (۲۴-۳۳-۲۴) اللہ سے پیار کریں گے۔ ایمان سچا ہو
ہے۔ ہمارا ایمان پختہ ہوگا۔ ایک طرف انڈیا کی فلمیں دیکھتا ہوں چھوڑ دیں گے۔ امریکہ کی طرف نظر
لگائے بیٹھے ہیں کہ یہ کشمیر لے کے چھوڑیں گے۔ کیا ملے گا کشمیر۔ آدھی صورت آدھا جا رہا۔
آدھا رہ گیا پاکستان۔ باقی کی خیر مناؤ۔ یہ سندھی ہے یہ پنجابی ہے یہ پٹھان یہ مہاجر ہے۔ یہ دیکھنے
سکے یہ چوہدری کا ہے یہ ملک ہے۔ مسلمان کوئی نہیں رہا یہاں۔ کیا ہو گیا ہمیں۔ وہ عورت بتا
رہی ہے۔ کہ وہ اللہ کا سپاہی ہے تو ہم اس سے جیت نہیں سکتے۔ مار کھا کے ماننا ہے کہ
پہلے ہی مان جاؤ۔ کتابوں میں ہے یہ بات کہ اس نے کہا۔ میں اس کو ایک سوال لکھتی ہوں۔

اگر یہ اللہ کے نبی ہوں گے تو جواب دیں گے۔ اللہ کے نبی کے سوا کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ وہ
عورت یہ جانتی ہے کہ اللہ کے نبی جیسا علم کسی اور کے پاس نہیں ہوتا۔
آج کا ملاں اپنی داڑھی رکھی ہوئی ہے۔ بہترین قسم کا اس نے شملے والا پگڑ باندھ رکھا ہے،
چولا بھی پہن رکھا ہے۔ گلا پھاڑ کے کہتا ہے نبی نہیں جانتے دیوار کے پیچھے کیا ہے (معاذ اللہ)
تو ہو گا جس کو خبر نہیں۔ وہ تیرا کوئی ہو گا جس کو خبر نہیں۔ میرے نبی سے تو خود رب نہیں
چھپا سے جو باخبر ہیں ہم اس کو نبی مانتے ہیں۔ ان لوگوں نے ایسی باتیں کر کے منبروں
کو موقع دیا ہے۔ میرے نبی جیسا کوئی اندازہ نہیں ہے۔ یہ لوگ اس طرح کی باتیں کر کے بتاتے ہیں کہ
ان کے پاس ایمان نہیں ہے۔ یہ دشمنوں کی سازش ہیں۔ اسی طرح یہ لوگ پروپیگنڈا
کرتے ہیں۔ تاکہ لوگوں کے دلوں سے ایمان نکل جائے۔ ہم ان کو بتا دینا چاہتے ہیں۔ ہم نے
جو دیکھا سو برس کا منٹ کر کے دیکھ لی۔ یہود و نصاریٰ کی ایجنٹ بن کے دیکھ لیا۔ انہوں نے
زور لگا لی۔ لیکن میرا نبی وہ ہے۔ اس کا چرچا میرے رب نے بلند کیا ہے۔ اس کو کوئی نیچا نہیں
کر سکتا۔ یہ وہ نہیں جو نبی کا نام لیتے ہیں نبی کا چرچا کرتے ہیں۔ تو ان کا چرچا
ہو جاتا ہے بحر و بر میں۔ حضرت سلیمانؑ نے جواب بھیجا تو اس نے کہا میں مسلمان
ہونے آ رہی ہوں۔ مفسرین نے لکھا۔ حضرت سلیمانؑ کے دربار سے لے کر اس عورت کے
محل تک کا فاصلہ ایک ماہ کا۔ پیدل جائے تو ایک ماہ لگے۔ آنا جانا دو ماہ۔ اس عورت
نے اپنے محل میں جو تخت بنایا تھا اس پیچھے۔ وہ تخت کتنا بڑا۔ کتنا چوڑا۔ تفسیروں
میں ہے اسی گز لمبا۔ چالیس گز چوڑا۔ آج تو گزوں کا زمانہ گزر گیا میٹر آ گئے۔ اسی گزوں
کے فٹ بنائیں تو 240 فٹ لمبا 120 فٹ چوڑا۔ بلا شک کا نہیں لگتا۔ اس
کے پائے زمین میں گڑھے ہوئے تھے۔ اتنے مضبوط کہ 100 آدمی مل کے ہلائیں تو ہلتے نہیں تھے۔
اس کے اوپر کرسیاں رکھیں تھیں۔ لوہے کی سونے کی چاندی کی۔ کڑی کی۔ ہیرے جواہرات جڑا
جگمگ لگتا تھا۔ بڑا وزنی بڑا قیمتی۔ بڑا اعلیٰ۔ قرآن نے اس کو عرش کہا۔ وہ چل پڑی۔
ایک 500 کا لشکر۔ روانہ ہو گئی پیغام آ گیا۔ کہ وہ مسلمان ہونے آ رہی ہے۔ ادھر حضرت
سلیمان علیہ السلام کا دربار لگا ہے۔ قرآن میں اللہ بیان فرماتا ہے۔ یا ایھا الملاؤ ایکم یاتینی بعرشھا۔

مسلمین - آپ دربار میں ـــ ہے تم میں کوئی جو اس ملکہ کا تخت لے آئے مسلمان ہو کر ـــ وہ پہلے -
اس کام کو سن اس کا تخت میرے پاس لے آئے - آنا جانا ایک دو ماہ کا - وہ وہاں سے روانہ
ہو چکی ہے - دو ہو گئے ہوں گے تین دن باقی ہوں گے - وہ روانہ ہو چکی - حضرت نے فرمایا کون لائے جو اس کے
آنے سے پہلے تخت لے آئے - یہاں سے کوئی جاتا ہے ایک مہینہ - وہاں سے آتے پھر ایک ماہ -
بہت جلد وہ کام جو دو مہینے میں ہوتا ہے - وہ وقت سے پہلے ہو سکتا ہے - اگر نہیں ہو سکتا تو
اللہ کا نبی کیوں کہہ رہا ہے - یوں ہے جو پہلے لے آئے - وہ روانہ ہو چکی - جاؤ ایک ماہ آؤ ایک ماہ -
بہت جلد دیر سے ہونے والا کام پہلے ہو سکتا ہے - کیسے ہو سکتا ہے - یہ ہے سوال -
(کسی کے پاس گھڑی ہے) اب کیا وقت ۱۲-۳۰ - ایک بجے گا - ۳۰ منٹ کے بعد -
اور اگر میں چابی گھما دوں - اللہ نے اپنے پیاروں کو چابیاں دے رکھی ہیں (مسعود الکوثر)
حضرت میاں صاحب ـــ سے ـــ ہر مشکل کی کنجی یاور ـــ
اللہ نے چابیاں دے رکھی ہیں جو نگاہ رکھتا ہے تو مشکل نہیں رہتی - حضرت فرما رہے ہیں جو اس کے
آنے سے پہلے تخت لے آئے - یہیں میں اللہ کے قرآن نے دلچسپی بیان فرمایا ہے - مدد دونوں
کچھ نہیں کر سکتے - قال عفریت من الجن - ایک بڑا دیو ہیکل - جن بولا - انا - صیغہ
واحد متکلم - میں - لاتا ہوں - اس تخت کو آپ کے پاس - اتنا بلند کر رہا ہے - یہ نہیں کہ لا نہیں
سکتے ہیں - قبل ان تقوم من مقامک - آپ اسی طرح اپنے دربار میں بیٹھے رہو گے - آپ کے
دربار کا قائم ختم نہیں ہوگا - میں لے آؤں گا - میں قوت والا ہوں - اور امین ہوں - پورا
تخت لاؤں گا - میں آپ کے پاس لانے کی طاقت رکھتا ہوں - حضرت سلیمانؑ کا دربار
ہے وہ جن - جنوں پر بھی آپ کی حکومت - اس نے کہا میں لے آؤں گا - بہت جلد - جن انسان سے
زیادہ تیزی سے کام کر سکتا ہے - حضرت سلیمانؑ فرما رہے ہیں مجھے اس
سے بھی پہلے چاہیے - قال الذی عندہ علم من الکتاب - حضرت سلیمانؑ کے دربار میں
ہمیں یہ بولتا ہے - جس کے پاس کتاب کا کچھ علم تھا - (۲۷-۴۰) علم من الکتاب میں من کا
لفظ ہے - تبعیضیہ ہے - پورا علم نہیں کچھ علم - اندازہ کر دیجیے کچھ علم والا کر سکتا ہے -
تو جس کے پاس پورا علم ہوگا اس کی کیا شان ہوگی - جو سلیمان علیہ السلام کا امتی

M T W T F S S — Memo No — Date / /

سکتا — ان کی امت کا ولی تھا۔ مفسرین نے اس کا نام لکھا ہے آصف بن برخیا۔ اس کو اسم
اعظم یاد تھا۔ اس نے کہا میں لاتا ہوں اس تخت کو۔ اتنا اسپیڈ ہے — جن کی بات کہ مجلس
برخاست ہونے سے پہلے۔ یہ امت کا ولی ہے جن نہیں انسان ہے۔ قبل ان
یرتد الیک طرفک — آپ اپنی آنکھ نہیں جھپکیں گے۔ میں تخت لے آؤں گا۔
لوگ سوچیں گے کہ حضرت سلیمان نبی ہیں خود کیوں نہیں لے آئے۔ کیوں سوال
کر رہے ہیں کون لا سکتا ہے۔ وہ آنے والوں کو یہ بتانا چاہتے تھے۔ دیکھو اللہ نے مجھے
امتی دیئے ہیں۔ جب میرے امتیوں کی یہ شان ہے۔ تو آقا کے امتیوں کی کتنی شان
ہوگی — فرمایا لاؤ۔ کہنے لگا لیجئے — فلما راٰہ مستقرا عندہ۔ حضرت سلیمانؑ
نے دیکھا تو تخت اس کے پاس رکھا ہوا تھا۔ حضرت سلیمان نے نہیں پوچھا کہ تم کیسے
گئے تھے۔ تمہیں یہاں کسی نے جاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ پہنچے کیسے اپنے محل میں کچھ
حفاظتی سپاہی چھوڑ کر آئی ہوگی۔ کیسے نکال لیا۔ کوئی بیلچے کدالیں۔ کدالیں گینتیں۔
کوئی اوزار ساتھ لے گئے تھے — اتنا بڑا اتنا وزنی ہے تو نے اکیلے اٹھایا کیسے۔ وہاں سے تو
چلا ہے یہاں پہنچا کیسے — گیا کب پہنچا کب۔ چلا کب آیا کب — نہ کسی نے جاتے دیکھا
نہ آتے۔ سوال نہ کیا — اگر سوال کرتے تو آج فتویٰ لگ جاتا۔ حضرت سلیمان
علیہ السلام کرامت نہیں جانتے تھے۔ نبی کو علم نہیں تھا کرامت کیا ہوتی ہے۔ فتویٰ
لگانے والے تو اس طرح سوچتے — انہوں نے کوئی سوال نہیں کیا۔ بلکہ دیا تھا قال ھذا
من فضل ربی —

(B) یہ میرے رب کے فضل میں سے کچھ فضل ہے — آنے والو۔ اندازہ کرلو۔ میرے نبی کی شان
زیادہ — میرے امتیوں کی ان کی امت سے شان زیادہ۔ جب میری امت کا ولی
اتنا بڑا تخت اتنی دور سے پلک جھپکنے سے پہلے لا سکتا ہے۔ تو نبی پاک کی امت
والوں کا سردار کو دنیا بنا یار سکتا ہے — کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ شرک کیا
قرآن نے بتا دیا۔ من دون اللہ کچھ نہیں کر سکتے — ولی اللہ اللہ کی عطا سے کچھ کر سکتے
ہیں — جو نہیں مانتا ہوگا تھکا ہے — اب جو ولیوں کی طاقت کا منکر ہو۔ ان کے

کمالات کا منکر ہو۔ ان کی عظمت و شان کا منکر ہو گیا وہ قرآن کو مانتا ہے، اور جو قرآن کو نہ مانے وہ
مومن سچا نہیں۔

قرآن سے ہٹ کر بھی دین اتنا کچھ نہیں کر سکتے۔ ولی اللہ اللہ کی عطا سے بہت کچھ کر سکتے
ہیں۔ (1) حدیث قدسی۔ اللہ کا فرمان ہے۔ قرآن میں تو نہیں ہے مگر ہے اللہ کا کلام۔ قرآن
بھی نبی کی زبان سے ملا۔ اور اللہ کا فرمان بھی نبی کی زبان سے ملا۔ بخاری شریف میں ہے۔ اللہ فرماتا
ہے جب کوئی بندہ کثرت سے نوافل کی کثرت کرتا ہے میرے قریب ہوتا جاتا ہے۔ نوافل جمع
نفل کی جمع آپ میں سے کوئی نفل کا معنی بتائے۔ کیا نفل پڑھتے ہیں۔ نوجوان کہتے ہیں شعبان
شب میں نے سو رکعت نفل پڑھے۔ میں نے شب برأت میں 50 نفل پڑھے۔ نفل کا معنی
اضافی عبادت۔ وہ عبادت جو رضاکارانہ طور پر کی جائے۔ جو آپ پر لازم نہ ہو۔ فرض واجب
سنت مؤکدہ۔ نفل وہ جو اضافی ہو۔ تو جس کے فرض پورے نہیں اس کے نفل کیسے ہوں گے۔ روزانہ
جو پانچ ٹائم فرض نماز نہیں پڑھتا۔ اس نے سو نفل پڑھے۔ نفل تو اس کے ہیں جس نے فرض پورے
کیے۔ جو پوری نہیں کی تو آدھا ٹائم ہوگا۔ جو آدھا ٹائم لگایا۔ جو پوری نہیں کی۔ کیا اوور ٹائم ہوگا
جس کے فرض واجب پورے نہیں اس کے نفل نہیں۔ روایتوں میں ہے کہ جس کا فرض کم ہوگا۔ اس کے
پورا قیامت میں شمار فرض میں نفل لیے جائیں گے۔ فرضوں سے غفلت نہ کیا کرو۔ سنو
مسجدیں بناتے ہو۔ آباد بھی کیا کرو۔ اپنی عورتوں بچوں کو بھی نماز کی عادت ڈالو۔ نفل بھی پڑھو
اللہ ہم سب کو پابندی سے باقاعدگی سے صبح نماز ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔
ایک بندہ فرض نہیں پڑھ رہا واجب نہیں پڑھ رہا۔ سنت مؤکدہ جو ضروری ہے وہ نہیں پڑھ رہا۔ نفل
کدھر سے کرے گا۔ مگر اللہ والے اللہ کی محبت میں ایسے ہیں نماز فرض واجب چھوڑنا تو کیا
وہ نفل بھی نہیں چھوڑتے۔

آپ صبح اٹھے آنکھیں ملتے ملتے جو پڑھنی ہے۔ دل سے پتا لگ جائے گا۔ وہ اللہ والے کو آدھی
رات سے اٹھے ہوئے ہیں۔ سردی ہو یا گرمی وہ اٹھے ہیں۔ کون اٹھاتا ہے اللہ کی محبت اٹھاتی
ہے۔ راتیں سوندے بے دردی لوکاں نیندر پیاریاں آوے
تے دردمنداں نوں یاد سجن دی ستیاں آن جگاوے

M T W T F S S

Memo No

Date / /

یہ درد محسوس ہوتے ہیں - مگر محبت والوں کو محبوب کی یاد محسوس نہیں دیتی —
ایک بات کریں شرمائیں گے تو نہیں ——— آپ کو کسی سے محبت ہو جاتی
ہے۔ چلو - جو فارغ ہو گئے ہیں وہ چپ رہیں جو کر رہے ہیں وہ بولیں۔ ہو جاتی ہے نا -
کسی سے محبت ہو جائے تو وہ اگر ساری رات آپ کو جگائے تھکن محسوس نہیں ہوتی -
جو کام ہے وہ کرنے کو تیار - تھکتے نہیں بلکہ شوق سے کرتا ہے - یہ جو راتوں کو جاگتے ہیں -
ساری ساری رات نفل پڑھتے ہیں تسبیح پڑھتے ہیں - انہیں کبھی کسی سے محبت ہے -
جن کو کسی سے محبت ہو جاتی ہے تو کیا حال ہوتا ہے - اور جب رب سے محبت ہو جائے -
ان کا کیا حال ہوگا - اللہ والا میں کوئی نفل پڑھ رہا ہے کوئی تسبیح - کوئی پڑھ رہا
ہے کوئی دعا کر رہا ہے - ان دعا کرنے والوں کی برکت سے ہم اللہ سے بچے ہوئے ہیں -
حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت سے گھر والوں سے بھی عذاب واپس پھیر لیتا
ہوں - نیکوں کو دیکھ کر - یہ چلتا چلتا معاملہ ہے اس لئے بات چل رہی ہے -
یہ اللہ والے ہم سے نفل جاگیں تو ہم بچ نہیں سکتے - بڑا مشہور واقعہ ہے
ملتان شہر کا - ایک بزرگ ملتان شہر گئے شام وقت پہنچے - تو شہر چار بجے
دن کا نقشہ دیکھا - بازاروں میں چہل پہل چل رہا ہے - ملاوٹ ہو رہی ہے ناپ تول میں کمی
ہو رہی ہے لین دین میں خرابی ہو رہی ہے - شام ہو گئی - ادھر دکانیں بند ہو رہی ہیں لوگ بیٹھے
آباد ہو گئے ہیں ناچ گانا ہو رہا ہے بس شراب کبیس کباب - حیران ہو گئے کہ اس شہر
اتنی پریشانیاں ہو رہی ہیں - اس پہ عذاب کیوں نہیں آتا - دعا کرنے لگے اللہ کی بارگاہ یا اللہ
اس شہر پہ عذاب نازل کر دے - ان کو غیب سے [illegible] کہ ٹھہر جاؤ - جلدی نہ
کرو - آدھی رات ہوئی چوری کرنے والے [illegible] کرنے والے پریشانیاں کرنے والے سو
گئے - پھر وہ اٹھے جنہیں اللہ کی یاد اللہ کی محبت نے جگایا - وہ اٹھے وضو کیا - مصلے آباد
ہو گئے۔ دوسرا منظر دیکھ کے حیران ہو گئے شام کو کیا حال تھا - یہ کیا حال ہے - غیب سے آواز
آئی ان نیکوں کے صدقے تو بچے ہی بچے ہوئے ہیں -
آپ نے سنا - کہ پتہ چلا - نیکوں کی وجہ سے ہم بچے ہوئے ہیں .

تو جب اللہ کا پیارا بندوں کی اتنی شان تو اندازہ کرو نبیوں کی شان کیسی ہوگی۔ اب یہ بھی
پتہ چلا کہ یہ دافع البلاء ہیں۔ بلاؤں کو دور کرنے والے ہیں۔ کیا ہم ان جیسے ہیں
تو جب ہم ان جیسے نہیں۔ تو نبی جیسے کیسے ہو سکتے ہیں۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ نبی
بھی بشر ہم بھی بشر۔ ان کی شکل دیکھو۔ ہم ولیوں کی بھی برابری نہیں کر سکتے۔
یہ لوگ اللہ کی محبت میں راتوں کو جاگتے ہیں۔ نوافل کی کثرت کرتے ہیں۔ کہاں نوافل
کی کثرت سے پتہ چلا۔ ان کو اللہ سے بہت محبت ہے اسی محبت کی وجہ
سے اللہ دیتا ہے کہ میرا قریب ہوتے ہیں۔ درخت کو جتنا پانی ڈالو گے اتنا ہی پیداوار [illegible]
گا۔ پانی نہ ڈالو گے تو کیا پھل آجائے گا۔ محبت ظاہر کرتے ہیں نوافل کی کثرت کرتے ہیں
حتی احببتہ یہاں تک کہ میں ان کو اپنا پیارا بنالیتا ہوں۔

جب میرے قریب آگئے تو کیا ہوگئے میرے پیارے ہوگئے۔ کیونکہ اب انہوں نے محبت دکھائی ہے
اظہار کیا شوق ظاہر کیا ——— تو میں نے ان کو اپنا پیارا بنالیا ہے۔ جو شوق ظاہر کرتا ہے محنت کرے
وہ پیارا ہو جاتا ہے اور ہم فرض بھی نہ پڑھیں روزہ بھی نہ رکھیں۔ کچھ بھی نہ کریں اللہ بس کرم سارا کا سارا
ہم پر اترے۔ جب تک ہم شوق ظاہر نہیں کریں گے کرم نہیں ہوگا۔ علامہ اقبال نے کہا۔
ہم تو مائل بہ کرم ہیں ———

آسمان دنیا پر آدھی رات کے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت توجہ کرتی ہے۔ اعلان ہوتا ہے کوئی
سوال کرنے والا کہ ہم اس کی حاجت پوری کریں ——— ہم کہتے ہیں یا اللہ تو اعلان کر ہم تو سو رہے
ہیں ——— حضرت تو ہمیں پتا۔ اس کو کسی کی ضرورت نہیں کسی کی حاجت نہیں ہے۔
وہ کہہ رہا ہے لے لو۔ ہم کہتے ہیں نہیں جی ——— ہمیں کوئی نہ جگائے بولو۔ رحمت ملے گی
اور جو اٹھتے ہیں جھولیاں پھیلاتے ہیں۔ دامن بھر جاتا ہے روتے ہیں گڑگڑاتے ہیں۔ ان کو
رحمتیں ملتی ہیں۔ ایسے ولی نہیں بن جاتے۔ محنت کرتے ہیں۔ ہمیں کیا شوق ہے۔ جب وہ
محنت کرتے ہیں۔ نوافل کی کثرت کرتے ہیں۔ اللہ کے محبوب بن جاتے ہیں۔ میں ان کا
کان ——— کان بندے کے سنتا خدا کا۔ کان خدا نہیں بن جاتا۔ کان بندے کے مگر ان میں قوت
ربانی آجاتی ہے ——— دور سے سننا محسن کی شان ہے۔ یہ سوال کیوں کیا ہے

23

M	T	W	T	F	S	S

Memo No
Date / /

یہ جو بہشت لوٹا پالا لگا بیٹھا تا — در بدر پھرتا — نکلنا نصیب نہیں — وہ کہتے ہیں کہ ہم پکارتے ہیں
یارسول اللہ ؐ یا علی ۔ یا غوث ۔ یہ دور سے سننا تو اللہ کی شان کی بات ہے ۔ تم نے کراچی سے
پکارا ۔ ایک مدینے میں ۔ ایک عراق میں ۔ ایک نجف میں ۔ تم کراچی سے پکار رہے ہو ۔ تو دور سے
سننا تو اللہ کی شان ہے ۔ کہتے ہیں نا ۔ جتنے بھی یہ پکار رہے ہیں ۔ یہ بتاؤ کہ اللہ کس سے دور ہے ۔
جواب نہیں دیں گے دس جنم لے لیں مگر جواب نہیں ۔ جب اللہ دور ہی نہیں ہے تو دور
سے سننا یہ اللہ کی شان کیسے ہے ۔ اس سے زیادہ کوئی قریب نہیں ہے ۔
اللہ کے لئے کچھ فاصلہ نہیں ہے ۔ ہم کسی سے سرگوشی کریں دل میں ۔ اللہ کو پتہ ہے یا نہیں ۔ اللہ فرماتا
ہے اس کے کان میں بن جاتا ہوں ۔ کیا مطلب کہ انسان بہرے ہیں مگر ان میں میری طاقت
آ جاتی ہے ۔ وہ میری طاقت سے سنتا ہے ۔ دور کے اور نزدیک کا فاصلہ اس کے لئے کچھ نہیں ۔
جنگ بدر کے بعد جب قیدیوں کا فیصلہ ہوا کہ کیا جائے ۔ حضور ؐ کے چچا ۔ ابوالفضل
سیدنا عباس بن عبدالمطلب بھی تھے ۔ حضور نے کہا چچا تم بھی فدیہ دو — تو کہا
چلتے وقت میری چچی اتنی بڑی سونے کی اینٹ [illegible] نہیں کہ بنا آئے — حضرت عباس
کانپنے لگ گئے —

جناب حضرت عباس بدر میں شریک ہوا اور کہا کہ یہ پیغمبر تو رکھتا ہے دلوں کی بھی خبر دار کیا ۔
اتنے دور مکے میں میں اپنی بیوی کو کیا دے رہا ہوں کیا کر رہا ہوں ۔ حضور آپ یہاں بیٹھے بیٹھے ہیں
دیکھ بھی رہے ہیں ۔ کلمہ پڑھا مسلمان ہو گئے — عرض کیا حضور میرے ایمان لانے
میں ایک تو یہ بات ہے کہ آپ دور سے دیکھ بھی رہے ہیں اور سن بھی رہے —
ایک بات اور بھی ہے ۔ بچپن کی بات ہے ۔ رات کے وقت آیا آپ پالنے میں
آپ لیٹے ہوئے تھے ۔ میں نے دیکھا رات کا وقت تھا چاند حرکت کر رہا تھا ۔
میں دیکھنے لگا یہ زلزلہ تو نہیں آ گیا ۔ یا چلتے پھر رہے ہوں ۔ میں نے ادھر دیکھا ادھر دیکھا ۔
اور کوئی کسی قسم کی ہلچل نہیں تھی — مگر چاند کی طرف دیکھا تو وہ — میں سوچ رہا
بھی رہا تھا کہ اچانک کہ آپ کی انگلی آپ کے ہاتھ پر پڑ گئی — حضور آپ جدھر انگلی
ہو جاتی تھی ۔ چاند بھی ادھر ہو جاتا تھا — حضور ؐ نے فرمایا چچا جی کیا پتہ ۔ میں تو

M T W T F S S — Memo No ______ Date / /

اس وقت بچہ تھا۔ جیسے کہا ہے کہ آپ کو کیا نظر آیا کیا نہیں — فرمایا چچا چاند مجھ سے
کھیلتا تھا — جیسے دوست سے کھیلتا تھا۔ اندازہ کرو نبی پاک کے نور کمال کا جس
کے کھلونے چاند جیسے ہوں۔ وہ آپ کیسا ہوگا — اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔

کھیلتے تھے چاند سے بچپن میں آقا اس لیے۔
یہ سراپا نور تھے۔ وہ تھا کھلونا نور کا۔
چاند جھک جاتا ادھر جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں۔
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا۔

حضرت عباس نے کہا میں نے دیکھا کہ آپ کی انگلی کے اشارے سے چاند ہلتا تھا۔ حضور نے فرمایا چچا
جب میں اپنی ماں کے پیٹ میں تھا۔ اور لوح محفوظ پر جو قلم چلتا تھا۔ میں اس کی آواز سنتا
تھا — یہ حال کرتے ہیں جیسا مخلوق میں نہیں ہے۔
سب سے اولیاء اللہ — اللہ فرماتا ہے میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے سنتا
ہے۔ اس کی آنکھ میں بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں بن جاتا ہوں جس سے پکڑتا
ہے۔ اس کی زبان میں بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔ اس کے پاؤں — پھر وہ
بندہ جب مجھ سے مانگے تو میں عطا فرماتا ہوں — امام رازی اس کی تفسیر میں لکھتے
ہیں — پھر وہ بندہ اللہ کے جلووں کا مظہر بن جاتا ہے — پھر وہ دور نزدیک سنتا ہے دیکھتا ہے اور
تصرف بھی کرتا ہے۔ روحانی قوت سے حالات کو بدل دیتا — اللہ بربعطا دیتا ہے ان کا
مشاہدہ — ان کی آنکھوں میں بن جاتا ہوں۔ تو پھر آنکھ غوث کا کیا ہے سنو جملہ — آنکھ عبد القادر
کا ہے۔ اس میں دیکھنے کی قوت قادر کا ہے القادر کی قوت آپ کے جلوے عبد القادر پر ظاہر
ہوتے ہیں — پھر دنیا غوث اعظم پکارتی ہے — وہ کہتے ہیں جو کچھ نہیں کر سکتے۔
وہ شمار سے ہوں گے — جو کچھ نہیں کر سکتے۔ کہتے ہیں کہ اگر کچھ کر سکتے ہوتے تو جس
نے حملہ کیا تھا — امریکہ نے بغداد پر۔ غوث اگر کچھ کر سکتے ہوتے تو بچا لیتے۔ میں نے کہا بیت
المقدس قبلہ اول اللہ کا گھر تھا — یہودیوں نے قبضہ کیا ہوا ہے۔ اللہ کچھ کر سکتا ہوتا تو بچا لیتا۔ معاذ اللہ
کوئی نتیجہ نکلے یا نہ — ایمان تو ضرور نکل جائے گا۔ ان لوگوں کو سمجھ نہیں آئی — اس نے جب

کعبے کے محافظ نہیں تھے۔ اللہ نے ابابیل بھیجے تھے۔ آج ایک عرب سے زیادہ مسلمانوں کی تعداد
والے ستاون ممالک۔ کیا کر رہے ہیں۔ شرم۔ علماء مشائخ۔ اور کہتے ہیں غوث پاک کچھ
غوث پاک کیا کر رہے ہیں۔ اس کا اشارہ ہو رہا ہے کہ ہم کیا کر سکتے ہیں؟ میرے غوث کو کوئی نقصان پہنچا سکتا۔
جب ایران والوں نے ان کا مزار گرانے کے لئے میزائل پھینکا۔ میں 1987ء میں جا کے دیکھ کے
آیا۔ تین میزائل غوث پاک کے مزار کو گرانے کے لئے پھینکے گئے۔ گر دفن ہو گئے مگر نہ پھٹے۔
تم میرے غوث کی طاقت کو نہیں جانتے۔ ملک حسن علی نام ہے ایک بزرگ
کا۔ ابھی اس کو فوت ہوئے زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔ پنجاب والے لوگ اس کو جانتے ہیں۔ شیخوپورہ کے ایک
گاؤں کے رہنے والے ہیں۔ عشق رسول میں جیسا کیسا تھا وہاں کے لوگ جانتے ہیں۔ انہوں نے ایک کتاب بھی
لکھی ہے واقعہ ایک ایک بچے کو وہاں معلوم ہے۔ آپ کو چھوٹا سا ایک واقعہ سنا رہا ہوں۔ حضرت
شیر ربانی حضرت شیر محمد شرقپوری کا مزار والے صاحب کے پیر و مرشد میرے دادا پیر
ہیں۔ لاہور سے بس میں فیصل آباد کی طرف جڑانوالہ کے قریب علامہ اقبال جا
شخص وہاں ملنے گیا۔ 1965ء کی جب جنگ ہوئی۔ بھارت پاکستان کی۔ ملک حسن علی نے
خواب دیکھا۔ حضرت شیر ربانی کو دیکھا چادر اوڑھے ہوئے بڑی تیزی سے جا رہے تھے۔ سیالکوٹ
کی طرف۔ اس نے پوچھا حضرت جی کیا ہو گیا ہے؟ تو حضرت میاں صاحب نے جواب دیا۔
ہندوؤں نے حملہ کر دیا ہے پاکستان پر۔ میں سیالکوٹ کے محاذ پر جا رہا ہوں۔ ملک حسن
علی کہنے لگا حضرت یہ شرقپور سے لاہور قریب ہے سیالکوٹ تو دور ہے
تو حضرت میاں صاحب نے جواب دیا۔ لاہور میں حضرت داتا صاحب کی ڈیوٹی ہے۔
اور سنو واقعہ ان کی سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ ان کا اوپر والا خانہ خالی ہے۔
۔ لطیفہ وہاں دماغ رکھے گئے ________؟ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں
سے قتل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی ہے
یہ گستاخ کس سے منظور بڑھانا تیرا۔
اللہ جس کی شان بڑھائے اور یہ گستاخ گھٹانا چاہیں تو یہ اللہ سے لڑنا ہو رہا ہے
یہ گستاخ مٹ جائیں گے مگر اس نے جس کو بڑھایا اس کو کوئی گھٹا نہیں سکتا۔

حدیث قدسی کا ہے مفہوم والی ولیا۔ جو میرے ولی سے دشمنی رکھتا ہے۔ اس کو چیلنج کر دو
وہ مجھ سے لڑنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ اعلانِ جنگ جو اللہ سے لڑے گا۔ کیا طاقت ہے
اس میں۔ وہ عقل والا نہیں ہے۔ اللہ سے کیا وہ اللہ پر طاقت نہیں۔

اسی سے اس کا ایک واقعہ ہے۔ انڈیا کا علاقہ ہے۔ سکھوں کا زیادہ آباد ہے۔ پاکستان
بننے سے پہلے کی بات ہے۔ میرے بزرگوں کا چشم دید ہے۔ سکھوں اور ہندوؤں کی لڑائی ہو گئی۔
مسلمانوں سے۔ حکومت تھی انگریز کی۔ مسجد میں مسلمان بیٹھے ہوئے۔ مسجد کے مٹی کے لوٹے
تھے۔ اس میں مٹی اور پانی بھر کر پھینکے گئے۔ اور نعرہ لگاتے یا علی ع۔ اور ہندو اور سکھوں کو لگتے ہی
وہ مر جاتے۔ اس شہر میں مشہور ہو گیا کہ مسلمانوں نے لوٹا بم ایجاد کیا ہے۔
ادھر انگریز کو جب بم کا لفظ سنائی دیا۔ تو آپ کو پتہ ہے کہ بم سے ان کو کیا اثر ہوتا
ہے۔ خود دہشت گرد ہے تو جاتا ہے کوئی دوسرا نہ کرے۔ وہ انگریز آیا۔ بم کا نام اس نے سنا۔ کون
سا بم ہے لوٹا رکھا ہوا ہے کہنے لگا یہ بم ہے۔ انہوں نے کہا جی یہ بم ہے سب مر گئے۔ اس نے کہا
کہ دو ہندو سکھ نے مارا۔ مسلمانوں نے بھر لوٹا مٹی اور پانی سے بھرا۔ یا علی کا نعرہ لگایا
اور مارا وہیں ڈھیر ہو گیا۔ انگریز کہتا ہے جس کی دشمنی بھی گولیاں دے۔ اس نے کہا یہ لوٹا بندہ
نہیں مارتا۔ علی مار رہا ہے۔ جس کا نعرہ لگا رہا ہے وہ مار رہا ہے۔ اب پتہ چلا کہ یا رسول اللہ
یا علی یا غوث کے نعرے سے ان کو تکلیف ہوتی ہے۔ یہ نعرہ ان پر ایٹم بم بن کے
گرتا ہے۔ تمہیں نہیں پتہ کہ ہمارے اس نعرے کی کتنی طاقت ہے۔ ان شاء اللہ قیامت میں
بھی یہی نعرہ لگے گا۔

وہ غلام احمد مختار یوں پہچانے جائیں گے۔ ہم سب
ہونگے محشر میں بھی ان کا نعرہ یا رسول اللہ

اللہ والا ہے ان کی آنکھیں بھی بن جاتا ہوا۔ تو جب کی آنکھ اللہ بن جائے پھر اس کی آنکھ کے
سامنے دیوار پر وہ دیکھ۔ کیونکہ اللہ کی قوت ہے۔ حضرت علی نے خیبر کا دروازہ ایک ہاتھ
سے اٹھا لیا۔ قلعے کے دروازے اس زمانے کے نہیں جس طرح آپ کے گھروں کا لگا کے دروازے
ہوتے ہیں۔ ابھی لاہور میں قلعہ کا دروازہ موجود دیکھ جائے دروازہ دیکھ لینا کتنا وزنی ہوتا ہے

حضرت علی نے ہاتھ سے اٹھا لیا۔ لیکن میں چالیس صحابہ نے مل کر ہلایا تو نہ ہل سکا۔
کہنے لگے اے علی۔ تم نے ہاتھ سے اٹھا لیا۔ ہم چالیس مل کر ہلا رہے ہیں۔ ہم سے تو ہلتا نہیں
حضرت علی نے جواب دیا۔ میں نے اس سے قوت جسمانی سے نہیں۔ قوت
ربانی سے اٹھایا ہے۔ کیا ولی اللہ طاقت والے ہیں یا نہیں۔
ولی اللہ اللہ کی عطا سے طاقت والے ہیں۔ ان کو طاقت اللہ نے دی ہے۔
ہم اہلسنت کا عقیدہ یہ نہیں ہے کہ ولی اللہ خود سے طاقت والے ہیں۔ ان کو
اللہ نے طاقت عطا فرمائی ہے۔ ولی کے معنی مددگار۔ تو مددگار تب ہوں گے جب
مدد کرنے کی قدرت ہوگی۔ ورنہ مددگار نہیں ہو سکتے۔ اللہ جس کو مددگار بنا دیا
ہے اللہ نے ان کو طاقت عطا فرمائی ہے یہ بندوں کی مدد کرتے ہیں۔
قاضی ثناء اللہ پانی پتی۔ حضرت مرزا جان جاناں شہید کے خلیفہ دیوبندی ان کو بہت
ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ہم تو ان کو مانتے ہیں۔ وہ اپنی کتاب تذکرۃ الموتیٰ والقبور میں
لکھتے ہیں۔ اللہ والوں کی روحیں صرف زندگی میں نہیں۔ جہاں چاہتی ہیں زمین و
آسمان میں۔ جنت میں چلی جاتی ہیں۔ دوستوں کی مدد کرتی ہیں۔
اعتراض کرنے والے اعتراض کرتے ہیں کہ جو مر گئے مٹی میں مل گئے یہ مرنے میں کیا مدد کر سکتا
تمہارے سامنے ہیں ہمارے سامنے نہیں ہیں۔ اللہ والے مرتے نہیں ہیں۔ اگر کسی کو یقین
نہ آئے۔ آپ نے یہ حدیث سنی ہے۔ کہ ہم جب قبر میں جائیں گے منکر نکیر
آئیں گے۔ سوال کریں گے۔ تمہارے قدموں کی چلنے کی آواز وہ بھی مردہ سنتا ہے۔
فتاویٰ نذیریہ۔ فتاویٰ ثنائیہ اہلحدیث ــــــ میری کتاب قبر کے احکام میں دیکھو۔
روح سب کچھ دیکھتی ہے۔ جس شخص میں سننے کی دیکھنے کی بولنے کی طاقت نہیں کیا
وہ جواب دے سکتا ہے۔ موت کس چیز کا نام ہے۔ حیات کس کا نام ہے
زندگی کس کا نام جس میں دیکھنے بولنے کی طاقت ہو۔ اگر بندے کے پاس کوئی چیز نہیں ہے
تو جواب کیسے دے گا۔ یہ تمہاری زندگی ثابت کر رہی ہے۔ اللہ والوں کی کو سنتا ہی
ملنے والا۔ مردہ جواب دے گا کیا جو سنتا نہیں ہے اس کو سلام کر سکتے ہیں

Memo No ________
M T W T F S S
Date / /

مثلاً آپ کے ماموں جان سو رہے ہوں۔ آپ جائیں آپ کہیں ماموں جان السلام علیکم۔ کیا جواب آئے گا۔ اگر وہ بہرے ہوں کان میں سنائی نہ دیتا ہو۔ کیا ان کو سلام جائز ہے؟ کیونکہ جو سنتا نہیں سن کر جواب نہیں دے سکتا۔ اس کو سلام نہیں کر سکتے۔ اور آپ سب جا کر کہتے ہیں السلام علیکم یا اہل القبور۔ اگر وہ یہ سن نہیں سکتے تو سلام کرنا جائز نہیں۔ اگر وہ سلام کا جواب نہیں دے سکتے۔ تو جانور نہیں اور جنات کے علاوہ پڑھنے والوں کی کوشش ناکام ہے۔ تو آقا کی کتنی شان ہوگی۔ انکار نہیں کر سکتے۔ ہم اعتراض کرنے والوں سے کہتے ہیں۔ تم جانتے نہیں ہو۔ اگر جانتے ہوتے تو کبھی اعتراض نہ کرتے۔ قرآن میں اللہ فرماتا ہے: ولکن المنافقین لا یعلمون۔ منافق جانتے نہیں ہیں۔ جو اللہ اور اس کے رسول کی شان نہیں پہچانتا۔ جو اللہ کے پیاروں کی شان کو نہیں پہچانتا وہ کچھ نہیں جانتا۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ والوں میں خود سے طاقت نہیں ہے۔ طاقت دینے والا اللہ ہے۔ اللہ کی طاقت اللہ کی مدد کے مظہر ہے۔ مستعان حقیقی حقیقی طور پر مدد کرنے والا اللہ ہے۔ انگلی سے اشارہ اوپر کیا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ اوپر ہے۔ یہ اشارہ عظمت کیلئے ہے (۲۵ – ۴۰) اللہ تو ہر جگہ ہے۔
ہم نے کسی نبی ولی کو حقیقی مستعان حقیقی نہیں مانا۔ یہ اللہ کی مدد کے ذریعہ ہیں۔ مظہر ہیں۔ لوہے کی مثال۔ وانزلنا الحدید فیہ باس شدید ومنافع للناس۔ اور ہم نے اتارا لوہے کو۔ اس میں سختی ہے۔ اور لوگوں کے لئے نفع ہے۔ لوہے کو کس نے اتارا ہے۔ مخلوق بھی مخلوق ہے۔ اللہ کے سوا ہر چیز مخلوق ہے۔ لوہا بھی مخلوق ولی بھی مخلوق۔ اب بتاؤ۔ افضل کون ہے۔ انسان یا لوہا۔ لوہا بھی مخلوق اللہ نے اتارا۔ بشر کو بھی اللہ نے بنایا۔ جو کہتے ہو کہ لوہے میں نفع ہے۔ انسان میں نفع نہیں ہے۔ بشر کو کس نے بنایا۔ جس کو رب نے اپنا ولی بنایا ہے۔ اس میں اللہ نے بے پناہ نفع رکھا ہے۔ جو نہیں مانتا وہ اللہ کی قدرت کا انکار کرتا ہے۔ ولی کا لقب کس نے دیا ہے۔ اللہ فرماتا ہے ان کو کوئی خوف نہیں کوئی غم نہیں۔ میرے ولی ہیں میرے دوست ہیں۔ ان کو خوش رکھا کرو

میں ہوں۔ ان کو دیکھنا۔ ان کی قوت کو دیکھ کر اندازہ کر لینا۔ کہ جن کے ولی ایسے ہیں۔
ان کا خدا کیسا ہوگا۔ یہ اللہ کی وحدت کے مظاہر ہیں۔ اللہ کی قوت اللہ کے جلووں کے
مظاہر۔ ان سے آپ کو بھی اللہ کی وحدت ملتی ہے۔ کوئی شبہ نہیں۔ قرآن میں
واقعات موجود ہیں۔ اصحاب کہف کون تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے امتی۔
بادشاہ نے بلوایا دقیانوس تھا۔ اس نے سجدہ کرانا شروع کر دیا۔ خدائی کے دعوے
کر دیئے۔ انہوں نے اس کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اس نے کہا مجھے سجدہ کرو ورنہ
میں تمہیں ماروں گا۔ انہوں نے ایک دن کی مہلت مانگی۔ سوچا کہ کیا کریں۔ کہا کہ
سجدہ کرتے ہیں تو ایمان جاتا ہے۔ نہیں کرتے تو جان جاتی ہے۔ انہوں نے کہا ایمان بھی
بچاؤ۔ جان بھی بچاؤ۔ اس کے ملک سے باہر نکل جائیں گے۔ یہ چلنے لگے شہر سے
میں ایک کتا پیچھے پڑ گیا۔ جانتے ہیں نا آپ کہ مسلم کے ہاں کتے ہوتے ہیں
انہوں نے اسے دور کرنے کی کوشش کی۔
جب یہ چلنے لگے اس کتے نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کی یا اللہ۔ مجھے بولنے کی طاقت
دے۔ اللہ نے اس کو طاقت دی۔ وہ بول کے کہنے لگا۔ او جانے والو۔ میرے
سامنے سے وزیر گزرا، امیر گزرا۔ میں ان کے پیچھے نہیں لگا۔ تمہارے پیچھے اس لئے لگا
کہ تم اللہ والے ہو۔ تم سمجھتے ہو میں بھونکوں گا شور مچاؤں گا تم پکڑے جاؤ گے۔
میں اللہ والوں کو نہیں بھولتا۔ حیران کن کتا بولا اللہ سے کہ میں بھونکوں نہ کہتا ہوں
تو اس کی ٹانگیں توڑ دیتا ہے۔ انہوں نے کہا جو رب بولنے کی طاقت دے سکتا
ہے وہ تو کیسی ٹانگوں کو بھی ٹھیک کر سکتا ہے۔ انہوں نے دعا کی اس کی ٹانگیں
ٹھیک ہو گئیں۔ آپ کی دعا سے ہو جاتی ہیں۔ (فرمایا)
اسی وجہ سے ہوں کسی زبان میں بن جاتا ہوں جس سے وہ بول لیتے ہیں۔ حقے کی نالی
سے گولی گزارو گے اثر کرے گی۔ بندوق کی نالی سے گزرے گی تو
میرا منہ بھی ہے اللہ والے کا بھی منہ ہے مگر دونوں ایک جیسے نہیں ہیں یہ سیف زبان
ہوتی جو نکلتا ہے ویسے ہی ہو جاتا ہے۔ اثر رکھتا ہے وکلیجہ پاسٹ

Memo No
Date / /
M T W T F S S

کلب مضاف ۔ جسم مضاف الیہ ۔ پہلے حرف کتا تھا ۔ جب اللہ والوں کے پیچھے لگا ۔ تو ان
کا کتا ہو گیا ۔ جب ان کا کتا ہو گیا تو ذکر قرآن میں آ گیا ۔ پہلے گلی میں پھرنے والا کتا
تھا ۔ اللہ والوں کے پیچھے چلا ذکر قرآن میں آ گیا ۔ قیامت تک قرآن پڑھا جاتا رہے گا ۔
اس کا ذکر ہوتا رہے گا ۔ تو اللہ والوں کے پیچھے اچھی نیت سے لگا لگ جائے
بیڑا پار ہو جاتا ہے ۔ اور جو محبت والا ہے ایمان والا اللہ والوں کا ساتھی بن جائے تو وہ
کیسے محروم رہے گا ۔ راستے میں ایک غار آ گیا سو گئے ۔ کتا بیٹھ گیا وہاں پہ ۔
ان کی تعداد کتنی تھی ۔ 309 سال گزر گئے ۔ سب مجھے آپ تین سال سو کے دکھا دو ۔
سردی گرمی ۔ سورج ادھر ادھر ہوتے گزرتا ہے اس کی دھوپ غار میں نہیں جاتی ۔
سورج اولیاء کا ادب کر رہا ہے ۔ قرآن پڑھو ۔ ان کی نیند خراب کرتا ۔ بڑے سارے
آئی ۔ ایک بال سفید نہیں ہوا ۔ لباس میلا نہیں ہوا ۔ جب اٹھے پوچھا کتنی دیر ٹھہرے
ایک دن یا آدھا دن ۔ اللہ فرماتا ہے 309 سال کیا مقابلہ ہو سکتا ہے دلیلوں کا ۔
نہیں تو 309 سال سو کے دکھاؤ ۔ کیسے ہو ولی ہمارے جیسے نبی ہمارے جیسے
قرآن نے بتا دیا کہ ولی کا اسے نا اتنی مدت دو ان کو کچھ نہیں کر سکتے ۔ ولی اللہ نہ سہی
کچھ کر سکتے ہیں ۔ اور ہم اولیاء اللہ کا ذکر قرآن میں ہے ۔ پتہ چلا ولی اللہ کے معنی اللہ کے
دوست ۔ اللہ کا پیارا ۔ اللہ کا مددگار ۔ وہ اللہ کی عطا سے بہت سارے کمال والا ہوتا ہے ۔
اپنے کمال والا ہے سمجھیں اس جیسے نہیں ۔ ولی کو یہ کمال نبی کی غلامی سے ملا ۔
تو جس نبی کی غلامی سے امتیوں کو یہ مقام مل رہا ہے ۔ اندازہ کرو نبی کی اپنی شان کی
کتنی ہو گی ۔ آپ نے سنا حضرت سلیمان علیہ السلام کا امتی ۔ اتنا بڑا تخت
لایا ۔ آنکھ جھپکنے کی دیر میں ۔ تھانوی صاحب دیوبندیوں کے بہت بڑے مفتی
مانے جاتے ہیں ۔ پتہ نہیں مجھے کیوں [illegible] ہمارے علماء کا نام لیا
تھانوی صاحب لکھتے ہیں حضرت [illegible] بغداد [illegible] میں بیٹھے ہوئے تھے ۔ اچانک چہرہ
کا رنگ سرخ ہو گیا ۔ جاؤ جلدی ۔ ہاتھ نکالا [illegible] تو ہاتھ کے قطرے گر رہے ہیں ۔
تھوڑی دیر کے بعد چہرے کا رنگ ٹھیک ہو گیا ۔ پوچھا حضرت جی کیا ہو گیا تھا ۔ فرمایا ہمارے [illegible]

KHURRAM PAPER PRODUCTS

بھائی سمندر میں سفر کر رہے تھے۔ طوفان آیا ان کی کشتی الٹنے لگی۔ انہوں نے جیسے
پکارا۔ میں نے یہیں سے ہاتھ کو بڑھا کر پار لگا دیا ہے۔
جہاز تا بڑان گرداب سے فوراً نکل آیا۔
وظیفہ جب انہوں نے پڑھ لیا یا غوث اعظم کا۔
غوث کا معنی امداد کرنے والا۔ فریاد رسی کرنے والے۔ اللہ کا فرمان ہے۔ اللہ فرماتا ہے
ان کے کان میں بن جاتا ہوں۔ ان کے ہاتھ میں۔ غوث شاہ کس دن سفا کو کانوں
میں قوت کس کی۔ ہاتھوں میں قوت کس کی۔ اللہ کی دی ہوئی طاقت سے سنا۔
اللہ کی دی ہوئی طاقت سے وہیں سے ہاتھ بڑھا کے کشتی پار لگا دی
انکار کر سکتا ہے اللہ کا فرمان ہے۔ ہاتھ غوث کے قوت خدا کی۔ کان غوث
کے قوت خدا کی۔ آنکھ غوث کی قوت خدا کی۔ امداد جس میں رب کی
قوتیں آجاتی ہیں۔ وہ ولی اللہ میرے اشارے جیسا نہیں ہے۔ بڑی بات ان داتے۔
ہم ان کو یہاں سے پکارتے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے۔ ان کے کان میں بن جاتا ہوں وہ سنتے
ہیں۔ آج سٹیلائٹ چھوڑا انسان نے۔ مواصلاتی سیارہ بنا پہلے ریڈیو
تھا۔ پھر ٹی وی آگیا۔ کرکٹ میچ کھیلا جا رہا ہے۔ دوسرے ملک میں ہے۔ جب مواصلات
کا یہ عالم ہے تو روحانیت کا کیا عالم ہوگا۔ پیر روحانیت سے ہم نے نکالی ہے
اللہ نے جس میں ولایت کا انٹینا لگا دیا ہے۔ وہ غوث بغداد میں بیٹھ کے دیکھ بھی
رہے ہیں سن بھی رہے ہیں۔ وہاں سے مدد بھی کر رہے ہیں۔ کوئی شبہ نہیں۔
اللہ فرماتا ہے بے شک جو اللہ کے ولی ہیں ان کو کچھ خوف نہ دکھ۔ کچھ غم نہیں۔
میرا غوث پہلے بھی غوث تھا آج بھی غوث ہے۔ جو پہلے بھی مدد کر رہے تھے۔
آج بھی مدد کر رہے ہیں۔ ان کا چرچا ہو رہا ہے۔ جب آپ نے یہ سن لیا ہے تو ولیوں
سے دوستی کرنا چاہیے یا نہیں۔ تو اولیاء کی دوستی سے فائدہ کیا ہوگا جو ان
کا ہو جائے گا۔ ان کی محبت سے اس کا بیڑا پار ہو جائے گا۔ میں نے ہاتھ دیا
پیر کے ہاتھ میں۔ انہوں نے اپنے پیر۔ آگے حضور تک۔ تو حضور

Memo No ______
Date / /

M | T | W | T | F | S | S

عقیدہ اللہ کا ہاتھ کمزور ہے کہ تو اللہ والوں ـــ سے دوستی کر لو۔ جو ان کا ہو جائے گا۔ وہ اللہ کا ہو جائے
گا۔ اللہ ہم کو پیر کو منع کرے۔ دین پر بات بڑی ذمہ داری سے کر رہا ہوں۔ ایمان اسی
کا بچا ہوا ہے۔ جس کا اللہ والوں ـــ سے تعلق ہے۔ اور جس کا اللہ والوں سے تعلق نہیں
اس کا ایمان بھی نہیں بچا ـــ پیر کوئی رسم نہیں ہے بیعت کرنا۔ یہ صرف راہنمائی
دین کے راستے پر صحیح چلنا ـــ شیطان نے کہا تھا یا اللہ جو تیرے مخلص بندے ہیں ان پر
میرا زور نہیں ہے۔ تو ہم ان کے ساتھ ہو جائیں گے شیطان کے شر سے بچنے
میں ہماری مدد کرتے ہیں ـــ اور ہمیں صحیح راستے پر چلاتے ہیں۔ جعلی پیروں
کی بات نہیں۔ دعویٰ کرنے والے۔ محبوب آپ کے قدموں میں ـــ جو کوئی پیر نہیں
یہ سب شیطان ہیں۔ ولی وہ جو مومن متقی ہے۔ ایمان میں بھی درست۔
تقوے میں بھی درست ـــ ان کے ساتھ ہو جاؤ۔ جو ان کے ساتھ ہو جائے گا۔ ان
ان شاء اللہ دنیا میں بھی کامیاب۔ اور آخرت میں بھی کامیاب۔ آمین۔
(۱) قبر پر قرآن پاک پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ جنازے کے پاس۔ (جواب) قرآن
پڑھنا جائز ہے۔ انصاریوں کا طریقہ تھا۔ وہ قبروں پر قرآن پڑھتے تھے۔ اگر بتی جلانا قبر
پر۔ نہیں جلانی چاہیے ـــ قبر پر آگ نہیں جلاتے۔ اس کا مسئلہ یہ ہے توڑ کر
لگا دیا کرو ـــ قبر سے الگ ہو کر جائز ہے ـــ اسی طرح چراغ کا حکم ہے۔

(signature)
12 - 9 - 2017
21 - 12 - 1438
44
2 - PM
منگل 7

QARI MUHAM[illegible] [illegible]
Naqashbandi [illegible]
12 SEP 2017
Chak 365/E.B Burewala [illegible] Vehari
Mob:0334-763[illegible]

438 مولانا کو کتب نورانی اکادمی کراچی ـ

M | T | W | T | F | S | S

واقعہ کربلا ۳۵۹

Memo No
Date / /

۸۵ ۲۸۶ الم احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وھم لا یفتنون ـــــ الذین
ـــ محرم کی ابتداء سے انتہا تک ۱۰ تاریخ ـ محترم ہے۔ اس دن بڑے بڑے واقعات
رونما ہوئے ہیں ـ اس تاریخ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریمؐ کے نواسے ان کے شہزادے
امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی ـــ ان کی قربانی کے لیے بھی یہی تاریخ پسند فرمائی ـ اہل ایمان
اس موقعہ پر ـ ان کا ذکر سنتے اور سناتے ہیں ـ ہم صحابہ کرام ـ اور اہل بیت نبوت سے
محبت رکھتے ہیں ـ اور ان دونوں کی محبت کو سرمایہ ایمان اور ذریعہ نجات سمجھتے ہیں ۔
اور ان میں سے کسی کی بھی معمولی بے ادبی پسند نہیں کرتے ۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے الم یہ حروف مقطعات ہیں ـ ان کے معنی ذاتی
طور پر اللہ تعالیٰ جانتا ہے ـ اور اللہ تعالیٰ کے بتانے سے اس کا حبیبؐ جانتے ہیں ہم ان کا اپنی
طرف سے کوئی معنی ہرگز نہیں کر سکتے ـ احسب الناس ان یترکوا ـــ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
کہ کیا لوگوں نے گمان کر لیا ہے ۔ کہ انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے ـ اور ایمان لانے کے بعد ان
کو چھوڑ دیا جائے گا ـ ان کا امتحان نہیں ہوگا ـ یعنی ہر وہ شخص جو یہ دعوی کرتا ہے ـ کہ
وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا ہے ـ ایمان کی ضروری باتوں کو وہ تسلیم کرتا ہے مانتا ہے ـ اس کی ضرور
آزمائش ہوگی ـ ان کا ضرور امتحان ہوگا ـ ولقد فتنا الذین من قبلھم ـ اور یہ امتحان کرنا
اللہ تعالیٰ کی سنت ہے ـ یہ صرف تمہارا ہی امتحان نہیں ہوگا ـ تم سے پہلے لوگوں کا بھی
امتحان ہوا ـــ جو تم سے پہلے امتیں ہوئیں ۔ لوگ ہوئے ایمان والے ـ ان کا بھی امتحان
کیا گیا ـ اور یہ امتحان کیوں کیا جاتا ہے ـ فلیعلمن اللہ الذین صدقوا ۔ ولیعلمن الکذبین ـ تاکہ
اللہ تعالیٰ ظاہر فرما دے ۔ کہ کون اپنے ایمانی دعوے میں سچا ہے ـ اور کون جھوٹا ہے ـ یہاں آزمائش کی توجیہ؟
کے لیے ـ دو چیزیں بیان ضروری ہیں پیش کرتا ہوں ـ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر ہر بات کا جاننے والا
ہے ـ اس کو کسی کی کسی طرح حاجت نہیں جو لوگ کہتے ہیں کہ بندہ کرتا ہے تو اللہ کو پتہ
چلتا ہے ـ ایسے لوگوں کا عقیدہ درست نہیں ہے ـ وہ غلط ہے ـ وہ اللہ کی اس کی شان میں
گستاخی بے ادبی کے مرتکب ہوتے ہیں اپنا ایمان ضائع کرتا ہے ـ اہل ایمان جانتے ہیں کہ
اللہ تعالیٰ کا ہر کمال ذاتی ہے ـ اللہ کو جاننے کی ضرورت نہیں ـ اللہ تعالیٰ خود سے جانتا ہے

مگر وہ ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ کہ پتہ چل جائے دوسروں کو کہ ایمان کا دعویٰ کرنے والے کتنے سچے ہیں۔
اور کتنے جھوٹے ہیں۔ یہ امتحان جو لیا جاتا ہے۔ اس کی دو۔ ہم اپنے سمجھنے کے لئے کہہ رہے ہیں۔
دو قسم کی ضروریات ہیں۔ ایک یہ۔ کہ جس کا امتحان لیا جا رہا ہے۔ اس کی قابلیت، اس کی صلاحیت
اس کی محنت ظاہر ہو جائے۔ معلوم ہو جائے کہ اس نے کتنا سیکھا ہے اور کتنا جانتا ہے۔ یہ (دوسری)
یہ کہ اس کی قابلیت کو دوسروں پر ظاہر کر دیا جائے۔ کہ دوسروں کو معلوم ہو جائے کہ ان کے
درمیان کتنا نمایاں ہے۔ اللہ تعالیٰ ضرورتوں سے پاک ہے۔ اغراض سے پاک ہے۔ وہ
خود نہیں جاننا چاہتا۔ اس کو تو خود سے معلوم ہے۔ اس کا کوئی کیا بتائے گا۔ وہ ذاتی اور حقیقی طور
پر سب کچھ جانتا ہے۔ وہ دوسروں پر ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ کہ دیکھ لو۔ کلمہ تو سب پڑھتے ہیں مگر ظاہر
کرنا چاہتا ہے۔ ان میں کون سچے ہیں۔ اور کون جھوٹے ہیں۔

ہم نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ دوسروں پہ ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ تو آئیے۔ اب ہم اس حوالے
سے اس آیت کو اور زیادہ دیکھیں کہ جب اللہ ظاہر فرما دے کہ کون سچا ہے کون
جھوٹا ہے۔ تو سب پتہ لگ جائے گا۔ تو اب ہم نے جان لیا۔ کہ سچے اور جھوٹے۔ کھرے اور کھوٹے
صحیح اور غلط کا پتہ چلتا ہے، تو میدانِ امتحان میں چلتا ہے۔ بچے سکول میں جاتے ہیں۔ جو
ان کا سلیبس ہے نصاب ہے۔ جو کام ہے جو ٹیسٹ ہے۔ وہ سارے بچے کر رہے ہیں۔ مگر
کس نے پڑھا ہے اور کس نے نہیں پڑھا۔ کس نے بس وقت گزارا ہے۔ کیسے پتہ چلے
استاد سب کا ایک ہے۔ کتاب بھی ایک ہے۔ مگر پڑھا کس نے ہے اور کس نے نہیں پڑھا۔
اور کس نے کتنا یاد کیا ہے۔ تو وہ دوسروں کے لئے مثال کب بنے گا۔ اس کی محنت ظاہر کب ہوگی
وہ میدانِ امتحان میں۔ اور آپ جانتے ہیں۔ کہ میدانِ امتحان میں آنے میں بھی
وہ گھبراتا ہے۔ وہ کتراتا ہے جس نے محنت نہ کی ہو۔ جس نے وقت ضائع کیا ہے
اور جس نے محنت کی ہے۔ جس نے دل لگا کر پڑھائی کی ہو۔ وہ وقت کا انتظار
کرتا ہے۔ وہ تو ایک ایک وقت کو ایک ایک لمحے کو۔ اپنے لئے قیمتی جانتا ہے۔ وہ تو انتظار
کرتا ہے کہ کب امتحان ہو۔ اور کب میری قابلیت دوسروں پر ظاہر ہو۔ اور میری
محنت کا مجھے صلہ ملے۔ اللہ تعالیٰ امتحان کرتا ہے۔ اور وہ امتحان کیسے ہوتا ہے۔

اللہ کا قرآن فرماتا ہے ۔ ولنبلونکم ـــــ اور ہم ضرور تمہیں آزمائش کریں گے ۔ اور ہم ضرور تمہارا
امتحان کریں گے کچھ خوف اور ۔ بھوک کی تکلیف میں مبتلا کریں گے ۔ تمہاری جان یا کچھ
خطرے میں ڈال کر ۔ تمہارے مال کا نقصان کر کے ۔ ثمرات جس کی تفسیر مفسرین
نے جو بچے دیئے ہیں جو لقمہ دیا ہے ۔ ان کے ذریعے تمہیں آزمائش کریں گے ۔ پانچ چیزوں
سے اللہ آزماتا ہے ـــــ اللہ تعالیٰ کا ارشاد فرماتا ہے وبشر الصابرین ـــــ خوشخبری
خوشخبری ہے صبر کرنے والوں کیلئے ۔ کہ جب ان پر کوئی مصیبت آپڑتی ہے کسی تکلیف
میں وہ مبتلا کر دیئے جاتے ہیں ۔ تو وہ بال نہیں نوچتے ۔ سینے پر ہاتھ نہیں مارتے ۔
شور نہیں مچاتے ۔ واویلا نہیں کرتے ۔ زبان پر کلمہ شکایت نہیں لاتے ۔ صبر و
رضا کے پیکر بن کر کہتے ہیں ۔ قالوا انا للہ ـــــ راجعون کہ وہ کہتے ہیں
کہ ہم اللہ کیلئے ہیں ۔ اور واپس بھی اللہ ہی کی طرف جانا ہے ۔ اسی کی طرف لوٹنا ہے ۔
ہمارے پاس ہمارا کیا ہے ۔ مال ہے تو اللہ کا دیا ہوا ۔ جان ہے تو اللہ کی دی ہوئی ہے ۔ بچے
ہیں تو اللہ نے عطا فرمائے ہیں ۔ ہمارے پاس اپنا کچھ نہیں ہے ۔ جو اللہ کی راہ میں خرچ
ہو جائے تو اس سے بڑی اور کوئی چیز نہیں ہے ۔ اسی لئے کہنے والوں نے کہا ۔
ـــ جان دی دی ہوئی اسی کی تھی ۔ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا ۔
اور اللہ والے اللہ کی راہ میں تکلیف پر بے صبری کا مظاہرہ نہیں کرتے ۔ بے صبری کا
مطلب یہ نہیں ہے ۔ کہ صرف زبان سے شور مچایا ۔ صبر اصل میں کیا
ہے ۔ زبان پر بھی کلمہ شکایت نہ آئے ۔ اور دل میں بھی تنگی نہ ہو ۔ بلکہ لوگ
تو اللہ کی طرف سے آنے والی تکلیف پر ۔ ایسا صبر ظاہر کرتے ہیں ۔ کہ اللہ کی مہربانی
ہے ۔ اس نے اس قابل بنا دیا ہے ۔ اور آگے شکایت کی جائے تو پھر صبر نہیں ہے ۔
جب اور آپ کو جاننا چاہئے ـــ کہ رحمت صبر والوں کیلئے ہیں ۔ اللہ فرماتا ہے
اولئک علیھم صلوات من ربھم ورحمۃ ـــ یہ وہ لوگ ہیں ۔ جن پر اللہ
کی طرف سے رحمت ہے ۔ پتہ چلا صبر والوں پر اللہ کی رحمت ہوتی ہے ۔ اور صبر
کرنا اللہ والوں کا شعور ہے ۔ آئیے ذرا دیکھیں قرآن سے پوچھیں کوئی ایسی

M T W T F S S Memo No Date / /

مثال ملے۔ جیسا کہ اللہ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے بڑے پیارے نبی ہیں
ہمارے نبی کے بعد انبیاء کی جماعت میں سب سے افضل ہے۔ ان کی شان ہمارے نبی ص
سے نبیوں میں زیادہ ہے۔ ان کا لقب ہے خلیل اللہ۔ خلیل کہتے ہیں بڑے
پیارے گہرے دوست کو۔ اللہ تعالیٰ انہیں آزماتا ہے۔ ابھی جوانی میں آگ میں ڈال
دیا گیا انہیں۔ انہوں نے صبر کیا۔ پھر جب ظاہری طور پر ۹۰ برس سے زیادہ عمر کی
۔ دعا میں مانگتے ہیں یا اللہ مجھے نیک بیٹا عطا فرما۔ اللہ نے ان کو بیٹا عطا فرمایا
حضرت اسماعیل علیہ السلام۔ ابھی کچھ پیدا ہوا ہے حکم ہوا ہے کہ اس کو اور اس
کی ماں کو جنگل میں چھوڑ آؤ۔ اپنے بیٹے سے خواب بیان فرمایا۔ میں
تجھے ذبح کرتا ہوں۔ تیری رائے کیا ہے۔ اے باپ کر دیجئے جو آپ کو حکم ہوا ہے
باپ کہہ رہا ہے میں نے خواب میں دیکھا ہے۔ بیٹا کہہ رہا ہے کر دیجئے جو آپ کو حکم ہوا ہے
اس سے پتہ چلا۔ نبی اللہ کی عطا سے اللہ کی طرف سے جانتا ہے۔ نبی بے صبر کو
نہیں کہتے۔ نبی باصبر کو کہتے ہیں۔ کوئی نبی بے صبر یا بے علم نہیں ہوتا۔ سات برس
کی عمر میں حضرت اسماعیل اللہ کی عطا سے پہچانتے ہیں۔ کہ نبی کا خواب اللہ کا حکم
ہوتا ہے۔ آپ نے اندازہ کیا کہ وہ لوگ جو ہمارے نبی پاک ص کے بارے میں کہتے ہیں
کہ چالیس برس تک ان کو خبر نہیں تھی۔ معاذ اللہ کیا ہے کتنا بڑا کیا ہے۔ ایسے لوگوں کو
اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے۔ جب حضرت اسماعیل کی یہ شان ہے تو حبیب اللہ
کی کتنی شان ہوگی۔ (توجہ) میرے دوستو اور بزرگو۔ یہاں سے
ایک اور قانون بھی ملا۔ یا ابت افعل۔ ابت کا لفظ آیا ہے۔ قرآن ہمیں
معاشرت کی تعلیم بھی دیتا ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کے رہن سہن کے طریقے۔
پتہ چلا کہ والد کو کیا کہہ کر پکارنا چاہیے۔ یہ ہمیں قرآن بتا رہا ہے۔ باپ کو ابا کہہ کر یا
ابا جان ابا حضور۔ پاپا یا محترم۔ ابا جی۔ والدہ کیلئے لفظ امی ہے
آپ امی کہہ دیتے ہیں۔ امی جان امی حضور۔ ہمارے ہاں اب یہ ضرورت نہیں رہی
اسلام کو کوئی اسلامی تہذیب پسند نہیں ہے۔ ہم غیروں سے ہی ضرورت

M T W T F S S

Memo No

Date / /

لینا چاہتے ہیں۔ سوچنا چاہیے جب قرآن کی تعلیم دیا ہے تو ہم نے ادھر ادھر نہیں دیکھنا۔
بلکہ قرآنی تعلیمات کو دیکھنا ہے۔ حال یہ ہے کہ بابا تو بن گیا ہے ڈیڈی۔ حال ہو گئی
لبرلی تو پیچھے آگے ہو گئے۔ شیٹ ڈیڈی تھا۔ اب ہمیں انگریزی بہت پسند ہے۔ بشر لفظ
ابو السلام پسند نہیں ہے۔ تو ہمیں یہ بھی قرآن سے پتہ چلا۔ کہہ رہے ہیں
میرے ابا جان کر دیجیے۔ جو آپ کو حکم ہوا ہے۔ آج کل کا کوئی نوجوان ہوتا۔ وہ الٹو
کے کہتا کہ جب آپ جیسے خواب میں کاٹتے ہوئے دیکھ رہے ہیں تو خیالوں میں بھی تو مجھے
کاٹتے ہیں ہی ہوں گے۔ بائیں بتاتا۔ کیا باپ ایسے ہوتے ہیں۔

نہ نہ وہ نبی تھے۔ اور نبی پیدائشی نبی ہوتا ہے۔ آداب بھی سکھا دیے۔ ابا
سے بات کرتا ہے تو کس طرح کرتی ہے۔ آداب بھی سکھائے جا رہے ہیں کسی مکتب
میں داخلہ نہیں لیا۔ کسی مدرسے یا سکول میں نہیں گئے۔ کیونکہ نبی کسی انسان کا شاگرد
نہیں ہوتا۔ نبی تو رحمان کا شاگرد ہوتا ہے۔ الرحمن علم القرآن۔ رحمن ہے جس
نے اپنے حبیب کو قرآن سکھایا ہے۔ میرے دوستو اور بزرگو۔ حضرت اسماعیل کی
عمر کا چھوٹی سی عمر ہے۔ وہ کہہ رہے ہیں ابا جان کر دیجیے جو آپ کو حکم ملا ہے۔ ان شاء اللہ
آپ مجھے صابروں میں سے پائیں گے۔

جب آپ میری گردن پر چھری چلائیں گے۔ میں شور نہیں مچاؤں گا۔ میں
واویلا نہیں کروں گا۔ میں ہجوم اکٹھا نہیں کر لوں گا۔ بلکہ صبر و رضا کا مظاہرہ کروں گا۔
چھری چلاتے ہوئے۔ آپ کے ہاتھ میں تو شاید جنبش آ جائے مگر میری گردن اور گلا
نہیں ہلے گا۔ وہ کہتے ہیں ستجدنی ـــــ الصابرین ـــ عنقریب آپ
مجھے صابروں میں سے پائیں گے۔ اس کی بھی تعلیم مل گئی کہ جب کچھ اللہ کا مطالبہ
ہو ہے۔ آپ کا ارادہ کتنا ہی پختہ کیوں نہ ہو۔ تیاری کتنی ہی کیوں نہ ہو۔ ان شاء اللہ کہنا چاہیے
یہ بھی تعلیم ملی۔ کہ اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صابروں میں سے پائیں گے۔ حضرت ابراہیم
کا لقب ہے خلیل اللہ۔ ان کا بیٹا تو اس قدر صبر کا مظاہرہ کرے۔ ان کا بیٹا تو اس
قدر تابعداری کا نیازمندی کا مظاہرہ کرے۔ تو حبیب اللہ ﷺ کی شان تمام نبیوں میں سب

سے بلند ان کا بیٹا اگر قربانی کے موقع پر کسی قسم کی کمزوری کا مظاہرہ کرتا ۔ آج ۲۰ شاید ہر کوئی
دنیا میں انگلی اٹھانے والا ۔ کوئی زبان کھولنے والا کہتا کہ حبیب کے بیٹے نے کمزوری کا مظاہرہ
کیا ہے ۔ میرے امتحان میں آئے ہی نہیں ۔ سو یا نہیں بتاتا ۔ حبیب اللہ کے بیٹے کا میں
تقابل پیش نہیں کر رہا ہوں ۔ بلکہ بتانا چاہتا ہوں ۔ تقابل نہیں ۔ حضرت امام
عالی مقام نے کو بتایا فرمایا ۔ مولا تو نے خلیل اللہ کے بیٹے کا بھی امتحان لیا ہے ۔ لو حبیب اپنے
کے بیٹے کا بھی امتحان لے ۔ مولا تو کسی کا امتحان کرتا ہے ۔ اس کو خوف میں ڈال کر ۔ بھوک
اور پیاس ۔ مال کا نقصان ۔ کسی کا امتحان کرتا ہے اس کی جان کو خطرے میں ڈال کر ۔
کسی کا امتحان کرتا ہے اس کے بچے لے کر ۔ مولا تو میرے امتحان میں سب کچھ رکھ دے ۔
خوف بھی رکھ دے ۔ بھوک بھی رکھ دے ۔ پیاس کی تکلیف بھی رکھ دے ۔ مال کا نقصان بھی رکھ دے ۔
میری جان کو بھی خطرے میں ڈال دے ۔ میرے بچے بھی لے لے ۔ میں سب کچھ تیری راہ میں
قربان کر دوں گا ۔ میں سجدے میں سر رکھوں گا ۔ یہی کہوں گا مولا جو تیری رضا ہے وہ میری رضا ہے ۔
پھر حضرت امام عالی مقام نے اپنی نسبت کا حق ادا کر دیا ۔ کہ میں وہ ہوں کہ
جب میں پیدا ہوا تھا ۔ مجھے گھٹی کیا ملی تھی ۔ جو بچے کو پہلی غذا دی جاتی ہے
جب مجھ کو نبی پاک ص کی گود میں دیا گیا تھا ۔ میرے نبی پاک ص نے اپنی زبان مبارک
میرے منہ میں ڈال دی تھی (۲۶ — ۵۱) ان کی گھٹی میں تو نبی پاک ص کا لعاب
تھا ۔ انہوں نے آغوش رسول ص میں پرورش پائی تھی ۔ دوش رسول پر سواری کی تھی ۔ وہ کسی
کمزوری کا مظاہرہ کرتے تو یہ ان کے شایان شان نہ ہوتا ۔ انہوں نے آنے والی نسلوں کو
بتا دیا ۔ کہ اگر میں عہد میں حسب نسب خاندانی طور پر ۔ صورت و سیرت کے لحاظ سے
علم اور فضل کے لحاظ سے ۔ زہد اور تقوی کے لحاظ سے ۔ عمل و علم اور اخلاق کے
لحاظ سے سب سے بلند ہوں ۔ تو میں جس کردار کا مظاہرہ کروں گا وہ بھی
سب سے اعلیٰ ہوگا ۔ انہوں نے کسی کمزوری کا مظاہرہ نہیں کیا ۔
حضرت خلیل اللہ کے بیٹے کی گردن پر چھری چلی تھی ۔ وہ تین دن کے پیاسے
نہیں تھے ۔ ان کی آنکھوں کے سامنے بھرا ہوا کنبہ لٹ نہیں گیا تھا ۔ ان کو اپنے عزیزوں

سکو دشمنوں کے رحم و کرم کا علم بھی نہیں تھا۔ ان کو یہ بھی صدمہ نہیں تھا کہ یہ
نہیں ان کے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔ ان کی آنکھوں کے سامنے کیا گئی۔ بھتیجے بھانجے
بیٹے خاک و خون میں نہیں تڑپے تھے۔ اور امام عالی مقام 121 تیر کھا کر جب
سواری سے گرائے گئے تھے۔ انہوں نے اس وقت بھی یہی کہا تھا۔ مولا شکر
ہے یہ سر اب بھی جھکا ہے جو تیری بارگاہ میں جھکا ہے۔ غیر کے آگے نہیں جھکا۔
آپ یہ سن کر بھی سنئیے۔ ابھی امام عالی مقام ظاہری طور پر چھوٹی عمر میں تھے۔ ددد
پیٹے بچے تھے۔ نبی پاک ص نے اعلان فرما دیا تھا۔ کہ میرے بعد میرے اس بیٹے کو شہید
کر دیا جائے گا۔ جگہ کا نام بھی بتا دیا تھا۔ کہ عراق کی سر زمین پر۔ جس کا نام کربلا
ہے۔ وہاں کی مٹی حضرت جبرائیل امین ع۔ نے لا کر نبی پاک ص کو دی تھی۔ نبی پاک ص
نے وہ مٹی حضرت ام سلمیٰ رض کو دی تھی۔

(B) یہ بھی بتا دیا کہ یہ اس وقت موجود نہیں ہوں گا۔ نبی پاک ص نے اس وقت دعا
نہیں کی۔ کہ یا اللہ میرا بیٹا۔ یہ مجھے بہت پیارا ہے۔ یہ دنیا میں میرا پھول ہے۔ میں اسے
بہت محبوب رکھتا ہوں۔ کربلا میں جو اس پر تکلیف آنی ہے۔ وہ نہ آئے۔ ہم نے ایسا
کہیں نہیں پڑھا۔ کہ نبی پاک ص نے ایسی دعا کی ہو۔ ماں کی ممتا۔ محتاج بیان نہیں۔
ماں یہ بھی نہیں چاہتی کہ اس کے بیٹے کے پاؤں میں کانٹا بھی ~~چبھے~~ خاتون جنت
مخدومہ کائنات ام السادات حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رض انہوں نے بھی دعا
نہیں کی۔ میرے بیٹے پر کربلا میں تکلیف نہ آئے۔ حضرت حسن مجتبیٰ رض نبی پاک ص
کے بڑے نواسے۔ حضرت سیدنا امام حسن تو بڑے بھائی ہیں امام عالی مقام کے انہوں
نے بھی دعا نہ کی۔ باپ مولا کائنات۔ مولا المسلمین۔ حضرت
سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم۔ بڑی شان والے ہیں۔ حضور ص نے فرمایا
دنیا و آخرت میں یہ میرے بھائی ہیں۔ حضرت ابوبکر عمر عثمان رض نبی پاک ص کے
بعد خلیفہ۔ بڑی شان ہے بڑا مقام مولا کائنات کا ہے۔ انہوں نے بھی
دعا نہیں کی۔ خود امام عالی مقام بڑی شان والے ہیں۔ جنت کے نوجوانوں

کے اسوہ دار ہیں - وہ دعا نہیں کرتے یا اللہ مجھ پر تکلیف آئی ہے وہ نہ آئے کیوں؟ -
یہ دعا کسی نے کیوں نہیں کی - اس لئے کہ جب کربلا میں جو کچھ ہونا ہے وہ اللہ
کی طرف سے امتحان ہے - اور میں پہلے بتا چکا ہوں - امتحان سے وہ گھبراتا
ہے جس نے تیاری نہ کی ہو - امتحان سے وہ گھبراتا ہے جس نے محنت نہ کی ہو
- امتحان سے وہ گھبراتا ہے جس نے وقت ضائع کیا ہو - امام نے تو بہت تیاری کی تھی -
وہ نسلوں کو بتا دینا چاہتے تھے - کہ اگر دین میرے نانا نے دیا ہے امت کو اگرچہ قرآن
ہمارے گھر سے ملا ہے - دین ہمارے گھر سے ملا ہے - اسلام ہمارے گھر سے ملا ہے - تو آنے
والی نسلوں کو اس دین کی حفاظت کا عملی نمونہ بھی اسی گھر سے ملے گا - اور آنے والی
نسلیں جان لیں گی - اگر نواسہ رسول مقام میں اعلیٰ ہے تو ان کا کردار بھی اعلیٰ ہے -
انہوں نے وہی مظاہرہ کیا - جو ان کے شایان شان تھا - اور یاد رکھئے گا - کہ ہر
ایک کا امتحان اس کی قابلیت اور صلاحیت کے مطابق ہوتا ہے - اب پہلی جماعت کے بچے
سے دسویں جماعت کا سوال نہیں کرتے - اس لئے کہ قابلیت نہیں ہے - نہ بچے
بڑے علم والے کا کام نہیں لیتے - کہ وہ نہیں کر سکتا - تو قابلیت صلاحیت کے
مطابق ہوتا ہے - امام عالی مقام چونکہ نبی پاکؐ کی نسبت سے شان اونچی رکھتے ہیں
تو انہوں نے امتحان بھی بہت بڑا دیا - اتنا بڑا امتحان کہ تاریخ میں ایسی
اور کوئی مثال نہیں ملتی -

نبی پاکؐ نے اس دین کے لئے کتنی تکلیفیں اٹھائیں - مکہ مکرمہ کی تیرہ سالہ وہ
زندگی - جو اعلان نبوت کے بعد جو ~~مصائب~~ مصائب پڑے ہیں کون سی
تکلیف تھی جو مکے والوں نے نہیں پہنچائی - خود نبی پاکؐ فرماتے ہیں کہ جتنا
اللہ کی راہ میں میں ستایا گیا ہوں کوئی اور نہیں ستایا گیا - خود نبی پاکؐ کا فرمان - اس
سے اندازہ کریں - کہ انہوں نے کتنی تکلیفیں اٹھائیں - آپ واقعات سنتے رہتے ہیں -
صحابہ کرام نے کتنی تکلیفیں اٹھائیں - اپنا وطن چھوڑنا پڑا - مکہ مکرمہ سے مدینہ
منورہ گئے - وہاں دس برس میں 84 جنگیں ہوئیں - آپ کو تو اکیلا کرنا پڑے تو

پہنچ گئی ہے۔ 84 جنگیں دس برس کی عمر میں۔ اور اس میں کتنے اور کام ہو گئے۔
غزوات میں نبی پاک ﷺ خود شریک ہوئے۔ سرایا میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھیجا۔ دین
کے لئے۔ ترتیب سے شمار کیجئے۔ کتنی اور قربانیاں دیں۔ ہم ان کو شمار نہیں کر سکتے۔ پھر
اس کے بعد سیدنا صدیق اکبر نے اس کے بعد سیدنا فاروق اعظم نے پھر اس کے بعد سیدنا
عثمان غنی نے۔ پھر ان کے بعد سیدنا علی کرم اللہ نے۔ قربانیاں دیں۔ اب یہ یزیدی
دور آیا اور وہ چاہتے تھے۔ کہ ہم اسلام کو تاراج کریں۔ امام عالی مقام نے گویا
کیا فرمایا — میں قدس دین کی نسبت زیادہ حق رکھتا ہوں۔ کہ اس دین کی حفاظت
کروں۔ پہلے لوگوں نے قربانیاں دیں۔ اب گلشن اسلام کو دنیا اپنا شکار کرنا چاہتی ہے۔
جب تک میرے بدن میں خون کا ایک قطرہ بھی باقی ہے۔ میں پرچم اسلام کو نیچا نہیں ہونے دوں گا۔
امام عالی مقام نے سب راہ خدا قربان کر دیا۔ مگر نانا کے دین کا نقشہ نہیں مٹنے دیا۔
اس میں تبدیلی نہیں آنے دی۔ یہ وہ قدسی انسان ہے جس کی بارگاہ میں آج
امت مسلمہ اسلام پیش کرتی ہے۔ آج دین اپنی اصل پر موجود ہے۔ یہ اس
بے مثال قربانی کا نتیجہ ہے۔ اللہ نے ان کو بڑی شان عطا کی۔ وہ اگر خاندانی
طور پر نسب میں اعلیٰ تھے۔ تو اپنے کردار کی وجہ سے ان کو مقام بھی وہ
ملا ہے۔ جو کسی اور کے حصے میں نہیں آیا ہے۔

جو چیز ہونے والی ہوتی ہے۔ اس کے اسباب بھی ظاہر ہوتے ہیں
رجب 60 ہجری میں حضرت امیر معاویہ رض کا وصال ہوا۔ ان کے بعد یزید جانشین
ہو گیا۔ تخت پر بیٹھ گیا۔ اور اس نے بیٹھتے ہی اور اس نے امام عالی مقام کو بیعت
کے لئے۔ امام نے بیعت نہیں کی مدینہ سے مکہ کو ہجرت کر گئے۔
مکہ امن کی جگہ ہے۔ وہاں جہاد و قتال لڑائی منع ہے۔ کوفے والوں کو پتہ چلا وہ اپنے آپ کو
شیعان علی کہتے تھے۔ انہوں نے امام کو خط لکھے خط بھیجے کہ آپ نے یزید کی
بیعت نہیں کی۔ ہمارا بھی کوئی امام نہیں ہے۔ ہم آپ کو اپنا امام مانتے ہیں۔ آپ آ کے
ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ ہم یزید کو لائق امامت اور مستحق امامت نہیں مانتے۔

آپ آ گئے امام عالی مقام نے اس کے بعد کیا کیا ۔ سب صحابہ کے مشورے لیے ۔ اتمام حجت کے لیے ۔ اپنے چچا زاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کو بھیجا ۔

لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام نے جانے سے منع کیا تھا ۔ ہاں صحابہ نے منع کیا تھا ۔ مگر یہ نہیں کہ منع یہ کیا تھا ۔ کہ آپ کا نکلنا غلط ہے ۔ یہ آپ کا اقدام غلط ہے ۔ بلکہ منع تو صرف یہ کیا تھا ۔ کہ کوفے والے بے وفا ہیں ۔ اس لائق نہیں ہیں ۔ آپ یہاں اعلان کریں ہم آپ کی یہاں بیعت کرتے ہیں ۔ لیکن آپ کے پیش نظر اقتدار نہیں تھا ۔ امام عالی مقام کبھی کوئی دنیا کا تخت و تاج نہیں لینا ۔ یہ تو شریعت کی بقا چاہتے تھے ۔ وہ تو رسول کی سر بلندی چاہتے تھے ۔ وہ تو حق کا سر بلند کرنا چاہتے تھے ۔ اگر وہ رخصت پر عمل کرتے ہوتے ۔ وقت کے یزید کی بیعت کر لیتے تو قیامت تک یزید فاسق و فاجر کی بیعت جائز ہو جاتی ۔ لوگ کہتے کہ جب نواسہ رسول نے بیعت کر لی ہے ۔ تو ہم کیوں نہ کریں ۔ حسین کے نواسے ہیں ۔ نبی پاک ﷺ کے نواسے ہیں ۔ حضرت سیدہ فاطمہ نبی پاک ﷺ کا اس شہزادے کو لے کر آتیں ۔ اور عرض کرتیں کچھ عطا کریں ۔ حضور ﷺ دعا میں نے اس کو شجاعت عطا کی ۔ وہ مظہر شجاعت رسول تھے ۔ اور نبی ﷺ کی شجاعت کے تذکرے آپ سنتے رہتے ہیں ۔

اور ابو طالب آ گئے ۔ اور اس کے پاس تمام لوگ جمع ہو گئے ۔ مکے کے خاندان قبیلے والے کہ اپنے اس بھتیجے کو سمجھا لو ۔ کہ ہمارے خداؤں کو جھوٹا کہتا ہے ۔ ہم سے برداشت نہیں ہوتا ۔ یہ دولت چاہتا ہے ہم سونا چاندی کے ڈھیر کرنے کو تیار ہیں ۔ یہ کوئی لڑکی چاہتا ہے تو یہ اشارہ کرے ہم وہ لڑکی لا کر دینے کو تیار ہیں ۔ یہ سرداری چاہتا ہے ہم اپنا سردار بنانے کو تیار ہیں جو اس کی خواہش ہو گی ہم پوری کریں گے ۔ اسے کہو ہمارے خداؤں کو جھوٹا کہنا ہے ۔ نہیں اگر یہ نہ ہو گا ۔ تو پھر ہم برداشت نہیں ہو گا ۔ ہم سب جمع ہو گئے ہیں ۔ ابو طالب کے سینے میں دل بھر آیا اٹھا وہ بھتیجے کے پاس آئے ۔ اے جان عم ۔ اے چچا کی جان ۔ اپنے بوڑھے چچا پر اتنا بوجھ نہ ڈالو کہ وہ اٹھا نہ سکے ۔ میں تنہا ہوں ۔ یہ سب جمع ہو گئے ہیں ۔

مسئلہ ہو سکتے ہیں کہ مال دولت، سونا چاندی چاہیے تو ہم ڈھیر کرنے کو تیار ہیں۔ سنو اگر تم سرداری چاہتے ہو تو ہم سرداری دینے کو تیار ہیں۔ تم جو چاہتے ہو تمہاری ہر خواہش پوری کرنے کو تیار ہیں۔ بس تم خداؤں کو جھوٹا کہنا چھوڑ دو۔ سنو تم حق پر ہو۔ تم کسی کا بات نہیں مانو گے۔ میرا مشورہ ہے

حضور ﷺ نے مصلحت یا کمزوری یا تنگی کی بات نہیں کی۔ ذرا شجاعت رسول دیکھیے۔ فرمایا۔ چچا یہ تو مکے کے خاندان اور قبیلے والے ہیں، ساری دنیا کی طاغوتی طاقتیں جمع ہو جائیں۔ میرے داہنے ہاتھ پر لا کر سورج رکھ دو اور میرے بائیں ہاتھ پر لا کر چاند رکھ دیں۔ میرے قدموں میں دنیا کے خزانے ڈھیر کر دیں میں تب بھی یہی کہوں گا۔ جو میرے رب کا حکم ہو گا۔

امام عالی مقام اسی نبی ﷺ کے نواسے ہیں۔ وہ کسی کمزوری کا مظاہرہ کرتے۔ تو یہ نسبت کا حق ادا نہ ہوتا۔ انہوں نے ثابت کر دیا۔ کہ میں سیدہ فاطمۃ الزہرا کا دودھ پیا ہوا ہوں۔ میں نبی پاک ﷺ کا نواسہ ہوں۔ میں مظہر شجاعت رسول ہوں۔ میں آنکھوں کے سامنے پانچ بھائیوں کو، چار بھتیجوں کو، دو بھانجوں کو، پیاسے دوستوں کو۔ جوان بیٹے کو، ننھے چھ ماہ کے معصوم اصغر کو۔ (۲۸۔۱۱) سب کو خون میں تڑپتا ہوا دیکھ لوں گا جام شہادت نوش کر لوں گا۔ مگر نانے کے دین کا نقشہ بدلتے نہیں دیکھوں گا۔ انہوں نے ثابت کر دیا کہ آج تک پوری دنیا میں کوئی اس کی مثال نہیں ہے۔ وہ اس رخصت پر عمل کر لیتے۔ جان بچا لیتے۔ آج ماؤں کے لال کٹتے جب نواسہ رسول ﷺ نے رخصت پر عمل کر لیا۔ ہم اس پر کیوں عمل کریں۔ لیکن نواسہ رسول نے بتا دیا۔ کہ رخصت پر عمل کرنا کمزوروں کا کام ہے۔ عزیمت پر عمل کرنا اہل اللہ کا کام ہوتا ہے۔ اور میں تو اللہ کی رضا کے لئے ہوں۔ وہی کروں گا جس میں میرے رب کی رضا ہو گی۔

امام عالی مقام کی بے مثال قربانی۔ اسلام کی آبیاری کے لئے۔ دین اسلام کی بقا کے لئے۔ اسی لئے ہم سب ان کو سلام کرتے ہیں۔ آج انشاءاللہ ان کی بارگاہ میں سلام عرض کرتا ہے۔ اور وہ لوگ جو صرف اپنی عقل کو امام بنا کر۔ گستاخی بے ادبی کرتے

ہیں۔ انہیں یہاں بھی کچھ نہیں ملا — وہاں بھی کچھ نہیں ملے گا۔ اور جو امام سے محبت کرتے ہیں — وہ دنیا میں بھی کامیاب ہیں۔ ان شاء اللہ آخرت میں بھی کامیاب ہونگے۔

حضرت امام عالی مقام نے اپنے چچا زاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل رض کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا۔ کوفے والوں نے بیعت کی ہزاروں کی تعداد میں۔ بیعت کرتے وقت قسمیں اٹھاتے تھے۔ حلف اٹھاتے تھے۔ جان مال قربان کرنے کا یقین دلاتے تھے۔ اور پھر وہی کوفے والے بدل گئے۔ انہوں نے ساتھ چھوڑ دیا۔ بے وفائی کی۔ امام مسلم کو اور ان کے بچوں کو کوفہ میں بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا گیا۔

جس دن امام مسلم کو شہید کر دیا گیا کوفہ میں۔ اسی دن حضرت امام حسین رض مکہ مکرمہ سے اپنے اہل خانہ اور دوستوں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ ٹوٹل 82 افراد تھے۔ پچاس کے قریب دوست احباب تھے۔ مریدین معتقدین تھے۔ دو آپ کے ساتھ آپ کی بیویاں تھیں۔ ازواج — دو آپ کے ساتھ تھیں۔ ان کے علاوہ اور بھی آپ کی بیویاں تھیں۔ اس سفر میں دو آپ کے ساتھ تھیں حضرت سیدہ شہر بانو + اور حضرت سیدہ رباب + دو بہنیں سگی آپ کے ساتھ تھیں۔ سیدہ زینب بنت علی۔ حضرت سیدہ ام کلثوم بنت علی کرم اللہ — ایک بیٹی آپ کے ساتھ تھی۔ جسے حضرت سیدہ سکینہ اس نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ (۱۴-۴۷) بعض کتابوں میں ایک بیٹی کا اور بھی ذکر ہے۔ مگر زیادہ تر اسی ایک کا بیان ہے۔ تین بیٹے آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے تینوں بیٹوں کا نام اپنے والد گرامی کے نام پر علی رکھا — پہچان کیلئے بڑے کو علی اکبر۔ جو درمیان والے ان کو علی اوسط — اور جو چھوٹے تھے ان کو علی اصغر کہا جاتا ہے۔ یہ درمیانی والے جن کا نام علی اوسط ہے۔ ان کا لقب ہے زین العابدین۔ السجاد۔ بہت زیادہ سجدہ کرنے والے۔ زین العابدین کے معنی ہیں بہت زیادہ عبادت کرنے والوں کی زینت — روزانہ پانچ نمازوں کے علاوہ ایک ہزار رکعت نفل پڑھتے۔ اور آج ان کی محبت کے دعوے کرنے والے۔ فرض نہیں پڑھتے۔ سوچنا چاہیے —

زین العابدین اس لئے آپ کو کہا جاتا ہے۔ چار بھتیجے آپ کے ساتھ تھے۔ سیدنا
امام حسن رض کے بیٹے۔ حضرت قاسم بن حسن رض۔ حضرت عبداللہ بن حسن رض۔
حضرت ابوبکر بن حسن رض۔ حضرت عمر بن حسن رض۔ پانچ بھائی آپ کے ساتھ تھے۔
حضرت علی کے فرزندان۔ حضرت عباس بن علی رض۔ ان کو علمبردار بھی کہتے ہیں۔
کیونکہ ان کو امام نے اپنا جھنڈا عطا کیا تھا۔ علمدار کے معنی جھنڈے والے۔
دوسرے حضرت محمد بن علی رض۔ تیسرے حضرت جعفر بن علی رض۔ چوتھے
حضرت عمر بن علی رض۔ اور پانچویں حضرت عثمان بن علی رض۔ یہاں
ایک بات کروں گا۔ آپ نے حضرت حسن کے بیٹوں کے نام
بھی سنے۔ اور حضرت علی کے بیٹوں کے نام بھی سنے۔ ان میں ابوبکر نام بھی ہے
ان میں عمر نام بھی ہے۔ ان میں عثمان نام بھی ہے۔ تو کیا دشمنوں کے نام پر بچوں کے
نام رکھے جاتے ہیں۔ حضرت علی کے بیٹے کے نام صحابہ کے نام پر رکھے۔ حضرت
امام حسن نے اپنے بچوں کا نام صحابہ کے نام پر رکھا۔ یہ اس بات کی روشن دلیل ہے
ان میں کوئی جھگڑا نہیں تھا۔ وہ تو ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔
دو بھانجے آپ کے ساتھ تھے۔ حضرت محمد رض اور حضرت عون رض بن عبداللہ بن
جعفر طیار رض۔ حضرت سیدہ زینب کے بچے۔ حضرت زینب کے شوہر کا نام
ہے۔ حضرت عبداللہ۔ یہ اس کے بیٹے ہیں۔ حضرت جعفر طیار کے۔ حضرت
جعفر حضرت علی کے بھائی ہیں۔ نبی پاک ص کے چچازاد بھائی۔ یہ تو قافلہ تھا۔
ذرا جواب بتائیے۔ کبھی میدان جنگ میں جاتے ہوئے۔ آپ بیویوں، بہنوں، بیٹیوں،
دودھ پیتے بچوں کو لے کر جاتے ہیں۔ امام عالی مقام کا (۱۸-۵۰) کا خواہش کے
ساتھ نکلنا، بچوں کے ساتھ نکلنا یہ بتا رہا ہے کہ آپ جنگ کے ارادے سے نہیں نکلے تھے۔
وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ جنگ کرنے نکلے تھے۔ جو جنگ پہ جاتا ہے وہ عورتوں کو
بچوں کو لے کر نہیں جاتا۔ آپ جب جانے لگے صحابہ کرام نے روکنا چاہا۔ کہ اہل
کوفہ وفا والے نہیں ہیں۔ ہم آپ کو ضائع نہیں کرنا چاہتے۔ امام عالی مقام نے

کہ میں اتمام حجت کر چکا۔ کل قیامت کے دن میرے نانا جان مجھ سے اگر پوچھیں۔ فرمایا۔ کہ
جب تجھے اتنے حامی مل گئے تھے۔ کہ جو کام برائی ظلم، ظلم ہو رہا ہے کہ صحیح کو غلط کہا۔
جبر زبردستی۔ جب تجھے ظلم کے خلاف اتنے لوگ مل گئے تھے۔ کہ تو انقلاب برپا کر
سکتا تھا۔ تو پھر تو نے کیوں نہ کیا۔ تو میں کیا جواب دوں گا۔ اور اسلام کی تعلیمات میں ہے
تم میں سے کوئی دیکھے کہ کوئی حق کے خلاف شریعت کے خلاف ہو رہا ہو۔ بدلا جا رہا ہو
دین کو تو اس کو چاہیئے کہ ہاتھ سے روکے۔ اگر یہ نہیں کر سکتا تو پھر زبان سے
اس کے خلاف آواز بلند کرے۔ اگر یہ بھی نہیں کر سکتا۔ تو پھر اس کو برا جانے۔
صرف دل سے برا جاننا۔ یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔ یہ ہاتھ سے روکنا مجاہدین
کا کام۔ زبان سے نیک علماء اور مدرسین کا کام صرف دل سے برا جاننا۔ یہ کو
عوام اور کمزور لوگوں کا کام ہوتا ہے۔ پھر امام تو سید الشہداء ہیں۔ مجاہد اکبر ہیں۔
وہ سب دیکھتے شریعت کو جو سب سے اور آپ سے زیادہ جانتے تھے۔ آج
کل کے اعتراض کرنے والے قرآن حدیث کو اتنا نہیں جانتے۔ جتنا امام جانتے تھے
امام کیسے برداشت کرتے۔ امام کے پیش نظر دنیا نہیں تھی۔ دنیا کا تخت و تاج
نہیں تھا۔ بلکہ صرف یہی تھا کہ دین اپنی اصل پر باقی رہے۔ دین میں تبدیلی نہ
آنے پائے۔

آپ کے بہنوئی۔ حضرت عبداللہ ابن جعفر طیار سیدہ زینب کے شوہر۔ مکے کے
گورنر کے پاس گئے۔ امان نامہ لکھوایا۔ اور لے کر پیچھے گئے راستے میں امام کو جا لیا۔ اور
کہا بھائی۔ یہ میں امان نامہ لکھوا کر لایا ہوں۔ واپس مکے آ جائیں۔ آپ ہرگز کوفہ نہ
جائیں۔ بھائی کوفہ والے ہرگز بھروسے کے لائق نہیں ہیں۔ میں آپ کو اللہ کا واسطہ
دیتا ہوں۔ ہرگز نہ جائیے۔ آپ نے فرمایا بھائی۔ میں قدم رکھ چکا ہوں۔ اب اٹھائے
ہوئے قدم واپس نہیں لوٹاؤں گا۔ یہ نہیں ہو گا۔ حضرت عبداللہ نے کہا۔
میں آپ کو قسم دیتا ہوں۔ مجھے بتائیے آخر بات کیا ہے۔ سب روک رہے ہیں
آپ کیوں نہیں رکتے۔ آپ نے فرمایا بھائی تم نے قسم دی ہے۔ تو میں

تمہیں بتا دیتا ہوں۔ مجھے خواب میں نانا جانؐ کی خواب مجھے زیارت ہوئی ہے۔ نانا
جان نے مجھ سے ایک وعدہ لیا ہے۔ میں نے نانا جان سے وعدہ کیا ہے۔
اس کو ضرور پورا کروں گا۔ اسی لئے میں جا رہا ہوں۔ حضرت عبداللہ نے کہا کہ نانا جانؐ
نے کیا وعدہ لیا ہے۔ امام نے فرمایا۔ بھائی کسی کو خبر نہیں دی ہے۔ میں نے تمہیں
اتنی بات بتا دی۔ نانا نے مجھ سے کیا وعدہ لیا ہے۔ یہ تو تمہیں میں بتاؤں گا۔
یہاں تک کہ میں خدا سے جا ملوں گا۔ آپ نے اس کو ظاہر نہیں فرمایا۔ میں
یوں کہتا ہوں۔ تقدیر انہیں کشاں کشاں لئے جا رہی تھی۔ امام کے پیش نظر کوئی
مقصد تھا۔ یوں لگتا ہے کہ نانا جانؐ نے یہی وعدہ لیا تھا۔ کہ بیٹا اس وقت گلشن
اسلام کو تیری ہی ضرورت ہے۔ اس وقت تو نے وہ قربانی دینی ہے۔ جو قیامت
تک ایک مثال ہو گی۔ ایک یادگار ہو گی۔ دین کی حفاظت کرنا۔ قدم پیچھے
C) (C) نہ ہٹانا۔ امام رُکے نہیں۔
امام آگے ہی آگے بڑھتے گئے۔ فرزدق عرب کا مشہور شاعر راستے میں وہ ملا۔
آپ کو اس نے بتایا کہ میں عراق سے آ رہا ہوں۔ اس کا کہنا تھا لوگوں کے
دل آپ کے ساتھ ہیں۔ تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں۔ امام عالی مقام چل
رہے ہیں۔ راستے میں ایک مقام تھا۔ جس کو مقام حاجر کہتے ہیں۔ وہاں
آپ نے ایک ساتھی کو جس کا نام قیس بن مسہر صیداوی تھا۔ ایک خط
دے کر کوفے والوں کی طرف بھیجا۔ کہ میں روانہ ہو چکا ہوں۔ راستے میں ہوں اپنے
وعدے پر قائم رہنا۔ میرے پاس مسلم کا خط آ چکا ہے۔ اور میں تمہاری
اس دعوت اعلان کے مطابق آ رہا ہوں۔ ادھر ابن زیاد کو پتہ چلا۔
کہ فرزند رسول روانہ ہو چکے ہیں۔ اس نے راستوں کی ناکہ بندی کروا دی ہر جگہ
جاسوس بھیج دیئے۔ اپنے سپاہی کھڑے کر دیئے۔ یہ سپاہی کیا تھے آسمان
سے نیچے لایا تھا۔ دوسرے ملک کی فوج اس نے نہیں منگوائی تھی۔ یہ کون
لوگ تھے۔ یہ وہی لوگ تھے۔ جنہوں نے بیعت کی تھی۔ قسمیں اٹھائی تھیں۔

گئے تھے۔ جان مال قربان کرنے کا یقین دلایا گیا۔ یہی لوگ اب یزید کی فوج بن کر ابن
زیاد کے حکم پر مقابلے پر آ رہے تھے۔ جو لشکر آپ کو شیعان علی کہتے تھے۔ محبان
علی کہتے تھے۔ اب وہی امام کے مقابلے پر آ رہے تھے۔ جاسوس برابر اس کو اطلاع
کر رہے تھے۔ ابن زیاد کو کہ اب کس مقام پر ہیں۔ اب کس مقام پر ہیں۔ راستے
میں وہ ناکہ بندی کرنے والے سپاہیوں تک امام کے اس قاصد جس کا نام قیس تھا۔
اس کو پکڑ لیا۔ گرفتار کر لیا۔ اور اس کو ابن زیاد کے پاس لے جایا گیا۔ ابن زیاد نے
کہا کہ منبر سامنے فرزند رسول کو اور اس کے باپ کو برا کہو۔ انہوں نے نواسہ رسول کی
بھی تعریف کی۔ حضرت علی کی بھی تعریف کی۔ ابن زیاد کو برا کہا۔ اس کے باپ کو
برا کہا۔ وہ کیسے برداشت کرتا۔ اس نے آپ کے اس قاصد کو شہید کر دیا۔
امام عالی مقام ابھی راستے میں ہی تھے۔ کہ آپ کو حضرت مسلم بن عقیل اور
ہانی بن عروہ کی شہادت کی خبر ملی۔ آپ نے انا للہ ______ راجعون پڑھا۔
حیران تھے کہ ابھی تو مسلم کا خط آ رہا ہے۔ کہ یہاں اٹھارہ ہزار افراد بیعت
کر چکے ہیں۔ بیعت کرنے والوں کی تعداد میں پل پل اضافہ ہو رہا ہے۔ اور اب ہم
سن رہے ہیں کہ انہیں شہید کر دیا گیا ہے۔ اتنی جلدی اتنا بڑا انقلاب کیسے آ گیا۔
کوفہ سے کچھ آدمی بھی آئے۔ انہوں نے آ کر کوفہ کے حالات بتائے۔
کہ کوفے والے بے وفا ہو گئے ہیں۔ رشوتیں لے کر حکومت کے ساتھ مل گئے ہیں۔ اور
وہ سب آپ کے مقابلے پر لشکر کا لشکر بن کر آ رہے ہیں۔ امام عالی مقام
نے ساتھیوں کو جمع کیا۔ سب کے سامنے صورت حال رکھی۔ اور ان
سے مشورہ کیا کہ بتاؤ۔ کیا کہتے ہو۔ سب نے یہی کہا۔ ہمیں آگے جانا چاہئے۔
ہمیں جا کے دیکھنا چاہئے۔ معلوم کرنا چاہئے۔ کہ آخر ایسے کیسے ہو گیا۔
اتنی جلدی اتنی تبدیلی کیسے آ گئی۔ امام نے بھی ان سے وعدہ لیا۔ اگر تمہارا یہی
عزم ہے تو مضبوط ہو جاؤ۔ اب ہمیں آسانیاں نہیں مشکلات کا سامنا ہو گا۔ امام
عالی مقام جا رہے ہیں۔ میرے درد کو ______

M | T | W | T | F | S | S — Memo No ______ Date / /

حُر بن یزید ریاحی۔ یزید کی فوج کا ایک سالار ایک کمانڈر ایک ہزار افراد
کو لے کر امام کو گرفتار کرنے آیا۔ آپ سے آکر ملاقات کی آپ نے فرمایا کیسے
آئے ہو۔ اس نے کہا کہ آپ کو مجھے گرفتار کرنے کیلئے بھیجا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا
میرا جرم کیا ہے۔ کیا غلطی ہے میری۔ اس نے کہا مجھے یہ بتایا گیا ہے۔ کہ آپ نے
یزید کے خلاف بغاوت کی ہے۔ آپ نے فرمایا بغاوت تو تب ہوتی ہے۔ کہ میں
میں اس سے امیر تسلیم کر لیتا۔ اور اس کے بعد اس کے خلاف ہوتا۔ جب میں
نے اس کو امیر مانا ہی نہیں۔ تو بغاوت کیسی۔ اس نے کہا کہ مجھے تو یہی بتایا گیا تھا
تو میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ کوفہ کیوں جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کوفے
والوں نے مجھے دعوت دی ہے۔ بلایا ہے۔ آپ نے تھیلہ منگوایا۔ اور کوفہ والوں کے
سے خط نکال کے اس کے آگے سامنے ڈھیر کر دیئے۔ وہ خطوں کو دیکھ رہا ہے
ان کا مضمون پڑھ رہا ہے۔ حیران ہو رہا ہے۔ اس نے کہا مجھے ان واقعات کا علم نہیں۔
آپ کوفہ ہی جا رہے ہیں۔ اور میں آپ کو گرفتار کر کے کوفہ ہی لے کے جاتا۔ آپ بھی
ادھر ہی جا رہے ہیں۔ اب میں آپ کس اور طرف تو نہیں جانے دوں گا۔ آپ
کو گرفتار بھی نہیں کرتا کسی اور طرف جانے بھی نہیں دوں گا۔ میں ساتھ ساتھ
چلوں گا۔ امام عالی مقام کوفہ ہی کی طرف رواں دواں ہیں۔ یہ حُر ازلی طور پر
نیک بخت تھا۔ سعید تھا۔ اور اس کی نیک بختی کی ایک اور نشانی یہ بھی تھی۔
کہ جب کبھی نماز کا وقت ہوتا۔ یہ الگ نماز نہیں کرتا تھا۔ یہ امام کے پیچھے ہی نماز
پڑھتا تھا۔ اور امام کی بارگاہ میں آتا تھا۔ اور ان سے ادب سے ملتا تھا گستاخی
نہیں کرتا تھا۔ امام نے ان لوگوں کے سامنے ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ فرمایا
اے لوگو۔ میں تمہی لوگوں کی دعوت پر آیا ہوں۔ خود نہیں آیا۔ تم لوگوں
نے مجھے بلایا۔ اب آپ کہیں گے۔ کہ وہاں کون تھا بلانے والا۔ تو میں آپ کو بتا چکا۔
کہ حُر کے ساتھ آنے والے کوئی اور نہیں تھے۔ کوفہ کے ہی لوگ تھے۔ وہی لوگ
جنہوں نے پہلے خط لکھے تھے۔ بلایا تھا۔ اور حضرت امام مسلم کے جانے پر ان کے پاس آ

Memo No ______

M T W T F S S   Date / /

بیعت بھی کی تھی۔ اب وہی تلواریں لے کر ہتھیار لے کر ساتھ مقابلے پر آ رہے تھے۔ لیکن
آگے ہی جا رہے ہیں۔ خطاب فرما رہے ہیں کہ اگر تم چاہتے ہو۔ میں واپس چلا جاتا
ہوں۔ اگر تم اپنے وعدے پر قائم ہو۔ تو پھر میری بیعت کا پٹکا اپنی گردن سے
نہ اتارو۔ وہ کیا جواب دیتے۔ انہوں نے تو سب کچھ فراموش کر دیا تھا۔ امام مشکلات
کے باوجود ڈٹے ہوئے ہیں۔ قدم پیچھے نہیں ہٹے۔ کہ ان کے پیش نظر دنیا نہیں
ہے۔ اپنی جان نہیں ہے۔ ان کے پیش نظر تو حق و صداقت ہے۔ تقویٰ ہے
شریعت کے اصول ہیں۔

اسی مکتب کو زندہ یادگار کربلا سمجھو۔ حسین ابن علی کی زندگی کا مدعا سمجھو۔
امام نے ثابت کر دیا۔ کہ اللہ والے مشکلات سے گھبراتے نہیں ہیں۔ میدان سے
بھاگتے نہیں ہیں۔ اور سر جھکاتے نہیں ہیں۔ سر کٹا دیتے ہیں۔

آج لوگ طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ امام نے فسق و فجور کے خلاف
جہاد کیا۔ زبانی کلامی یا محبت کا دعویٰ کرنا بہت آسان ہوتا ہے۔
ہم تو زبانی جملے پڑھتے ہوئے کوششیں کرتے ہیں۔ انہوں نے تو اپنا خون دے کر
گواہی دی ہے اسلام کی۔ انسانیت کے لئے۔ انہوں نے مظلومیت اسلام کے لیے
کنبہ قربان کیا ہے۔ محبت کا دعویٰ بعد میں ہے۔ محبت کا عملی اظہار اور جذبہ
ہمیں فرصت نہیں چند رسمیں پوری کر دیتے ہیں۔ شرعی ہوں یا غیر شرعی
آپ ان رسموں کو پورا کر کے سمجھتے ہیں کہ ہم نے محبت کا حق ادا کر دیا ہے۔ محبت
کا حق تب ادا ہو گا۔ جو امام نے کیا۔ ہم بھی وہ کریں۔

امام چل رہے ہیں۔ بعض کتابوں میں۔ یہ بات لکھی ہے۔ کہ لشکر کے حالات
کو جان کر کہا۔ کہ آپ اگر واپس جانا چاہتے ہیں۔ تو چلے جائیں۔ رات
کے وقت نکل جائیے گا۔ بعد میں جو مجھ پر آئے گا وہ میں سہہ لوں گا۔ اپنے سپاہیوں
کو میں سمجھا لوں گا۔ بعض کتابوں میں یہ بات لکھی ہے۔ کہ امام عالی مقام آپ کے رفقاء
چلے۔ چلتے چلتے جب صبح ہو گئی۔ تو دیکھا کہ اسی جگہ پر ہیں جہاں سے چلے تھے۔

محرم کی دو تاریخ ۶۱ ہجری شروع ہو چکی۔ جمعرات کا دن ہے۔ امام عالی مقام
کوفہ سے ابھی کچھ فاصلے پر ہیں۔ ایک میدان تھا۔ فرمایا ہم یہاں رکیں گے یہاں
عشیرہ میں رکیں گے۔ یہاں سے کوفے والوں کو پیغام بھیجیں گے۔ اگر وہ اپنے وعدے
اور بیعت پر قائم ہیں۔ تو آگے جائیں گے۔ ورنہ سوچیں گے کہ کیا کرنا ہے
امام نے حکم دیا۔ کہ یہاں پڑاؤ ڈال دیں۔ یہاں اپنی سواریاں روک دیں۔
سامان اتار لیں۔ میخیں گاڑی جا رہی ہیں۔ زمین میں خیمے لگانے کے لئے لکڑی
کی کیلیں گاڑی جا رہی ہیں۔ تو زمین سے خون نکل رہا ہے۔ حضرت سیدہ زینب
گھبرا گئیں یہ کیسی سرزمین ہے۔ آپ نے کسی گزرنے والے سے پوچھا ہم جس
میدان میں ہیں اس کا نام کیا ہے۔ اس نے کہا کربلا۔ بس لفظ کربلا سننا
تھا۔ فرمایا سچ فرمایا تھا میرے نانا جان نے کہ حسین کی شہادت گاہ کا نام کربلا ہے
آپ نے فرمایا اب ہم یہاں سے کہیں اور نہیں جا سکتے

دشمن یہاں پہ خون ہمارا بہائیں گے۔
زندہ یہاں سے ہم نہ کبھی جا سکیں گے۔
آل نبی کا ہوگا اسی جا پہ امتحان
سب یہاں پر تڑپتا ستائیں گے۔
کرب و بلا ہے نام اس سرزمین کا۔
بچے یہاں پہ پانی کا قطرہ نہ پائیں گے۔
ہوگا یہاں شہید ہر اک مصطفیٰ کا لال
اور لاش قتل گاہ سے ہم سب کی لائیں گے۔

اس کلام کو سن کر آپ کے شہزادے حضرت سیدنا علی اکبرؓ نے کہا۔ بابا۔
آپ کیا کیا کر رہے ہیں۔ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا میرے بابا حضرت
علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم صفین سے جنگ واپس آ رہے تھے یہاں رکے تھے۔
انہوں نے بھی اعلان کیا تھا۔ ایک دن اس میدان میں۔ میرے بیٹے دشمنوں میں

گھر جائے گا۔ یہاں اس کے خیمے ہوں گے۔ یہاں پر اس کی سواریاں ہوں گی۔ انہوں نے
دعا فرمائی تھی۔ وہ موقع جب آئے یا اللہ میرے بیٹے کو صبر عطا کرنا۔ بیٹے نے کہا۔ بابا ہم
حق پر ہیں نا — فرمایا بالکل۔ انہوں نے کہا پھر گھبرانے کی کوئی بات نہیں بابا
ہم سب آپ پر قربان ہو جائیں گے۔ پروانہ وار اپنی جانیں نثار کر دیں گے۔ ہم آپ کو
کوئی پریشانی نہیں ہونے دیں گے۔ امام عالی مقام وہاں رک گئے۔ کوفہ میں اطلاع
ہو گئی۔ ابن زیاد نے لشکر پر لشکر بھیجنا شروع کر دیئے۔ یہ بہاسی ۸۲
افراد ہیں۔ جن میں سے تقریباً دس عورتیں ہیں۔ بہتر کے قریب مرد ہیں۔ ان
کے مقابلے پر بائیس ہزار کا لشکر جمع ہو گیا۔

سے ہزاروں میں بہتر تھے تسلیم و رضا والے
حقیقت میں خدا ان کا تھا۔ اور یہ تھے خدا والے۔
حسین ابن علی کی کیا مدد کر سکتا تھا کوئی۔
یہ خود مشکل کشا زادے تھے۔ اور تھے مشکل کشا والے۔
دوائے دردِ عصیاں پنجتن کے گھر سے ملتی ہے۔
زمانے میں یہی مشہور ہیں دار الشفاء والے۔
یہ کسی نے جب وطن پوچھا تو یوں حضرت نے فرمایا
مدینے والے تھے پہلے اب ہیں کربلا والے۔

یہ مدینے والے اب کربلا کو بسانے کیلئے آ گئے۔ سوار پیادے۔ پیدل اونٹ گھوڑوں پر۔
سوار لوگ جمع ہو رہے ہیں۔ نہر فرات بہہ رہی ہے۔ اس کے کنارے امام نے بھی ایک طرف
خیمے لگا دیئے ہیں۔ ۲۲ ہزار کا لشکر جمع ہو گیا۔ کون آئے ہیں۔ وہی کوفہ والے۔ جو
اپنے آپ کو شیعانِ علی کہتے تھے۔ ہم حضرت علی کے چاہنے والے ہیں۔ حضرت علی
کی پارٹی وہی جنہوں نے بلایا۔ دعوت دے کر۔ قسمیں اٹھائیں وعدے کیے تھے
مسلم آئے تو بیعت کی۔ جان مال قربان کرنے کا یقین دلایا۔ اب وہی تلواریں
لے کر سامنے آ گئے۔ عمر بن سعد۔ یہاں ایک بات کہوں گا۔ عمر اس کا

نام ہے۔ اس کے باپ کا نام ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص۔ وہ بھی اس کے صحابی تھے۔ عشرہ
مبشرہ میں سے تھے۔ جن کو دنیا میں خوشخبری مل گئی تھی۔ ان میں سے ایک ہیں۔
بیٹے سے گناہ ہو جائیں تو باپ پر الزام آئے گا۔ جواب دیجئے۔ مانتے ہیں نا۔
یا تو باپ بیٹے کو غلط سکھائے تو باپ پر الزام ہے۔ لیکن باپ غلط نہیں سکھا رہا۔
بیٹا خود گمراہ ہو رہا ہے تو باپ پر الزام نہیں آ سکتا۔

نوح علیہ السلام کا بیٹا گمراہ کافر ہو گیا تو اس وجہ سے نوح علیہ السلام پر کوئی
الزام نہیں ہے۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دیکھو صحابی کا بیٹا تھا۔ اگر رشتہ داری پر بات
ہے۔ تو شمر کون ہے۔ پہلے اس کو تہران کا گورنر بنا دیا گیا تھا۔ ابن زیاد
نے کہا کہ پہلے جاؤ۔ حسین ابن علی سے مقابلہ کرو۔ اس کے بعد رے کی گورنری
سنبھالنا۔ اس نے کہا جی یہ کام مجھ سے نہیں ہوگا۔ میرے پاس تقرر نامہ ہے۔
میرے پاس لیٹر ہے گورنری کا میں رے جاؤں گا یہ میں فرزند رسول کے مقابلے پر نہیں
جاؤں گا۔ ابن زیاد نے کہا کہ گورنری کا تقرر نامہ واپس کرو۔ کہنے لگا کہ تو میں واپس
نہیں کروں گا مجھے تو رے بڑا پسند ہے۔ میں تو تمنا کرتا تھا کہ مجھے وہاں کی گورنری ملے۔
ابن زیاد نے کہا۔ اگر رے کی گورنری چاہتا ہے۔ تو مقابلہ کرو ورنہ یہ لیٹر واپس کرو۔
اس کے علاوہ میں کوئی تیسری بات نہیں۔ اس نے ایک رات کی مہلت مانگی دوستوں
سے مشورہ کیا۔ سب دوستوں نے یہی کہا کہ رے کی گورنری چھوڑنی پڑے تو
چھوڑ دینا۔ مگر فرزند رسول کے مقابلے پر نہیں جانا۔ یہ غلطی کبھی بھی نہ کرنا۔
اس نے کہا بہت اچھا۔ مشورہ سب کا اچھا ہے تو ٹھیک ہے۔ اس کا ایک
بھانجا تھا جس کا نام تھا حمزہ بن مغیرہ۔ اس کو پتہ چلا وہ آیا۔ کہنے لگا ماموں
مجھے اس بات سننے کو ملی ہے۔ رے کی گورنری کیا چیز ہے۔ روئے زمین کی حکومت
ملے تو چھوڑ دینا لیکن نواسہ رسول کے مقابلے پر نہ جانا۔ اس نے بھانجے کا شکریہ
ادا کیا۔ تم نے بہت اچھا مشورہ دیا ہے۔ میں یہ وبال اپنی گردن پر نہیں
لوں گا۔ تمہارا مشورہ بالکل ٹھیک ہے۔ میں صبح جا کر انکار کر دوں گا۔

ساری کی رات کروٹیں بدلتا رہا۔ مگر اس کو لالچ گھیرے میں لئے۔ اس کو اندر اکسا کے
رکھا۔ یہ لالچ بہت بری بلا ہے۔ نبی پاک ﷺ فرماتے ہیں۔ مسلم کی حدیث ہے۔
کہ حرص لالچ ظلم سے بچو۔ اس نے پہلوں کو بھی ہلاک کیا ہے۔ یہ خونریزی کا سبب
اندر [illegible] کا اور حرام کو حلال حلال کو حرام بنانے والی ہے۔ کیونکہ جب آدمی پر طمع سوار
ہو جائے۔ پھر اس کو ہوش نہیں رہتا۔ یہ ابن سعد پھر یہ شعر پڑھتا تھا۔
کہ مجھے رے بہت پیارا ہے۔ اس کا خواب میں دیکھا کرتا تھا کہ مجھے اس علاقے کی حکومت
ملے۔ لیکن قتل حسین کی سزا وہ آگ ہے۔ جس کے درمیان پردہ نہیں۔ اور رے
کی حکومت میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ کیا لوں کیا نہ لوں۔ صبح یہ ابن زیاد کے دربار
میں پہنچ کے کہنے لگا۔ میں حسین کے مقابلے پر نہیں جاؤں گا۔ ابن زیاد نے کہا بالکل نہ جاؤ۔ ہم
مجبور نہیں کرتے ہیں لاؤ گورنری کا لیٹر واپس کر دو۔ کہنے لگا وہ بھی نہ دوں گا۔ اس نے
کہا میں تجھے سمجھ چکا ہوں ایک بات دو والیں — ٹھیک ہے جی میں جانے کیلئے تیار
ہوں۔ یہ رے کی گورنری کے لالچ میں۔ نواسہ رسول کے سامنے جانے کے لئے تیار ہو گیا۔
اس نے کچھ بھی نہ سوچا۔ کچھ غور نہ کیا۔ یہ لالچ اس کو سامنے لے آیا ہے

اے ابن سعد رے کی حکومت تو کیا ملی۔
ظلم و جفا کی جلد ہی تجھ کو سزا ملی۔
دنیا پرستو دین سے منہ موڑ کر تمہیں۔
دنیا ملی نہ عیش و طرب کی ہوا ملی۔
تم نے اجاڑا حضرت زہرا کا باغ جب۔
اب دیکھنا کہ جہنم میں بے دم قضا ملی۔
رسوائے خلق ہو گئے برباد ہو گئے۔
مردودو تم کو ہر دو ذلت و سرا ملی۔

انہوں نے دنیا کی خاطر دین کو چھوڑا۔ دین بھی ان کے ہاتھ نہ آیا۔ عمر بن سعد۔
خولی بن یزید۔ شمر بن ذی الجوشن — یہ بڑے بڑے سالار کمانڈر۔ بڑے بڑے

اشقیا آگئے - ابن سعد نے چند آدمیوں کو بلا کے کہا جاؤ - نواسہ رسول کے پاس
جاؤ میرا پیغام دو - میں ان سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں - اس نے کہا میں کیسے جاؤں
میں نے خود خط لکھا تھا - میں تو خود گیا تھا ان کو بلانے کیلئے - اب کیا منہ لے کر جاؤں
گا - اندازہ کریں وہی لوگ اب سامنے آئے ہوئے ہیں - یہ کیا عجیب ہے ہمیں شرم
آتی ہے کیا منہ لے کے ان کے سامنے جائیں - امام عالی مقام نے میدان میں ایک خطبہ
پڑھا میں وہ خطبہ پڑھ کے سنا رہا ہوں - یہ خطبہ شام کربلا ہے آپ نے
فرمایا ــــــ اللہ کی حمد و ثناء نبی پر درود شریف پڑھنے کے بعد
سنو میرا رب مجھے تم سے بے نیاز کر دے گا - میں پوچھنا چاہتا ہوں - اس خطبے
میں ایک ایک لفظ - ہمیں بتاتا ہے امام کا مقصد کیا ہے - کیا امام کے بارے میں اب
بھی کوئی شبہ رہ جاتا ہے - وہ بتا رہے ہیں کہ یزید کیا کیا ہے - شراب اس
نے حلال کر دی ہے - ناچ گانا اس نے حلال کر دیا ہے - بتا رہا ہوں میں تو یہاں تک
لکھ دیا ہے - اس کے عہد میں بہنوں نے بھائیوں سے نکاح کرنے شروع کر دیئے -
اس شخص نے کیا کیا کیا - حضرت حنظلہ حضور پاک کے صحابی وہ صحابی
جن کو فرشتوں نے غسل دیا تھا - ان کے بیٹے حضرت عبداللہ کا بیان - میرے
حوالہ کی کتاب ہے امام پاک اور یزید پلید میں پڑھ لیں - اس میں اس
صحابی کے بیٹے کا بیان ہے - کہ یزید نے ایسے کام کئے - کہ ہمیں خوف تھا کہ آسمان
سے پانی کی بجائے پتھر نہ برسنے لگ جائیں - صحابی کے بیٹے کا بیان ہے
تو کیا اس کے بعد بھی یزید کو لوگ اچھا سمجھ سکتے ہیں - آج یہ اس
کیا ان سے الگ آشنی ہیں یزید کے حامی - جو میرے نبی کو اذیت پہنچائے گا -
وہ دنیا و آخرت میں تباہ و برباد ہو گا - اس کے لئے عذاب الیم ہے
امام عالی مقام نے تقریر فرماتے ہوئے ابن سعد کو تین شرطیں پیش
کیں - فرمایا سنو کوئی بھی شرط ہے اتمام حجت میں ہم لڑنا نہیں چاہتے ہیں -
پہلی شرط یہ ہے کہ مجھے واپس مکہ مکرمہ چلے جانے دو - مکہ میں لڑائی منع ہے - وہاں

اللہ کے گھر کا سایہ ہو۔ عبادت کیا کروں گا اپنا ٹائم پورا کروں گا۔ اگر تم ایسا نہیں چاہتے
تو مجھے اپنی سلطنت کی کسی سرحد سے اسلامی ملکوں سے باہر نکل جانے دو۔
میں کفرستان میں جا کر اسلام کی تبلیغ کروں گا۔ وہاں چلا جاتا ہوں۔ اگر تمہیں یہ
دونوں شرطیں منظور نہیں۔ تو مجھے یزید کے پاس لے چلو۔ میری اس سے جو بات
ہوگی وہ کر لوں گا۔ میرے اور اس کے درمیان جو طے ہوگا دیکھا جائے گا۔

عمر سعد نے سنا کہا یہ تینوں شرطیں بہت اچھی ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک
ضرور مان لینی جانی چاہئے۔ اس طرح ہم جنگ سے بچ جائیں گے۔ وہ یہ تینوں
شرطیں لے کر ابن زیاد کے پاس گیا۔ ابن زیاد نے جب تینوں شرطیں سنی
تھوڑا سا نرم پڑا۔ شرطیں اچھی ہیں۔ اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا شمر۔ وہ
کہنے لگا بات یہ ہے۔ یہ عمر سعد حسین سے لڑنا نہیں چاہتا۔ اس لئے ان
کے اور ہمارے درمیان صلح کی باتیں کر رہا تھا۔ اسے بہانہ ڈھونڈ رہا ہے کہ صلح ہو جائے۔
اب خوش قسمتی سے نواسہ رسول ہمارے نرغے میں آ گئے ہیں۔ وہ بھاگ نکلنا چاہتے ہیں۔ یہ
ان کو نکلنے کا موقع دے رہا تھا۔ آپ اس کی جگہ کمانڈر ان چیف بنا دیں مجھے جرنیل
بنا دیجیے پھر دیکھئے میں کیا کرتا ہوں۔ اس نے ایسی باتیں کیں۔ ابن زیاد اس کے کہنے میں آ گیا۔
اور اس نے کہا نواسہ رسول ﷺ سے کہو۔ پہلے میری بیعت کرے۔ اور اس کو یزید کی
بیعت کا اعلان کرے۔ ورنہ ہم ان کو چھوڑنے والے نہیں ہیں۔ اس نے
حکم دیا کہ ان پر سختی کر دی جائے۔ پانی بند کر دیا جائے۔ ان کے لئے سپلائی
کو ختم کر دیا جائے۔ سلمہ بن سعد نے شمر کو برا بھلا کہا۔ کہ اگر ان شرطوں میں سے
کوئی بات مان لی جاتی۔ تو کیا برا تھا۔ ہم لڑائی سے بچ جاتے۔ اور نواسہ رسول ﷺ
کے خون کو اپنی گردن پر نہ لیتے۔ لیکن اگر تو یہ چاہ رہا ہے کہ تجھے موقع ملے تو میں کبھی
موقع نہ دوں گا۔ اس کو اللہ تعالیٰ موقع دیتا تھا۔ مگر یہ کم بخت سنبھلا نہیں۔
عمر بن سعد نے اس کے سات محرم کی صبح سے نہر فرات پر چار ہزار
افراد مقرر کر دیئے۔ اور ان کو یہ حکم دے دیا۔ جانور پانی پی لیں۔ پرندے پانی۔

اونٹ گھوڑے لے گئیں - کافر ہی - مشرک ہے - مگر آل رسول کو یہ پانی نہ دیں - اندازہ
کریں بد بختی کا - ہے

حاکم کا حکم یہ تھا کہ پانی بند کر دیں - گھوڑے ہیں اونٹ پئیں اہل نہر پر دیں -
امام عالی مقام نے پھر کہا کہ سارا سارا تو ملوث ہیں بچے ہیں - تم ہزاروں کی تعداد میں ہو
ہم چند افراد ہیں - اس کے باوجود تم ایسا ظلم کر رہے ہو - ہم پانی لے کر بھی
ہم تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتے - ہم نے تم میں سے کسی کو قتل نہیں کیا -
جس کا تم نے ہم سے بدلہ لینا ہے - کسی مسلمان کو قتل کرنا گناہ عظیم ہے -
آپ نے قرآن کی آیات حدیثیں سنائیں - مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوا -
کیونکہ جب انسان پر درندگی چڑھ جاتی ہے - مہر لگ جاتی ہیں تو پھر
نصیحت اثر نہیں کرتا ہے

ع آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا -

چمگادڑ کو اگر دن میں نظر نہیں آتا تو اس میں سورج کا کوئی قصور نہیں ہے
جس کی آنکھیں بند ہیں وہ خود مجرم ہے - لوگوں نے کہا سب ایک ہی بات ہے
یا تو بیعت کر لیں ورنہ لڑنے کے لئے تیار ہو جا - انہوں نے پانی بند کر دیا -
یہاں میں ایک بات کرنا چاہتا ہوں - آج کچھ لوگ کہتے ہیں - امام عالی مقام
ولیوں کے سردار ہیں - نبی پاک ﷺ کے نواسے ہیں - ان کے والد ولیوں
کے سردار ہیں - بڑی شان والے ہیں - وہ ہواؤں کو حکم دیتے تو یزیدی
فوج کو اڑا کے لے جاتی - وہ بادلوں کو حکم دیتے - وہ برستے - وہ کھڑے کھڑے
چشمے جاری ہو جاتے - انہوں نے کرامت کیوں نہ دکھائی - تو سنو
جب امتحان ہوتا ہے تو کرامتیں نہیں دکھائی جاتیں - کردار دکھایا جاتا ہے
اللہ چاہتا تو دنیا میں کوئی بھی غیر مسلم نہیں ہوتا - نبی پاک ﷺ چاہتے تو سب مسلمان
ہو جاتے - مگر کتنی تکلیفیں اٹھائی ہیں - امام چاہتے تو بادل بھی برستے - امام چاہتے تو

Memo No
M T W T F S S Date / /

بھی آتا - مگر ہر کردار کا منظر کیسے ہوتا - امام اللہ کی رضا پر راضی تھے - وہ لوگوں کو بھی بتانا چاہتے
تھے - کہ ان ظالموں کا ظلم دیکھو اور ہماری وفا اور رضا دیکھو - امام عالی مقام نے آنے والی
نسلوں کو بتا دیا کہ سب تکلیفوں پہ صبر کرنا یہ اللہ والوں کا شیوہ ہے -

یہاں ایک بات اور بھی کر دوں - لوگ کہتے ہیں جو حق پر ہوتے ہیں ان کی
اللہ مدد کرتا ہے - کیونکہ قرآن میں ہے (وکان حقا علینا نصر المومنین) اللہ فرماتا ہے
کہ ہمارا حق ہے کہ ہم مومنوں کی مدد کریں - تو امام عالی مقام تو مومنوں کے سردار
تھے - تو اللہ نے ان کی مدد کیوں نہیں کی - اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی - اور قرآن
میں جیسا کہ سورہ ہے اللہ نے فرمایا ہے ان تنصروا اللہ ینصرکم - ویثبت اقدامکم -
اگر تم اللہ کی مدد کرو گے - یعنی اللہ کے دین مخلوق کی مدد کرو گے - اللہ تمہاری مدد کرے
گا - اور اللہ کی مدد کیسے ہو گی - تکلیف اور صبر میں اللہ تمہیں ثابت قدم رکھے گا -

آپ کے پاس کوئی ایک مست الٹی ہو - تو آپ دشمن سے صلح کرنے
پر آپ کو مجبور پاتے ہیں - امام عالی مقام نے لرزا دینے والے دل کو ہلا کر دینے والے
مصائب میں بھی دشمن کو صلح نہیں کی - حق پر ثابت قدم رہے یہ اللہ
کی مدد نہیں تھی تو اور کیا تھا

ورنہ ان حالات میں دل فیل ہو جاتے ہیں - لوگ بے ہوش ہو جاتے ہیں
ان کا صبر یہ اللہ کی مدد - ان کی ثابت قدمی یہ اللہ کی مدد - اللہ تعالیٰ نے ان کی
مدد فرمائی اس لیے وہ کامیاب ہوئے ہیں

9 تاریخ کی صبح جمعرات کا دن تھا - یزیدی لشکر میں نقارے بجنے شروع
ہو گئے - یہ اعلان جنگ تھا - آپ نے اپنے رفقاء کو بھیجا کہ جاؤ - ان سے کہو کہ
اگر تم نے لڑنا ہے تو آؤ - آج ہم سے نہ لڑو - کل لڑ لینا - ہمیں ایک رات اور مہلت
دے دو - انہوں نے یہ بات مان لی - امام عالی مقام نے اس دن رات کو عشاء کی نماز
کے بعد سب کو جمع کیا - ان سب کو بلا کر کہا سنو - یہ لوگ میرے خون کے پیاسے ہیں
انہیں اگر کوئی تکلیف ہے تو مجھ سے ہے - تم سے نہیں ہے - میں تم سب سے راضی ہوں

بڑا خوش ہوں - اور خوشی سے اجازت دیتا ہوں - تم لوگ واپس چلے جاؤ - میرے گھر والوں
کو بھی ساتھ لے جاؤ - ہنسی خوشی جاؤ - اور ہنسی خوشی سفر کرو - یہ لوگ جو چاہتے ہیں مجھ
سے سلوک کر لیں گے - تم اپنی جانوں کو خطرے میں نہ ڈالو - امام کے رفقاء اور
ساتھیوں نے عزیزوں نے کہا - آپ نے یہ بات کہہ دی - یہ کیسے سوچ لیا کہ ہم آپ کو
خود دشمن کے حوالے کر کے چلے جائیں گے - ہم ایسے نہیں ہیں - آپ کو اس وقت
دشمن کے حوالے کر دیں کل رسول اللہ کو کیا منہ دکھائیں گے -

سنیئے امام ہم میں سے جب تک کوئی ایک بھی زندہ ہے - ہم دشمن کا کوئی تیر
آپ تک نہیں آنے دیں گے - سب پروانہ وار آپ پر اپنی جانیں نچھاور کریں گے
امام نے ان کو دعائیں دیں - فرمایا اگر میرے ساتھ رہنے کا عزم کر چکے ہو - تو پھر عزم و استقلال
کی چٹان بن جاؤ - اور پہاڑ کی طرح مضبوط ہو جاؤ - شمر تلوار اب نیزے بجلی
اور ہواؤں کی طرح چلیں گے - انہوں نے کہا امام آپ دیکھئے گا ہم کس طرح قربانیاں دیتے
ہیں - فرمایا پھر جاؤ اپنے اپنے خیموں میں - دو گھڑیاں آرام کر لو - اللہ کو یاد کرنا ہے تو کر لو -
شاید اس رات کے بعد تم کو کوئی رات نہ ملے - امام عالی مقام اپنے خیمے میں
آ گئے - آپ نے قرآن کریم کی تلاوت شروع کر دی - تلاوت کرتے کرتے آپ کو
اونگھ آ گئی - آپ اسی حالت میں نیند کرنے لگ گئے - ذرا سوچئے کتنا
خطرہ ہو گا - کتنی پریشانی ہو گی - جس کے دل میں گھبراہٹ ہوتی ہے اس کو نیند آتی
ہے کیا - اس سے پتہ چلا کہ امام کا دل بڑا مطمئن تھا - وہ بڑے پر سکون
تھے - سکون حق والے گھبراتے نہیں ہیں - امام کو نیند آ گئی - خواب میں رسول اللہ
کی زیارت ہوئی - حضورؐ نے آ کر امام عالی مقام کو اپنے سینے سے لگایا -
اور سینے سے لگا کر دعا فرمائی - اللھم اعطہ صبراً واجراً ہے -
اے اللہ حسین کو صبر اور اجر عطا فرما - حضور نے فرمایا بیٹا کل تم میرے پاس
آنے والے ہو - ان کو اپنے سینے سے لگا کر - ان کے سینے کو صبر کا خزینہ بنا دیا تھا
امام عالی مقام بیدار ہوئے - ساتھیوں کو خواب سنایا - سب نے خواب سنا - کربلا

(نماز کا نقطہ)

دس محرم کی صبح شروع ہوتی ہے۔ حضرت شہزادہ علی اکبرؑ اذان دیتے ہیں۔ امام نماز پڑھاتے ہیں کربلا کے میدان میں اس دن کربلا کے سجدوں والوں کو عجیب لذت آئی ہوگی۔ کیا لطف و مزا آیا ہوگا۔ یہاں ایک بات سنیوں کو ضرور سنانا چاہتا ہوں۔ لشکر یزید میں الگ اذان ہوتی تھی۔ الگ جماعت ہوتی تھی۔ امام کے خیموں میں الگ اذان ہوتی تھی۔ الگ نماز ہوتی تھی۔ آج لوگ کہتے ہیں نماز ہی پڑھنی ہے کسی کے پیچھے پڑھ لو۔ امام نے الگ نماز پڑھ کے مجمع اور آپ کو بتا دیا ہے۔ کہ جس کے دل میں نبی پاک کی نسبتوں کا ادب نہ ہو۔ نماز نماز نہیں ہوتی ہے۔

=

جس کا عقیدہ درست نہیں ہے اس کی نماز نہیں ہو سکتی۔ امام عالی مقام فجر کی نماز کی امامت کرتے ہیں۔ کربلا میں آپ کے رفقاء آپ کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ امام نے دعائیں فرمائیں۔ ادھر یزید کے لشکر کے نقارے بج رہے ہیں۔ محرم کی صبح سورج طلوع ہو رہا ہے۔ دس محرم جمعہ کا دن ہے۔ ۶۱ ہجری ہے۔ نبی پاک کو دنیا سے پردہ لئے صرف ۵۰ برس گزرے ہیں۔

سجدوں سے نمازوں سے یہ رفعت کی سحر ہے۔
رونے کی عبادت کی سحر ہے۔
ہائے یہ رنج و الم کی مصیبت کی سحر ہے۔
عاشورہ محرم ہے سعادت کی سحر ہے۔
لٹنے کو نبی کا بھرا بستان کا دن ہے۔
اولاد پیغمبر کی یہ قربانی کا دن ہے۔
وہ صبر دے الٰہی جس میں خلل نہ آئے۔
شیروں پہ تیر کھاؤں ابرو پہ بل نہ آئے۔

امام عالی مقام نے میدان لوگوں سے کہا اللہ سے ڈرو۔ یوم حساب آنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے در کے رسول کے سامنے کیا جواب دو گے۔ اتمام حجت کیا۔

M	T	W	T	F	S	S

Memo No ______
Date / /

ــــ جب آپ محشر میں پوچھیں گے ہمارے سامنے

کیا جواب جرم دو گے۔ ہم خدا کے سامنے۔

مگر ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ چکا تھا۔ دلوں پر مہر لگ چکی تھی۔ انہوں نے کچھ بھی خیال نہیں کیا ــــ بد بختی ان کا مقدر بن چکی تھی ــــ وہ سمجھنے کی صلاحیت بھی ختم ہو چکی تھی۔ امام عالی مقام اتمام حجت کر چکے۔ عمرو بن سعد گھوڑے پر سوار ہوا ــ میدان میں امام کے خیموں کی طرف گیا۔ تیر چلانا شروع کر دیئے۔ اور بکواس کرنے لگا کہ دشمن کی طرف پہلا تیر میں نے چلایا ہے۔ سب گواہ رہنا ــــ (معاذاللہ)

امام عالی مقام کے خیموں میں تیر آنے لگے ــ بعض لوگوں نے کہا ہم یہاں خیموں میں بیٹھے بیٹھے اس کے تیروں کا نشانہ نہیں بننا چاہتے ــ ہمیں اجازت دیجئے۔ امام نے فرمایا ہم جارحیت نہیں کریں گے۔ ابتداء نہیں کریں گے۔ جب پے در پے آنے لگے۔ امام نے اپنے ساتھیوں عقیدت مندوں کو اجازت دی کہ طریقہ یہ کہ ادھر سے ایک جاتا ہے۔ ادھر سے بھی ایک آتا ہے۔ پھر ایسی جنگ ہوتی ہے کہ دونوں لشکر ایک دم گتھم گتھا ہو جائیں ــ ادھر ــــ ایک جا رہا ہے ادھر ــــ بھی ایک آ رہا ہے۔ ادھر سے جانے والا ایک بھاری تھا ادھر ــــ دو ہو گئے۔ پانچ دس بیس ہو گئے ــــ ادھر سے ایک جاتا ہے ادھر ــــ دو دو سو آ جاتے ہیں۔ امام کے ایک ایک ساتھی نے اس وقت بھی جوہر دکھائے۔ حق کے لئے انہوں نے جوانمردی کا مظاہرہ کیا۔ مگر یہ اکیلا۔ ادھر ــــ سینکڑوں۔ کب تک مقابلہ ہو۔ ایک ایک کر کے جام شہادت نوش کر جاتے ہیں۔ امام عالی مقام کے عقیدت مند پروانہ وار امام پر اپنی جان وار رہے ہیں۔ امام عالی مقام ایک ایک ساتھی کی شہادت کو دیکھ رہے ہیں۔

اس وقت کچھ واقعات نمودار ہوئے۔ ایک واقعہ سناتا ہوں ــــ

کربلا کے نواح میں۔ بستیوں میں ایک خاتون تھی۔ اس کا ایک ہی بیٹا تھا ــ وہب بن عبداللہ کلبی۔ ۱۷ دن سے ماں ــــ بیوی سے اجازت لی۔ اللہ نے جنت کے دروازے کھول دیئے ــ کل شادی ہوئی ۱۷ دن پہلے کوثر کا جام پینے دیں گے ــ

M T W T F S S   Memo No ______   Date / /

بیوی نے لیا۔ وہ بد بخت ہے جس نے جنت ہار لی ہے — اور تو خوش بخت ہے، جو اچھوں پر قربان ہوا ہے — ایک یزیدی نے اس کی بیوی کے سر پر ڈنڈا مارا — شوہر کے ساتھ جنت میں پہنچ گئی ہے —

امام سواری پر سوار ہو کر یزیدی لشکر کے سامنے گئے۔ فرمایا ہے کوئی آلِ رسول کی مدد کرنے والا۔ هل من مغیث یغیثنا — ہے کوئی اہلبیت نبوت پر اپنی جان قربان کر کے جنت میں جانے والا —

توجہ۔ آپ یہ سوچیں گے کہ امام مدد مانگ رہے ہیں۔ سنو۔ امام کے ساتھ تو اللہ کی مدد تھی — امام مدد مانگنے نہیں گئے تھے۔ وہ ان پر اتمام حجت کرنے گئے تھے۔ ان کو ہر دیے بار بار ان کو پیغام دیا جا رہا تھا — تاکہ وہ کل کو یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمیں سمجھایا نہیں گیا تھا — امام عالی مقام نے اعلان فرمایا۔ حر بن یزید ریاحی وہ شخص تھا جو پہلے ایک ہزار کے ساتھ آپ کو گرفتار کرنے آیا تھا — اپنی سواری پر بڑا بے چین ہے۔ مضطرب ہے، بے قرار ہے۔ اس کے ساتھی نے کہا کیا بات ہے تو پریشان ہے۔ حر نے کہا کیا کروں۔ میری ایک طرف جنت ہے۔ ایک طرف دوزخ ہے۔ ایک مجھے جنت کی طرف کھینچ رہا ہے۔ ایک مجھے دوزخ کی طرف کھینچ رہا ہے۔ میں پریشان ہوں کدھر جاؤں۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی — اور کہا حر تجھے جنت میں جانا چاہیے —

نکل کر لشکرِ اعداء سے — مارا حر نے یہ نعرہ —

کہ دیکھو یوں نکلتے ہیں جہنم سے — خدارا —

ایک آدمی کے نکلنے سے کوئی فرق آ گیا۔ اس کے آنے سے کوئی بہت بڑی طاقت نہیں آ گئی۔ وہ ایک ہی تھا — ایک آدمی کے آنے سے کوئی بڑا مسئلہ حل نہیں ہوتا — اصل بات کیا تھی — امام نے اعلان کیوں کیا۔ بات یہ تھی کہ حر تھا جو کھڑا تھا جہنمیوں میں — نیک بخت تھا کھڑا تھا بدبختوں میں۔ سعید تھا، شقیوں میں کھڑا تھا — امام کی نظر نے دیکھا۔ امام نے اعلان فرمایا۔ امام کا اعلان کرنا بنیاد بن گیا۔ اور اس کو موقع مل گیا — وہ آ کے کہنے لگا — کیا میں ہی وہ دشمن ہوں —

M T W T F S S — Memo No ______ Date / /

وہ سب سے پہلے آپ کو گرفتار کرنے کے لئے آیا۔ مجھے نہیں پتہ تھا ان لوگوں کی شقاوت، بدبختی اور دشمنی اس حد کو پہنچ جائے گی۔ میں تو یہ سمجھتا تھا جس طرح امیر معاویہ اور آپ کے والد میں صلح ہو گئی تھی۔ آپ کے بھائی اور امیر معاویہ میں صلح ہو گئی تھی۔ آپ کی اور ان کے درمیان بھی کوئی صلح ہو جائے گی۔ مگر یہ تو آپ کی جان کے دشمن ہو گئے۔ خون کے پیاسے ہو گئے۔ پانی بھی انہوں نے بند کیا ہوا ہے۔ اب تک تو مجھ سے خطا ہوئی۔ اگر میں توبہ کر کے اپنی جان آپ پر قربان کر دوں تو کیا آپ کے نانا کی شفاعت مجھے مل جائے گی۔

امام عالی مقام نے فرمایا میرے نانا رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ جو گناہ ہوں سچی توبہ کر لے۔ جو اب پاک ہو جاتا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ اگر تم نے سچی توبہ کر لی ہے تم ہم پر اپنی جان قربان کرنا چاہتے ہو۔ تو ضرور نانا جان کی شفاعت تمہیں ملے گی۔ حر ؓ نے کہا اب میرے لئے دعا کریں۔ میں آپ پر اپنی جان آپ پر قربان کر رہا ہوں۔ حر مجاہد تھے۔ دلیر تھے۔ یزیدی لشکر کے سامنے آئے۔ سنو بدبختو۔ کس کے سامنے تلواریں لے کر کھڑے ہو۔ تیر کمان نیزے کس کے مقابلے میں آئے ہو۔ جس کے نانا جان کا کلمہ پڑھتے ہو۔ تم ان کو قتل کرنا چاہتے ہو۔ سنو یہ اپنے گھر ہیں۔ میں گیا معافی مانگنے مجھے معافی مل گئی ہے۔ آؤ تم بھی معافی مانگ لو۔ عمرو بن سعد سننے لگا۔ یہ ہمارا کمانڈر سپہ سالار تھا۔ یہ معاذ اللہ اس سے مل گیا ہے۔ اس کو پکڑ لو۔ اس کو گھیر گھیرا ڈال لو۔ اس پر تیروں کا مینہ برسا دو۔ مقابلہ کیا اتنا سخت مقابلہ۔ جو آتا ان کو دور ہٹاتے ہوئے دور تک لے گئے۔ اکیلے تھے تب تک مقابلہ کرتے۔ کاٹتے رہے۔ زخموں سے چور ہو کر جب گھوڑے سے گر پڑے۔ تو کہہ رہے تھے حسین اب تو میرے نانا کی شفاعت مجھے ہی جائے گی۔ اب تو یہ قربانی قبول ہو جائے گی حر کی شہادت کے بعد۔ اب کوئی اور نہیں رہا جو اپنی جان قربان کر سکے سے آگے ہیں اب میدان میں علی مرتضیٰ کے پھول:

زہرا بتول اور حسین مصطفیٰ کے پھول

ان کی وفا ملے زور وفا حق پر ثبات سے

Memo No ______
M T W T F S S
Date / /

ہر دم تازہ گلشن دین فضا کے پھول ۔

حوروں جنان سے آئیں ملک آئے عرش سے

لے کر خدا کی مرضی سے صلِ علیٰ کے پھول ۔

ہاں شہسوار اہلبیت کی لاشوں سے آ رہے ہیں

کملا نہ جائیں یہ ہیں رسول ﷺ کے پھول ۔

حضرت امام مسلم کے بیٹے عبداللہ آگے بڑھے۔ چچا جان مجھے اجازت دیں میں جا کر ان
ان یزیدیوں سے لڑوں گا۔ امام نے بھتیجے کو رخصت کیا۔ اس اکیلے نے 90 یزیدیوں
کو مارا۔ پیاس سے اکیلا تھک گیا۔ پیدا زور اس نے بھی اپنی جان امام پاک پر قربان
کی۔ ایک امام ہیں دوڑ دوڑ کر جاتے ہیں۔ ایک ایک دوست کی لاش یہ کس بھتیجے کی لاش
اٹھا کر لاتے ہیں۔ خیموں کے پاس رکھتے ہیں۔ حضرت مسلم کے بھائی آگے بڑھے۔ جعفر بن
عقیل۔ امام سے اجازت لی۔ امام نے ان کو بھی رخصت کیا۔ وہ میدان میں گئے۔ اور یزیدیوں
سے مقابلہ کیا۔ انہوں نے ثابت کیا کہ ہمارے گھرانے میں خاندان رسول کا خون ہے۔ وہ ایک
تھے۔ مگر دشمن کی تعداد سیکڑوں میں تھی ان پر تیروں کا مینہ برسا رہے تھے۔ وہ بھی جام شہادت نوش
کر گئے۔ امام حسین کے سامنے آپ کے بھائی آئے علی المرتضیٰ کے فرزند آئے۔ آپ
نے ان میں سے حضرت عباس کو روک لیا۔ چار بھائیوں کو حضرت ابو بکر، عمر، عثمان
جعفر بن علی کو اجازت دی۔ یہ چاروں میدان میں گئے۔ یہ شیر خدا کے بہادر بیٹے ۔
انہوں نے ایک سو سترہ یزیدیوں کو مارا۔ سینکڑوں کو زخمی کیا۔ مردانہ وار مقابلہ کیا مگر یہ
بھی جام شہادت نوش کر گئے۔ امام عالی مقام اپنے بھائیوں کی لاشیں بھی اٹھا کے لا
کے لا رہے ہیں۔ خیموں کے پاس رکھ رہے ہیں۔ میں بیان کر رہا ہوں آپ سن رہے ہیں۔
ہم سوچ اس وقت کا اندازہ نہیں ہے۔ کیا کیفیت تھی ان لوگوں کی۔ ارے وہ اللہ والے تھے۔
وہ سراپا تسلیم و رضا تھے۔ امام کا امتحان ایک دل ہلا دینے والا منظر ہے۔

حضرت امام قاسم کی آنکھوں کے تارے، امام حسن کے لال اجازت دیجئے۔ ان دشمنوں سے
مقابلہ کروں گا۔ آپ پر اپنی جانی قربان کر دوں گا۔ ان میں ایک ۱۹ سال کا جوان ہے جو

M T W T F S S — Memo No ______ Date / /

کا نام آقا قاسم تھا ہے۔ ۶ عرض کیا چچا جان میرے بابا یعنی حضرت امام حسن نے ایک وصیت مجھے لکھ
کر دی تھی۔ میں نے اس کو بطور تعویذ اس کو اپنے پاس رکھا تھا۔ میرے بابا کا حکم تھا جب
کوئی مشکل وقت آئے۔ اس کو کھول کے پڑھنا۔ اور اس پر عمل کرنا۔ آج کونسا وقت مشکل
ہے۔ میں نے اس کو کھولا اور پڑھا ہے۔ اس میں میرے بابا نے لکھا ہے قاسم بیٹا ایک دن میرا
بھائی حسین یزیدیوں کے گھیرے میں آئے گا۔ اس دن میرے بھائی پر اپنی جان قربان کر دینا۔
چچا جان مجھے شہید بنا کر دشمنوں کے حوالے نہ کریں۔ اپنے بھائی کو بھی جنت کا دولہا بنا
کر رخصت کریں۔ امام نے نہ بیٹی کا مستقبل کو دیکھا۔ نہ جوان بھتیجے کی جوانی کو
دیکھا۔ اگر دیکھا تو صرف یہ دیکھا۔ کہ حسین سے جس کو نانا جان نے اونچا کیا
وہ نیچے نہ ہونے پائے۔ امام نے رخصت کیا۔ کون جا رہا ہے۔ کوئی ماں کے
دل کی دھڑکن سے پوچھے۔ یہ کون جا رہا ہے حضرت قاسم بھی میدان میں پہنچے۔
فرمایا یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔ ہمارا ~~مقابلہ~~ مقابلہ ایک آرہا ہے اور تم ہزاروں کی
تعداد میں ٹوٹ پڑتے ہو۔ تم میں سے کوئی جو تنہا میرا مقابلہ کرے۔ عمرو بن سعد نے
اپنے جوانوں کو کہا۔ یہ علی کا پوتا ہے بہادر ہے کوئی ہے جو اس کا مقابلہ کرے۔ ازرق ایک
پہلوان تھا۔ اس کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ اکیلا ایک ہزار سے لڑتا تھا۔
عمرو بن سعد نے کہا تم جاؤ۔ اس سے مقابلہ کرو۔ ازرق نے کہا یہ میری عزت نہیں
ہوگی۔ اس نے کہا میں ایک ہزار سے مقابلہ کرتا ہوں۔ اور بچہ اس کے مقابلے پر بھیج
رہے ہیں۔ آپ کی فوج میں میرے چار بیٹے ہیں۔ میرا ایک ہی بیٹا اس کے لیے کافی ہوگا۔ اس
نے اپنے ایک بیٹے کو اشارہ کیا جاؤ۔ اس کے بیٹے کے پاس بڑا شاندار گھوڑا تھا۔
بہت عمدہ تلوار تھی سامنے آیا۔ مقابلے کا طریقہ یہ ہوتا پہلے ایک وار کرتا ہے پھر دوسرا وار کرتا
ہے۔ اس نے وار کیا آپ نے بڑی پھرتی سے اس کو روکا۔ فرمایا میری باری ہے۔ آپ کی
تلوار اس طرح سے گھمائی کہ اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ آپ نے اس کی تلوار بھی چھین
لی۔ اس کا گھوڑا بھی چھین لیا۔ اپنی تلوار دشمنوں کی طرف پھینک دی۔ گھوڑے کو بھی بھیج
دیا۔ اب آپ اس کے گھوڑے پہ سوار ہو کے۔ اس کی تلوار پکڑ لی۔ ازرق کا دوسرا بیٹا آیا۔ آپ

Memo No
Date / /

نے اسے بھی ایک ہی وار میں ختم کر دیا۔ تیسرا آیا۔ چوتھا آیا۔ چار تڑپ رہے ہیں۔ ارزق کی
آنکھوں میں تو دنیا اندھیر ہو گئی۔ اس کی تو زندگی کی کمائی لٹ گئی۔ اس کے چار بیٹے جوان اس کے
سامنے تڑپ رہے تھے۔ اس نے غیظ و غضب سے کانپتے ہوئے دوڑ کے تلوار
گھماتے ہوئے۔ شہزادے پر غضب کا شعلہ بن کے گر رہا تھا۔ جنگ ایک داؤ ہے۔ فرمایا بچے
کو اپنے گھوڑے کی زین تنگ نظر آتی ہے۔ اس کی ذرا سی توجہ ہٹی۔ آپ نے تلوار چلائی
اس کو بھی دو ٹکڑے کر دیا۔ اب کوئی اور کسی کی جرأت نہیں ہو رہی کہ آ کے
کے مقابلے میں آئے۔ عمر بن سعد نے کہا۔ اب انہیں موقع نہ دو۔ ان کے گرد گھیرا ڈال
دو۔ اس کو موقع نہ دینا۔ اس نے ہمارے پانچ جانبازوں کو دلیروں کو مار دیا ہے۔ ان
لوگوں نے آپ کے گرد گھیرا ڈال دیئے۔ تیروں کے منہ برسا دیئے۔ تیروں نے آپ کو
گھائل کیا۔ تلواریں چلائیں۔ امام قاسم کب تک مقابلہ کرتے۔ آخر زخموں سے چور
چور ہو کر۔ اب سواری سے گرائے جانے لگے۔ اپنے چچا جان کو پکارا۔ چچا جان آئیں
جب ہر طرف سے برچھیاں ماری ہیں نیزے سے ایک کے انہوں نے گرا دیا تھا۔ امام عالی مقام دوڑ کے
باہر آئے۔ جوان بھتیجے کے پاس آئے۔ اور آ کر سینے سے لگایا۔ خاک و خون میں تڑپ رہا ہے۔

سہا نہ جائے گا یہ غم بھی سوچا ہے میرے بھائی کے فرزند قاسم۔
داغ فرقت یہ دل پہ کیا ہے۔ میرے بھائی کے فرزند قاسم۔

جوان بھتیجے کے لاشے کو اٹھا کے خیموں کے پاس لا کر رکھا۔ عورتوں نے حضرت سکینہ کے سر پر
ہاتھ رکھا۔ ایک دوسرے سے لپٹ کر رونے لگیں۔ امام سب کو صبر کی تلقین کر رہے تھے۔
کچھ لوگوں نے مشہور کر دیا کہ حضرت قاسم کا سکینہ کا نکاح ہوا تھا۔ بھلا پریشانی کا عالم
تھا۔ ان کو سوچنا چاہیے کس کو کس طرح باتیں کر رہے ہیں۔
امام عالی مقام کے آنکھوں کے سامنے ایک اور تڑپا دینے والا منظر ہے۔ سیدہ زینب اپنے
مہ پارہ اپنے چاند سورج کو لیے کھڑی ہیں۔ بھائی نے کہا بہن بھی اپنے ماموں پر قربان ہونا چاہتے ہیں
فرمایا میری بہن مجھ سے بچوں کے پیار نہ دیکھو گے۔ کہا اس لئے ساتھ لائی تھی کہ
میں جا کر ماموں سے لڑنے کی اجازت مانگیں۔ شہر سے تو اسی لئے آئے تھے کہ ماموں

مریدوں کے ہاں جا رہے تھے ۔ ان کے پھولوں جیسے جسموں پر سے گزر سکتے دیکھوں گا ۔
انہیں اجازت نہیں ملے گی کہ ان کو جھولا میں لے جاؤ ۔ سیدہ زینب کربلا کی بلائی ۔
تو نے اپنی بہن کا ہدیہ قبول نہیں کیا تو میرا دل ٹوٹ جائے گا ۔ کل قیامت کے دن میری
ماں سیدہ فاطمہ پوچھیں گی کہ لوگوں نے حسین کی بارگاہ میں کیا ہدیہ کیا تھا ۔ میں کیا جواب دوں گی ۔
کاش میں عورتوں کو اجازت ہوتی میں جاتی اور اپنی جان قربان کرتی ۔ میرے پاس یہ جو
ہیں ہیں قبول فرمائیے ۔ امام نے بچوں کو سینے سے لگایا ۔ پیشانیوں کو چوما ۔
میدان کی طرف رخصت کیا ۔ یہ کون جا رہے ہیں ماں کو یہ بھی نہیں چاہتی کہ اک
کے بیٹے کے پاؤں میں کانٹا چبھے ۔ یہ کیسی صبر والی ماں ہے ۔ جو خود اپنے شہزادوں کو
بھیج رہی ہے ۔ میدان کی طرف ۔ یہ بچے کون ہیں ۔ اپنا تعارف کرواتے ہیں ۔ ہمیں
بچا لوں ۔

دادا ہے شہنشاہ دو عالم کا ہے مددگار ۔

حضرت جعفر طیار کی شہادت ۔ مدینہ میں سرکار نے بابا عبداللہ
صحابہ نے پوچھا —— ان بچوں نے کہا ہم نے سن لیا کہ دادا کون ہیں ۔ ہمارے نانا کون
ہیں —— حضرت عباس کی شہادت ۔ بابا کو دیکھا ۔
بچا کو اکیلا پا —— علی اکبر کی شہادت ۔ جو نبی پاک کی تصویر تھا ——
علی اکبر کا منہ میں امام نے اپنا زبان ڈالا —— علی اصغر کی شہادت ——
—— میدان میں لے کے گئے —— امام حسین کی شہادت ۔ شہادت فرمائی ۔
اور میدان میں تشریف لے گئے —— امام سورج بن کر چمکے ۔ امام نے
اپنا نسب لوگوں کو بیان کیا —— میں حسین بن علی ہوں —— اپنے نانا کی تعریف فرمائی ——
اپنی والدہ کی شان کو بیان فرمایا —— جعفر طیار کی شان کا تعارف کی
شان —— ہماری بارگاہ میں در در تشریف —— ان کو کچھ سوجھ نہ آیا —— آخری
وقت سرکار کی زیارت ہوئی —— شہید کا خون گرتا ہے ۔ اپنا جگہ چپ میں کھینچا ۔
آخری وقت گزار دیا —— سجدہ نبوت پہ سوار —— جو خود گر کر گرتا ہو لگتا

Memo No ______

M	T	W	T	F	S	S

Date / /

اٹھا لیا — امام کو زمین پر — شمر چھاتی پر — میرے آقا نے دیکھ لیا ہوگا — ۱۲۱

شیر پیوست تھے — شکر ہے تیری بارگاہ میں جھکا ہے — جو گردن کٹوا گیا ہے

— امام کا سر جدا ہوا گھوڑے نے خون میں منہ مارا — گھوڑے کو خالی دیکھ کر

کشتی علی کی اجڑ گئی — میدان میں زینب جھکی — بکھر گئی —

آخری ملاقات — مدینے کی طرف منہ کر کے سجدہ نے درخواست پیش کیا —

سورج کو گرہن — آسمان سے تارے — خون برسے — بیت المقدس کا پتھر — اللہ جبرا

ٹکم — آسمان ہل گیا زمین ہل گئی — خیموں کو آگ لگا دی — عورتوں سے زیور

چھین — پردوں کو چھین — اونٹ کو ذبح کیا — غیب سے رونے

کی آواز — گھوڑوں کو دوڑایا — آج ان کا کام بلند ہے نام بلند ہے

امام کی بڑی شان ہے — اسلام کو بلند کر دیا — سوال ہے — کیا نیزہ پر کلام

پاک پڑھا — امام نے سر کٹا دیا — اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا ہے

سیدنا خواجہ نواز نے فرمایا — شاہ است حسین — دین کو بچا دیا —

— دین کی بات ہوگی امام کی قربانی کا ذکر ہوگا —

۲۰۱۷ — ۱۲ — ۱۰ — ۱ — ۱۴:۳۹

۲۱ — ۱

بگھرات

۱۱ — ۳ — pm

KHURRAM PAPER PRODUCTS

۳۶۰ شانِ فاطمہ رض

M T W T F S S

Memo No ______
Date / /

۴۸۶ ؛ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس ——— تطہیراً = (درود شریف)

(۱) جنت کی خوشبو ۔ (۲) آپ کا نام رکھا — (۳) علی — سے شادی کر دینا ۔ (۴)

حضرت سیدہ کو کہا ۔ یہ شعور راضی ہے کہ تم جنتی عورتوں کی سردار ہو ۔ (بخاری ترمذی)

(۴) حضرت خدیجہ کو سلام نے کہا تھا کہ نبی — دعا کرانا نماز عشاء کے بعد —

اے خدیجہ شری اللہ شری عالسدہ کی بخشش ہو گئی ہے — (۵) حسین حسن رضی اللہ جنتی نوجوانوں

کے سردار ہیں — (۶) مستدرک کی حدیث انس بن مالک ۔ کہ فاطمہ جہان کی عورتوں سے

افضل ہیں — حضرت مریم اپنے وقت کی عورتوں سے — افضل ہیں —

علامہ اقبال نے فرمایا ۔ ~

~ مریم از یک نسبت عیسیٰ عزیز ۔ از سہ نسبت حضرت زہرا عزیز ۔

نور چشم رحمۃ للعالمین ۔ آں امام اولین و آخرین ۔

بانوئے آں تاجدار ھل اتیٰ ۔ مرتضیٰ مشکل کشا شیر خدا ۔

اگر بیٹی نبیوں کی سردار کی ہے تو بیوی ولیوں کے سردار کی ہے —

مادر آں مرکز پرکار عشق ۔ مادر آں قافلہ سالار عشق ۔

(۷) حضرت عائشہ نے سوال کیا ۔ لوگوں میں حضور کو کون زیادہ پسند تھا —

فرمایا حضرت فاطمہ رضی اللہ — ان کے بعد علی ۔ مدارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ یہ حضور کی

سارے علماء میں سے ہے — اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے انا داشت الیومیہ میں ہے ۔

— (۸) ابن علم — حدیث ۔ المستدرک میں ہے ۔ اپنی بیٹی سے زیادہ جدا ہونا

پسند نہ تھا ۔ (۹) ابو سعید نے حدیث پاک بتایا ۔ اللہ اس پر ناراض ہوتا ہے جو فاطمہ

سے راضی ہوتی ہے — جب فاطمہ راضی ہوتی ہے تو اللہ راضی ۔ (ترمذی) فاطمہ میرے

جسم کا ٹکڑا ہے + حضرت ابوبکر کی نظر میں حضرت فاطمہ کا مقام ۔

نبیوں کی وراثت مال نہیں ہوتی — نبیوں کا مال علم ہے + (بخاری میں ہے —

(۱۰) حضور کی بارگاہ میں حاضری ہوتی تو کھڑے ہو جاتے — حضرت عائشہ نے

فرمایا کہ کاش میں تیرے سر کا بال ہوتی — (۱۱) اللہ نے اوج کو تین کیا ۔

(12) شفاعت کے دن ستاروں کو پنچاکر کا حکم ہوگا۔ (13) جل صلاۃ میں نماز میں
امت کے لیے سجدہ میں دعا —— ابوہریرہ کا نام کیا ہے —— سرکار دوعالم نے بیان فرمایا۔
— مثنوی شریف کے اندر —— قرآنی آیات کے ترجمہ کی صحابہ نے پوچھا کہ اس
شتر نوں والد دیکھا ہے — امت کے لیے بخشش — جن کے قدموں کو عرش بوسہ سنتا ہے۔
میں نے قسم اٹھائی ہے جب تک اللہ میری امت کو بخش نہیں معاف کرے گا میں سجدہ سے
سر نہیں اٹھاؤں گا۔ صحابہ کا آنا — سلمان فارسی اور ابوبکر صدیق۔ حضرت
فاطمہ کو لے کر آئیں — سارے جہان کے سیدوں کی ماں — انہوں نے دنیا کو اختیار نہیں
کیا —— اپنی مسکراہٹ شادی اپنی مسکراہٹ۔ حضرت حسن رض اللہ کو خوش کرلیا۔
— حضرت سلمان فارسی نے فاطمہ کو بلایا۔ سجدہ میں آئیں۔ اور اپنے والد گرامی کو ——
امام حسنین —— حضرت ابوبکر صدیق شیخ المہاجرین ہیں۔ حضرت ابوبکر نے اپنے
آپ کو امت کے بڑے لوگوں پر قربان کردیا۔ حضور کی امت کو بخشش دے جو سزا
دینی ہے وہ ہمیں دے دے —— جبرائیل آگئے۔ اللہ کی طرف سے سلام۔ کہ قیامت
کے دن ہم راضی کردیں گے۔ (14) حضرت فاطمہ نے سجدہ میں رات گزاری۔
گرمیوں میں روزہ رکھا —— اس وقت ... تھی — ام ایمن نے دیکھا چکی
خود چل رہی ہے۔ جھولا —— بچی چل رہا ہے —— حضور علیہ السلام نے فرمایا ——
اللہ نے گرمی کو آسان کردیا۔ —

— وہ خاتون جناں جن کی معصوم حوریں باندیاں جن کی۔
ملک جنت سے آکر پیستے تھے چکیاں جن کی۔ (B)
حضرت فاطمہ کو کیا ضرورت تھی دنیا کی ان کے خادم تو فرشتے تھے۔
— وہ شب بیدار وہ صرف رکوع و سجدہ پیہم
وہ جن کی ذات ہے نازاں حضور سرورِ عالم
وہ جن کا ایک سجدہ دامنِ عفوِ گنہگاراں
وہ جن کی جنبشِ لب شافعِ جرمِ خطا کاراں۔

M T W T F S S — Memo No ______ Date / /

(۱۷) حضرت سیدہ کی قمیض سے قیامت کے دن اپنی قبروں سے ننگے اٹھیں گے ۔ حضرت
عائشہ نے سوال کیا — کہ کیا مرد ننگے اٹھیں گے ۔ آپ ؐ نے کہا کہ ملبوسات میں بھی کپڑوں والے جو لوگ
اور برتنوں میں مگن نظر آتی ہیں — پانچ بچے سیدہ فاطمہ کے حسن حسین محسن زینب ام
کلثوم ۔ اور عبادت میں بھی پوری رات ہیں ۔ امت کی ملبوسات کی مصروفیات
دیکھیں ۔ برتنوں میں مگن — کپڑوں میں مگن ۔ شادیوں میں مگن ۔ خوشبو لگا کر نکلتی
ہیں ۔ نماز نہ گزار کر ۔ تو دنیا میں شمار ہوتا ہے ۔ امام حسن دنیا میں ہیں ۔ امتی
مصروفیات کے باوجود بھی ہر کام والدہ معمولی نہ چھوڑتی تھیں ۔ (۱۸) مسنون
خادم طلب کرنا ۔ مال غنیمت ہے ۔ اس لیے خادم نہ دی کہ تیرے لیے تکلیف
ہیں ۔ + دو دو ماہ تک چولہا نہ جلتا تھا یہ اختیاری غربت ہے

سے کھانا جو کی روٹی اَن چھنا آٹا روٹی موٹی

تبصرے میں جس کے سارے کا ~~[illegible]~~ خدائی ۔ اس کا بچھونا ایک چٹائی ۔

نظروں میں کشش ناپیچ ہے دنیا ۔ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

تخت بھی ان کا تاج بھی ان کا ۔ دونوں جہاں میں راج بھی ان کا ۔

جن و ملک ہیں ان کے سپاہی صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم ۔

دنیا اگر میں چاہوں تو پہاڑ سونے کے بن کر ساتھ چلیں ۔ رونے والے
(۱) آدم (۲) یعقوب (۳) فاطمہ (۴) امام زین العابدین + نبی پاک ﷺ کے غم امت میں روئے ۔
+ دنیا سے جانا تو بات ہر ایک ہے + جو مصیبت مجھ پر آئی اگر دنوں پر آتی کہ
وہ راتیں بن جاتیں ۔ + حضرت امام حسن و حسین + نو پیارے کیے ۔ حضرت فاطمہ
کا وصال ۔ اسماء بنت عمیس + ابوبکر صدیق نے نماز جنازہ پڑھایا ۔ قیامت کے
دن بھی تھکا سوال کو پہنچی

اللہ رے مقدر فاطمہ کی بزرگی سے شرف ۔ بابا ملا تو فخر رسول غلاماں ما سلف ۔

شوہر ملا تو امیر عرب شاہ نجف اللہ نے حسین حسن سے دیے خلف

دونوں امام خلق کے حاجت روا ہوئے ۔ مشکل کشا کے بیٹے بھی مشکل کشا ہوئے

M | T | W | T | F | S | S

Memo No ______
Date / /

علامہ اقبال ش د

سے مزرع تسلیم را حاصل بتول   مادران را اسوہ کامل بتول -

فاطمہ وہ بیٹی جس کے بیٹے نے سجدہ کر کے امت کو بچالیا ہے فاطمہ سے

حب کرتا اللہ سے حب کرتا ہے +

(ماہ صیام کا آخری)

۱۰- مخدومہ کائنات سیدۃ النساء ات - ام السادات سارے جہان کے سیدوں کی ماں - نبی پاک کی لاڈلی بیٹی - وہ خاتون جسے اللہ سلام فرماتا ہے - وہ خاتون جو جنت کی عورتوں کی سردار ہیں - وہ خاتون جس کا خاتون ہونا ساری دنیا کی خواتین کے لئے باعث فخر ہے - نبیوں کے سردار کی بیٹی ہے - ولیوں کے سردار کی بیوی ہے - شہیدوں کے سرداروں کی ماں ہے خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا آج ان کا یوم وصال ہے - اللہ ان پر کروڑوں رحمتیں فرمائے - اگر جنت لینی ہے - رمضان کا مہینہ جمعے کا دن حضرت سیدہ کی طرف سے سب دوست سبیل تقسیم میں حصہ لے لو -

یہ دوبارہ کہا گیا ہے -
جو ماہ صیام ہونے کے
آخر میں ہے -

12-11-2017
28-2-1439
6-45 PM
٦ جمعہ
8

بحوالہ

12-10-2017
22-1-1439 PM
8-39

۳۶۱ ایصال ثواب

۱۸۶ والذین جاؤ من بعدھم یقولون ——— بالایمان ۵۹ : ۱۰ ترجمہ اور تفسیر

اہل علم میں بیان کے دو فائدے ہوتے ہیں۔ کوئی غلطی ہو جائے تو اصلاح ہو جاتی ہے
کوئی کلمہ ان کو پسند آجائے تو دعا ہو جاتی ہے۔ ثواب اچھا بدلہ انعام جو اللہ کی طرف
سے ہمیں ملتا ہے۔ اسلام میں نمایاں طور پر یہ بیان ہوا کہ ہم کوئی ایسی نیکی کرتے ہیں۔ جو
نفلی شمار ہوتی ہے۔ نفلی کے معنی اضافی عبادت۔ ہمیں اس پر ثواب کی امید ہوتی
ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرما کر ہمیں بہت اچھا بدلہ عطا فرمائے گا۔ اسلامی تعلیمات
کے مطابق اگر ہم کسی کی روح کو بخشنا چاہیں وفات یافتہ کو۔ اسلامی تعلیمات میں
یہ واضح ہے۔ اس میں کسی کو اعتراض نہیں ہے۔ ایصال ثواب میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔
جو لوگ اختلاف کرتے ہیں آپ ان کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں تمہارا طریقہ درست
نہیں ہے۔ ایصال ثواب تو جائز ہے۔ مگر تمہارا یہ طریقہ۔ کہ تم دن مقرر کرتے ہو۔ کھانا سامنے
رکھ کر پڑھتے ہو۔ یہ تمہارے طریقے غلط ہیں۔ میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ پیسہ
کھانا سامنے رکھنے پر اختلاف ہے۔ یا پڑھنے پر ہے۔ دن مقرر کرنے پر ہے۔ تو ہم بات کو
لازم نہیں سمجھتے۔ ہم نے کبھی یہ کہا کہ فلاں دن ایصال ثواب کریں گے تو ہوگا۔ ورنہ نہیں ہوگا۔
ایصال ثواب جب بھی کیا جائے ہوتا ہے۔ صبح کریں شام کریں رات کریں دن کریں۔ کراچی
میں کریں۔ لاہور۔ اسلام آباد میں کریں۔ جہاں بھی کریں گے۔ آپ نیکی کر کے جس کی روح
کو ایصال ثواب کریں گے۔ اللہ کے فضل سے پہنچے گا۔ ہم نے یہ کبھی نہ کہا کہ گیارھویں تاریخ
کو تاریخ ہوگی تو ہوگی ورنہ نہ ہوگی۔ اور خود انہوں نے تھانوی نے جگہ جگہ اپنی کتابوں میں نقل کیا۔ کہ
یہ دن مقرر کرنا۔ لوگوں کی سہولت کے لئے ہے۔ ہم مل کر کرتے ہیں کہ جس کا قبول ہوگا۔ تو اس
کے صدقے سب کا قبول ہو جائے گا۔ نماز تو گھر میں بھی پڑھ سکتا ہوں۔ مسجد میں آکر
پڑھنے کا فائدہ یہ ہے۔ جماعت میں سے کسی ایک کا قبول ہو گئی تو سب کی قبول ہو جائے گا۔
تو ہم ملکر کے کرتے ہیں تو ثواب میں جتنے لوگ شامل ہو جائیں۔ اور روایتوں کے مطابق جہاں
چالیس مسلمان جمع ہیں ان میں ضرور کوئی ولی ہوتا ہے۔ اگر اس کو خود بھی اپنے ولی ہونے کا پتہ نہ ہو۔
اور اگر محفل باقی لوگوں کی بھی قبولیت ہوتی ہے۔ اب ان کا اگر اختلاف یہ ہے کہ سامنے

رکوع کے پڑھتے ہیں۔ وہ پیچھے رکوع کیا کریں۔ اگر پڑھنے پر اختلاف ہے تو ہم کیا پڑھتے ہیں۔ قرآن۔
اگر قرآن پڑھنے پر اختلاف ہے قرآن کو سمجھ کر کھانا کھایا کریں۔ ایک طرف تو یہ خود بھی اداراں کرتے ہیں
بھی یہ لیتی ہیں کہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا جب چکی چلاتی تھیں۔ تو قرآن پڑھتی تھیں۔ اس
کی برکت کھانے میں آتی تھی۔ وہ کھانا حضرت امام حسن حسین کھاتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ سر
ان کا جسم سے جدا ہو گیا۔ کربلا میں شہید ہو گئے۔ اس کے باوجود بیس روز گزرنے کے باوجود
بھی کٹا ہوا سر قرآن پڑھ رہا تھا۔ ایک طرف تو یہ کہتے ہو کہ قرآن پڑھنے سے کھانے میں لذت آتی
ہے۔ اور سامنے رکوع کے پڑھیں تو منع کرتے ہو۔ اس کو بدعت کہتے ہو۔ حالانکہ ان کو بدعت کے معنی
بھی معلوم نہیں ——— میں نے نام لیا ہے۔ دیوبندی وہابی کہا ہے کیا ———؟ ۔
ایک طرف تو یہ کہتے ہیں دوسری طرف تو اعتراض کرتے ہیں۔ تم ان سے پوچھو۔ کہ کھانا کھلانا
ثواب ہے یا نہیں۔ قرآن پڑھنا نیکی ہے یا نہیں۔ لوگوں کو جمع کرکے نیکی ہے یا نہیں۔ اگر ان کو منع کریں
تو رائیونڈ میں کیا کرتے ہیں۔ کیا اجتماع میں دعا کرنا بدعت نہیں ہے۔ کیا نبی پاک کے ظاہری زمانے
میں۔ یا صحابہ کے زمانے میں۔ حج کے علاوہ کوئی اجتماع ہوتا تھا۔ تو یہ جو اجتماع کرتے ہیں اس کا
ثبوت کہاں سے کریں گے۔ یہ جو بھی کریں وہ جائز۔ ہم ایصال ثواب کریں گیارھویں عرس کریں تو
کیسے ہیں۔ ناجائز۔ اصل مسئلہ کیا ہے۔ سمجھ میں آئے گا۔ آخر اس اختلاف کی وجہ کیا ہے۔
اصل وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ آپ کو کسی طرح جمع ہوتے دیکھنا نہیں چاہتے۔ وہ آپ کو توڑنے
کے لیے صبح و شام لگے ہوئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ۔ ان کی محفلیں ہوں گی اس بہانے سے لوگ جمع
ہو جاتے ہیں۔ اپنے معتقدوں کو اپنی تعلیمات کو دہراتے ہیں۔ کہ ان کے بچوں کو بزرگوں
کو بیٹھنا نہ چلے۔ دوسری بات یہ کہ۔ ہم لوگ اس بات اولیاء سے وابستہ کرتے ہیں۔
اور وہ نہیں چاہتے کیونکہ انہیں اچھی طرح معلوم ہے۔ کہ جو کسی اولیاء اللہ سے وابستہ ہو جاتا ہے
اس کو خطرہ نہیں رہتا۔ اس کا ایمان محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور یہ کسی کا ایمان محفوظ ہوتا ہوا دیکھ نہیں
سکتے۔ اسی لیے تو وہ صبح و شام لوگوں کا ایمان لوٹنے کے لئے کوشش میں ہیں۔ کہ کسی کا ایمان محفوظ نہ رہے۔
اسی وجہ سے انگریزوں کی مدد کرتے ہیں مگر مسلم۔ تو یہی حق جب ان کے خلاف جاتی ہے۔
تو وہ پسند نہیں آتی ——— اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ والذین جاہدوا فی سبیل اللہ۔

۔۔ لوگ جو ان کے بعد آئے یقولون۔ کہتے ہیں ۔ ربنا اے ہمارے رب ۔ اغفرلنا ہم کو بخش دے۔
ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان۔ اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ایمان کے ساتھ گزر چکے ۔
۔۔ مومن بھائی جو اس دنیا سے چلے گئے ۔ یا اللہ ان کو بھی بخش دے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ جو بعد
میں آئے اپنے پہلے گزر جانے والے بھائیوں کے لیے بخشش کی دعا کرتے ہیں۔ یہ بعد میں آنے والوں
کا کام اللہ کی بارگاہ میں پسندیدہ ہے ۔ اللہ اس کے پسندیدہ ہونے کا اعلان فرما رہا ہے ۔
ورنہ اعتراض ہوتا کہ بعد میں آنے والے کام غلط کرتے ہیں ۔ یہ کام درست نہیں ۔ یہاں
ان کی پسندیدگی کا بیان ہے کہ بعد میں آنے والے کتنے اچھے ہیں۔ جو اپنے پہلے مومن بھائیوں کیلئے ۔
بخشش کی دعا کرتے ہیں۔ (۱) دعا زندہ لوگوں نے کی ــــ کس کے لیے کی جو ایمان کے ساتھ
گزر چکے وفات پا چکے ۔ اگر زندوں کا یہ عمل اچھا نہ تھا تو اللہ تعالیٰ اس کا بیان کیوں قرآن میں فرمایا ۔
اس سے پتہ چلا ــــ کہ زندہ کے عمل سے مردہ کو فائدہ ہوتا ہے ۔
جب کوئی وفات پاتا ہے تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے ۔ مومن کی بات کر رہا ہوں ۔ کافر
کی بات نہیں ہے ــــ جو آپ کا مومن بھائی رشتے دار ۔ بچہ جوان بوڑھا جو بھی آپ اس کی نماز جنازہ
پڑھتے ہیں ــــ اس کی نیت ہے ۔ چار تکبیر نماز جنازہ فرض کفایہ ۔ ثنا واسطے اللہ تعالیٰ کے درود
واسطے نبی کریم کے ۔ دعا واسطے اس میت کے ۔ منہ طرف کعبہ شریف پیچھے اس امام کے۔
ثنا کے بعد دوسری تکبیر کے بعد نبی پاک ﷺ پر درود پاک ۔ تیسری تکبیر کے بعد آپ دعا کرتے ہیں ۔ اللھم اغفرلنا
ــــ اے اللہ بخش دے ہمارے زندوں کو اور مردوں کو ۔ یہ زندہ پڑھ رہا ہے ۔ اور دعا کر رہا ہے ہمارے
زندوں کو بھی بخش دے اور ہمارے مردوں کو بھی ــــ اصل مقصد یہ ہے کہ زندہ کا عمل مردے کے لیے
فائدہ بخش نہیں ہوتا ہے۔ تو پھر یہ نماز نہ پڑھیں ــــ یہ فضول ہے ۔ اور جو اللہ کی عبادت کو فضول
کہے گا کیا وہ مومن رہے گا ــــ اور حکم الٰہی ہے اور حکم رسول ہے ۔ قرآن میں واضح کر دیا ۔ ما اتاکم
الرسول فخذوہ ــــ جو رسول تمہیں دے وہ لے لو ۔ نبی پاک ﷺ نے نماز جنازہ پڑھی ہمیں تعلیم فرمایا ۔ ہمارے اس عمل
اگر مردے کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا تو یہ عبادت کیوں رکھی گئی ہے ــــ یہ دوسری دلیل ہے کہ زندہ کے
عمل سے مردے کو فائدہ ہوتا ہے ۔ بعض جگہ لوگ الگ کہتے ہیں کہ الگ دعا ۔ چوتھی تکبیر کے بعد دونوں ہاتھ کو چھوڑ دیتے
کچھ لوگ ایک سلام کے بعد دائیں چھوڑتے ہیں کچھ بائیں یہ غلط طریقہ ہے ۔ کیونکہ چوتھی تکبیر کے بعد کچھ پڑھنا نہیں ہوتا ۔

(میت کیلئے دعا)

یا کو چھوڑ دیا جاتا ہیں - وہ اٹھا کے چل دیتے ہیں اپنے مردے کو - اور ہم کرتے ہیں میت کے لئے دعا - یہ کام صرف اہلسنت وجماعت والے کرتے ہیں - ان کو ضرورت ہی نہیں ہے - کیونکہ دعا اس کے لئے جس کو ہم بخشوانا چاہتے - کیونکہ یہ دعا کے باوجود بھی نہیں بخشے جاتے - یہ کہتے ہیں نماز جنازہ خود دعا ہے - اس کے بعد دعا کی ضرورت نہیں ہے - فرض نماز کے بعد بھی دعا ہے - تو اس نماز کے بعد بھی دعا ہے ____

تو سورۃ فاتحہ میں بھی دعا ہے - اھدنا الصراط المستقیم ____ ولا الضالین - یہ دعا ہے یا نہیں - آخری تشہد میں بھی دعا کرتے ہیں رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ ____ الحساب - تو بتایئے اس میں بھی دعا ہے یا نہیں -

اگر نماز جنازہ میں دعا ہے تو دوسری نمازوں میں بھی دعا ہے ____ پھر ان کو چاہیے کہ اس فرض نماز کے بعد بھی دعا کو روک دیں کیونکہ یہ نبی کو پہلے سے ہی پتہ تھا - اللہ کی عطا سے نبی پاک سب کچھ جانتے ہیں - کہ بعد میں لوگ ایسے ہوں گے - جو دعا سے روکیں گے - نبی نے پہلے بتا دیا - الدعا مخ العبادۃ - دعا عبادت کا مغز ہے ____ اگر ان میں مغز ہوتا تو یہ ایسی باتیں نہ کرتے - اور دوسری حدیث میں ہے الدعا ھو العبادۃ دعا تو عبادت ہے - انہوں نے عبادت سے روکا یا نہیں -

آپ لوگوں کو ایک بات اور بتا دوں - عبادت دو طرح کی ہے - ایک موقوتہ - غیر موقوتہ ایک وہ جس کے لئے ٹائم مقرر ہے - اس کے علاوہ نہیں ہو سکتی - اور کچھ عبادات ایسی ہیں جن کے لئے ٹائم کی پابندی نہیں ہے ____ ان کے لئے کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہے - مثلاً حج - نماز فرض ____ ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین ____ موقوتا - نفل کے لئے جس ٹائم میں منع کیا اس کے علاوہ آپ جس وقت چاہیں عبادت نفل پڑھیں - لیکن دعا غیر موقوتہ عبادت ہے - جس کے لئے ٹائم کی پابندی نہیں ہے - نماز سے پہلے ذکر کرتے ہیں بعد میں کرتے ہیں - نماز میں بھی کر سکتے ہیں - تو جب نبی نے پابندی نہیں لگائی تو یہ کون ہوتے ہیں پابندی لگانے والے - ہم امت نبی کی ہیں ____ نبی پاک ﷺ فرماتے ہیں - میت کے لئے اخلاص سے دعا کرو - نماز میں دعا سب کے لئے کی ہے ____ تو جس کے لئے نماز پڑھی ہے خاص اس کے لئے دعا کرو -

تو دوستو ____ آپ نے یہ سن لیا جان لیا - نماز جنازہ کے اندر جو دعا ہے وہ سب کے لئے ہے - جب ہم نماز پڑھ چکو تو میت کے لئے دعا کرو - نماز میں اس کے لئے دعا کرو - یہ سمجھتے ہیں کہ ذاکر اور محدث اس گروہ کو سمجھ آتا ہے باقی کو سمجھ نہیں آتا - ایسی بات نہیں ہے - آخر میں ہم ان کو ذاکر کا ادنیٰ

شنا دیں ۔ سورۃ جمعہ میں ہے ۔ کیا حکم ہے نماز جمعہ کے بارے میں ۔ فاذا قضیت
کہ جب نماز پڑھ لو تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو ۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ
نماز میں ہی پھیل جاؤ ۔ کیا مطلب ہے کہ جب نماز پڑھ لو ۔ اسی طرح نماز جنازہ کے بعد بھی دعا
کو نماز کے بعد خالص میت کے لیے دعا کرو ۔ اپنے وفات یافتہ کے لیے بخشش کی دعا کرتے ہیں ۔ ان شاء اللہ
کرتے رہیں گے ۔ یہ نا پسند کرتے ہیں تو کر دیں ۔ ہم اگر پسند کرتے ہیں ہمیں اعتراض نہیں ہے ۔ یہ ہم پر اعتراض
نہ کریں ۔ جو کرتے ہیں ان پر اعتراض کر کے ۔ گویا ثابت کرنا چاہتے ہیں ۔ کہ دعا کرنے والے غلط کام
کر رہے ہیں ۔ اسی لیے ہمیں جواب دینا پڑتا ہے ، اسی لیے ہم آپ کو پکا کرنا چاہتے ہیں ۔ آپ ان
کو جانے دو ۔ آپ کو پتہ ہو کہ ہمارے اعمال کتاب و سنت کے خلاف نہیں ہیں ۔

عبادت کتنی قسم کی ہے ۔ (1) بدنی عبادت ۔ 2 ۔ مالی عبادت ۔ یہ ہے ان دونوں کا مرکب ۔
اس میں یہ دونوں ہی شامل ہیں ۔ نماز بدنی عبادت ۔ زکوٰۃ مالی عبادت ۔ حج کو دیکھیں ۔
بدنی بھی ہے مالی بھی ہے ۔ یہ ان دونوں کا مرکب ہے ۔ ایک آپ اپنے جسم سے کرتے ہیں ۔ ایک اپنے
مال سے کرتے ہیں ۔ یہ دو طرح کی عبادت ہے ۔ ان دونوں کا ثواب اگر آپ کسی کو بخش دیں تو پہنچتا
ہے ۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے ۔ دیکھو قرآن کی آیت سے پتہ چلا ۔ بعد میں آنے
والوں کا یہ عمل اللہ کی بارگاہ میں پسندیدہ ہے ۔ اللہ اس کا ذکر فرما رہا ہے ۔ کہ بعد میں آنے والے کتنے
اچھے ہیں کہ وہ اپنے پہلے گزر جانے والوں مومنین بھائیوں کی بخشش کی دعا کرتے ہیں ۔

احادیث کو سماعت فرمائیں ۔ (1) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی سعد رض کی بارگاہ
میں حاضر ہوئے ۔ میری ماں وفات پا گئی ۔ اس کے لیے کونسا عمل بہتر ہے صدقہ کروں ۔ قال نعم ۔
ضرور ملے گا ۔ صحابی پوچھ رہے ہیں ۔ صحابی کے پاس باغ تھا ۔ باغ صدقہ کر دیا کہ جو بھی اس کا پھل کھائے
ثواب میری ماں کو ۔ ہمارے پاس باغ نہیں ۔ ما لوگوں کے کھل لے آتے ہیں ۔ کیونکہ حدیث
موجود ہے ۔ یہی صحابی پھر بعد میں ایک دفعہ آپ کے پاس آئے ۔ آ کر عرض کرتے ہیں پہلے میں نے اپنی مرحومہ
سے باغ صدقہ کر دیا تھا ۔ اب میں آپ کے پاس آیا ہوں ۔ مجھے یہ بتا دیں سب سے زیادہ درجے والا ۔
صدقہ کون سا ہے ۔ زبانی جانتے صحابہ بھی تھے ۔ خود مفتی نہیں بنتے ۔ خود فیصلہ نہیں کرتے ہدایت
کے لیے تعلیم ہے ۔ کہ خود فیصلہ نہ کرنا ۔ بلکہ بار بار ان سے پہلے جا کے پوچھ لینا ۔ جس طرح ڈاکٹر کا کام

Memo No ______
M T W T F S S
Date / /

میں دخل نہیں دیا جاتا۔ ایڈمنسٹریشن کے کام میں دخل نہیں دیا جاتا — تو دین کے معاملے میں ہمیں خود دخل نہیں دینا — جو دین جانتا ہے اس سے پوچھنا چاہیے — صحابہ کرام حضور سے پوچھا کرتے تھے۔ صحابی پوچھ رہے ہیں۔ کہ کونسا صدقہ افضل ہے۔ قال الماء۔ نبی پاک ؐ نے فرمایا۔ پانی کا صدقہ افضل ہے۔ اس زمانے میں بہت تکلیف تھی پیاس کی علاقہ تھا۔ کنویں تھے۔ اس کے علاوہ پانی کی کوئی — یہ پائپ لائن نہیں تھی — ٹینکیاں نہیں تھے۔ کہ ٹونٹیاں نہیں لگی تھیں۔ گرمی کی آگ ٹھنڈے کی آگ۔ یہ سارے سلسلے نہ تھے۔ اس کے باوجود پانی کی قلت ہے۔ میرے نبی ؐ سے یہ بات پوشیدہ نہیں تھی۔ فرمایا پانی پلانا سب سے افضل صدقہ ہے۔ اور ایک اجازت دیں ایک بات دل کی کروں — نبی پاک ؐ سے یہ پوشیدہ نہیں تھا۔ کہ میری یہ امت محمد ؐ سے پچاس برس کے بعد میرے بیٹے پر پانی بند کر دیں گے۔ میرے کنبے کو پیاسا شہید کریں گے۔ میرے بچوں کو پیاسا ذبح کریں گے۔ اور میرا امتی قیامت تک۔ محبت والے اہلبیت کی محبت میں پانی کی سبیلیں لگائیں گے۔ لوگوں کو پانی پلانے کا انتظام کریں گے۔ تو دودھ کی سکنجبین لگائیں گے۔ آقا ؐ نے پہلے ہی فرما دیا۔ کہ پانی پلانا افضل ہے۔

حضور ؐ نے فرمایا یہ پانی کا صدقہ افضل ہے۔ حدیث میں ہے جو گناہ کرے۔ وہ گناہ کو مٹانا چاہتا ہے۔ تو اس کو چاہیے کہ وہ صدقہ کرے۔ نیکی کرے۔ پانی پر پانی پلائے۔ پانی اتنا کر دے کہ لوگ پیتے رہیں تو اس کے گناہ دھلتے رہیں گے (۱۹ — ۲۷) اور وہ منع کرتے ہیں۔ اور ان کو گناہ دھونے کا شوق نہیں ہمیں شوق ہے۔ ہم سبیلیں لگائیں گے پلائیں گے۔ وہ گناہ بڑھاتے رہیں۔ جمع کرتے رہیں ہمیں ان سے کچھ غرض نہیں ہے —

اب وہ صحابی کیا کرتے ہیں۔ حدیث کے الفاظ۔ انہوں نے کنواں کھدوایا۔ وقال ہذہ لام سعد یہ کنواں سعد کی ماں کے لئے ہے — ہم نے کہہ دیا یہ کھانا غوث پاک ؓ کے لئے ہے۔ یہ لنگر خواجہ غریب نواز کے لئے ہے — اور یہ غلط نہیں ثبوت حدیث میں موجود ہے —

کیا اللہ کے لئے تھا — اللہ ہی کو ثواب پہنچانا تھا۔ یہ حدیث سے ثابت ہے۔ کہ یہ کنواں سعد کی ماں کے لئے ہے۔ اس کا ثواب سعد کی ماں کو پہنچے — ہم بھی اگر لنگر پکائیں — کوئی بھی کھانا ہو۔ ہم اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں یا اللہ اس کا ثواب غوث پاک ؓ کو پہنچانا۔ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ غوث پاک کی گیارھویں۔ یہ نیاز خواجہ غریب نواز کے لئے ہے —

تو یہ فیصلہ نہیں حدیث سے ثابت نہیں ہے ــــ اور آج کا مفتی فتویٰ دیتا ہے - جس پر
غیر اللہ کا نام آ جائے وہ حرام - اور اللہ کے سوا سارے ہیں غیر اللہ ہیں نا - ان کے
نزدیک - حالانکہ لفظ غیر کے معنی بھی معلوم نہیں ہیں - سمجھا دوں ــــ
کیا آپ مجھے دیکھ رہے ہیں - میرے اور آپ کے درمیان پردہ آ جائے تو کیا دیکھیں
گے - میں سمجھا رہا ہوں کہ غیر کس کو کہتے ہیں - اگر یہاں آئینہ رکھ دیں (پہلے بھی گزرا ہے)
＝ وہ جو آئینے میں نظر آ رہا ہے وہ میرا عین ہے یا غیر ــــ اگر وہ عین ہے کوئی
کیوں کر اپنی مرضی سے ہونٹ ہلائے - کیا ہلا سکتا ہے - اور اگر وہ میرا غیر ہے - تو میں ہٹ
جاؤں تو اسے موجود رہنا چاہیئے ــــ کیونکہ غیر کون ہوتا ہے : کہ جس کا وہ غیر ہے -
اس کے مقابلے میں اس کی حیثیت مستقل ہو - مثلاً یہ ایک اسٹینڈ ہے - اس
کے مقابلے میں دوسرا کوئی ہو ــــ یہ ہٹ بھی جائے تو وہ موجود رہے - جس کا وہ غیر ہے -
ــــ اللہ کے مقابل کس کا وجود مستقل ہے یہ میرا سوال ہے ــــ تو مجھے بتاؤ غیر
کدھر ہے - نہ وہ میرا عین ہے نہ وہ میرا غیر ہے ــــ وہ کیا ہے یہی تو نہیں لوگ سمجھے -
ــــ یہ غیر اللہ غیر اللہ کرنے والے بتائیں تو سہی - غیر کس کو کہتے ہیں - ان کو غیر کے معنی
بھی نہیں آتے - کہتے ہیں غیر اللہ کا نام جس چیز پر آ جائے وہ حرام ہو جاتا ہے -
اس بات میں دوسرا رنگ بھی دیکھ لیں - اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے وما ینطق
ــــ میرا یہ حبیب اپنی خواہش سے اپنے لب بھی نہیں ہلاتا - اسی کے ہونٹ
اسی وقت ہلتے ہیں - جب ہماری وحی ہوتی ہے - بلا تشبیہ ... آئینے والا اپنی مرضی
سے ہونٹ نہیں ہلا سکتا - ہلیں گے ادھر نظر آئیں گے ادھر - اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں -
ــــ بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر   کعبے کا دروازہ باب ملتزم
میرا نبی رب کا دروازہ ہے - اگر خدا کو چاہتے ہو تو نبی کے بغیر خدا نہیں ملتا ــــ نبی
کو چھوڑ کے بھاگ سکتے ہیں نہ کہیں سے بخدا خدا کا یہی ہے ــــ جو وہاں سے ہو
ہم تو یہی مانتے ہیں ہمارا وہ ہے - منہ ان کا ہے مگر بولنے والے وہ ہیں - کبھی اس منہ پر مصطفیٰ بولتا
ہے کبھی اس منہ پر خدا بولتا ہے ــــ وہ صحابی کہتے ہیں - یہ کنواں سعد کی ماں کے لئے

آج کا مفتی کہیدت والا کہتا ہے۔ جس پر غیر اللہ کا نام آ جائے ۔۔ حرام ہے ۔ آئیے ذرا اس فتوے کی بھی
خبر لے لو ۔ کہتے ہیں جس پر غیر اللہ کا نام آ جائے ۔ وہ حرام ہے ___ کسی کی دکان ۔ کسی کا مکان ۔
کسی کی گاڑی ۔ یہ گاڑی کس کی ہے اللہ کی ہے یا بندے کا نام لیتے ہیں ۔ وغیرہ ۔ وہ کہتے ہیں
کہ جس پر غیر اللہ ___ کوئی چیز ہو گئی ہے ___ فتویٰ اُن کا ہے کتابوں میں لکھا ہوا ہے ۔ ___ نہیں
نہیں ہوتا تو کسی کی بھی نہ ہوتی ___ کس کا نام آتا ہے بیوی پر ___ شوہر کا ۔ یہ شوہر اللہ ہے یا غیر اللہ
ان کے فتوے سے تو سب کی حرام خود ان کی بھی ___ اللہ سب سے پاک ہے ___
بیوی پہ کس کا نام ۔ بیوی کا ہے ۔ بیٹے پر ___ فتوے پر غیر اللہ کا نام آتا ہے یا نہیں ۔ ان کے
فتوے کے مطابق تو کوئی بھی حلال نہیں ہے ۔ کہتے ہیں نہیں جس جانور پر غیر اللہ کا نام آ گیا ۔ آپ
قربانی کا جانور لاتے ہیں ۔ یہ حاجی صاحب کی گائے ہے یہ ملک کا ہے ۔ تو حاجی صاحب ملک صاحب
اللہ ہیں یا غیر اللہ ہیں ___ تو اگر ہم نے چوہدری صاحب ۔ ملک صاحب کا نام لے لیا تو جائز ۔
غوث پاک رضی کا نام لے لیا تو ناجائز ___ پتہ چلا نہیں نام سے ___ نہیں اصل میں نہیں غوث
پاک رضی سے نفرت ہے ۔ تمہیں ان سے محبت نہیں ہے ۔ بلکہ نہیں یہ مسجدوں
پہ نام لگاتے ہیں ۔ یہ مسجد اُن کی ہے ___ یہ مسجد اُن کی ہے ۔ یہ تو اللہ کے نام گھر پر بھی غیر اللہ
کا نام لگاتے ہیں ___ صبح ان کی مسجدوں پہ قبضہ کرو ۔ یہ لوگ جس کا اسلام جانیں تو یہ بھی یہ غیر اللہ کی
ہیں ۔ جس پر غیر اللہ کا نام لگ جائے وہ حرام ہوتی ہے ۔ اس مسجد پر غیر اللہ کا نام لگا ہوا تھا اس لیے
ہم نے اس پہ قبضہ کر لیا ___ مسئلہ ان کی سمجھ میں آ جائے گا ۔ پنڈی کا جھنگیاں والی بستی ۔
وہاں ان کا پنڈی سے آیا تھا ۔ جو دوبئی میں مرا تھا ۔ جس کی میت پہ لکھا تھا ۔ منہ دیکھنے
کے قابل نہیں ہے ۔ اس کا نام غلام خان ۔ تھا ۔ اس کو شیخ القرآن کہتے تھے ۔ اس کا نام
غلام اللہ خان تھا ___ راولپنڈی کا مشہور عالم ___ غوث پاک کے خلاف تقریر کر رہا تھا ۔
(۱۹ ـ ۹۳) غوث پاک نے پکڑ لیا ۔ زبان باہر آ گئی ۔ منہ کتے کی طرح ہو گیا ۔ جھٹ سے کتا
تھا ۔ وہاں تڑپ تڑپ کے مر گیا ___ انہوں نے اوپر لکھ دیا ۔ منہ دیکھنے کے قابل نہیں ہے
غوث پاک چھوڑتے نہیں ہیں جس کو پکڑ لیں ___ آج لوگ سکھوں کے چہرے دیکھتے ہیں
اور ان کے دیکھنے کے قابل نہیں ہیں ۔ وہ تقریر کر رہا تھا ___

M T W T F S S

(لطیفہ) Memo No ______ Date / /

لا الہ الا اللہ — اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں کہ لا الہ الا اللہ — اللہ کے سوا کوئی بھی
بیٹا نہیں دیتا — کوئی بیٹی نہیں دیتا — بارش کون — سورج کون — چاند کون
چمکاتے — بھینس کو بڑا — گائے کو بچھڑا کون — یہ توحید بیان ہو رہا ہے۔
آگے کہتا ہے کہ گائے کسی کے پاس جاتی ہے۔ حضرت پاک رضی — وہ کہاں کسی کے پاس
نہ جائے تو بچھڑا ہوتا نہیں — آنتی سیدھا اس کو نہ دو۔ بغیر اس کے جائے
کام بنتا نہیں — پوری تقریر کرتا رہا — جو کسی سے مدد مانگے — جو کسی کے
آگے ہاتھ پھیلائے — جو اللہ کے سوا کسی کو مشکل کشا مانے — جو اللہ کے سوا کسی
کو حاجت روا مانے — جو اللہ کے سوا کسی سے کچھ مانگے پکا مشرک —
تقریر کرنے کے بعد سو گیا صبح اٹھا کہنے لگا جی میں نے پنڈی جانا ہے — انہوں
نے کہا جاؤ۔ — اس نے سوچا مجھے تو کوئی پوچھ ہی نہیں رہا — کہنے لگا میں پنڈی
سے آیا ہوں پنڈی جانا ہے، کوئی کرایہ کوئی نذرانہ — انہوں نے کہا کہ اللہ
جو اللہ کے سوا کسی سے مانگے — مشرک ہے ایمان — کہنے لگے رات
تم یہی تقریر کی اب خود مانگ رہے ہو۔ کہنے لگا سمجھا کرو ناں — کہنے لگے اگر جان
سے رات جو تقریر کی ہے غلط کی ہے — کہنے لگا سمجھا کرو نا — دیکھیں ان کے
فتوے — مجھے بتائیں بیماری کون دیتا ہے — شفا کون دیتا ہے — ڈاکٹر کے پاس
کیوں جاتے ہیں؟ جو کسی غیر اللہ کے پاس جائے وہ مشرک — ڈاکٹر کے پاس
جاتے ہیں — کہ اللہ کے پاس جانے — سے بچا لے — کیا صحیح ہے —
دوسرے دن کہتے ہیں غیر اللہ کے پاس نہ جاؤ۔ خود جاتے ہیں — یہ جن کے
پاس چلے جائیں وہ جائز — پہلے کہتے ہیں اللہ کے سوا کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ کسی کو مشکل
کشا جاننا شرک ہے — پھر کہتے ہیں۔ دل کھول کر مدد کرو — کہ اللہ کے سوا کوئی مدد
نہیں کر سکتا — دو بیٹر کیوں لگاتے ہیں — ان لوگوں نے تماشا بنایا ہوا ہے — یا اللہ
کے پاس — چندہ نہیں ملتا جو تم مانگنے آجاتے ہو — تم جو کچھ بھی مانگ لو۔ تم امداد
مدد مانگ لو جائز ہے۔ ہم حضرت پاک رضی سے مانگ لیں ناجائز — اللہ نے ہمارا مدد

بنایا ہے۔ ہم اس کو مانتے ہیں دوسرے کو نہیں مانتے ——— ولی کے معنی مددگار۔ جو
اللہ نے ولی بنائے ان کو اللہ نے ہمارا مددگار بنایا ——— ہم اللہ کی مدد مانگتے ہیں۔ کہ اللہ
نے ان کو مدد کرنے کی طاقت دی۔ اللہ نے ان کو مددگار بنایا۔ اگر کوئی مدد کر ہی نہیں
سکتا ——— تو کیوں فرمایا۔ وتعاونوا علی البر والتقوی۔ نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے
کی مدد کرو ——— یہ حکم ہے یا نہیں ——— کسی کو معبود سمجھ کر۔ اللہ کے سوا
مدد کے لائق سمجھ کر مدد مانگے تو یہ شرک ہو گا ——— کسی کو معبود سمجھ کر پکاریں
گے تو شرک ہو گا۔ ہم ایسا نہیں کرتے ——— ہم اللہ والوں کو معبود یا اس کا شریک
نہیں مانتے ——— ہم تو ان کو اللہ کا محبوب مانتے ہیں ——— وہ اللہ کے پیارے ہیں۔ اور
پیارا سمجھ کر مانتے ہیں ——— ہمیں ملتا ہے۔ ہم مانگتے آئے ہیں ہم مانگیں گے۔ ہم جانتے
جائیں گے۔ اور ہمیں دیں گے ——— کو دینا ہے دینے ———
اور دیتے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے۔ وما آتاکم الرسول فخذوہ ——— جو محبوب دے وہ لے لو۔ رسول
دیتا ہے ——— ایک نقطہ اور بھی۔ دیتے ہی تو ——— ہیں یہ مسئلہ کا ذکر کیوں آیا۔
یہ کلام امام کا کلام ہے۔ کئی معنی ہیں۔ ایک تو مسئلہ ایسا ہو دینے والا ——— اور ایسا
منہ ہو جس سے جو نکلے وہ ہو جائے ——— جس کو جو دے دیا جو دے دیا ملا ہو کے رہا
ایک آدمی آ گیا ہے۔ کہنے لگا یہ صحابی۔ اندر سے وہ منافق تھے ——— دیکھنے والے
جان جائیں گے کہ ہم حضور پر ایمان لائے ہیں ——— نماز پڑھتے ہیں لیکن اندر سے دل مومن
نہیں ہیں ——— بائیں سے کھانا کھا رہے تھے۔ حضور نے فرمایا۔ دائیں سے کھاؤ۔ کہنے
اس نے کہ غلطی مان لیتا۔ کہنے لگا جی دائیاں ہاتھ کام نہیں کرتا۔ فرمایا ایسا ہی ہو گا۔
اس کے بعد کسی کام کا نہ رہا ——— جو کہہ دیا وہی ہو گیا

نبی کی برکت سے ——— اولیائے کرام ——— اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ مددگار دیئے ہیں۔ ہم
ان کو مددگار بنایا ہے ——— یہ اللہ کی رضا کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے ——— ہم نے یہ کبھی نہ کہا
کہ خود سے کرتے ہیں۔ اگر یہ عقیدہ ہو کہ اللہ کی عطا سے کرتے ہیں۔ تو جائز ہے ——— ہم شرک
کبھی نہیں کرتے۔ بخاری شریف جس کو قرآن کے بعد صحیح کتاب کہا جاتا ہے ——— اس میں کتاب

M T W T F S S

Memo No ______

Date / /

الفاظ کا میں یہ حدیث پاک موجود ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے اپنی امت سے شرک
کا خوف نہیں اس بات کا خوف ہے کہ میری امت دنیا کو زیادہ پسند کرنے لگ جائے گی
نبی کر رہے ہیں۔ مجھے اپنی امت سے شرک کا خوف نہیں ہے۔ جو بستر لوٹا اٹھائے گلی گلی
شور مچا رہے ہیں شرک شرک ہے۔ ان کو تو شرک کا ہیضہ ہو گیا ہے۔ جیسے فوجیوں
کو سکھاتے ہیں لیفٹ رائٹ لیفٹ رائٹ ہے۔ اور ان کی بھی پریڈ ہوتی ہے ان کو
بھی دو ہی لفظ شرک بدعت شرک بدعت۔ اور کوئی ان کو نہیں آتا۔ ادھر
جائیں تو شرک ادھر جائیں تو بدعت۔ کدھر جائیں۔ اور خود سارے کام کر رہے ہوتے
ہیں۔ اور ان کا ایک آدمی آ گیا ہے۔ آگے مہینہ آ رہا ہے شب برات لوگ حلوہ پکاتے ہیں۔
اس میں کوئی برائی نہیں ہو گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا۔ اور مومن میٹھا ہوتا ہے
اور میٹھے کو پسند کرتا ہے۔ اور یہ نہ کھائیں تو ہم کیا کریں۔ ہم حلوہ پکاتے ہیں۔ یہ تو آگے اعلان
کرتے ہیں۔ یہ لوگ سوچتے نہیں کیا کہہ رہے ہیں۔ اعلیٰ فتویٰ لگاتے ہیں حلوہ بدعت
ہے۔ اور کھا بھی جاتے ہیں۔ اور شب برات کے خلاف تقریر کرتا ہے اور طلباء نے بتایا کہ
مولوی ان سے زکوات تقریر کرتا ہے۔ شب برات میں حلوہ جائز نہیں بدعت ہے۔ بھئی ناجائز
ہے تو کھاتے کیوں ہو۔ پتہ چلا ہمیں دوسرا عذاب ہوتا ہے۔ ایک حرام کھانے کا دوسرا
حرام کہنے کا۔ اور ہم اس کو حرام نہیں کہتے۔ یہ ہمارا نصیب ہے ہمارا حلوہ نصیب ہے۔ اور تمہارا
نصیب کوا ہے۔ اور تم کوا کھانے کا ہی کام کرتے ہو۔ اور ہم حلوہ کھا کے نبی کی نعت
پڑھتے ہیں۔

میرے دوستو یہ کہتے ہیں کہ جس پر غیر اللہ کا نام آ جائے وہ حرام ہے۔ میں نے آپ
کو حدیث سنائی کہ یہ کنواں سعد کی ماں کے لئے ہے۔ پتہ چلا کہ اس طرح ذکر کرنا
ہرگز غلط نہیں ہے۔

دوسری حدیث۔ مسجد عشار حضور نے فرمایا وہاں کے نمازی بدر کے شہیدوں کے ساتھ
قیامت میں اٹھائے جائیں گے۔ حضرت ابو ہریرہ اس ملک کے لوگوں سے کہتے ہیں کہ
کون ہے تم میں۔ جو اس مسجد میں میری طرف سے دو رکعت پڑھ کے کہے ھذہ لابی ہریرہ۔

M T W T F S S　Memo No ______ Date / /

یہ دو رکعتیں سنت ابن ہاہر ہدیہ پڑھتے ہیں — زندہ کی طرف سے نفل عبادت کا ثبوت ہے۔ اور نماز
اللہ کیلئے پڑھی جاتی ہے۔ دو حدیثوں سے پتہ چلا کہ اس طرح نسبت کر دینا
کہ ہرگز غلط نہیں ہے۔ صحابی کہہ رہے ہیں کہ یہ کنواں سعد کی ماں کیلئے ہے۔ صحابی
کہہ رہے ہیں کہ یہ نماز فلاں کیلئے ہے — ہم نے اگر یہ کہہ دیا کہ یہ نیاز غوث پاک کیلئے ہے۔ یہ کھانا
خواجہ غریب نواز کیلئے ہے تو یہ بھی غلط نہیں — حدیث سے ثابت ہے۔ جو حدیث کو غلط
کہتا ہے وہ خود غلط ہے۔ ہمارا یہ کام غلط نہیں —

ہم لوگ جو کھانا پکا لیا۔ کپڑے پیش کر دیئے — پانی رکھ دیا۔ ختم شریف پڑھ کے کھلا دیا
صرف امیروں کو کھلانا نہیں ہوتا۔ امیروں کو کھانا بھی نہیں چاہیے — یہ مسئلہ بھی میں آپ کو
بتا دوں — مثلاً سوئم ہے۔ ساتواں دسواں بیسواں چالیسواں — برسی۔ ولیمہ۔
عزیزوں نے کیا ہے اپنے لئے تو ان کو چاہیے — کہ وہ کھانا غریبوں کو کھلائیں۔

گیارھویں ہے تو امیر بھی کھائیں — وہ لنگر سب کیلئے ہے لیکن جو عزیزوں نے خاص کر دیا ہے
دکھیوں کا حق ہے۔ غریبوں کا — امیر کھالیں تو حرام نہیں ہے۔ ناجائز نہیں۔ مگر بہتر یہی ہے۔
مگر جس کے لئے موت ہو گئی ہے۔ جس پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹا ہے۔ اس پر اور بوجھ
نہیں ڈالنا — سمجھے ہیں بات کو۔ مطلب ہے وہ تو بیچارہ غریب ہے اپنا گھر بیچ کر آ گیا۔
اس پر بوجھ نہ ڈالو۔ خود بھی کھا کے لاؤ۔ خود بھی کھاؤ اور ان کو بھی کھلاؤ — آپ تو جاتے ہیں
اس پر بوجھ ڈالنے — وہ رو رہے ہیں۔ اور آپ بوٹیاں توڑ رہے ہیں۔

یہ نہ سمجھیں کہ وہ کھانا ناجائز ہو جائے گا۔ مگر ایسا کرنا نہیں — ہمارے ہاں عجیب ہوا ہے
ہے جو وفات پا جائے اس کے کپڑے دے دیتے ہیں۔ غریب مسئلہ سے خود ہی سن لیجئے ہیں۔
وہ بھی دے دو کسی غریب کو۔ گھڑی نکلی۔ بٹوا نکلا — وہ اپنی جیب میں۔ دیا در غریب
کو — جو چیز ہے ورثا کا حق ہے وہ سب غریبوں کو دیا دو — اور کسی کو معاوضے کے طور
پر نہیں دے سکتے۔ ہمیں سب کچھ یہ یاد رکھنا ہے۔ جب کسی کے ہاں فوتگی ہو اس کے ساتھ
ہمدردی کرو — تین دن تک چولہا جلانا ناجائز۔ اگر گھر والے چولہا نہ جلائیں تو پڑوسیوں رشتہ داروں
کا حق ہے ان کو کھلائیں — یہ نہیں ہے کہ ان کے گھر پہنچ جائیں۔ وہ انتظار میں رہیں کب کوئی مرے

بیسویں تک حلوا سا کھاتے ہیں۔ یہ غلط بات ہے۔ اسی طرح وہ دوسرے لوگوں کو موقع مل جاتا ہے۔ وہ الزام لگاتے ہیں کہ دیکھو وہ پہلے ہی مرا ہوا اس پر اور بوجھ ڈال دیا۔ ایسا نہیں کرنا۔ اور یہ بھی یاد رکھیں کہ وفات پانے والے کے پیسے سے کھانا نہیں دیا جا سکتا۔ البتہ جو کام اس کے پیسے سے کرتے ہیں۔ جب وہ مرے تو اس کا کفن۔ دفن اس کے پیسے سے ہو۔ اگر کوئی اپنی طرف سے کرے۔ بیٹا ہے بھائی ہے۔ میں کر دوں گا اس کے لیے سعادت ہے۔ سب سے پہلے اس کے پیسے سے جو اس کا قرض ہے وہ ادا کرنا ہے۔ یا وصیت ہے۔ اگر یہ وصیت ہے کہ مسجد کو دے دینا مدرسے کو دے دینا۔ تو ایک تہائی دے سکتے ہیں۔ باقی سارا نہیں دے سکتے۔ اگر بات لکھ گیا ہے کہ میرا سارا مال جائیداد مسجد کو دے دینا۔ تو بیٹے آگے سے نہیں کر پائے اگر لکھ گیا ہے۔ نہیں بلکہ اس کا ایک تہائی دیا جائے گا۔ باقی وارثوں کا حق ہے۔ اگر بیٹے کہیں کہ ہم دیتے ہیں ہمیں ضرورت نہیں وہ اور بات ہے۔ ورنہ اس طرح تقسیم نہیں ہوتا۔ یہ مسئلے ہیں یاد کرنے چاہیے۔

ایک مسئلہ اور یاد کر دیں۔ وفات پائے ہوئے شخص اگر گزر جائے تو اس کو اپنا حساب لکھا کر رکھیں۔ کس کو دینے ہیں۔ کس سے لینے ہیں۔ سگے بھائی کو دیں لکھ لیں۔ کیونکہ اصل لڑائی اسی سے ہوتی ہے۔ اور قرآن نے نماز کے لیے روزے کے لیے۔ زکوٰۃ حج دو دو الفاظ میں کہا۔ لین دینے کے لیے پورا رکوع اترا ہے۔ کیونکہ اصل جھگڑے اسی سے ہیں۔ یا کسی سے لو یا کسی کو دو لکھو۔ نہ وہ مکر سکے نہ آپ مکر سکیں۔ اور جھگڑا بھی نہ ہو۔ آپ جس مسلمان سے لو دیتے وقت کہتے ہیں نہ جی آپس کی بات ہے گواہ کوئی نہیں ہے۔ دوستی میں جھگڑا نہیں ہوا لیکن بعد میں معلوم ہوا ایک دوسرے کی شکل کے روادار نہیں ہیں۔ باپ بیٹے کا معاملہ ہے۔ چچا بھتیجے کا عمل دیکھو۔

دوسری بات یہ ہے کہ شوہر ہو یا ماں باپ ہوں۔ یہ بھی توجہ دو کہ گھر میں کون سی چیز کس کی ہے۔ یہ کسی کو بتا دیں۔ شوہر نے زیور لا کے بیوی کو دے دیا۔ دیور نے زیور لا کے دیا پہننے کے لیے دیا ہے یا مالک بنا دیا ہے۔ طلاق ہو گئی یا مر گئے کے بعد پیسے کہ دیا تھا پہننے کے لیے یا مالک بنا دیا تھا۔ اگر مالک نہیں بنائیں گے تو مسئلہ ہو گا۔ طلاق کا بھی یہی بات

زکوٰۃ آپ اسی مال کی دیں گے جس کے آپ مالک ہیں۔ جس کے آپ مالک نہیں اس کی کیسے دیں گے
تو میاں بیوی کا اس میں یہ پتہ ہو کہ چارپائی یہ چیز ہر کا شرعی وغیرہ ــــ شرعی لسٹ کے مطابق
تقسیم ہوگا۔ یہ پتہ ہو کہ کون سی چیز بیگ میں دی کون سی چیز نہ دی ــــ اور آپ اثاثے یا نہیں
ہیں۔ مرنے والے کی ہر چیز بعد میں والوں کیلئے ترکہ ہے ــــ آپ اس طرح کھا نہیں سکتے۔ اس
کے پیسے ــــ کھانا وغیرہ نہیں کھلا سکتے۔

مرحد مسئلہ۔ ہمیں حدیثوں سے معلوم ہو گیا ہے کہ کھانا کھلانا یا نیکی کر دیں۔ کوئی عبادت
کریں تو نا جائز ــــ صحابہ حضور کے پاس آئے۔ کسی نے کہا میری ماں مر گئی ہے۔ کیا میں اس کی طرف
سے حج کر سکتا ہوں۔ حضور نے کہا کہ ہاں اپنی طرف ــــ اُن کی طرف سے کر۔ اپنی طرف سے
نماز پڑھ اس کی طرف سے بھی ــــ حضرت علیؓ ہر سال قربانی کرتے تھے۔ ایک اپنی طرف
سے اور ایک نبی پاک کی طرف سے کرتے تھے۔ سعادت ہے ثواب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے سارے امت کی طرف سے کی ــــ یہ حضور کی خصوصیت تھی ــــ کیونکہ ایک قربانی ایک
ایک کی طرف سے ہو سکتی ہے۔ یہ میرے نبی پاک کی خصوصیت تھی اسی طرح اللہ قرآن سب
پر بانٹ دیا ــــ یہ اور کسی کی شان نہیں ہے۔

مرحد مسئلہ ــــ اگر کوئی ماں باپ کی طرف سے حج کرتا۔ صدقہ خیرات کرتا۔ نوافل پڑھے
نیکی کرے۔ تو حدیث میں ثبوت موجود ہے ــــ پتہ چلا زندہ کے عمل سے مردہ کو فائدہ
ہوتا ہے ــــ

اور لڑائی اسی سے ہو گئی ہے۔ میرے نبی پاک صلى نے فرمایا۔ یہ امت امتِ مرحومہ ہے۔
میری امت وہ ہے جس پر رحمت کی گئی ــــ میری امت کے لوگ قبروں میں جائیں گے۔ ان کے
گناہ ان کے ساتھ ہوں گے۔ جب یہ قبروں سے نکلیں گے کہ ذنوب علیہا۔ ان پر کوئی گناہ نہیں
ہوگا ــــ صحابہ کرام نے حضور کی حضور اُن کے گناہ کدھر چلے جائیں گے فرمایا جب مومن استغفار کرتے ہیں۔
ان کی وجہ سے ان کے سارے گناہ پیٹ جائیں گے۔ میں بھی اور آپ بھی جب بھی نماز پڑھیں دعا کرتا ہے
ہیں۔ ربنا اغفرلی ــــ اور ابوی والوں کو بخش دے۔ آپ کی دعا سے اُن کو فائدہ ہو رہا ہے۔
حضور نے فرمایا جب یہ قبروں سے نکلیں گے۔ ان پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ اب ایک مسئلہ اور۔

آپ کہیں گے۔ جب گنہگاروں کے گناہ بخشے گئے تو جو نیک تھا اس کا کیا ہوا۔ ہم نے غوث پاک کے لئے دعا کی وہ تو نیک تھے۔ خواجہ غریب نواز تو نیک ہیں ان کو کیا فائدہ ہوا۔ تو ان کا فائدہ بھی سن لیں۔ گنہگاروں کے لئے بخشش کی دعا کریں تو اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ نیک کار کے لئے دعا کی جائے۔ اس کے درجے بلند ہوتے ہیں۔ نماز ہم بھی کرتے ہیں نبی پاک نے بھی کیا۔ زکوٰۃ ہم بھی کرتے ہیں۔ نبی پاک نے صدقہ دیا ۔۔۔ حج ۔۔۔ نبی پاک نے بھی ۔۔۔ تو کیا برابری ہو گئی۔ نہیں میری تمہاری نماز گناہوں کا کفارہ بنتی ہے۔ ہمارے گناہوں کو بخشوانے کا سبب نبی پاک کی شان بڑھاتی ہے ۔۔۔ آپ کو سمجھانے کے لئے بات کروں۔ گناہ دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک میل والا ہوتا ہے ایک خالص ہوتا ہے۔ دونوں کو تپایا جاتا ہے۔ مقصد الگ الگ ہے۔ ایک تو نرم کر کے زیور بنانا ہے یہ شان بڑھانی ہے۔ دوسرے کو گرم کر کے میل نکالنی ہے۔ دونوں ہی سونے ہیں۔ مگر دونوں کو تپانے کا مقصد ایک نہیں ہے۔ محنت دونوں پر ہو رہی ہے۔ مگر مقصد ایک نہیں ہے۔ میں تم ہو گئے میل والا سونا۔ وہ ہو گئے خالص سونا۔ وہ محنت کرتے ہیں تو محبوب کے گلے کا ہار بنتے ہیں۔ زیورات کی شان بڑھتی ہے۔ ہم محنت کریں تو ہماری میل نکل دور ہوتی ہے۔ نہیں نہیں ایک بات اور بھی سمجھا دوں۔ نماز ہم بھی پڑھتے ہیں۔ نماز نبی پاک بھی پڑھتے رہے۔ ہم بھی نیکی۔ نبی پاک بھی۔ مگر دونوں کا مقام ایک جیسا نہیں ہے۔ فرق ہے۔ جہاز سمندر میں جاتا ہے۔ اس میں مسافر بھی جاتے ہیں۔ کپتان بھی بیٹھا ہے۔ مگر دونوں کی ایک حیثیت نہیں ہے۔ مسافر ٹکٹ لے کے بیٹھے ہیں۔ وہ لے کے بیٹھے ہیں۔ پہ جانے کے لئے وہ پہچان لیجئے۔ ہم جو اس امت کے جہاز میں سبھی سوار ہیں آقا کپتان ہیں۔ ہم سب راہ تک جانے کیلئے ہیں۔ آقا ہمیں پہنچانے کے لئے ہیں۔ برابری نہیں ہو سکتی۔ جو لوگ برابری کرتے ہیں۔ وہ جانتے نہیں ہیں۔

بات دوسری طرف دور نکل گئی۔ بتا رہا ہوں۔ حضور نے دعا میری امت کے لوگ جو دعا کرتے ہیں۔ استغفار کرتے ہیں اس سے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ گنہگاروں کے گناہ بخشے گئے۔ نیکوکاروں کا درجہ بلند ہو گیا۔

حدیث میں آیا ہے۔ ایک شخص تھا۔ جنت میں اللہ نے اس کو بخشش دیا۔ بڑی لغزش کی۔

Memo No ______
M T W T F S S
Date / /

اچانک اس کا درجہ بلند ہو گیا ۔ یہ بتاؤ کہ جنت میں کتنے درجے ہیں ۔ ہمیں معلوم ماشاء اللہ
اللہ ۔ جانا ہے جنت میں ۔ آپ تو یوں ہیں ۔ جب ماسٹر نے بچوں سے پوچھا کہ
کہ بتاؤ جنت میں کون کون جائے گا ۔ سب نے ہاتھ کھڑا کر دیا ۔ ایک نے نہ کیا ۔ ماسٹر نے
پوچھا کہ کیوں بھئی تمہارا ارادہ نہیں ہے ۔ اس نے کہا جی ابھی نے کہا تھا ۔ ہم نے گھر میں رہنا ہے
سے ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی ۔ اللہ نے نبی کے غلاموں کے لیے جنت بنائی
ہے ۔ میرے دوستو ! جنہوں نے جنت میں جانا اُن کو تیاری بھی کرنا چاہیے

اس شخص کا جنت میں درجہ بلند ہو گیا ۔ جنت کے سو درجے ہیں ۔ درجوں کا یہ مطلب
نہیں کہ سیڑھیاں ہیں ۔ نعمتوں میں اضافہ ہو جائے گا ۔ ادنیٰ درجے کا جو جنتی ہے اس کو ستر
(70) حوریں ملیں گی ۔ درجے بڑھتے جائیں گے ۔ نعمتوں میں اضافہ ہوتا جائے گا ۔ حضور نے فرمایا
جنت الفردوس مانگا کرو ۔ وہ اعلیٰ ہے اس کی نعمتیں بھی اعلیٰ ہیں ۔ کتنی نعمتیں ہوں گی ۔
جنت میں جو درخت ہوگا ۔ اس کی شاخ کے نیچے اگر گھوڑا دوڑاتے رہیں ۔ سو برس
دیکھ ما شاخ کا سایہ ختم نہ ہوگا ۔ سمجھیں ہیں نا ۔ اس جنت کی آپ تیاری کریں
اس شخص کا درجہ بلند ہو گیا ۔ یا ربی انی لی ھذا ۔ یہ کیا ہو گیا ۔ میں تو پہلے خوش تھا ۔ مجھے جنت
دی تھی جنت دی تھی ۔ یہ اچانک درجہ کیسے بلند ہو گیا ۔ نعمتوں میں اضافہ ہو گیا ہے
کیا معاملہ ہے ۔ جواب ملا ۔ باستغفار ولدک لک ۔ جو بیٹا چھوڑ آیا ہے وہ تیرے
لیے بخشش کی دعائیں کرتا ہے ۔ اس کی وجہ سے تیرا درجہ بلند ہو گیا ہے
پتہ چلا نیک کے لیے دعا کی جائے ۔ تو اس کا درجہ بلند ہوتا ہے ۔ یہ بتاؤ کہ جس کا درجہ
بلند ہو اس کو خوشی ہوتی ہے یا نہیں ۔ نوکری کر رہا ہو اچانک نائب کلرک بن جائے ۔
سب انسپکٹر سے فل انسپکٹر بن جائے لیفٹیننٹ کرنل سے فل کرنل بن جائے ۔
کیا خوشی ہوتی ہے یا نہیں ۔ بی اے سے ایم اے ہو جائے ۔ ایم اے سے پی ایچ ڈی ہو جاتا
پھرا ہو دماغ ۔ یہ بس خوشی ہوتی ہے یا نہیں ۔ جن کو دین نہیں آتا ۔ میں اس کا ترجمہ
یہ کرتا ہوں پھرا ہوا دماغ ۔

میرے دوستو ! پہلے ادراک ساکو پتہ چلا ۔ جس کی ترقی ہو جائے اس کا درجہ بلند ہوتا ہے

اس کو خوشی ملتی ہے - ہم غوث پاک کیلئے خواجہ غریب نواز کیلئے - نیاز کر دیں - ان کی روح
کو ثواب پہنچے - وہ تو نیک ہیں - جب ان کو یہ چیز پہنچے گی - ان کو خوشی ہوگی - تو
ان کا درجہ بلند ہوا ---- آپ اس کو شاید معمولی بات سمجھتے ہوں گے - میرا ایمان تو یہ ہے -
کہ کوئی اللہ والا خوش ہوا تو اللہ خوش ہو گیا - اللہ والوں کو خوش کرنا یہ اللہ کی رضا ہے - اس
کے دوست کی رضا یہ معمولی چیز نہیں ہے - جو اللہ کے دوست ہیں - ان کی رضا اللہ کی
رضا ہے - تو ہم نے غوث پاک کو دیکھا نہیں - مگر ہزار سال کے بعد - وہ کام کیا جس سے
ان کی روح خوش ہوئی - تو ان کا درجہ بلند ہوا - تو آپ کیا سمجھتے ہیں کیا اس کا بدلہ نہیں ملے
گا - قیامت کے دن - جب ماں بیٹے کو چھوڑ جائے گی - غوث پاک فرمائیں گے اے میرے غلام - اے
میرے محب - تو نے ہزار سال کے بعد وہ کام کیا - جس سے مجھے خوشی ہوئی - آ آج میں تجھے خوش
کرتا ہوں - وہ اللہ کی بارگاہ میں عرض کریں گے تو بیڑا پار ہوگا - ہمیں یہ جان لینا چاہئے - مردوں
کے لئے دعا کرنے سے ان کا درجہ بلند ہوتا ہے - شرح الصدور فی احوال الموتیٰ والقبور -
امام جلال الدین سیوطی - یہ امام کون ہیں - انور صاحب کشمیری - جو علماء دیوبند کا صدر
مدرس سمجھا گیا کہلاتا ہے - اس نے اپنی کتاب فیض الباری میں لکھا - کہ ان کو ۲۲
مرتبہ جاگتے ہوئے نبی کی زیارت ہوئی ہے - یہ امام جلال الدین سیوطی - اہل علم یہ بات کہتا ہے کہ
ان کو جو بھی مسئلہ ہوتا براہ راست نبی پاک سے پوچھا کرتے تھے - وہ امام سیوطی ہیں -
ان کی کتاب ہے - اس میں اپنے واقعات لکھے ہیں - اگر آپ کو سنانا شروع کروں آپ کی
روح جھوم اٹھے - اور رات ختم ہو جائے واقعات ختم نہ ہوں گے - میں اس میں لکھا
ہے - توجہ ---- ایک باپ گذر گیا بیٹا - اس کی قبر پر جاتا تھا - یہ حدیث میں ہے جمعے کے
دن - بیٹا اگر ماں باپ یا دونوں میں سے ایک وفات پا گیا - ان کی قبر کی زیارت
کرے - وہاں جا کے سورہ یاسین پڑھے تو وہ بیٹا ابرار میں سے لکھا جاتا ہے - مشکوٰۃ میں لکھا
جاتا ہے - اس کی بخشش ہو جاتی ہے - صرف ماں باپ کی قبر کی - جب زیارت کرنے سے
جیسا ماں باپ کی قبر کی اتنی زیارت ہے تو غوث پاک کی قبر کی زیارت میں کتنا درجہ ہوگا - اور
نبی پاک کی قبر کی زیارت کا کتنا درجہ ہوگا - اور آپ کہتے ہیں نہیں مدینے جاؤ - نبی کی نیت نہ کرو -

Memo No
Date / /

M T W T F S S

مزار کی زیارت کی نیت نہ کرو۔ مسجد کی نیت کرو۔ میں نے ان سے پوچھا یہ سوال۔ مسجد میں تو دنیا
میں با جماعت رہیں۔ مگر اس مسجد کو عزت نبی کی وجہ سے ہے۔ مسجد نبوی سے اور مسجد یا
عمارت کے لحاظ سے خوبصورت بہت ہو گی۔ اس کی عزت نبی کی وجہ سے ہے۔ جس کی وجہ
سے اس کو عزت ملی ہے۔ اس کی نیت نہ کرو۔ علامہ عبد شیرہ ہو اعلیٰ حضرت جیسا۔ بیت گھر سے
نکلے تو لوگوں نے پوچھا کدھر جا رہے ہو۔ جا رہے تھے حج کو۔ تو اعلیٰ حضرت کی معیت جواب دیا
ہے۔ سے

سے کعبے کا نام تک نہ لیا۔ مدینہ جا رہا ہوں۔ پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نیت کدھر کی ہے۔
صورت کیا ان خلیل دنیا کعبہ و منیٰ ا لولاک والے سب اس کا گھر کا ہے۔

اگر حضور نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ اللہ خود فرماتا۔ محبوب اگر تجھے پیدا نہ کرتا۔ میں اپنا رب ہونا بھی
ظاہر نہ کرتا۔

یہ شاید انکار نبیوں کرتا ہیں یہ دلیل سنیں۔ سنا و دکھا ؟ کیوں منع کرتا ہیں کہ نبی کی نیت سے
سفر نہ کرو۔ اس لیے کہ ضرور روایات ہیں۔ من زار قبری وجبت لہ شفاعتی۔ جس نے میری قبر کی
زیارت کی۔ اس پر میری شفاعت واجب ہو گی۔ تو ان کو پتہ ہے جو جائے گا بخشا جائے
گا۔ یہ ہا ہیں ہم جا پہنچے کہ بخشے جاؤ۔ روکنے والو روکتے رہو۔ ہم جائیں گے اور تم منع کرتے ہو۔
تو ہشیار کا میری جان ہم جانا نہ کرو۔

ایک نقطہ اور بتاؤں اللہ نے میرے نبی کی قبر مکے میں نہ بنائی۔ مدینے میں بنائی۔ تا کہ کوئی بھی
کو کعبے کا طفیلی نہ بنائے۔ بلکہ خالص نبی کی نیت سے جائے۔ سب ان کے طفیلی ہیں
یہ کسی کے طفیلی نہیں ہیں۔ کسی نے اعلیٰ حضرت سے پوچھا کہ سائنسدان کہتے ہیں۔
کہ زمین سورج کے گرد گھومتی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا مسئلہ کیا ہے۔ زمین ساکن ہے۔ گھوم رہا سورج
گھوم رہا ہے۔ سائنس والے بچے پہلے ان سو جاتے ہیں گے۔ جنرل سائنس میں پڑھایا جاتا ہے
زمین گھوم رہی ہے۔ زمین نہیں گھومتی قرآن سے ثابت ہے۔ زمین نہیں گھومتی۔ اگر زمین گھومے
تو آپ کو نیند نہ آئے۔ اعلیٰ حضرت نے کتاب لکھی ہے ایک سو پانچ دلیلیں قائم کیں۔
سائنسدان حیران ہیں۔ عقلی نقلی دلیلیں دے کر ثابت کیا ہے زمین نہیں گھومتی (۱۴-۱۰)

ف

حسینیت والسائیں پوچھا حضرت جی - یہ تو عقل والوں کے لئے دلیلیں ہو گئیں۔ عشق والوں کے لئے
بھی کوئی دلیل - یہ تو علم والوں عقل والوں کے لئے - اعلیٰ حضرت نے وہ دلیل دی آپ کا
ایمان روشن ہو جائے گا - فرمایا زمین اس لئے نہیں گھوم رہی کہ یہ پیارے مصطفیٰ اس میں سو رہے
ہیں - یہ ادب کی وجہ سے ٹھہری ہوئی ہے - یہ کشتی ہے جس نے گھومنا ہے میرے گرد گھومیں
میں جیسے گھومیوں مسجد پر آتا ہے تشریف فرما ہیں - یہ ایمان والوں کی باتیں ہیں دوسروں کو سمجھ
نہیں آتیں - اب اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں - جب ہم نبی کی نسبت کر کے گئے - ان کی
بارگاہ میں ملا تو کیا -

عمران کے طفیل بھی خدا نے کرا دیئے - ورنہ اصل مراد اس سے مدینہ پاک سے دوری ہے -
جب مدینے آئے تو حج بھی ہو گیا - آگے تو حضور کی نسبت سے ہیں -

بات یہاں تھی - کہ جو بیٹا باپ کی قبر کو جاتا ہے زیارت کرنے - وہ بخشا
جاتا ہے - جو نبی پاک ﷺ کی زیارت کرے اس کی کتنی شان ہو گی - شرح الصدور میں
امام سیوطی لکھتے ہیں - ایک بیٹا باپ کی قبر کی زیارت کیلئے آتا تھا - فاتحہ پڑھنے - باپ
نے سکھائی ہے تو پڑھے گا نا - اگر نہیں سکھائی تو - اولمپک میں ہونے والا میچ
سب دیکھ رہے ہیں ابھی پوچھو گا کہ کب کس نے چھکا مارا - تو سب کو پتہ
ہو گا - دین کی باتیں پوچھو تو جواب نہیں آتا - سکھاتے نہیں ہیں بچوں کو - ان کو
بھی ایم اے کالج یونیورسٹی کی تعلیم دلوا دیتے ہیں نماز نہیں سکھاتے - پھر نہیں پتہ کرنا ہے
مر گیا ہے تو کرنا کیا ہے - مولوی صاحب کے پاس یہ ساری عمر مولویوں کو گالیاں دیتے رہے - پھر
مولوی صاحب باپ مر گیا ہے - غسل دینا ہے - کفن کو پتا نہیں لگتا ہے نہیں پتہ کتنا
کاٹنا ہے - لوگ گئے غسل بھی ہو گیا جنازہ بھی ہو گیا - اس کو نہیں پتہ تکبیروں کے درمیان
کیا پڑھنا ہے - یہ تو حال ہے سکھانا چاہیئے - میرے دوستو ایک بزرگ
بیٹا آتا تھا باپ کی قبر پر - وہ کسی دوسرے شہر ہو گیا - آنا چھوڑ دیا - باپ خواب
میں ملا کر بیٹا دس سال آیا - بیٹا تو میری قبر پر کیوں نہیں آتا - کہنے لگا ابا جی مصروف ہو گیا
تھا - کہنے لگا بیٹا تو آتا تھا - میں پڑوسیوں کو بتاتا تھا - جتنی دیر تو بیٹھا تھا میرے پاس بڑی خوشی

ہوتی تھی۔ تم نے آنا چھوڑ دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قبر والوں کو پتہ چلتا ہے۔ یہ عام مردوں
کی شان ہے۔ اولیاء کی شان پھر انبیاء کی شان۔ سوچنے کی بات ہے نا۔ میری کتاب پڑھیں۔
قبر کے آداب و احکام۔ اس میں ساری باتیں لکھی ہیں۔ ان کی دوسروں کی کتابوں سے لکھی
ہیں۔ —— حدیث میں ہے۔ کوئی مردے کے پاس جاتا ہے تو مردہ اس کو پہچانتا ہے،
جب تک اس کے پاس بیٹھتا ہے۔ اس کو خوشی ہوتی ہے۔ یہ مردے کی بات کر رہا ہوں۔ اگر
آپ جاننا چاہتے ہیں تو صبح ان میں سے کسی کو پکڑ لیں۔ گڑھا کھود کے دفن کر دینا۔
کہنا تسلی دینا کہ نکال لیں گے۔ مٹی ڈالنے کے بعد لوگوں کو کہنا کہ آؤ سلام کریں۔ بعد میں نکال
کے اس کو کہنا کہ بول کون آیا تھا۔ کیا کہا۔ سن سکتا ہے۔ پہچانتا ہے کہ نہیں۔ یہ عام مردے
کی شان ہے۔ میں یہاں یا رسول اللہ ﷺ پکاروں بنی مدینے میں سنتا ہے۔
یہ تو عام مردے کی بات ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب مردے کو دفن کر کے لوگ لوٹتے
ہیں۔ آپ کے جوتوں کے چلنے کی آواز سنتا ہے۔ بخاری میں حدیث ہے۔ یہ تو عام مردوں
کی بات ہے۔ (۲۲-۱۵) یہ تو عام مردوں کی بات تھی۔ جو سنتا نہ ہو اس کو سلام نہیں
کر سکتے۔ اور آپ جب جاتے ہیں اندر سے ہو السلام علیکم یا اھل القبور۔ اگر وہ سنتے نہیں ہیں
تو سلام کرنا جائز نہیں ہے۔ جواب نہ دیں تو جائز نہیں۔ سلام سنتے بھی ہیں جواب بھی دیتے ہیں۔
اور بلکہ کے پکارتے ہیں یا نہیں۔ جو کہتے ہیں مردوں کو پکارنا کہو۔ خود بھی کہتے ہیں یا نہیں۔
مارے ہوئے ہوں گے ان کے ہمارے تو زندہ ہوتے ہیں۔ —— حضور فرماتے ہیں قبر میں مردے
کی حالت ایسی جیسے روح کو انتظار رہتا ہے۔ اس کو تحفہ بھیجتا ہے۔ جب آپ کچھ
کلام پڑھتے ہیں مثلاً آپ نے ایک مرتبہ اللہ —— آخر میں ھا کی آواز آنی چاہیے۔ ایک مرتبہ
کہنے سے چالیس نیکیاں ملتی ہیں۔ سبحان اللہ کہنے سے ۹۰ نیکیاں ملتی ہیں۔
خدا کہنا جائز مگر نیکی نہیں ملتی جو اللہ کہنے سے ملتی ہے۔ آپ تسبیح پوری کا پڑھیں
اس لفظ کے پیچھے جتنے فرشتے ہیں سب آ رہے ہیں۔ آپ نے اور پڑھا، جتنے فرشتے
آئے لے کے جا رہے ہیں۔ آپ کے اور خدا کے درمیان نور کی قطار بن جاتی ہے۔ اسی لیے
پڑھنے والے کو لطف آتا ہے۔ اس کے ارد گرد فرشتوں کا ہجوم ہو جاتا ہے۔ ہم کہتے ہیں سجادہ

M T W T F S S — Memo No ____ Date / /

گرد۔ دنیا کا ہجوم۔ کسی نے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے۔
نیکی کی محفل میں جائیں تو نیند آتی ہے۔ گانے کی محفل میں جائیں تو نیند نہیں آتی۔
قوالی ہو رہی گانا بجانا ہو رہا نیند نہیں آتی۔ کوئی مولانا صاحب بیان کر رہے ہیں۔ قرآن
خوانی۔ نعت خوانی ہے۔ نیند آتی ہے۔ گانے کی محفل میں نہیں آتی۔ شاہ صاحب نے
جواب دیا کمال کر دیا۔ فرمایا کانٹوں میں نیند آتی ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ کہاں
نیند آتی اس نے کہا پھولوں پر آ گئی۔ فرمایا جو دین کی محفلیں ہیں وہ پھولوں کی محفلیں
ہیں۔ گانے کی محفل کانٹوں کی محفل ہے۔ نیند پھولوں پر آتی ہے کانٹوں پر نہیں آتی۔
ہمیں کثرت سے ذکر کرنا چاہیے۔ آپ نے پڑھا وہ فرشتے لے جا رہے ہیں۔ جس
طرح ان کے پاس نورانی طبق ہوتے ہیں۔ تھال۔ طشت آج کل کی زبان میں ٹرے
— یہ صبح سے لسٹ آتی ہے تو بڑوں میں مسٹر میں۔ یہ ڈاکٹر لیکر۔
یہ منسٹر ہیں۔ وغیرہ — رشتے کیا ہیں کوائر۔ کھاتے کہاں ہیں کما کر۔ پہنتے
کیا ہیں سویٹر — طبق میں فرشتے لے جاتا ہے تحفے کے طور پر لے جا کر پیش کرتا ہے۔
کہ فلانے نے تجھے بھیجا ہے — وہ مردہ پڑوسیوں کو دکھاتا ہے۔ (19—33)
اپنے ارد گرد کے جو قبروں والے ہوتے ہیں ان کو دکھاتا ہے۔ دیکھو کہ فلاں نے مجھے تحفہ بھیجا
ہے۔ رقص کرتے ہیں۔ اور جو تہی دست ہوتے ہیں وہ دیکھ کے ڈرتے ہیں کہ ہمارا کوئی نہیں ہے۔
اور کتنا ثواب ہوتا ہے۔ شیخ حماد مکیؒ مقبرستان سے گزرتے تھے گرم
بڑی گرمی اور وہیں سائے میں سو گئے۔ خواب دیکھا کہ قبروں والے باہر نکلے ہوئے ہیں۔ انہوں نے
پوچھا کہ کیا قیامت قائم ہو گئی۔ تم لوگ قبروں سے باہر آ گئے۔ کیا معاملہ ہے۔ انہوں
نے کہا قیامت قائم نہیں ہوئی — ہم آپس میں کچھ بانٹ رہے ہیں کیا بانٹ رہے
ہو۔ انہوں نے کہا۔ ایک برس پہلے ایک شخص آیا تھا۔ اس قبرستان میں اس نے
سورۃ اخلاص پڑھ کر ہم سب کو ایصال ثواب کیا تھا۔ اس وقت سے ایک سال
ہو گیا۔ ہم اس کا ثواب بانٹ رہے ہیں۔ ابھی ختم نہیں ہوا۔ اللہ کے خزانے میں
کوئی کمی نہیں ہے۔ وہ لوگ کتنے خوش ہوں گے جو اولاد ماں باپ کی خدمت نہیں کر سکا۔

Memo No

M T W T F S S Date / /

وہ شاگرد جو استاد کی خدمت نہ کر سکا۔ وہ مرید جو پیر صاحب کی خدمت نہ کر سکا۔ ان
کی وفات کے بعد ان کی طرف سے نفل پڑھے۔ نیکی کرے۔ ایصال ثواب کرے۔ ان
کی روح کو خوش کرے۔ بیڑا پار ہو جائے گا۔ ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک نہیں
کیا ماں باپ گزر گئے۔ اب تو ان کے لئے نیکی کرو۔ تاکہ ان کی روح خوش ہو جائے۔ انتظار
میں وقت نہ گزارو۔ جو وقت ہے اس کو ضائع نہ کرو۔ مدت دوستو۔
معلوم ہوا۔ ایمان والے اپنے وفات پانے والوں سے جو ایصال ثواب کرتے ہیں
یہ ہرگز غلط نہیں ہے۔ اصل چیز ہے ایصال ثواب۔ ثواب کا کس کو پہنچانا۔ جس
وقت کیا اس پر وہ وقت بول دیا جانا۔ جس کے لئے کرنا اس کا نام بول دیا جانا۔
یہ غلط نہیں ہے۔ میں حدیث سنا چکا۔ ہم نے تیسرے دن فاتحہ کی۔ ساتویں
میں بھی۔ کھانا کھلایا۔ لوگوں کو کپڑے دیئے۔ مدرسے میں لڑکے رکھ دیئے۔
مسجد بنا دی۔ قرآن یا دین کی کوئی کتاب پھیلا دی۔ ہم تو یہ بھی سوچنا چاہئے کہ
صرف دیگیں پکانا ایصال ثواب نہیں ہے۔ اگر دس دیگیں پکاتے ہو چار دیگوں
سے تبلیغ کرو۔ اگر سارے پیسے کھانے پر لگا دو گے تو دین کیسے پھیلانا ہے۔
یہ بھی طریقہ درست ہے۔ آدھے پیسے دیگوں پہ لگا دو۔ آدھے پیسے دین کی
کتاب پھیلاؤ۔ تاکہ دور دراز تک دین پہنچے۔ جب تک وہ کتاب پڑھی جاتی
ہے۔ جتنا پڑھنے والوں کو ثواب اتنا تقسیم کرنے والوں کو ثواب۔ اور جس کی
روح کو ثواب بھیجو گے۔ اس کو بھی ثواب۔ اور آپ کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہو گی
تیسرے دن کیا تو اس کو شرک قرار دیا ہے تو یہ دین کو نکال کر دیا۔ اگر کسی کے
دماغ میں یہ بات نہیں آتی تو اس سے پوچھو کہ کھانا آپ دن
میں تین وقت کھاتے ہیں۔ مگر جس وقت کھائیں اس پر بولتے ہیں یا نہیں
جو نام بولا جا رہا ہوا یا نہ ہوا۔ جب ہم نے تیسرے دن فاتحہ کر کے اس کو سوئم کہہ دیا
تو کدھر سے غلط ہو گیا۔ (۳۰-۲۴) اصل چیز ایصال ثواب جب بھی
کرو۔ تین دن تک ایک خاص تعلق اس کے بعد روح کا خاص تعلق ہوتا ہے گھر والوں سے

M T W T F S S — Memo No ____ Date / /

ہمیں کوئی خاص تعلق نہیں رہتا ۔۔۔ تعلق ٹوٹتے سے پہلے ہم اس کو پیار سے تحفہ دیتے ہیں کہ کتابوں
میں موجود ہے ۔ جیسے اللہ جمعرات کو اکثر روحیں جمعرات کو روحیں دروازوں پر آتی ہیں
جس طرح سے آتی آتے ہیں کہ اپنے گھر والوں کو دیکھ رہے ہیں ۔ اور آپ کے ہوتے ہیں تو کیا وہ کا پیار ۔ وہ آپس
پیار اور ہم کچھ پڑھ کر بخشیں ۔ پھر ہمیں فرصت نہیں ہے ۔ وہ آتے ہیں اللہ
نے ان کو اجازت دی ہے ۔۔۔ یہاں شدید ہے یہاں آزاد ہے ۔ سجن المومن وجنۃ الکافر ۔
مومن کے لئے قید خانہ ہے ۔۔۔ وہاں کافر کے لئے قید ہے مومن کے لئے عیش ہے ۔ مومنوں کی
روحیں جہاں جانا چاہتی ہیں وہاں جاتی ہیں ۔ ہم یاد کریں ۔ جو ہم ایصال ثواب کرتا
ہیں وہ دوسروں کو پہنچتی ہیں ۔۔۔

کسی وقت میں بمبئی ہندوستان میں بڑا شہر تھا ۔ اس وقت کے لوگ کہتے تھے ۔ اپنے
بچوں کے لئے کہ بمبئی بھیجو ۔ جس طرح آپ لوگ دبئی کا نام لیتے ہیں ۔ اسی طرح ایک ماں کا ملک
دو لڑکے گئے ۔۔۔ وہاں پہنچ کے ایک تو کام ہو گیا ۔ دوسرا جیب کترا اس بن گیا ۔ وہ
جیب کاٹ کے اندر چلا گیا ۔۔۔ دوسرا جو تھا وہ کما کے بھیج رہا تھا ۔ لوگ پوچھتے ہیں
کہ تمہارا بچے گئے ہیں بتاؤ ۔ تمہیں فائدہ ہوگا یا نہیں ۔۔۔ اور دوسرا کہتے تھے کوئی فائدہ نہیں ۔
جس کا کما رہا تھا وہ مانتے ہیں اور دوسرا مانتے نہیں تھے ۔ یہ بات سمجھانے کے لئے ۔ جن کو
فائدہ ہو رہا ہے وہ مانتے ہیں ۔۔۔ ہمارے مانتے ہیں کہ ہوتا ہمیں فائدہ ہوتا ہے ۔ جو نہیں مانتے
ان کو فائدہ نہیں ہوتا کہتے ہیں چلو اندر ۔۔۔ وہ دونوں میں فرق ہیں ۔ اللہ جنت میں
ہیں فائدہ ہو رہا ہے ۔۔۔ پڑھنے والے کو بھی پورا ثواب ۔ جن کو بھیج رہے ہیں ان کو بھی
فائدہ ہو رہا ہے ۔۔۔ دوسرا کو نہیں پہنچتا ۔ مرگیا مردود ۔۔۔ ہم بھیجتے ہیں بھیجتے آتے
ہیں ان سے واپس پہنچیں گے ۔۔۔ دن سہولت کے لئے مؤخر کرتا ہیں ۔ اور دن مؤخر کرنا
غلط نہیں ہے ۔۔۔ ہاں یہ کر دیا جائے اس دن ہوگا ۔ یہ ہم نہیں مانیں گا ۔۔۔ اگر کہو دو
کر دن مؤخر کرنا یہ غلط ہے تو یہ انہوں کی برسیاں منا رہے ہیں ۔۔۔ سیدنا صدیق اکبر کے دعا مانگنے کے
لئے ۲۲ جمادی الثانی کو پیدا ہوا تھا ہے ۔۔۔ انہوں نے مؤخر کیا یا نہیں ۔۔۔ شادی کے دن مؤخر کرتے ۔
الثانی ہوا دیا جائے کہ دن مؤخر کرنا جائز نہیں ہے ۔۔۔ تو پھر کیا ہوگا ۔۔۔ دن مؤخر اس

لئے نادیں کرتا ہوں ۔۔ لازمی ہے ۔۔۔ اپنی سہولت کے لئے ہے ۔۔۔ مجھے کرنے کا لیتے ہیں ۔ ہرگز منع ہو دین

۔۔۔ اور خاص دن خاص موقعوں کی بھی روایت موجود ہے ۔۔۔ شب قدر خاص ہے یا نہیں شب برات

خاص ہے ۔۔۔ یہ محرم خاص ہے یا نہیں ۔۔۔ تو خاص موقعوں کا جواب ہے ۔ صاحب عرس کے نام

جو دعا کر دیں ۔۔ وہ بہت کم قائم ہوتا ہے ۔

اور اگر گورنمنٹ بھی ان کے پیچھے چلتی ۔۔۔ ان کو کہو کہ وہ ۱۴ اگست نہ منائیں ۲۰

اگست منالیا کریں ۔۔۔ کبھی ۱۲ منالی ۔ کبھی ۱۰ منالی ۔۔۔ کیونکہ دن مؤخر کرنا یہ تو بدعت ہے ۔

۔۔۔ اور یہ بھی اپنے مدارس کے قائم مؤخر کر دیں ۔۔۔ یہ ساری چیزیں ہیں ۔ پتہ چلے مگر ان کی ۔ اصل

نیت یہ ہے کہ آپ کو دیکھو ۔۔ روکنا چاہتے ہیں ۔۔۔ ان کو صاف بتا دیجئے کہ ہم دیکھو ۔۔

رکنے والے نہیں ہیں ۔۔ ہم اپنے ایمان والوں کو بھیجتے ہیں ۔ جب تمہیں بھیجیں گے تو روک لینا ۔۔

اور آپ سن چکے کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ نہ ان کی نماز پڑھنی ہے نہ ان کی قبروں پر جا کے کھڑے ہونا ہے ۔

اور آپ کہو گے کہ جی وہ رشتے دار ہیں ۔۔۔ وغیرہ وغیرہ کیا کریں ۔۔۔ جب آپ کا رشتہ

دار ہے تو آپ جائیں تو اس کو کہیں کہ آپ کا بڑا نقصان ہو ۔ تمہیں بہت صدمہ پہنچا ہے ۔

اپنی وجہ سے ۔۔۔ نہیں کہنا کہ مجھے بڑا افسوس ہوا ہے ۔ تیرا بڑا نقصان ہے ۔ تیرا بڑا عزیز

ہو گیا ہے ۔ کیونکہ جو رب کا وفادار نہیں رسول کا وفادار نہیں ۔ ہمیں افسوس نہیں ہے ۔

یہ مقصد نہیں کہ ہم ان کی موت پر خوشیاں منائیں ۔۔۔ ہمارے بزرگوں کی تعلیم ہے کہ دشمن مرے

تو خوشی نہ کرتے ۔۔۔ سب نے مر جانا ہے ہم اس کے مرنے پہ ۔۔۔ لیکن ہم ان کی

وفات پر ہرگز ہرگز وہ نہیں کریں ۔ جو اپنوں پر ۔۔۔ کوئی افسوس کا اظہار کرے ۔ ہمارا

طریقہ نہیں ہے ۔۔۔ آپ جائیں افسوس کرنے آ جائیں ۔ نہ ان کی نماز ہے نہ ان کی قبر

پر کھڑا ہونا ہے ۔۔۔ قریبی رشتہ ہے تو جائیں گے ۔ ورنہ نہیں جائیں گے ۔

(5) ۔ استغفار پڑھتے رہیں اپنے لئے ۔ اور اپنے ایمان کی حفاظت کی دعا کرتے رہیں ۔ یہ طریقہ

ہے ۔ کیونکہ ~~ان~~ ان ظالم لوگوں کو سلام بھی نہیں کر سکتے ۔ یہ آپ کو سلام کریں تو آپ صرف

جواب میں وعلیکم السلام کہنا ہے ۔ کیونکہ آپ اس پر سلام بھیجیں گے جو صرف نبی پاک

کا خادم ہو گا ۔۔۔ جب یہ آپ کو سلام کریں ۔ اور آپ نے سلام میں پہل نہیں کرنی ۔

97

وہ سلام کریں تو جواب میں صرف وعلیکم السلام کی بجائے وعلیکم کہیں۔ یہ بھی
بھیجے ہوں اور کہہ دیں مسلمان ہیں۔ تو صرف آپ مسلمانوں کی نیت کر کے۔ لیکن
کسی بدمذہب کو السلام علیکم نہیں کہنا۔ یہ میرا کہنا نہیں ہے۔ پورا باب
حدیث میں موجود ہے۔ ریاض الصالحین میں۔

(1) سوال = راجہ نائی داڑھی مونڈتے ہیں تو کیا یہ کمائی حلال نہیں۔
داڑھی ہر مسلمان کو رکھنی چاہیے۔ اللہ کا حکم ہے نبی کی سنت ہے۔ اگر کوئی عورت
آپ کو اس لئے قبول نہیں کرتی۔ جو نبی کی وفادار نہیں۔ اولاد کدھر سے ہوگی۔
اگر کسی نے داڑھی کو جھاڑو کہہ دیا تو کافر ہو جائے گا۔ نکاح اسی وقت ٹوٹ
جائے گا۔ بلکہ ایمان سے جائے گا۔ اس نے سنت کی توہین کی ہے۔
داڑھی کو داڑھا کہہ دینا مذاق کے طور پر۔ یہ توہین ہے اس سے کفر ہو
جاتا ہے۔ داڑھی مونڈنا کترنا۔ بنانا وغیرہ۔ گناہ ہے حرام ہے۔ دونوں گناہ گار
ہیں۔

(2) حضرت ابوبکر صدیق نے اپنے والد محترم کو تھپڑ مارا کیا یہ درست ہے۔ یہ اصول
میں موجود ہے کوئی نہ مانے۔ خود تھانوی نے بھی یہ بات کہی ہے۔ واقعہ درست
ہے ابو قحافہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ کوئی لفظ ان کے منہ سے نکل گیا۔ اس لئے
ان کو تھپڑ مارا ہے۔ نبی پاک نے فرمایا اے ابوبکر تو نے اپنے باپ کو تھپڑ مارا ہے۔
ابوبکر آگے سے یہ نہیں کہتے کہ غلطی ہوگئی۔ وہ جواب دیتے ہیں کہ میرے پاس کوئی قسم
اٹھی تھی کہ میرے ہاتھ میں تلوار نہ تھی۔ ورنہ اس کی گردن اڑا دیتا۔ جو نبی کے خلاف بات
کرے وہ باپ ہو بیٹا ہو۔ برداشت نہیں کر سکتا۔ اسی طرح بیٹے کا بھی بیان
ہے۔ یہ جنگ بدر کا واقعہ ہے۔ عبدالرحمن اس وقت مسلمان نہیں تھے۔ یہ واقعہ درست
ہے۔ یہ ہے کہ اگر بیٹا یا باپ نبی کا دوست وفادار نہیں ہے تو کیا اسے محبت نہیں
ہو سکتی۔ (3) اپنے گھر والوں کو گھر کا کوڑا کہنا کہ یہ بستی شاہ کے ... وسلم ...
اور کتابوں کا ذکر

29-10-2017
8-2-1439
6-07-AM اتوار

ماہِ صیام ۳۶۲

Memo No
Date / /

M T W T F S S

۸۶ یا ایہا الذین امنوا کتب علیکم الصیام ——— اللہ تعالیٰ کا یہ ہم سب پر احسان ہے کہ اس کی توفیق
عطا فرمائی - اس کے روزے رکھنے - تراویح پڑھنے - اور احکامات پر عمل کرنے کی کوشش
——— آج ہم یاد منا رہے ہیں ——— ام السادات ——— نورِ نظرِ مصطفیٰ ۲ بانوئے مرتضیٰ -
ام الحسنین سیدہ فاطمہ زہرا رضہ ——— رمضان کی تین تاریخ ان کا یومِ وصال ہے - اللہ کریم
ان پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے - اور ان کے صدقے ہم سب پر فضل فرمائے - عیسوی کیلنڈر
کی بھی ابتدا ابھی ہوئی ہے - رمضان المبارک میں قرآن کا نزول ہوا ———
یا ایہا الذین امنوا کتب علیکم الصیام ——— اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے
گئے - کما کتب ——— جیسے اگلوں پر ہوئے تھے - تا کہ تم کو پرہیزگاری ملے.
اور تم تقویٰ والے ہو جاؤ - اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے ———
کہ یہ روزے صرف اہل ایمان پر ہی فرض نہیں ہوئے - بلکہ دوسری امتوں پر بھی فرض ہوئے
تھے - کوئی نئی چیز نہیں ہے ——— پہلے لوگوں پر بھی فرض ہوئے تھے - اور آپ اگر اس
بارے میں تاریخ کا مطالعہ کریں - انسانی تاریخ آپ کو بتائے گی - کہ روزے کا کس طرح رواج
رہا ہے - مختلف قوموں نے اس کو کس طرح اپنایا ہے - لیکن شرعی احکام کے مطابق
اللہ تعالیٰ نے پہلی امتوں پر بھی فرض کیے تھے - اہل ایمان پر بھی فرض ہوئے تھے - یہ گنتی کے چند
دن ہیں - اگر کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو - تو دورانِ سفر - دورانِ بیماری - روزہ چھوڑ
سکتا ہے - لیکن پھر بعد میں وہ گنتی پوری کرنی ہوگی - اور اگر کوئی اس کی طاقت
نہیں رکھتا - صحت کے لحاظ سے تو پھر اس نے قضا بھی کرنا ہے - جان بوجھ کے اگر کوئی
چھوڑتا ہے - تو کفارہ دینا ہے - جو اتنا بیمار ہو جائے کہ نہ رکھ سکے - وہ فدیہ دے سکتا ہے
اور جو فدیہ دے جو بچا ہوا اپنی طرف سے نیکی کرے - تو بہتر ہے - اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا کہ
سفر میں بھی روزہ رکھو تو تمہارے لیے بہتر ہے - ایسی بیماری جس میں جان کا خطرہ ہو -
یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اگر ہم لوگ سفر میں - اور بیماری میں - روزہ رکھیں تو ہمارے
لیے بہتر ہے -
جو لوگ اس لیے کہتے ہیں کہ روزہ شاید اس لیے رکھا گیا تھا - اس لیے فرض کیا گیا تھا -

M T W T F S S — Memo No ______ Date / /

کہ ہم روزوں کی حالت میں غلہ نہیں کھائیں گے۔ تو پیسے بچا رہ جائیں گے۔ یہ اسٹیشن
گورنمنٹ کا بچ گیا۔ اس لیے کہ وہ لوگ جو نہیں کھا پاتے تھے۔ ان کو کھانا پہنچ جائے
گا۔ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ رشا پر۔ اس کا مطلب یہ ہو کہ لوگوں کو عادت پڑے
کم کھانے کی ——— تاکہ جو آبادی کا بڑھ رہا ہے۔ غلہ کم پیدا ہوتا ہے۔ کم لوگوں کو
تربیت دینی ہے۔ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ فاقہ کشی کروا کر۔ کہ جن کو کچھ ملتا نہیں
ہے۔ وہ وقت کچھ اندازہ کرتا۔ کیونکہ اس وقت غلہ نہیں تھا۔ اتنی پیداوار نہیں تھی۔
اب ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ جتنے منہ اتنی باتیں ——— اللہ تعالیٰ ہمیں دین کے
خلاف باتیں کرنے والوں کے شر سے محفوظ فرمائے ——— آج لوگوں کو اللہ کا کوئی خوف نہیں
رہا۔ کوئی اپنا قانون بنالیں۔ اپنے گھر میں بنالیں۔ اپنے ملک میں بنالیں۔ اس کی تو اتنی پابندی
کرتے ہیں گے۔ کہ اس کوئی پوچھے نہیں۔ اور اگر کوئی اس کو توڑ دے۔ بلکہ اس میں ہم کوشش۔
کہ ہم ہماری پابندی کا پاس کر رہے ہیں ——— ہم سے کوئی تعلق نہ رکھو۔ کہ دیکھیں اگر کوئی
شخص بیمار ہو جائے۔ کسی کی کوئی مشین خراب ہو جائے۔ کسی ماہر کی کوئی رائے آجائے۔
کہ فلاں نے انجینئر نے کہا۔ فلاں نے کہا ——— وہ اتنا ماہر ہے۔ اس کی بات میں شبہ نہیں کرتے۔
کہ وہ ماہر غلطی کر سکتا ہے۔ غلطی کے باوجود تو اس میں شبہ نہیں کرتے۔ اللہ کے فرمان
اور نبی پاک کے فرمان میں شبہ کرتا ہیں۔ کوئی دس بیس سال کا ڈاکٹر انجینئر
مل جائے۔ اس کی بات تو ایسے سمجھیں گے۔ کہ پتھر کی لکیر ہے بے شک یہی ہو گا۔
جو اس نے کہا ہے۔ اس کے کلام میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ اور جس کی ذات میں
شبے کا کوئی تصور نہیں اس کی بات نہیں مانتے ——— کیا اسی کا نام ایمان ہے۔
سنیں روزے کے ہزاروں فائدے ہیں۔ روحانی بھی۔ جسمانی بھی۔ اخلاقی بھی۔ معاشرتی
فائدے ایک طرف۔ اللہ کا حکم ایک طرف ——— اگر کوئی فائدہ ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔
اللہ کے حکم کی پابندی کرنا ہے۔ جاننا ہے کہ اللہ نے ہمیں حکم فرمایا ہے۔ اس میں ہمارے لیے
بہتری کا ہی بہتری ہے ——— ہمیں سوچنے کی یا فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کا حکم ہے۔
ہمیں ہر حال میں پورا کرنا ہے ——— مومن کا ایمان ایسا ہونا چاہیے کہ جو اللہ پر یقین رکھے۔

اللہ کو مانتے ہوئے۔ اسی طرح اپنے آپ کو مضبوط رکھے۔ اور کوشش کرے۔ تکلیف میں کسی
تردد میں، کسی شک و شبے میں نہ پڑے۔ یقین رکھے کہ اللہ کا فرمان ہے جیسے بھی یوں ہوا
کرتا ہے۔ یا میں نے کوئی بات کی ہے جس پہ مخالفت ہو۔ فائدہ ہو نہ ہو یقین رکھے کہ
فائدہ ہوگا۔ اس میں میری ہی بہتری ہے۔ جیسے سمجھ آرہی ہے بتا دو۔ یا آپ کی ہے
اس میں بہتری ہی ہے۔ یہ ہے دوستو۔

صوم اس کی جمع صیام آتا ہے۔ صوم کے معنی رک جانے کے، کنارہ کرنے کے،
معطل کر دینے کے۔ آپ اس میں روزہ رکھتے ہیں۔ اور کھانا پینا چھوڑ دیتے ہیں۔
(۳۰-۱۷) اس لئے اس کو صوم کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے معنی صبر بیان ہو رہے کہ
نفس کو ضبط کرنا، کنٹرول کرنا، ثابت قدمی اور استقلال یہ معنی بیان ہوئے۔
تھوڑا سا فلسفہ عرض کروں گا۔ تاکہ لوگوں کے ذہنوں میں۔ جو سوچ آتی
ہے اس کا بھی جواب ہو جائے۔ انسان اپنی زندگی، اپنے کاروبار، اپنے حالات
اپنے واقعات۔ اور ارد گرد کا ماحول اور اپنے روزنامچے پہ غور کرے اور پھر تمام ناکامی
اور کامیابیوں پہ غور کرے۔ اور پھر جس اور ناکامی کے پیچھے بھی وجوہات ہوں گی۔ ان کی جو
عملی تشخیص ہونا کہ۔ جو ان کی تفصیل ہوگی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا۔ کہ انسان کے مسائل میں
یہ چیزیں ہیں۔ غرض۔ ضرورت۔ یہ دو لفظوں میں میں نے آپ کو بتایا ہے۔ یا تو
اس کو کسی کام کا مسئلہ ہوگا۔ یا کوئی ایسی ضرورت ہوگی۔ جو کہ کرنا تھا۔ یا کوئی خواہش
یا کوئی ضرورت اس کے ذہن میں آنے والی ہے۔ اس کے خیال میں کوئی وجہ اکبر والی۔
اس کی بنیاد پر۔ اس نے اپنے تمام جال کو پھیلایا ہوگا۔ کام کر رہا ہوگا محنت کر رہا ہوگا۔
یہ ہی باتیں ہوں گی۔ اس کی زیادہ تفصیل نہ ہو سکی

نفس کی خواہشات کے سیلاب۔ ہمیشہ آرزوئیں۔ انسانیت کو بھول کر اپنے احساسات
گذر کر جو آرزوئیں۔ یا ان کی آرزوؤں میں بہہ جاتا ہے۔ ان آرزوؤں کی تمناؤں کی۔ تو اس میں
اپنے آپ پر کنٹرول کرنا۔ ایمان پر شرعی احکام پہ ثابت قدم رہنا۔ یہی وہ کمال ہے۔ جس کا
تقویٰ کہا جاتا ہے۔ جس کو روحانیت کہا جاتا ہے۔ جس کو نیکی کہا جاتا ہے۔ ایمان

M | T | W | T | F | S | S

Memo No ______

Date / /

ہماری ضرورتوں کی کوئی انتہا ہے - نہ ہماری اسراف کی - کیا جاتا ہے اور کیا چیز واقعی ہماری ضرورت ہے جس کے بغیر ہم چل نہیں سکتے - ضرورت سے مراد وہ چیز جو لازمی ہے - اور اس کا دائرہ پھیلتا جاتا ہے - مگر چاہئے لیکن طلب کرتے جاتے ہیں - اس کی تفصیل میں آپ خود غور فرمالیں --- اس کی کوئی انتہا نہیں ہے - کپڑا ایسا ہے سفید دل چاہ رہا ہے - لیکن کیسے ہیں یہ ہرا مل جائے - پھر لال ہی مل جائے --- آگے تک --- اس کی کوئی انتہا نہیں ہے - ضرورت صرف کپڑا ہے - اب وہ کپڑا ٹاٹ کا ہو یا کملہ ریشم کا ہو ضرورت پوری ہو جاتی ہے - خواہ اس میں اضافی خواہشات شامل ہو گئی جاتی ہیں - کبھی آرائش سہولت - کبھی آرائش سجاوٹ - میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ جائز ہے یا ناجائز ہے --- انسان اپنی چیزوں کی تفصیل کو کس طرح پھیلاتا ہے - کہاں تک دائرہ لے جاتا ہے یہ آپ لوگ خود سوچ لیں --- کہ ضرورت کتنی ہوتی ہے اور بات کہاں تک --- اب وہ ضرورتیں جن کو ہم نے خود پیدا کیا ہے - جسے ہم خود ساختہ کہتے ہیں - چلیں کیسے خود پیدا کی ہوئی --- وہ خود ساختہ ضرورتیں ہم اس لسٹ میں سے نکال دیں - تو جو حقیقی ضرورتیں ہیں - جن کے بغیر گزر بسر نہیں ہو سکتی - ان کا دائرہ پورا کھینچنے کے بعد اگر دو لفظوں میں بیان کیا جائے تو کھانا اور پینا - اب اس میں ساتھ پہننا - اور رہنا - یہ دو الگ ہیں جو اور یہ کھانا پینا الگ ہیں - اگر کپڑا پہننے کو نہیں ہو گا شاید گزارہ ہو جائے گا۔ مگر کھانے کو نہیں ہوگا تو گزارہ نہیں ہوگا - رہنے کو مکان نہیں ہوگا - گزارہ ہو جائے گا - مگر - کھانے پینے کو نہیں ہوگا تو گزارہ نہیں ہوگا - تو پتہ چلا یہ دو بنیادی ہماری ضرورتیں ہیں - کھانا اور پینا --- اب ہمیں یہ معلوم ہو گیا ہے وہ ضرورتیں ہیں - جن کے بغیر ہم زندہ نہیں رہ سکتے

اب اس کے بعد کی تمام ضرورتیں --- جتنی بھی آپ ان کی تفصیل بنا کریں - ان کی جو حقیقت ہے - وہ صرف دو لقموں اور دو گھونٹ کے ارد گرد گھومتی ہیں - جتنی مرضی لسٹ بنالیں --- جو کچھ کریں گے آپ کو ان دو لقموں اور دو گھونٹ پانی کی

۔۔۔ اس میں کمی یا زیادتی یا سہولت ۔ یا اس میں سجاوٹ یا اس میں اور زیادہ ۔
آپ جو چاہیں پیدا کر سکتے ہیں جی اب میں کھاؤں اور فلاں قسم کا کپڑا نیچے بچھا
ہونا چاہیئے ۔۔ یا کرسی ایسی ہونی چاہیئے ۔۔ یا فلاں کرسی ہونی چاہیئے ۔ کس لکڑی
کی ہونی چاہیئے ۔۔ اس کا ڈیزائن کیسا ہونا چاہیئے ۔۔ اب برتن چاہیئے تو برتن فلاں
ملک کا ہونا چاہیئے ۔۔ اس کا ڈیزائن وہ ہونا چاہیئے ۔۔ یہ ساری جتنی بھی ہوگی ۔ آپ
اس کو بڑھا لیں یا کم کر لیں ۔ بات وہیں آئے گی کھانے اور پینے کی ۔۔ باقی ساری جتنی
تفصیل ہے ۔ وہ آپ کی اپنی بنائی ہوئی ہے ۔ وہ اس کی بنیادی ضرورت نہیں ہے ۔
تفنن اور آسائش رکھنا یہ نہیں جی ۔ سہولت مزے اور میں مزے لو ۔
کفران ہے اس بات میں تفریح لینا ۔ یا انجوائے کرنا ۔ یہ جو صورت حال ہے یہی انسان
کا مسئلہ بنی ہوئی ہے ۔ ورنہ انسان کو کوئی دشواری نہیں ہے ۔
آج اگر دنیا کو یہ مسئلہ پڑ رہا ہے، آبادی کم کرو ۔ صرف اسی لئے کہ انسان اپنی خواہشات
پر قابو نہیں پا رہا ۔ وہ خواہشات جو اس کی بنیادی ضرورت نہیں ہیں ۔ اگر یہ مسئلے حل
کرتے ہیں ۔ یہ جو جان دنیا میں آئی ہے ۔ اپنا رزق لے کر آئی ہے ۔ اللہ کی طرف سے کوئی
کمی نہیں ہے ۔ اللہ جس کو پیدا کرتا ہے اس کا رزق اس سے پہلے دنیا میں بھیج دیتا ہے ۔
یہ ہم لوگوں نے اپنے نظام میں ۔ اپنے طریقوں میں غلطیاں کی ہوئی ہیں جس کی وجہ سے
ہم اس بے ترتیبی اور پریشانی کا شکار ہیں جان لیجئے ۔ کہ انسان اگر اپنی خواہشات
پر قابو پا لے ۔ اور ان خواہشات سے آسائشوں سے ۔۔ اور اس مزے سے بچ جائے
تو وہ فرشتہ بن جائے ۔۔ مگر وہ انسان ہے فرشتہ ہو نہیں سکتا ۔ ہاں ایسے
کام کر سکتا ہے ۔ فرشتہ نہیں بلکہ فرشتوں سے افضل ہو جائے ۔
میرے دوستو فرشتوں اور بندے کا بنیادی فرق کیا ہے ۔ فرشتے کھاتے نہیں ۔
فرشتے پیتے نہیں ۔ وہ نوری مخلوق ہے کھاتے پیتے نہیں ۔ ہمیں معلوم ہو گیا کہ؟
نخرے ہیں فرشتوں کے سارے ۔ نہیں ہیں بلکہ بندوں نے اپنے سارے لگا رکھے ہیں
آ گئے اب ہم مذاہب کی شاخ دیکھیں دنیا بھر میں ۔ جتنے ادیان ہیں ۔ ان سب کی

M | T | W | T | F | S | S

Memo No

Date / /

تعلیمات کو اٹھا کر دیکھیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے۔ کہ دنیا میں ہر مذہب میں نفس کشی کیا ہے
کہ مادی کثافتوں میں۔ اپنے آپ کو پاک کیا جائے۔ اور اس سے پاکیزگی حاصل
کرنے کیلئے۔ کہ اپنے پیٹ کو نہ پیٹ بھریں — ایک حد تک کھانا کھایا جائے۔
اپنی ضرورتوں کا جو لامتناہی دائرہ جو ختم ہونے میں نہیں آتا۔ اس پہ کنٹرول
کیا جائے۔ اس پر کنٹرول نہیں کریں گے تو پھر ہمارا سلسلہ نہیں چل سکتا
کیونکہ اگر انسان ان ضرورتوں پر کنٹرول نہیں کرے گا۔ روحانیت نہیں پائے گا۔
خواہشات میں دھنسا رہے گا۔ مسئلے بڑھتے رہیں گے۔ دنیا کا نہ نظام
~~چلے~~ چلے گا۔ نہ انسان خود کوئی فلاح پائے گا۔ نہ دوسروں کو کوئی فائدہ پہنچائے گا۔
اس لیے انہوں نے اس کی پہلے ہی بنیاد رکھ دی ہے — تمام مذاہب میں انہوں
نے کہا کہ یہی چیز ہے۔ لیکن اسلام کوئی دوسرے مذاہب کا جمع کیا ہوا سلسلہ نہیں
ہے یہ اللہ کا دیا ہوا دین ہے۔ اور جو اللہ کے دین میں بات ہو۔ وہ دیگروں نے
بھی اپنائی ہوئی ہے۔ تو انہوں نے وہی شکل اپنائی ہوئی ہو۔ تو کہا جائے گا کہ انہوں
نے اسلام سے لیا۔ اسلام سے پہلے کچھ نہیں۔ حضرت آدم پہلے انسان ہیں —
(۱۰ — ۲۹) اور ان پر وحی ہوئی تھی۔ تو جان لیجئے اگر دنیا میں آپ کو بہترین دین ملے گا۔ اگر
آپ کو بہترین تعلیمات ملیں گی۔ اگر آپ کو بہترین ہدایات ملیں گی۔ تو وہ صرف اللہ کی عطا کی ہوئی
ملیں گی۔ کسی اور کی ایسی نہیں ملیں گی — جس میں آپ کو کوئی اعتراض نہ ہو۔ ورنہ دوسروں
میں دس میں سے نو اعتراضات ہیں۔ اور آپ جانیں گے۔ کہ اسلامی تعلیمات پر بھی کوئی اعتراض
ہوتا ہے۔ تو وہ لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ جو سمجھتے نہیں۔ اور جو سمجھ لیں وہ اعتراض نہیں کرتے۔
میرے دوستو — روحانیت تقویٰ۔ تزکیہ۔ صفائی۔ پاکیزگی۔ ستھرائی۔ یہ سب اسی کو حاصل
ہوتے ہیں — جو قرآن تعلیمات کو دل و جان سے قبول کرتا ہے۔ اور اس پر عمل کرتا ہے۔ میں
نے پہلے یہ بات آپ کو سنائی ہوئی ہے۔ تو جو فرمائش — ہم سب دنیا میں رہتے ہوئے
یہ جانتے ہیں — کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے کھانے پینے کے لیے طرح طرح کی چیزیں بنائی
ہیں۔ سبزیاں کتنی ہیں۔ آپ تمام سب جانتے ہیں۔ پوری دنیا میں مختلف سبزیاں ہیں۔

M T W T F S S — Memo No ______ Date / /

جیسے پہاڑ لاکھوں دس دہ قدر سے ممالک میں سال ہوں گی — مختلف شہروں میں مختلف علاقوں میں۔ موسموں
کی مناسبت سے۔ زمین کی مناسبت سے۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف چیزیں پیدا فرمائی ہیں
پھل کتنے ہیں۔ یہی حال ہے کچھ پہاڑ کا کچھ دریا کا — ہر جگہ الگ الگ ان کا سلسلہ ہے۔
گوشت کتنے ہیں جو جائز ہیں۔ ان پرندوں کی اگر پوری تفصیل بیان کی جائے تو۔
یہ بھی لمبا چوڑا ہے یہ سلسلہ — جانور بکری۔ اونٹ گائے وغیرہ اور کچھ ان کے علاوہ بھی۔
ایسے جانور ہیں جن کو حلال کیا گیا۔ اور کچھ حلال نہیں ہیں۔ اگر آپ ہر روز ذائقہ بدلتے رہیں۔
سبزیوں کا پھلوں کا۔ اور کھانے پکانے کا رکھتے کا تو آپ کے پاس سال دن لگ دن ختم اور یہ کم ہو
جائیں۔ دنیا میں جو سلسلہ ہے۔ میرے دوستو

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ۔ ان کا شمار خلفاء راشدین میں ہوتا ہے۔ بنو امیہ میں جو
بادشاہ ہوئے ہیں ان میں یہ تھے۔ لیکن بڑے نیک اور علماء نے تاریخ والوں نے جو ان کے بارے
میں کہا کہ یہ ایسے تھے کہ ان کا شمار خلفاء راشدین میں ہوتا ہے۔ دیکھیں وہ لوگ جن کو خدا
کا خوف ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو تخت شاہی کو اپنے لئے عیش کا ذریعہ نہیں سمجھتے۔ بلکہ امتحان سمجھتے
ہیں۔ ذرا دیکھیں ان کے ساتھ تو معاملہ کیا ہوتا ہے۔

آپ کو پتہ ہے کہ آپ کے ملک کا نیا صوبہ بنتا ہے۔ اور سارے لوگ سلام علیکم کر کے دوستی پیدا
کر دیں — تعلق پیدا کریں۔ اپنے کام نکالنے ہوں گے۔ اور خاص طور پر جو وڈیرے۔ جاگیردار زمیندار۔
سرمایہ دار۔ ان کو اس طرح کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے عام آدمی کو کیا فرق پڑتا ہے کہ کوئی
بیٹھا رہے۔ اس کو کیا پرواہ۔ اس کو تو ہے کہ میری دیہاڑی چلتی رہے۔ شہر میں امن رہے۔ اس
کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کہ عہدہ کا نام کیا ہے۔

تو حضرت عمر بن عبدالعزیز سے بھی لوگوں نے ملنا شروع کر دیا۔ وہ ماحول میں اسی میں
رہتے تھے۔ دیکھتے تھے لوگوں کا کیا حال ہے۔ آپ نے شاہی محل میں۔ جو سرکاری رہائش گاہ تھی۔ اس
میں سارے وڈیرے جاگیرداروں کی دعوت کی — فرمایا کل کھانا آج ہمارے ساتھ کھانا۔ بڑے خوش
ہو گئے جی سرکاری ڈنر ہے — انہوں نے صبح سے کچھ نہ کھایا۔ کہ آج کچھ کھانے کی گنجائش
رہے۔ وہاں جائیں گے تو اتنا کھانا ہو گا۔ اگر گھر سے کھا کے گئے تو وہاں کھا نہیں جا سکے گا

بہتر ہی کھانا پکا ہوگا۔ لیکن دراصل سب کا روزہ رکھوا لیا۔ روزے سے مراد وہ عبادت والا روزہ نہیں۔
بلکہ انہوں نے بھوک ہڑتال رکھی۔

ادھر بادشاہ نے کہہ دیا کہ جب تک میں نہ کہوں آپ کھانا نہ لانا۔ باورچی سے کہا۔
جب میں کہوں گا کھانا اس وقت لگانا۔ انتظام کر لو۔ بڑے تھالوں میں چنے وغیرہ رکھو۔ میں
منگواؤں گا۔ لے آنا۔ پیچھے چھپا کر بڑے بڑے تھال۔ بڑے وغیرہ۔ اس میں بھنے ہوئے چنے رکھو لیے۔
ایک طرف لگا دیئے۔ لوگ آ گئے۔ تیاری ہو گئے۔ جناب شاہی لباس پہن کر جس کے پاس جو کپڑا تھا۔
پہن کے آ گیا۔ کیونکہ لوگوں کو مسجد میں بلایا جائے۔ میلاد شریف کے جلسے میں بلایا جائیگا۔
تیار ہونا۔ صاف کپڑے پہن کر آنا۔ اس کو کوئی مشکل بات نہیں سمجھتے۔ وزیر کہہ کر تمہیں بلائیں تو۔
لوگ آدھا گھنٹہ پہلے تیار ہوتے ہیں۔ کہ حال میں مسلمان ہیں نا ہم۔ اللہ رسول کا بہت خیال
ہے ہمیں۔ وزیر بلائے گا تو پہلے سے ہی گھڑی سیٹ رکھیں گے۔ دیکھنا کہیں دیر نہ ہو جائے۔ وہاں
کو گاڑی کھڑی کرنے کی جگہ نہیں ملے گی۔ ذرا پہلے جانا ہے۔ اور میلاد شریف کی محفل ہوگی۔ کوئی بات نہیں
بار کھانے تک پہنچ ہی جائیں گے۔ ماشاءاللہ مسلمان ہیں نا ہم۔ یہ ہمارا یہی حال ہے۔ اور
وعدے کی پابندی کا اور وقت کی پابندی کا ہیں تو ہم بے مثال ہیں۔ آپ جانتے ہی ہیں جو حال
ہے ہم سب کا۔ لوگ آئے تیار ہو کر۔ خلیفہ صاحب سب دیکھ رہے تھے۔ لوگوں نے کہا ماشاء
اللہ کس تیاری کا ہے۔ بیٹھ گئے۔ باتیں شروع ہو گئیں۔ ہاں جی۔ آپ کیا کرتے ہیں۔ اچھا آپ کیا کرتے ہیں۔ کیا
کاروبار کرتے ہیں۔ اچھا آپ فلاں جلسے کا کرتے ہیں۔ کیا کیا ہوتا ہے ہیں۔ وہ آگے اپنی تفصیل
سناتے ہیں۔ لوگ آ کے بیٹھ چکے تھے۔ آدھا گھنٹہ پورا گھنٹہ گزر گیا۔ کسی کی مجال نہیں خلیفہ
صاحب سے کہے کہ حضور کھانا کب آئے گا۔ کون بولے۔ بادشاہ کے سامنے۔ چپ کر کے سارے
ہی بیٹھے ہیں۔ وہ دیکھ رہے تھے۔ ذرا ان کی بھوک اچھی طرح چمک اٹھے۔ جب ان کو بہت زیادہ
ان کو بھوک لگ جائے گی۔ تب میں جا کے ان کو سلسلہ شروع کروں گا۔ اور تھوڑا سا ٹائم گزرا۔ لوگوں نے
کروٹیں بدلنی شروع کر دیں۔ بھوک کی آواز میں فرق آنے لگا۔ حلق خشک ہونے لگے۔ بادشاہ نے
حکم دیا۔ کہ کھانے کو کچھ دیر ہے۔ اگر دیر ہے تو ناشتہ کر دو۔ وہ جو چنے رکھے ہوئے ہیں۔ وہی لے آؤ۔
بھوک سب کی چمک اٹھی تھی۔ انہوں نے وہ چنے منگوا لیے۔ جب چنے آئے تو سب کو بھوک تو لگی تھی

لگی ہوئی تھی۔ تو انہوں نے سیب سنا آہستہ آہستہ وہ چبانے شروع کر دیئے۔ اب بھوک تو لگی ہوئی تھی۔
اور سیب جتنے تھے اسی وقت ان کے لیئے سر ہا ہو گئے۔ انہوں نے کھانے شروع کیے۔ بادشاہ دیکھ رہے
ہیں کہ کون کتنے کتنے کھا رہا ہے۔ باتیں اسی طرح جاری رہیں۔ یہاں تک کہ وہ جتنے کے ٹوکرے خالی ہو گئے۔
سب کھا گئے۔ جب بادشاہ نے دیکھا ان کے پیٹ اچھی طرح بھر چکے ہیں۔ کھانا کوئی اندر لے
آپ جناب کھانے آئے ہوئے ہیں۔ طرح طرح کے شاہی کھانے۔ شاہی باورچیوں نے بنائے۔ دسترخوان
بھرا ہوا مگر کوئی ہاتھ ہی نہیں لگا رہا۔ سب کے پیٹ بھر گئے۔ بادشاہ نے کہا میں نے تمہاری
دعوت کی ہے۔ اتنے کھانے پکائے ہیں تم کیوں کھاؤ گے۔ انہوں نے کہا جی ہمارا تو پیٹ بھر گیا
ہے۔ زیادہ کھایا نہ جاتا۔

فرمایا کتنے اچھے کھانے ہیں جن کے لیے تم ترستے ہو، کوشش کرتے ہو، ترستے ہو۔ کتنی محنت کرتے
ہو۔ پلاؤ ہے۔ بنانے میں چار گھنٹے لگیں۔ باورچی جی جو کسی ملک کا بلوانا پڑے۔ فلاں ڈش کھانی
ہے۔ فلاں چینی کھانا ہے۔ چار گھنٹے کا سفر کر کے جانا پڑے۔ جاتے ہو فلاں ڈش کھانا ہے۔ سب کچھ یہیں تمہارے سامنے
اور تم ہاتھ نہیں لگا رہے۔ کیونکہ اصل چیز صرف اتنی سی ہے: کہ بھوک مٹانی تھی۔ بھوک سیبوں سے مٹ گئی ہے
یا نہیں۔ انہوں نے کہا جی مٹ گئی ہے۔ فرمایا میں یہ نہیں کہتا کہ تم اچھا نہ کھاؤ۔ میں یہ نہیں کہتا کہ پلاؤ
نہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ کھایا نہ کرو۔ لیکن سوچو۔ اصل مسئلہ پیٹ بھرنا ہے۔ وہ تم صرف
چنوں سے بھی بھر سکتے ہو۔ اب اندازہ کر لو کہ باقی اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے تم کیا کیا
کرتے ہو۔ کتنا جائز کرتے ہو۔ کتنا ناجائز کرتے ہو۔ اس میں تم خود سوچو۔ کتنا کرنا چاہیے
کتنا وقت لگاتے ہیں۔ کتنا پیٹ کے لیے (کھانے) ہیں، کتنے جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔ اب دیکھیں نا
ایک شخص تنخواہ کے حساب سے آمدنی کے حساب سے روز گوشت نہیں پکا سکتا۔ جب وہ
پکانا چاہے گا تو بتائیے جھوٹ بولے گا یا نہیں۔ چوری کرے گا یا نہیں۔ جعل سازی کرے گا۔ ذخیرہ
اندوزی کرے گا۔ فراڈ کرے گا۔ رشوت لے گا۔ سود کھائے گا۔ کوئی نہ کوئی غلط کام کرے گا تو ہی نہیں کرے گا۔
تو ہمیں آج کے آسائش اور چیزوں کی آرائش۔ سہولت، سجاوٹ ان دو لوگوں کو منع نہیں کیا کہ مت
ستائیں۔ یہ جائز میں ستم کرنے سے پہلے سوچ لیں۔ کہ جس حال سے وہ کر رہے ہیں۔ وہ حال بھی
جائز ہے یا نہیں ہے۔ آپ دیکھیں کہ شریعت نے آسائش اور آرائش کو

منع نہیں کیا۔ میں کہوں گا بالکل منع نہیں کیا۔ آپ کو اجازت ہے۔ آپ اگر دس ہزار روپے والا گز کا کپڑا پہننا چاہیں ۔۔۔ آپ کو شریعت منع نہیں کرتی ۔۔۔ لیکن اس کو چاہئیں کہ آپ کو دیکھ کر آ جائے تو وہی آپ کے لیے عذاب بن جاتا ہے۔ لیکن دس ہزار کا کپڑا پہننے والے سوچ کہ وہ دس ہزار میں جو تولے رہا ہے۔ میرے پاس وہ دس ہزار حلال کے ہیں یا نہیں ۔۔۔ کپڑا تو پہننا جائز ہو جائے گا۔ مگر جن پیسوں کا پہننا ہے وہ کیا حلال طریقے سے کمائے ہوئے ہیں یا نہیں۔ تو ہم ضرور لوگوں کو سمجھئے۔ تقویٰ اگر اور روحانیت اگر حاصل ہو سکتی ہے۔ یہ ہمیں چیزیں مل سکتی ہیں تو کیسے۔ اپنی خواہشات پر کنٹرول کرنا ہے۔ اسلام تہذیب نفس سکھاتا ہے۔ آپ کے نفس کو سنوارتا ہے۔ (۱۲ - ۱۱) اور اسلام آپ کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ خواہشات کے دائرے کو بڑھاؤ نہیں۔ اپنے اندر ایک تہذیب لے کر آؤ اور ان کو شریعت و سنت کے مطابق رکھو۔ اگر شریعت و سنت کے مطابق نہیں تو پھر وہاں آپ کتنے دنیا میں بھی ویران ہیں۔ آخرت میں بھی وبال ہے۔

ہم دنیا کے بارے میں بات کرتے ہیں لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ جتنے مولوی ہیں۔ دنیا کے علماء ہیں مشائخ ہیں۔ یہ سب کہتے ہیں بس۔ دنیا بہت بری ہے ۔۔۔ اور پھر خود دنیا کے لیے لگے ہوئے ہیں۔ وہ تقریر کرتے ہیں ان کو بھی تو نذرانہ ملتا ہے۔ امام ہیں تو ان کو بھی تنخواہ ملتی ہے۔ پڑھاتے ہیں تو تنخواہ ملتی ہے ہر کسی کو۔ جیسے کہ یہ خود سارا دن دنیا کے خلاف بولتے رہتے ہیں۔ اور پھر اسی دنیا کے لیے وہ لگے رہتے ہیں۔ ہو سکتا ہے لوگوں کے ذہن میں یہ خیال آئے۔ لیکن یہ مال یہ دنیا برتنے کی چیز ہے۔ محبت کرنے کی چیز نہیں ہے۔ ضرورت ہے یہ ضرورت ہے۔ دنیا برتو مگر دنیا ~~[illegible]~~ اندر داخل نہ ہونے دو۔ اسلام دنیا برتنے سے منع نہیں کرتا۔ بلکہ اسلام تو دنیا کو برتنے کا نام ہے۔

B اور طریقہ سکھاتا ہے ۔۔۔ کہ کیسے جینا ہے۔ یہ نہ سمجھیں کہ پیسہ ضرورت ہے یہ دنیا آپ کی ضرورت اس لحاظ سے کہ آپ اس میں ہیں آپ نے اس کو برتنا ہے۔ مگر اس اپنے اندر داخل نہ ہونے دیں ۔۔۔ ضرورت کو ضرورت رکھیں۔ اس کو اپنی سہولت نہ بنا لیں۔ ایک چیز آپ کی ضرورت ہے تو بس آپ اس کی ضرورت کو رکھیں۔ ہر چیز میں سہولت کی کوشش نہ کریں۔ حضرت سیدنا اویس قرنی کی بات یاد آتی ہے۔ ہر وقت نماز پڑھتے رہتے۔ روزہ رکھتے رہتے۔

ساری ساری رات عبادت میں لگے رہتے تھے۔ ان کی والدہ فرماتی تھیں کہ آپ انہیں اپنے جسم کو کچھ آرام بھی پہنچاؤ۔ محبت والوں کا حال بتا رہا ہوں۔ ماں سمجھا رہی ہے اپنے جسم ہر وقت تو اس کو تکلیف دیتا رہتا ہے۔ محنت کرتا ہے۔ حضرت نے جواب دیا۔ اماں ابھی اس کو آرام نہیں پہنچاتا۔ اگر اس کو ابھی آرام پہنچا دیا تو بعد میں اس کو بڑی تکلیف ہوگی۔ میں اس وقت اس کو تکلیف میں رکھ رہا ہوں تاکہ اس کو بعد میں آرام ہی آرام ملے۔

آخرت کی زندگی جس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ یہ دنیا کی چار روزہ زندگی میں ہم سہولت سہولت کو لگے ہوئے ہیں۔ اگر یہاں سہولت سکون ڈھونڈو گے۔ تو پھر جنت میں کیا لینے جاؤ گے۔ یہ دنیا سکون کی جگہ نہیں۔ یہاں تو تغیرات ہیں۔ ایک لمحے میں کیا کچھ ہو جاتا ہے آپ کو پتہ نہیں ہے۔ تو یہاں پر اگر آپ سہولتوں کے پیچھے لگ جائیں گے۔ تو پھر یقیناً آپ روحانیت حاصل نہیں کر سکتے مجھے بتائیں کیا اللہ والوں کو نیند نہیں آتی۔ پھر کیوں نہیں سوتے ہیں رات کو۔ کیا ان کے جسم میں درد نہیں ہوتا۔ پھر ساری ساری رات کیوں عبادت کرتے ہیں۔ کیوں سجدے کرتے ہیں کیا ان کی آواز نہیں سو سکتی۔ پھر ہر وقت اللہ ھو اللہ ھو کی ضربیں کیوں لگاتے ہیں۔

کبھی سوچا ہے آپ نے۔ کبھی آپ نے غور کیا ہے۔ آپ بھی انسان ہیں وہ بھی انسان ہیں پھر ان کے ساتھ ہی کیا ہوا ہے۔ وہ کم کیوں کھاتے ہیں۔ آپ کیوں مرغے کھاتے ہیں۔ وہ صرف دالیں کیوں کھاتے ہیں۔ آپ ساری ساری رات کیوں سوتے ہیں وہ رات ساری کیوں عبادت کرتے ہیں۔ کبھی سوچا۔ انہوں نے دنیا کا آرام قربان کر کے آخرت کا آرام اختیار کیا ہے۔ یہ چار روزہ زندگی میں انہوں نے سہولتوں کو چھوڑا ہے۔ خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال سنیں۔ ان کی سیرت کا مطالعہ کیجئے۔ چٹائی پہ سو جاتے ہیں۔ کھجور کی چٹائی کی بنی ہوئی۔ اس کے موٹے موٹے نشان آپ کے جسم اقدس پہ بن جاتے ہیں۔ حالانکہ وہ کونین کے مالک تھے۔ ان کی ٹھوکر میں ساری کائنات تھی۔ مگر اس کے باوجود انہوں نے دنیا کو اختیار نہیں کیا۔ ہم سہولت سہولت چاہتے ہیں۔ بے شک سامان بنائیں فرنیچر بنائیں۔ مگر اللہ کو تو نہ بھولیں۔ اگر آپ کے پاس نرم گدے ہیں۔ آپ کے پاس غالیچے ہیں۔ آپ کے پاس بہترین چیزیں ہیں۔ تو جتنی چیزیں بڑھتی جائیں اتنا ہی شکر بڑھنا چاہیے۔

اگر آپ نے اپنے گھر میں ایک چیز کا اضافہ کیا ماشاءاللہ۔ آپ کے گھر میں اگر فرنیچر آ سکتا

M T W T F S S   Memo No ______   Date / /

دیا کر ہاں کتنے آپنے کو بلے۔ برف تیار رہے۔ پھل تازہ رہیں۔ پتہ ہے گھر میں ایک چیز کا اضافہ ہوا
جس سے تجھے چار سہولتیں ملیں تو روزانہ دو نفل اور پڑھ۔ شکرانہ اور زیادہ ادا کر (۵۶—۴)
اور ایک چیز لایا ہے تو اور پڑھ۔ اور جتنی سہولتیں بڑھتی جاتی ہیں اتنا اللہ سے دور
جا رہے ہو۔ کیا اسی کا نام مومن ہونا ہے۔ کیا اسی کا نام تشکر ہے۔ کیا اسی کا نام تقویٰ
ہے۔ پوچھو ان لوگوں سے حضرت غوث الاعظمؓ، حضرت خواجہ غریب نواز ان ہستیوں
سے کہنا کیسا ہے۔ نہیں نہیں یہ تو اولیاء میں ہیں۔ نبی پاک کے شہزادوں کو دیکھیے۔

حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ حضرت امام حسین کے فرزند۔ نام آپ کا علی
تھا۔ لقب زین العابدین۔ اس کے معنی۔ عبادت کرنے والوں کی زینت۔ ان کو یہ لقب پیدا
ہوا۔ السجاد ان کو کہا جاتا ہے۔ یہ لقب ان کو کیوں ملے۔ روزانہ پانچ فرض نمازیں پڑھتے تھے تہجد
رات کو پڑھتے تھے۔ جو نفل نمازیں وہ بھی پڑھتے تھے۔ ان سب کے علاوہ روزانہ ایک ہزار
نفل پڑھا کرتے تھے۔ آج ہم لوگ فرض نماز نہیں پڑھتے۔ تو پھر ہم نے کیا شکر ادا کیا۔
لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ اولیاء اللہ کے حالات سناتے ہو۔ پہلے ولی یوں کر دیتے تھے۔ یوں ہو
جاتا تھا۔ ساری تفصیل سناتے ہو۔ آج دکھاؤ۔ ارے ذرا پہلے دیکھو لیں۔ دیکھنے والی پہلے آنکھ
لاؤ۔ پہلے اپنا حال بناؤ۔ کہ تمہیں کوئی دکھائے۔ پہلے لوگ بزرگوں کو مانتے تھے۔ آج لوگ منواتے
ہیں۔ پیر صاحب کے پاس۔ پیر صاحب میرا فلاں کام ہو جائے۔ جو پیر نے کہا وہ سننا گوارا
نہیں کرتے۔ سمجھتے ہیں لو جی پیر صاحب کے ہاں بیعت کر لیا ہے لیا۔ پہلے سوچو کہ تم نے ان
کی مانی کتنی ہے۔ اس نے جو سکھایا تھا۔ اس پر عمل کتنا کیا ہے۔ اس سے محبت کتنی کی
ہے۔ اس کی پیروی کتنی کی ہے۔ تو پھر نفع تو بعد میں ہو گا۔ جب پہلے محبت نہیں کی۔
تعظیم نہیں کی تو پھر فائدہ بھی ہو سکتا نہیں ——

آج لوگوں کے پاس روحانیت پیدا نہیں ہے۔ اس لئے کہ لوگوں نے اپنی سہولتوں کو زیادہ
اوپر طاری کر لیا ہے۔ ہر چیز میں آسانی سہولت ہے۔ دیکھیں نا۔ پہلے کتنی محنت ہوتی تھی۔
آپ لوگ پیدل چلتے تھے مثلاً۔ کہیں جانا ہو پیدل جاتا ہے۔ گھروں میں کام ہوتے تھے عورتیں۔
مرد جتنے کام کرتے تھے۔ ہاتھوں سے کرتے تھے۔ اب ہر چیز کی کوشش نکل آئی ہے سہارا قدم

چلنا دشوار ہو گیا ہے کہ سواری بھی پھر جاتا ہے۔ پیدل چلنا نہیں ہے۔ اور ہر چیز کی مشین نکل آئی ہے۔
یہاں تک کہ دوسرے کمرے میں اگر بیٹا کوئی بیٹھا ہو وہاں تو باپ کو کچھ پیغام دینا ہو۔ تو باپ اٹھ کے نہیں جاتا
انٹرکام لگا ہوا ہے بٹن دبا کر کہہ دیا۔ بیٹا ادھر آؤ۔ اخبار لے آؤ۔ چائے لے آؤ۔ برتن لے جاؤ۔ اب
ہم اس کے لیے چلنے کو تیار نہیں ہیں۔ (۱۱-۴-۷) دیکھو میں یہ کہہ رہا ہوں کہ ان میں سے کوئی چیز ناجائز
نہیں ہے۔ دیکھیں تو سہی کیا اس میں کوئی چیز آپ حاصل کر رہے ہیں۔ ہاں ہر حلال چیز جو جائز
ہے۔ اس کو جائز طریقے سے حاصل کرو۔ جائز کمائی سے حاصل کرو اور کمانے کے بعد
اللہ کے شکر میں اضافہ کرو اور زوالِ نعمت سے بچنے کے لیے۔ تو زیادہ شکر ادا کرنا
پڑتا ہے۔ کیونکہ قرآن فرماتا ہے لئن شکرتم لازیدنکم ——— اللہ فرماتا ہے اگر تم شکر زیادہ کرو
گے نعمت میں اضافہ ہوگا۔ اور اگر شکر نہیں کرو گے تو پہلی بھی چلی جائے گی۔ آپ نے پاکستان
بنا کے شکر نہیں کیا۔ آدھا نکل گیا ناں کہ ——— باقی آدھے کی خیر منائیں ———

اس ملک میں جتنی مشکلات پیش ہو رہی ہیں آپ کے سامنے ہیں۔ کوئی بات کرو وطن
کے بارے میں تو لوگ کہتے ہیں کیا سیاست کیا سیاست اس کا نام ہے۔ یہ دین سے الگ نہیں ہے
میرے دوستو۔ آج کا مسلمان بھول گیا ہے اس بات کو۔ اس کا نے یاد نہیں رکھا۔ یہ ہمارے نبی نے
دنیا کو پسند نہیں کیا ——— آپ جانتے ہیں کھانا پینا جتنا مرضی کیا جائے۔ اگر زہر کھا لیں گے
تو بتایئے کیا جسم کو نقصان ہوگا ——— اسی طرح یہ بھی جان لیں کہ جس طرح ایک جسمانی نظام ہے۔ اس کی ایک
حکمت ہے دیتا ہی ہے کہ اسی طرح ایک روحانی نظام ہے۔ جس طرح زہر جسم کو نقصان دیتا ہے گناہ انسان کی
روح کو نقصان دیتا ہے۔ آپ کے ایمان کو نقصان دیتا ہے۔ جس طرح جسم بیمار ہو جائے۔
تو حکیم ڈاکٹر طبیب پرہیز بتاتا ہے۔ علاج بتاتا ہے۔ یاد رکھیں اسی طرح روحانی طبیب ہیں۔
علاج بتاتے ہیں ——— بیمار ہو جائے درد ہو جائے کوئی تکلیف ہو جائے۔ ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں۔
وہ آپ کو غذا کے علاوہ کچھ دیتے ہیں۔ یہ دوا کھانا ہے فلاں فلاں وقت کھانا ہے یہ فلاں چیز کا
پرہیز کرنا ہے۔ اسی طرح جب روحانی طور پر کوئی بیمار ہو جاتے تو آپ کسی اللہ والے کے پاس
جاتے ہیں۔ وہ بھی آپ کو اللہ کا کوئی نام اللہ کا کوئی کلام پڑھنے کے لیے بتاتے۔ بتا دیتا ہے۔ اس کو اس
طرح پڑھنا۔ یہ پرہیز کرنا ہے یہ نہ کرنا۔ تاکہ وہ گناہ نکلیں وہ کثافت جو آپ کے اندر آ گئی ہے۔ وہ دور

M | T | W | T | F | S | S

Memo No ______

Date / /

ہو جاتے ہے۔ اور اس کلام کی برکت سے آپ کو روحانی صفائی مل جائے گی۔ تو یاد رکھیں۔ جسم کا صحت
مند رکھنا۔ اور صحیح رکھنا بھی ضروری کام ہے۔ اسی طرح روح کو صحیح رکھنا۔ اور صاف رکھنا۔ نیز سلامت
ہے۔ پھر دوسرا مفہوم یہ ہے کہ جب ۲ ہجری میں مدینہ ہجرت کر گئے اب مسلمانوں کے پاس اپنی سلطنت
تھی۔ کافر نہیں تھے وہاں مکے والے جو تنگ کرتے۔ ہو سکتا ہے دنیوی طور پر یہ بات کر رہا ہوں۔
حالانکہ یہ کوئی بنیاد نہیں ہے۔ اللہ اس کو بہتر جانتا ہے۔ لیکن دنیوی طور پر ایک بات کر رہا ہوں۔
کیا مدینہ ملا تھا آزادی ملی تھی۔ مسلمان اپنے آپ کو ہو سکتے ہیں۔ اس آزادی میں کنٹرول
نہ کر پاتے۔ نماز مکے میں فرض ہو گئی۔ مدینے پہنچتے ہی روزہ فرض کر دیا گیا۔ تاکہ یہاں جو آزادی
کو سہولتیں ملیں۔ ان سہولتوں میں ہیں انسان ہو کر تقویٰ نکل جائے یا تو روحانیت
ٹوٹ جائے۔ اسلامی طور پر دو ہجری میں رمضان المبارک کے روزے فرض ہو گئے۔
یہ ہم سب کو یاد رکھنا ہے۔ کہ یہ روزے کس لیے فرض کیے ہیں اللہ تعالیٰ نے۔
اب اس کے بعد پر اعتراض کا دروازہ بند ہو۔ جب اللہ نے کہہ دیے ہیں۔ کسی حکم کا کوئی
اعتراض نہیں ہو سکتا۔ جو اللہ کو مانتا ہے۔ اس کے پاس الٹا اعتراض ہونا چاہیے۔ نہ سوچنا چاہیے
اگر کوئی اعتراض سوچتا ہے۔ تو اس کو یاد رکھنا چاہیے۔ کوئی گنجائش نہیں ہے وہ اپنا ایمان خراب
کرے گا۔ دنیا و آخرت برباد کرے گا۔ کیوں ہے کیا ہے وجہ کیا ہے۔ یہ کیوں ہے۔ یہ سارا اعتراض
کا دروازہ بند۔ اللہ نے فرض کیے ہیں۔ اور اللہ فرماتا ہے کیوں نہیں چاہیے۔ اس لیے
فرض کیے ہیں کہ تم تقویٰ والے ہو جاؤ۔ میں بے نیاز ہوں۔ بے پرواہ ہوں۔ اس لیے فرض کیے ہیں کہ تم متقی بن
جاؤ۔ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔ تمہیں کچھ مل جائے۔ اور سنو اگر روزے کے بارے میں بہت شک میں پڑے
ہوئے ہو۔ تو اللہ کا فرمان سنو۔ الصوم لی وانا اجزی بہ۔ روزہ میرے لیے ہے اور
اس کی جزا میں دوں گا۔ کتنی دوں گا۔ نہیں بتایا۔ من جاء بالحسنة فله عشر امثالها۔
جو ایک نیکی کرے گا اس کا بدلہ دس گنا۔ کوئی ایک سے اللہ کی راہ میں اس کا بدلہ سات سو گنا۔
اللہ جس کے لیے چاہتا ہے دگنا کر دے۔ بعض چیزوں کی آپ کو تفصیل ملتی ہے۔ ایک دفعہ صدقہ کر دیں تو
چودہ سو تک لے جاتا ہے۔ مال کا پتہ چل گیا۔ جان کے بارے جان ملتی ہے۔ کوئی اور نیکی کریں۔ اس
کا بدلہ دس گنا مل جاتا ہے۔ تفصیل پتہ چل گئی۔ مگر فرمایا روزہ میرے لیے ہے۔ اس کی جزا میں دوں گا۔

Memo No

M T W T F S S

Date / /

کشتی ڈوب گئی کا نہیں بتایا — اور اس کو اس طرح بھی پڑھا گیا اور آخر کی ہے — شاید آپ کو پتہ نہ ہو — یہ بھی ایک سنت ہی کا نتیجہ ہے — اور اس کی جزا میں خود دوں گا — رب بندے کو جس عمل سے خود مل جائے — اسے اور کیا چاہیے — علامہ اقبال فرماتے ہیں

جس کا عمل ہے بے غرض اس کی جزا کچھ اور ہے

دنیا کے لیے اس لیے نہ جیو — کہ جنت دوزخ کا مسئلہ ہے — عمل رب کی رضا کے لیے کرو۔ رب مل گیا تو سب کچھ مل گیا ہے — روزہ دوا ہے — دوا بقدر دوا ہی ہونی چاہیے — اگر یہ نسخہ ایک ہو جائے شوہر اس کو کوئی علاج دوا کھاتا نہیں ہے — اب نہ تو اتنی زیادہ ہے — کہ نعوذ باللہ کے — نہ اتنی کم ہے کہ دوا کھودے کہ آپ اس کو محسوس ہی نہ کر دیں — پورا سال روزے نہیں — ایک دن روزہ دوسرے دن — روزے نہیں — اور چھ ماہ نہیں — سال میں صرف ایک ماہ — بلکہ ملک اور اجتماعیت کے لیے اس کا تعین کر دیا گیا کہ رمضان کا مہینہ ہے۔ تاکہ سب ایک ہی مہینے میں رکھیں — ورنہ کوئی کہتا جی میں سردیوں میں رکھوں گا — گرمیوں — کوئی کہتا جی میں کراچی میں رہوں گا — لندن — تو مشکل ہو جاتی — اس نے اپنی سہولت کو دیکھتے سب کو جمع کرنے کے لیے ایک خاص مہینہ بنا دیا — اب افریقہ ہو — یا جاپان — پاکستان ہو یا ایران — دنیا کا کوئی کنارہ — مشرق و مغرب — جنوب شمال — ہر طرف چلے جاؤ — سب رمضان میں روزے سے نظر آئیں گے — امیر ہو گا یا غریب — بادشاہ ہو گا یا فقیر — سب کو اسی مہینے میں روزہ رکھنا ہو گا — آسان بھی ہو گیا دلچسپ بھی ہو گیا — فمن شهد منكم الشهر — جو حاضر موجود زندہ ہے — اس مہینے میں زندہ ہے — روزہ رکھے — خدا کو جسمانی زحمت دینا نہیں چاہیے — اللہ نے کسی جان کو اس کی بساط و طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی ہے — اللہ تعالیٰ نے فرمایا یرید اللہ بکم الیسر — ولا یرید بکم العسر — اللہ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے۔ مشکل نہیں چاہتا۔ کسی نے سمجھایا یہ مشکل ہے۔ ہماری آسانی ہی آسانی ہے — ہمیں سمجھ نہیں آتی تو سمجھنا چاہیے۔

ذرا دیکھیں ذرا دوسرے مذہبوں میں ہندوؤں کے ہاں صرف برہمنوں کے لیے روزہ ہے — جو برہمن نہیں ہے اس کے لیے روزہ نہیں ہے — پارسیوں میں صرف پیشوا کے لیے ہے جو آگ کی پوجا کرنے والے — یونانیوں میں صرف عورتوں کے لیے ہے — اسلام میں حقیقی

مساوات ہے ۔ مرد ہے یا عورت ہے بوڑھا ہے یا جوان ۔ بادشاہ ہے یا فقیر امیر ہے یا غریب ۔
رنگ کا کیسا ہی ہو زبان کوئی بولتا ہو ۔ اگر مسلمان ہے سب کے لئے روزہ ہے ۔ رعایتیں ہیں
مسافر ہو ۔ ایام حمل میں عورتیں ۔۔۔ ایسی بیماری جس میں بیماری بڑھ جانے اور جان
کا خطرہ یا زندگی کا مسئلہ بن جائے ۔ زچگی میں عورتوں کے ہاں اتنا لاغر ہو جائے ۔ روزہ رکھنے
سے اس کو کوشش نہ رکھے ۔ مجذوب ہو ۔ ذہنی ہو اس میں نہیں ہے ۔ اسلام نے
رعایتیں دی ہیں ۔ اسلام نے کسی کو اس کی برداشت سے زیادہ تکلیف نہیں دی ۔
اسلامی احکام میں ۔ اب میں یہ بات کروں گا ۔ آپ کو منع کیا ۔ نہ کھانا پینا
نہیں ۔ عورت کے قریب نہ ۔۔۔ لیکن روزہ افطار ہو جائے تو پھر یہ پابندی ۔ نہیں ۔
پہلے مذاہب کو دیکھیں کسی کے ہاں مسلسل روزہ ۔ کسی کے ہاں چوبیس گھنٹے کا
روزہ ۔ کسی کے ہاں ایک ایک ہفتے کا روزہ ۔ کسی کے ہاں تیس تیس دن مسلسل روزہ ۔
اسلام میں ایسا نہیں ہے ۔ حکم دیا نبی پاک ﷺ نے سحری کیا کرو تمہارے لئے
سحری میں برکت ہے ۔ رمضان میں کھانا کم نہیں کیا گیا ۔ ٹائم بدل دیا گیا
آپ کو طریقہ بتا دیا گیا ہے ۔ دو ٹائم کھاؤ ۔ باقی سارا دن نہ کھاؤ تو صحت
اچھی رہتی ہے ۔ فرمایا گیارہ ماہ اپنی مرضی سے سارا دن کھاتے پیتے رہتے ہو ۔ اس
سے تمہاری صحت پہ کیا برا اثر پڑتا ہے ۔ رمضان کے ایک مہینے میں دیکھو ۔ دو ٹائم
کھاؤ ۔ تو تمہاری صحت خراب نہیں ہوگی ۔۔۔ آپ کو سحری کا بھی حکم ہے افطاری
کا بھی حکم ہے ۔ افطاری بھی کرو سحری بھی کرو ۔ یہ نہیں ہے کہ خواہ مخواہ آپ
سے کوئی زبردستی مشقت کروائی جا رہی ہے ۔ اور اب بندے انکار کرنے والے
ڈاکٹر کڑوی دوا دیتا ہے ۔ بندہ شوق سے پی لیتا ہے ۔ حالانکہ پتہ ہے تمباکو کھاتے
سے چکر آتے ہیں ۔ مگر جب ایک دم بندہ کھانے لگے ۔ کچھ عادت بنا ہو گئی ۔ اسی میں مزہ
آتا ہے یا نہیں آتا ۔۔۔ روزہ رکھ کے دیکھو ۔ نماز پڑھ کے دیکھو ۔ پھر مزہ نہ آئے
تو پھر کہنا ۔۔۔ یاد رکھو ۔۔۔ وہ لوگ جو اعتراض کرتے ہیں ۔ ان کے اعتراض
کی بنیاد ان کی کچی وہ عقل ہے جس کو انہوں نے شریعت کی لگام نہیں دی ہے ۔

ہمیں یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ شر لعنت ہے یا ہر کام میں ہمارا کیا فائدہ ہے۔ ثواب ہے۔ یہاں ہمارے لیے بہتری ہی بہتری ہے۔ توجہ فرمائیں ۔۔۔ مہینے دوستو۔

روزے میں آسانی ہو جائے اگر آپ اس میں مزہ لیں۔ اللہ کا حکم جان کر محبت سے کریں تو یہی محنت آپ کو آسان لگے گی۔ اور جب کسی کو کسی سے محبت ہو جائے تو رات جاگنا تکلیف دیتا ہے۔ کسی سے تعلق ہو جائے۔ اس کو ساری رات جاگنے میں تکلیف ہوتی ہے۔ محبت آپ کو تھکنے نہیں دیتی ۔۔۔ اندازہ کرو۔ ایک بندے کی محبت میں آپ کا یہ حال ہوتا ہے۔ جب آپ اپنے رب سے محبت کرو گے تو عبادت میں مزہ آئے گا یا نہیں ۔۔۔ دلچسپی ہو جائے تو محنت بھاری نہیں لگتی۔ اور اصل ثواب۔ کھانے سے نہیں آتی۔ خوشی سے آتی ہے۔ بلکہ ۔۔۔ سب روزہ دار۔ جو روزہ نہیں رکھتے۔ ان کو شرم کرنی چاہیئے ۔۔۔ اللہ آسانی کا فیصلہ کرتا ہے۔ اور وہ مشقت محسوس کرتے ہیں۔ اس لیے آپ شوال سے اللہ نے دل سے بھی کچھ روزے نہیں کیا ہے۔ اللہ نے قرآن میں تکلیف نہیں کیا ۔۔۔ ہمارے لیے سہولتیں ہیں۔ ہم نے جان لیا۔ کہ یہ روزہ

(C) یہ باطنی صفائی کا سبب بنتا ہے۔ دنیا میں بھی ہمارے لیے صحت ہے۔ آخرت میں ہمارے لیے راحت ہے۔ کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کی آپ لوگ مشق کر لیتے ہیں۔ خود اختیار کر سا سیکھ لیا۔ کچھ چیزیں آپ کے اختیار میں نہیں ہیں۔ دعا کی رہائش میں فنت ممکن جب ہاتھ میں دعا لیتے ہاتھ اٹھا کے کرنا ہے۔ بالفرض ہاتھ اٹھا کے کرنی۔ مثلاً لیٹی لوگ بھی ہیں ہاتھ نہیں اٹھا سکتے۔

مدینہ منورہ میں بنتا ہے اکثر تھے کے سامنے کھڑے ہوں ۔۔۔ ہاتھ اٹھالیں تو کہتے ہیں میں قبلہ کی طرف کرو۔ قبلے کے قبلے کو چھوڑ دیں اور منہ دوسری طرف کر لیں۔ یہ قبلہ کس نے بنایا ہے۔ میرا رب تو قبلے کا بھی قبلہ ہے۔ کعبے کا بھی کعبہ ہے۔ ان کو پیٹھ کر کے جو دعا کی جائے۔ اس میں تو قبولیت کی بجائے الٹا پکڑ ہو سکتی ہے۔ تھوڑا سا ہٹ کے کوئی دائیں بائیں قبلے کی طرف منہ کر دیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ نبی کو پیٹھ کر کے کھڑے ہونا۔ تو وہاں اگر ہاتھ اٹھالیں تا اس طرف تو کہہ دیتے ہیں ہاتھ گراؤ ۔۔۔ نہ گرائے تو خود آپ کے ہاتھ پہ مارتے ہیں رشکر ہے

M | T | W | T | F | S | S

Memo No

Date / /

تو ایسی جگہوں پر ہم ہاتھ اٹھا کر دعا کر لیں — ہم پورے کا پورا ادھر اپنے آپ کو ہاتھ بنا لیتے ہیں۔
سارا جسم ہاتھ بن جاتا ہے۔ سراپا سوالی اپنا دامن پھیلا لیا — ہاتھ باندھ لئے عاجزی
کر لی ہے یا — اللہ کے حضور دعا اللہ سے ہی کرتے ہیں۔ مگر سرکار کو پتہ نہیں کرتے۔
دعا کی ریاضت ہر وقت ہو سکتی ہے۔ ہاتھ اٹھا کے کر لی۔ یہ اختیاری چیز ہے۔ مگر
صبر کی مشق اختیاری نہیں ہے۔ کیونکہ مصائب انسان کے بس سے باہر ہیں۔
کبھی آ سکتی ہے کسی آ سکتی ہے۔ انسان کو اس کا سلسلہ خود سے نہیں ہے۔
تو اس کی مہارت اس کو چاہیئے۔ تاکہ کسی بھی مشکل آ جائے۔ انسان برداشت کر سکے۔
یہ مادی بھی اہم۔ یہ روحانی لغزشیں روزہ سب کا علاج ہے۔ اب روزے
میں بھی اگر کوئی گناہ نہیں چھوڑتا۔ اس کو فاقے کی ضرورت نہیں ہے۔
بخاری میں حدیث ہے حضور نے فرمایا جو روزہ رکھ کے گناہ نہ چھوڑے۔ وہ بھوکا پیاسا رہتا
ہے۔ اس کو فاقہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ اس کو کچھ ملتا نہیں ہے۔
طبیب ڈاکٹر بعض حالتوں میں بھوکا رکھتے ہیں — تقلیل الطعام — وہ بھوک ہو جائے گا۔
روزہ مفید ہے۔ تھوڑا سا بھوکا رہیں اتنے آپ کو تو اس سے مرض دور ہو جائیں گے۔
تو آپ اندازہ کر لیں۔ کہ طبیب ڈاکٹر کے کہنے پر تو اپنے جسم کو درست رکھنے کے لئے پرہیز کر لیتے
ہیں۔ تو رب کے فرمان کو دل سے مانتے ہوئے یقین رکھو کہ ہمیں روزہ کوئی نقصان
نہیں دے گا۔ حضرت سلطان الاولیاء شیخ الاسلام والمسلمین۔ حضرت بابا فریدالدین
مسعود گنج شکر مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ — چشتی سرکار فرماتے ہیں۔

خوردن برائے زیستن — نہ کہ زیستن برائے خوردن

زندہ رہنے کے لئے کھاؤ۔ کھانے کے لئے زندہ نہ رہو — انگریزی اردو میں یہ
مثال بھی کہتے — بقدر لا یموت زندہ رہنے کے لئے کھاؤ — اتنا کھاؤ کہ زندہ
رہ سکو — اتنا نہ کھا لو۔ کہ جانور کی طرح کہ جو دیا کھا لو تو جانور کی طرح مستی کرو۔
مولانا روم فرماتے ہیں بڑے — کہ جس کو اپنی مردانگی سمجھتا ہے۔ یہ مردانگی نہیں ہے یہ تو سارا
گندم کا فساد ہے — وہ بڑے خون میں جا کے فساد برپا ہوتا ہے۔ یہ مردانگی کیا چیز ہے

Memo No ______
Date / /

M T W T F S S

اس کو سمجھ۔ لوگوں سے شدید پیار کسی کو کیا ہے، جب سب سے مقصد والا شخص ہوتا ہے اس
کا دماغ چھوٹا ہوتا ہے۔ آزما کے دیکھ لینا۔ جس کا مطالعہ بڑا ہوگا۔ اس کا دماغ چھوٹا ہوگا۔
سائز کی بات نہیں کر رہا۔ سوچ کے لحاظ سے۔ ہو سکتا ہے کہ شاید سائز میں وہ چار گنا
بڑا ہو۔ لیکن ہو گا اس کے دماغ میں کام کی بات سمانا نہیں آئے گا۔
بخاری میں نبی کا ارشاد ہے۔ حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں۔ میرے نبی پاک نے فرمایا
اس ارشاد کو سننے سے پہلے یہ حقیقت جان لیجئے۔ اب تک جتنا فلسفہ بتایا۔ اس کو بند
کے بار سا ہیں۔ لوگوں کی کتابیں۔ ایک طرف میرے رب کا فرمان ایک طرف
مسلم ہر آپ کو روزہ بڑا لگتا ہے۔ آواز نہیں آتی۔ یہ نعرہ ہر کسی کی شان میں نہیں لگتا۔
کوئی بات سن کے لوگ خوش ہوتے ہیں کہ اللہ رسول کا نام بلند ہوتا ہے
جب کبھی لگے تو جوش آنا چاہیے۔ یا درمیں کوئی حکمت سمجھ میں آئی یا نہ آئی۔ کسی
کو پسند آئی یا نہ آئی۔ جان لیں روزہ جس کا حکم ہے اللہ کا۔
جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو آسمان کے جنت کے رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں
اے رمضان تجھ پر قربان تو آیا ہے تو خوشخبریاں لے کے آتا ہے۔ بخشش کی رحمت
کی انعام کی۔ برکتوں کا تو امین بن کر آیا ہے۔ اے اللہ جب یہ رمضان دیا ہے تو اس کی برکتیں بھی
دے دینا۔ نبی پاک نے فرمایا جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ شیاطین قید کر دیئے
جاتے ہیں۔ کوئی یہ سمجھے کہ شیطان قید ہے۔ مگر گناہ پھر بھی ہو رہے ہیں۔ تو سنیں
آپ ایک گناہ کرانے والی چیز ہے شیطان اور ایک ہے نفس۔ آپ نے پورا سال
اپنے نفس کو کتنا شیطان کے تابع کیا تھا۔ کتنے شیطانی راستے عبور کیے تھے
اب آپ کا نفس اس کا عادی ہو چکا ہے۔ اب شیطان بند ہے۔ اور نفس آپ سے
گناہ کروا رہا ہے۔ تو اس مہینے میں آپ کو پتہ چل جائے گا۔ کتنے گناہ آپ
شیطان کی وجہ سے کرتے ہیں۔ کتنے نفس کی وجہ سے۔ تو جب آپ کو پتہ چل گیا
تو آپ کے نفس کی وجہ سے گناہ ہوتے ہیں۔ تو ایک مہینہ نفس کو کنٹرول کر سکتے ہیں۔
تو نفس کی وجہ سے گیارہ مہینے نہیں کر سکتے۔ یہ آپ کو بتا دیا۔ آپ نے جب اللہ کی

رضا کیلئے ۔ حلال غذا کو حلال پانی حلال کھانا چھوڑ سکتا ہے ۔ تو اندازہ کر لے جو ہمیشہ کیلئے
حرام ہے ۔ ان کی سختی کتنی ہونی چاہیے ۔ تو ایک مہینہ اس رب کی رضا کے لیے ۔ تو حلال
کو چھوڑ سکتا ہے ۔ تو اس رب کی رضا کیلئے ۔ گیارہ مہینے حرام کو کیوں نہیں چھوڑتا ۔ یہ
تربیت ہے اگر آپ نے ایک مہینہ اپنے آپ کو عادت ڈالی تو گیارہ مہینے کام آئے گی ۔
ـ اور ہمارا تجربہ ہے جو ایک مہینے میں محنت کرے اس کو گیارہ مہینے کیلئے آسانی ہو جاتی ہے
بخاری میں روایت موجود ہے ۔ حضرت ابن عباس نبی پاک ﷺ کے چچا زاد بھائی روایت
فرماتے ہیں ۔ حضور ﷺ رمضان شروع ہوتے ہی قیدیوں کو رہا فرما دیتے تھے ۔ اور ہر سائل کو
عطا فرماتے تھے ۔ آپ نے کبھی کسی کو لا نہیں فرمایا ۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ۔

ــ وہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا ۔
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا ۔

یعنی کسی مانگنے والے نے کبھی نہیں کا لفظ سنا ہی نہیں ہے ۔ اور احمد یار خان
بھی فرماتے ہیں ۔

زمانہ نے زمانے میں سخی ایسا نہیں دیکھا ۔
لبوں پر جس کے سائل نے نہیں آتا نہیں دیکھا ۔

سرکار ﷺ نہیں تو فرماتے نہیں تھے ۔ مگر رمضان میں ۔ آپ کا سخاوت کا یہ عالم تھا ۔
کہ بخاری و مسلم میں حدیث موجود ہے ۔ ہوا اتنی تیز نہیں چلتی جتنی سرکار سخاوت فرماتے
تھے ۔ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی اجود الناس ۔ ہر سائل کو عطا فرماتے
تھے ۔ کوئی خالی نہیں جاتا تھا ۔ اگر کچھ لینا ہے تو سائل بن جاؤ ان کے
اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے کتنی اچھی دعا بتائی ہے ۔
ــ جو کچھ مانگ پاتے ہیں ۔ باقی لوگ روٹی مانگتا ہے کوئی بوٹی ــ
میرا نہیں کہنا کچھ مانگتے ہیں ۔ مانگنا ہے تو ان کی محبت مانگو ۔ ان کے در سے سب کچھ
مل جاتا ہے ۔ حضرت سلمان فارسی کی روایت ہے ۔ کہ رمضان المبارک میں نفل پڑھنا فرض کے
ایک رکعت کا ثواب ستر فرضوں کے برابر ہے (نفل کا) تو اندازہ نہیں ہے ۔ کہ ثواب کتنا ہے ۔

Memo No
M T W T F S S
Date / /

روزہ افطار کرانے والے کو روزے کا ثواب ملتا ہے ۔ کوئی اگر ہر مسجد لے کر افطار کرا دے گا ثواب تو مل ہی جائے گا ۔ یہ نہیں ہوگا کہ صرف ثواب ہے ۔ گرچہ مجبوری سے بھی ثواب پورا ملتا ہے ۔

مجبور سے روزہ کیوں کھولا جاتا ہے ۔ اس میں اتنی برکت کیوں ہے ۔ حضرت آدمؑ کو اللہ نے بنانے کیلئے پوری زمین سے مٹی منگوائی ۔ جب خاکی پتلا تیار ہوا ۔ جو مٹی بچی ہے اس سے کھجور ۔ اندازہ لگاؤ کہ اتنا ثواب ہے تو روزہ رکھنے کا کتنا ثواب ہوگا ۔ بخاری میں حدیث پاک ہے ۔ ابو ہریرہ ۔ من صام رمضان ۔ ذنبہ ۔ جو رمضان کے روزے رکھے ایمان اور احتساب کے ساتھ ۔ جب روزے رکھے ۔ [illegible] روزہ اس کا ہوگا جس کا ایمان ہوگا ۔ جس کا ایمان نہیں اس کے لئے رمضان کوئی شئے نہیں ہے ۔ ان کے لیے گیارہ مہینے جیسا چلتا رہتا ہے ۔ کوئی فرق نہیں پڑتا ۔ وہی کام وہی سلسلے ۔ ایمان والے کے لئے رمضان عام مہینہ نہیں خاص اس کے معمولات میں اس کی عادتوں میں انقلاب آجائے گا ۔ ادھر رمضان آئے گا ۔ تو مومن سر سے پاؤں تک بدلا ہوا ہوگا ۔ ایک ایک منٹ اس کا جو ادا ہوگا وہ الگ الگ ہوگا ۔ کہ یہ خاص مہینہ ہے ۔ اب روزے رکھتے ہیں بنا پاک [illegible] کس کس کے گناہ معاف ہوں گے ۔ جو ایمان کے ساتھ احتساب کے ساتھ رکھے گا ۔ ہر ایک کا حال ایک جیسا نہیں ہوگا ۔ ایمان نام ہے عقیدہ کے صحیح ہونے کا ۔ اگر عقیدہ صحیح نہیں ہے تو کوئی فائدہ نہیں ہے ۔ تو ہر کسی لیے اہلسنت وجماعت کے سوا کسی کا عقیدہ درست نہیں ہے ۔

کوئی دیوبندی کہے وہابی کہے [illegible] ۔ اضافی شیعہ [illegible] شاہ ولی اللہ نے بنائے سب سنی بنائے ہیں ۔ ولایت انہیں کی ہے اور انعام دشمنوں کو نہیں دیا جاتا ۔ مشرق مغرب جنوب و شمال ۔ سب کہہ کے دیکھ لو ۔ جو ولی ملے گا سنی ملے گا ۔ تو پتہ چلا اللہ نے دوستوں کو انعام دیا ہے ۔ دوست کون ہیں سارے سنی ہیں ۔

ہاں اب اپنے آپ کو وہابی بھی سنی کہلانے لگ گئے ۔ سپاہ صحابہ کہلاتے ہیں مگر اپنے آپ کو سنی کہلاتے ہیں ۔ مودودی سنی کہلاتے ہیں ۔ جو بنا ہے دیسی دیسی [illegible]

کیسی ہے۔ دو نشانیاں آپ کو سنا دیتے ہیں ـــــ اب نشانی ہے جو یا رسول اللہ کا نعرہ لگائے ـ
جو میلاد منائے وہ سنی ہے ـــــ حالانکہ یہ مستحبات ہیں اعمال ہیں ـــــ جو گیارھویں ـ
جو مزاروں پر جا کر سلام کرتا ہے۔ جو نبی کا نام چومتا ہے ـ جو نبی کو زندہ مانتا ہے ـ جو
اللہ کی عطا سے نبی کا علم غیب مانتا ہے۔ جو اللہ کی عطا سے روحانی طور پہ نبی کو
حاضر و ناظر مانتا ہے ـــــ جو یہ مانتا وہ سنی ہو سکتا ہے ـــــ جو سنی نہیں ہے وہ مسلمان
نہیں جو مومن نہیں تو رمضان نہیں جب رمضان نہیں ـــــ تو روزہ بھی نہیں
نہ نماز نہ روزہ چھٹی ہے۔ رہ گئے ہم دو دو نہ فاتحہ نہ درود ـــــ

ضروری بات رعایت نہیں کر سکتے ـــــ دیکھو نا آپ کے گھر کے معاملات ہوں خاندانی
معاملہ ہو ـ آپ کی بہو بیٹی کا مسئلہ ہو آپ رعایت کرتے ہیں ـ جب کوئی بہن کو آنکھ مار کے
کسی منصف کے پاس جاتے ہیں ـــــ خود فیصلہ کرتے ہیں میں ساری عمر تیری شکل نہیں دیکھنا
چاہتا ـ دفع ہو ـــــ نہ کاروبار کریں گے نہ بول چال رکھیں گے ـ کیا غیرت نہیں ہے ـ
ہو سکتا ہے کسی کو اپنی ماں بیٹی بہن کے لیے غیرت نہ ہو ـــــ (۱۰ ـــ ۲۲) ـ آج کل
تو حال یہی ہوتا جا رہا ہے ـــــ جب عورتیں ننگی ہو جائیں گی ـ بہن بھائی بیٹھ کے ننگی فلمیں دیکھیں گے ـ
تو غیرت کہاں رہ جائے گی ـــــ سوچیں آپ کا خاندانی مسئلہ ہو رعایت نہیں کرتے ـ اے
یہ میرے نبی کی عزت کا مسئلہ ہے۔ جن کی قدموں کی خاک پر ماں باپ قربان ـ جو میرے
نبی کا ادب نہیں کرتا ـ یا اس کی بے ادبی کرنے والوں کی حمایت کرتا ہے ـ اس کا عقیدہ درست نہیں ـ
ہم کوئی رعایت نہیں کر سکتے ـ لوگ کہتے ہیں کسی کو برا نہ کہو ـ جو میرے نبی کو برا کہتا ہے وہ
ٹھیک ہے ـــــ میں ایسے عقیدے پر میں اب [illegible] تھوکتا ہوں ـ میں جانتا ہوں
جب تک میرے جسم میں جان ہے ـ میں نبی کے گستاخ کے خلاف بولنے سے نہیں رک
سکتا ـــــ یہ کوئی جوش دلانے والی بات نہیں ہے ـ دکھانے والی بات نہیں ہے ـ ہمارا خاندان
کی گواہی موجود ہے ـــــ جب تک ایک کوکب نہیں ہزاروں زندہ ہیں نبی کی ناموس پر کٹنا برداشت
کر لیں گے ـ مگر نبی کی گستاخی برداشت نہیں کریں گے ـ

سنو ـ عقیدہ درست ہو گا تو روزہ ہو گا ورنہ کوئی روزہ نہیں ہے۔ شیطان کا چیلا کو سال بھر کا

عبادت قبول نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس لئے کہ اس نے نبی کی تعظیم نہیں کی۔ تو جب اس کی چھوٹی کوئی
قبول نہیں ہوتی آپ کی 2 چار دس چالیس برس کی کیا قبول ہوگی۔ (بہت اہم ہے)
دوسری چیز ہے احتساب اس کا معنی ہے طلب رضا۔ خالص اللہ کی رضا۔ اب احتساب
کس طرح ہو۔ آپ سر سے پاؤں تک سارا روزہ رکھے۔ آنکھوں سے ناجائز چیز کو نہ دیکھے۔
کان سے، زبان سے، ہاتھ، پاؤں۔ جن سے اللہ رسول نے منع کیا ہے۔ جب تک آپ
ان چیزوں سے نہیں رکیں گے آپ کا روزہ نہیں ہوگا۔ صرف بھوکے نہیں رہنا ہے۔ روزہ
اس طرح رکھنا ہے اندر باہر جسم کے ظاہر سے بھی۔ باطن سے بھی روزہ رکھتا ہے۔ غلط خیال
آتے ہیں مگر ان میں لگ نہیں جانا۔ فوراً جھٹک دینا ہے۔ فلم دیکھ کے ٹھنڈا نہیں کرنا۔
روزے کو بازار گھوم کے ٹھنڈا نہیں کرنا۔ روزے میں ناول پڑھ کے ٹھنڈا نہ کرے
اگر آپ کو نیند آئی ہے تو سو سکتے ہیں۔ نماز نہیں چھوڑنی۔ قضا کرتے ہیں نماز۔ قرآن نہیں
پڑھتے۔ درود شریف نہیں پڑھتے۔ جھوٹ بول رہے ہیں ناپ تول میں کمی کر رہے ہیں۔ ایسا
روزہ کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ اب دو شرطیں من صام رمضان ایمانا۔ جس نے رمضان
کے روزے رکھے۔ ایمان اور احتساب کے ساتھ۔ اس کے گزشتہ کے گناہ معاف ہو جائیں گے
میرے دوستو جان لیجئے۔ دو شرطیں ہیں۔ اب گزشتہ کے گناہ معاف کروانا چاہتے ہیں تو
رمضان آ گیا۔ حج کیلئے بھی دو شرطیں بیان ہوئیں کہ جو اللہ کے گھر کا حج کرے۔ اس میں بیہودہ
گوئی نہ کرے۔ نہ فحاشی کرے۔ وہ جب حج کر کے لوٹتا ہے۔ گناہوں سے ایسا پاک ہوتا ہے
جیسے اس پہلے دن تھا۔ جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا تھا۔ پہلے دن کا بچہ گناہوں سے
پاک ہوتا ہے۔ جس طرح پاک ہو جائے گا۔ حج میں بھی دو شرطیں۔ رمضان میں بھی
دو شرطیں۔ پتہ چلا۔ حج بھی گزشتہ کے گناہ معاف کرواتا ہے روزہ بھی۔ لیکن
کتنی پیاری بات ہے۔ حج بھی مشکل ہے رمضان بھی مشکل ہے۔ رمضان بھی۔ کعبہ بھی گزشتہ کے گناہ
معاف کرواتا ہے۔ مگر دو شرطیں دونوں کے ساتھ ہیں۔ پتہ چل گیا ہم ان دونوں سے کام لے سکتے
ہیں۔ ہم گزشتہ کے گناہ معاف کروالیں۔ والد صاحب فرماتے رہے۔
مسکین دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک گھر بلا کے دیتا ہے۔ ایک گھر دل میں گلا آ کے دیتا۔

کعبہ مکے بلا کر دیتا ہے۔ رمضان گھروں میں آ کے دیتا ہے ـــ رمضان آیا ہوا ہے۔ ہر دستک نہ ٹالنا
لینا ـــ اس کے رستے نہ بند کرنا - اپنے دروازے کھول لو - کیا مطلب دل کے دہانے کے بند
دروازے کھول لو ـــ اس کا استقبال کرو - اس کا احترام کرو تو بخشے جاؤ گے -

اچھا جی گذشتہ کے گناہ معاف ہو رہے ہیں تو پھر تمہیں تو روزہ رکھتے تھے ـــ تو پچھلے سال
کے بھی کوئی گناہ تھے جو معاف ہو جاتے ہیں - اس کا بھی جواب سن لو - یہ ہر شخص آسانی سے سمجھ سکتا
ہے - کیونکہ سونا دو قسم کا ہوتا ہے - ایک ملاوٹ والا - ایک خالص - دونوں کو تپایا جاتا ہے
ہیں - لیکن دونوں کا مقصد ایک نہیں ہے - ایک کو اس لئے تپا رہے ہیں کہ اس
کی میل نکال دیں - ایک کو اس لئے تپا رہے ہیں کہ اس کو نرم کر کے اس کا زیور بنا
کر اس کی شان بڑھا دیں - محبوب کے گلے کا ہار بنا دیں - دونوں کو تپایا مگر
دونوں کا مقصد ایک نہیں ہے تو اللہ والے نیکیاں کرتے ہیں - اس لئے ان کے درجے بلند
ہوتے ہیں - گناہ گار نیکی کرتے ہیں - ان کے گناہ معاف ہوتے ہیں -

اور سنو ہمیشہ سے اللہ کی بارگاہ میں جانا ہے ـــ مثال جہاز ریل گاڑی ـــ
ـــ تنخواہ لے کر بھی دیا کر بھی ـــــ دوسری مثال - ایک جیسی ہی نہیں جہاز
میں ساری امت سوار ہے اس جہاز میں کپتان رسول اللہ ہیں - اسی جہاز میں ہم سوار
ہیں خدا تک جانے کے لئے - رسول اللہ سوار ہیں پہنچانے کے لئے ـــ ہم اعمال کی پوٹلیاں
لے کے بیٹھے ہیں ـــ سرکار کو وسیلہ بنائیں سرکار تو ہم سب کی سفارش کرنا ہے
دونوں کا معاملہ ایک جیسا نہیں ہے۔

جس نے روزہ رکھا اس کی حدود کو پہچانا جس سے بچنا تھا اس سے بچا۔
گناہوں کا کفارہ ہو گیا ـــــ بیہقی میں روایت ہے میری امت کو پانچ باتیں ملی۔
جو پہلی کسی امت کو نہیں ملیں ـ جب اللہ پہلی رات نظر فرمائے گا - اس کو
عذاب نہیں ہو گا - (2) روزہ دار کے منہ سے جو بدبو آتی ہے۔ اللہ کے نزدیک
مشک سے پیاری ہے - (۳) فرشتے دعائے مغفرت کرتے ہیں - (۴) جنت کو سجا دیا جاتا
ہے - (۵) اللہ سارے مہینے میں روزہ رکھ کے اور محنت کرنے والوں کو رمضان کی آخری رات

یہ حدیث بھی سنیں ۔ مشکوٰۃ میں حدیث پاک موجود ہے ۔ کعب بن عجرہ روایت فرماتے ہیں
سرکار منبر پر تشریف فرما ہوئے ۔ آمین فرمایا ۔ صحابہ نے عرض کیا ۔ تو فرمایا ۔
رمضان کا مہینہ پائے اور ——— (۲) والدین کی نافرمانی ——— (۳) درود شریف نہ پڑھنے
والے ——— جبرائیل ؑ نے بد دعا کی ہے اور میں نے آمین فرمائی ہے ——— صلی علی محمد
سے پتا چلا مشکل ہوا آ پڑی ہے بہتر ہے ہمیں نام سے ملی ۔
کیونکہ مشکل کشا وہ ہے جس کا نام محمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم ۔ صلی علی محمد
اندازہ کریں آمین کتنا دعا ہے ۔ ایسا کام کرے ۔ تو جبرائیل کی بد دعا کیا کم تھی اس پر نبی پاک ﷺ
نے آمین فرمادی ——— پتہ چلا یہ کوئی معمولی بات نہیں ——— تو ہم نے ان تینوں کاموں
سے بچنا ہے ۔ (۱) رمضان میں اپنے آپ کو جنتی بنوانا ہے ۔ (۲) ماں باپ کی خدمت کر کے بھی
جنتی بنانا ہے ۔ دیکھیں ماں باپ سے اختلاف ہو سکتا ہے ۔ کچھ باتوں میں پالیسیوں میں ۔
مگر ان کی بے ادبی نہیں کرنی ——— ان کی خدمت کرتے رہنا ہے ۔ اگر کسی بات میں اختلاف بھی
ہو تو بے ادبی نہیں کرنا ——— ان کا دل نہیں دکھانا ——— ہاں اختلاف رکھ کر سکتے ہیں بات
سمجھا سکتے ہیں ۔ لیکن وہ شریعت کے خلاف یا سنت کے خلاف کوئی حکم دیں تو مانا نہیں
جا سکتا ۔ باپ نے بیٹے کو کہ داڑھی رکھی ہے تو منڈوا ۔ تو نہیں مانیں گے روزہ رکھا ہے پینا ہے
تو نہیں مانیں گے ۔ (۳) جب نبی پاک ﷺ کا ذکر آئے ۔ درود و سلام پڑھنا ہے ۔
یا نبی سلام علیک ——— ہر وقت اس کا ورد کرنا ہے ۔ درود شریف بڑا
وظیفہ ہے ۔ رب نبی پر بھیجتا ہے یہ وظیفہ ——— اس سے اچھا کونسا وظیفہ ہو گا ۔
روزہ دار ۔ دس لاکھ کی افطاری کے وقت بخشش ہوتی ہے ۔ پورے ہفتے کے برابر جمعے کے دن ۔
پورے مہینے کے برابر آخری روزے میں ——— روزانہ بخشش ہو رہی ہے ۔ ایک روزہ انسان کے چہرے
کو جہنم کی آگ سے ستر برس دور کرتا ہے ۔ تو جو پورے روزے رکھے گا ۔
روزے کے مسائل (۱) روزے کی شرعی درجہ ——— کھانے پینے سے رکنا ۔ تمام اعضاء
کو گناہوں سے روکنا ۔ اللہ کے سوا سب سے الگ ہونا ۔ (۲) روزہ عبادت کی نیت
سے ۔ کھانے پینے سے رک جانا ۔ صبح صادق سے لے کر ۔ غروب آفتاب تک ۔ اگر آپ

M T W T F S S — Memo No ______ Date / /

سحری کے ٹائم نہیں اٹھے ہیں - دلمونے گبرائی سے پہلے نیت کریں - سحری کے ٹائم نیت
کرنا اچھی بات ہے - پہلے روزے میں پورے رمضان کے روزوں کی نیت نہیں ہو سکتی - ہر روزہ
کی الگ نیت ہوگی - یا پھر آپ کی زندگی کا پتہ یا نہیں - بیمار ہو گئے - چھوڑ دیا - اور نیت
کی ہوئی ہے - تو سحری کے وقت جو نیت ہوئی ہے - سحر میں کل کے روزے کی نیت کرتا ہوں -
کیونکہ روزہ شروع ہوتا ہے پو پھٹنے کے بعد -

سحری کھانا سنت ہے - سحری کھانا ہی نیت ہے - دل کے پکے ارادے کا نام نیت ہے -
جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا - بھول کر کھانے پینے سے - یہ ذہن میں رکھیں بھولا ہوا
ہوں - دوسروں کے سامنے - بھول کر کھاتا ہے وہ تو اللہ نے کھلایا ہے - الٹی قے ہو جائے - جتنی
مرضی ہو جائے - اگر اس میں سے - چنے کے برابر بھی واپس حلق میں چلا گیا - تو روزہ ٹوٹ جائے
گا - الٹی ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا - سرمہ لگانے سے - احتلام ہو جائے -
لیکن نہانے میں دیر نہ کریں - پچھنے لگوانا - علاج کا طریقہ ہے - حالت جنابت -
- مکھی دھواں - غبار - منہ میں چلا گیا - راستہ میں گزرتے ہوئے - مکھی چلی گئی -
یہ نہ ہو کہ روزہ کیا ہوا ہے کہ جلدی کچھ نہیں ہے تو مکھی ہی سہی -

غبار ہے دھواں ہے جمع کر کے اس کو اندر کھینچ لیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا - ورنہ نہیں -
سینگی لگانا - تیل لگانا + کان میں تیل ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا -
ٹیکہ لگانے سے نہیں - اگر کوئی بیمار ہے انجکشن ضروری ہے اختلاف ہے -
جان بوجھ کر کھانے پینے سے ٹوٹ جاتا ہے - ٹوتھ پیسٹ سے بھی ٹوٹتا ہے
خالی برش کریں - مسواک کریں + پورے دن وغیرہ - حقہ سگریٹ
دانتوں کو خون نکل آیا تو پی گئے + نہاتے ہوئے پانی چلا گیا - یہ مسئلہ نہیں
مسائل ہیں - کفارہ + قضا - کا رمضان + مسائل
روزہ چلا جاتا ہے - تراویح - کتابوں میں موجود ہیں + لوگوں کی مشق ہے

4 - 38 - PM

28-3-

بجلم الباری

(۱) جادو کرنے اور کروانے کے بارے میں کیا حکم ہے ۔ کہ بعض لوگ جو جادو وغیرہ کرواتے ہیں
صرف جادو کرنے والے کو ہی گناہگار تصور کرتے ہیں ۔ اسلام کی رو سے کیا جادو کرنا اور کروانا
جائز ہے ۔

جواب = ہماری سوچ جب تک قرآن پاک اور ارشادات نبوی ﷺ سے وابستہ نہیں ہوگی ۔
ہم اس وقت تک صحیح رہنمائی حاصل نہیں کر سکتے ۔ یہ ہماری رائے نہیں ہے ۔ یا کوئی کچھ
کہہ دے یہ فیصلہ نہیں ہوگا ۔ اصل فیصلہ وہ ہے جو قرآن و حدیث میں بیان ہوا ہے ۔
سورۃ بقرہ میں آیت نمبر 102 اس میں پوری تفصیل ہے ۔ جس میں ہاروت و ماروت
کا ذکر ہے ۔ یہ دو فرشتے تھے جو اتارے گئے ۔ اور اس آیت میں واضح طور پر یہ ارشاد
ہو چکا ہے ۔ کہ ولکن الشیاطین کفروا یعلمون الناس السحر ۔ یہ جادو شیطانوں کی ایجاد ہے ۔
یہ نہیں ہے کہ فرشتوں نے ایجاد کیا ۔ بلکہ شیطانوں نے ایجاد کیا ۔ اس کو اب اسلام میں
اس کے جو احکام ہیں ۔ علمائے اسلام نے قرآن کی آیات اور حدیث نبوی ﷺ کے تحت یہ فیصلہ
کیا ہے ۔ کہ اکثر یہ جو جادو ہے ۔ اس میں کلمات کفریہ ہوتے ہیں ۔ یا شرائط ایسی ہوتی
ہیں ۔ جو شرک اور کفر تک لے جاتی ہیں ۔ تو اس لیے ایسا جادو جو ہے ۔ یا کرنا یا کروانا ۔ کرنا
کفر ہو جائیگا ۔ اگر اس میں کلمات کفریہ ہیں ۔ اور کروانے والا بھی جان بوجھ کر کروائے گا تو وہ
بھی اسی حکم میں چلا جائے گا ۔

یہ اس میں ایک درجہ مرتد ہونے کا بھی آتا ہے ۔ جو اس درجے کو کفر سے بڑھ کر
کہا گیا ہے ۔ کافر کو تو صرف کافر کہا جاتا ہے ۔ اور مرتد یعنی باغی ۔ اس کی سزا کو قتل
ہوتی ہے ۔ تو آپ کو یہ بھی جان لینا چاہیے ۔ اگر جادو کروانے کا مقصد کسی کو نقصان پہنچانا
ہے ۔ تو اسلام نے کبھی اس کی اجازت نہیں دی ہے ۔ اور اگر کوئی شخص سیکھنا چاہتا ہے
تا کہ اس کی برائی بیان کرے ۔ لوگ وہ سیکھنے والا بھی برائی سے بچا سکتا ہے تو جائز ہو جائے گا ۔ بلکہ
علم کسی چیز کا برا نہیں ہوتا ۔۔۔ اس کا استعمال ۔ جس طرح ایک شخص چوری کا علم یا
میں جاننا چاہتا ہے ۔ کہ چوری کیسے ہوتی ہے ۔ چوری منع ہے نہیں ہوگی ۔ اب اس کو مانے اور استعمال کرے
تو غلط ہو جائے گا ۔ کہ صرف جادو کو سیکھنا اس بنیاد پر کہ اس کی برائی آگے بیان کرے ۔

اور سکھانے والا بھی برائی کر سکتا ہے۔ تو غلط نہیں ہے۔ لیکن اس کو سیکھ کر کرنا یا کروانا خاص طور پر جب اس میں کلمات کفریہ ہوں۔ ایسے الفاظ کا استعمال اور اس کا اثر ہوتا ہے۔ ایسے اعمال جو شیطانی ہیں — اور جو فرشتے اتارے گئے تھے۔ وہ لوگوں کو بچانے کے لیے اتارے گئے تھے۔ یہ ایجاد شیطانی ہی ہے۔ اور شیطان کبھی نہیں چاہتا کہ —

یہ جو لوگ حال بتاتے ہیں — اپنا حال کیوں نہیں جان لیتے — اور کچھ علوم ہیں جن کے علوم ہونے میں شبہ نہیں ہے۔ مگر اللہ نے ان کو باقی رکھا ہے یا نہیں۔ ان کو اٹھا لیا ہے۔ جیسے جیسے ان کے بارے میں راسخ احکام بتا دیے ہیں۔ جہاں تک تو احادیث نبوی میں یہ بیان ہے کہ شب برات اور شب قدر جیسی مبارک راتوں میں ایسے لوگوں کی بخشش نہیں ہوتی — یہ جو پامسٹری وغیرہ کرتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ انسان اللہ کی تقدیر کو ماننے کی بجائے ان کی بتائی ہوئی باتوں پر یقین کر لیتا ہے — پھر اس کی قوت ختم ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک متحرک چیز بنایا ہے۔ اس کے اندر ایک موج سی ہوتی ہے اور ہوتی ہے۔ یہ سب ختم ہو جاتا ہے اس طرح۔ تو گویا ہم کو یہ جان لینا چاہیے — کہ ہمارا خالق و مالک اللہ ہے۔ اگر ہم اس کی پابندی کریں گے۔ تو ہم کامیاب ہوں گے۔

یہ جو لوگ دکانیں سجا کے بیٹھے ہیں کہ کوئی بھی مسئلہ مشکل ہو تو ہم حل کر دیں گے — یہ غلط ہے۔ اگر کر سکتے ہوتے تو دنیا میں کوئی مسئلہ نہیں رہتا — یہ جو جنات کو تسخیر کرنے کا مسئلہ ہے یہ درست ہے۔ لیکن یہ ہے کہ جنات سے وہ کام نہیں لیے جاتے جو بیان ہوتے ہیں۔ جنات کو مسخر کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح کچھ بد روحوں کے اعمال بھی ہوتے ہیں — بد روحوں — سے بھی کام لیا جاتا ہے۔ بہت پریشان کرتے ہیں۔ ہوتی وغیرہ یہ روحیں ہی ہوتی ہیں۔ بد روحوں کا آسیب وغیرہ وغیرہ ہوتا ہے۔ ان سے کام لیتے ہیں — یہ جتنی بھی چیزیں ہیں ان کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔ اور بعض چیزیں بالکل غلط ہیں۔ ان سے ہم نے احتیاط کرنا ہے۔ جنات اگر کسی کا کوئی معاملہ ہے بھی۔ تو اس سے خلق کو فائدہ کون پہنچائے گا۔ یہ جو اس قسم کی باتیں ہیں کہ جناب جو بھی کام ہو گا — یہ غلط باتیں ہیں

(۲) سوال: ہم نے سنا ہے کہ سورج گرہن کے وقت حاملہ عورت کو سیدھا لیٹنا
چاہیے۔ سورج گرہن ہمارے گناہوں کا نتیجہ ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: ایک ہے ایمان ایک ہے تجربہ۔ ایمان عقائد جو ہیں ہمارے۔ اسلامی
عقائد۔ ان کی بنیاد۔ قرآن و حدیث کی خبریں ہیں۔ لیکن بہت سے تجربات ہوتے ہیں
مثلاً۔ بزرگوں نے بچوں کو بتایا کہ یوں نہ کرو۔ یا چھوٹے بچوں کو مالش بتاتی ہیں۔ گھروں میں
بڑے بزرگوں سے سیکھتے ہیں۔ کچھ چیزیں تجربات ہوتی ہیں۔

لیکن ایمان کا یا عقیدے کا درجہ صرف اس چیز کو دیا جائے گا۔ جس کی خبر ہمارے پاس
قرآن و حدیث کی ہے۔ جس کی نہیں ہے اس کا یہ اعتبار نہیں ہے۔ (۱) پہلی بات تو یہ ہے
کہ جو سورج گرہن ہوتا ہے۔ یعنی سورج اور زمین کے درمیان کوئی چیز آجاتی ہے چاند آجاتا
یا کوئی اور تو اس کی وجہ سے اتنا حصہ چھپ جاتا ہے۔ اب سورج کی شعاعوں کا بدن
پر اثر ہوتا۔ یہ عجیب سی بات ہے۔ کہ عورتوں کو نہ بھیجا جائے یہ تجربہ ہے۔ یہ ہرگز عقائد
میں یا ایمان میں اس کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اگر ایسا تجربہ ہوا ہے تو احتیاط کرلے لیکن
اس کو عقیدے کی جگہ نہ دیں۔ مثلاً تولیے کا استعمال ہے۔ کہ ایک دوسرے کے جراثیم لگ
جاتے ہیں۔ تو اس طرح یہ بات ہو سکتی ہے۔ یا جس طرح یہ حکم دیا۔ حضور ﷺ نے کہ جب کھانا
کھاؤ تو ہاتھ دھو لو۔ لیکن صاف نہ کیے جائیں گے۔ تاکہ وہ تولیے یا کپڑے میں جراثیم ہیں وہ
دوبارہ ہاتھ کو نہ لگ جائیں۔ یہ تجربہ بھی ہے اور عقل بھی بتاتا ہے سائنس کہ پانی
چھینٹا کہ تمہارا سانس جو نکل رہا ہے۔ اس میں جو کچھ ہے وہ دوبارہ پانی میں جا کے پھر
اندر نہ جائے۔ تو بعض چیزیں تجربات ہوتی ہیں۔ تو اس طرح بعض چیزیں
جس سے منع کیا ہو۔ لوگ کہتے ہیں کہ ایسا ہوتا ہے۔ تو اس پر یقین نہ کریں۔ قدرت
اللہ کی مانیں۔ لیکن اگر کسی کا تجربہ ہے تو احتیاط ضرور کر سکتا ہے۔ لیکن اس کو یعنی
اعتقاد کا درجہ نہ دے۔

(3) سوال: اگر کوئی شخص علاج معالجے کے باوجود تندرست نہ ہو تو کیا کسی بزرگ
کے مزار پہ اس کے توسل سے اللہ تعالیٰ سے صحت مندی کی دعا مانگ سکتا ہے؟

M T W T F S S

Memo No
Date / /

کیا قرآن مجید میں اس بارے میں کوئی واضح ہدایت آئی ہے۔ جبکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ یہ بیماری کی حالت میں جب آپ صحابہ کے سہارے مسجد میں تشریف لے گئے۔ تو نماز کے بعد اس بات کی خصوصیت سے تاکید فرمائی ہے کہ یہودیوں اور نصاریٰ کو دنیا میں ذلیل اور لعنتی قرار دیا ہے کہ وہ اپنے بزرگوں اور پیشواؤں کی قبروں پر جا کر پوجا پرستش کرتے ہیں۔ دیکھیں تم اس بارے کرنا میں تمہارا اس سے منع کرتا ہوں۔

علاوہ ازیں ہمارے زمانے کے دینی راہنما احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب فتاویٰ میں تحریر کیا ہے کہ قبروں پر نہ جانا چاہیئے۔

جواب = ہم لوگوں کو پہلے جاننا چاہیئے کہ اولیاءِ کرام حضرات ان کا تصور کیا ہے۔ بہت سی باتیں معاشرے میں بسنی سنائی رائج ہو جاتی ہیں۔ بغیر تحقیق کے لوگ ایک دوسرے سے سن کر کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور پھر وہ ایسی ہو جاتی ہیں کہ بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کا عقیدہ یا فیشن بن جاتی ہیں۔ اولیائے کرام اولیاء لفظ جمع ہے ولی کی۔ ولی کہتے ہیں دوست کو۔ مددگار کو۔ مقرب کو۔ پیارے کو۔ جو اللہ کے دوست ہیں۔ ان کے لئے اللہ کو بہت واضح طور پر ہدایات دی ہیں اور تعلیمات موجود ہیں۔ یہاں تک کہ وسیلہ تلاش کرنے کا۔ اس پر بھی قرآن کی واضح آیت موجود ہے۔ یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلہ۔ اے ایمان والو۔ اللہ سے ڈرو۔ اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ اب کوئی کہتا ہے کہ ایمان وسیلہ ہے۔ یہ حکم ہی ایمان والوں کو ہے۔ اگر کوئی کہے کہ نیکی نیک اعمال وسیلہ ہے۔ تو اللہ سے ڈرنے والوں کو حکم ہے۔ ہوسکتا ہے جو نیک اعمال کرتا ہے وہ یقیناً اللہ سے ڈر رہا ہے۔ تو یہ مومن اور متقیوں کو حکم ہو رہا ہے۔ کہ اللہ کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ تو اس سے پتہ چلا ہے کہ عقائد اور اعمال کے سوا کوئی چیز ہے جس کو وسیلہ بنانا ہے۔ اور وسیلہ اللہ کی طرف بنایا جاتا ہے۔ اللہ کو کسی کی طرف وسیلہ نہیں بنایا جاتا۔ کیونکہ اللہ بڑا ہے اس کے برابر کوئی اور نہیں ہے۔ تو اللہ کی طرف وسیلہ ہے۔ تو یہ اللہ کا حکم ہے۔ اب وہ وسیلہ کون ہے۔ وہ وسیلہ اعمال بھی ہیں۔ تو عبادت بھی اللہ کی مخلوق۔ دوستانِ اللہ

Memo No
M T W T F S S
Date / /

کی مخلوق ہیں ۔ میرا یہ عمل اور اللہ کے پیارے یہ دو چیزیں میرے سامنے ۔ میں کس کو وسیلہ بنا دوں۔
کس کو انتشار کروں اللہ کی بارگاہ میں ۔ کہ اے اللہ میری نماز کی برکت سے ایسا کر دے ۔ یا
اپنے نبی پاک یا اپنے پیاروں کی برکت سے ایسا کر دے ۔ تو یہاں یہ بات جو میرے سامنے
آتی ہے کہ یہ ہمیں اپنی نماز پر بھروسہ نہیں ہے ۔ کہ یہ قابل قبول ہے یا نہیں ۔ پتہ نہیں
میں نے صحیح وضو کیا یا نہیں کیا ۔ (۱۳ ۔ ۳۱) پاک ہوں یا نہیں ۔ لیکن نبی پاک
کے بارے میں مجھے کوئی شبہ نہیں ہے ۔ کیونکہ وہ اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہیں ۔ صحابہ کرام اہل
بیت اولیاء کرام ۔ ان کے بارے میں ہم دعا کرتے ہیں ۔ اھدنا الصراط المستقیم ۔ صراط الـ ان
لوگوں کے راستے پر چلا جن پر تو نے انعام کیا ہے ۔ تو ان کی مقبولیت ؟ میں شک نہیں ہے ۔
میں شک والی چیز کا وسیلہ نہیں لوں گا ۔ بلکہ مقبول چیز کا وسیلہ لوں گا ۔ اور یہ مقبول
اللہ کے نبی اور ولی ہیں ۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ اللہ ہی سے مانگنا چاہیئے ۔ ہمیں نبیوں ولیوں کے وسیلے
کی کوئی ضرورت نہیں ہے ۔ ان کی راہنمائی کی کوئی ضرورت نہیں ہے ۔ تو سوال یہ
پیدا ہوتا ہے کہ پھر اللہ نے ان کو پیدا کیوں کیا ہے ۔ اللہ تو کسی کا محتاج نہیں ہے ۔ یقیناً ہم اللہ
تک پہنچنے سمجھتے ہیں ۔ کے لیے اللہ تک رسائی حاصل کرنے کیلئے ۔ اللہ نے ان کو پیدا کیا ہے ۔ ہم ان
کی عبادت نہیں کرتے ۔ ان کے لیے ہمیں یہ حکم دیا گیا کہ ہم تعظیم کریں ۔

میں قرآن کریم کی اندر بھی کچھ آیات سنا دوں ۔ پہلا سوال کہ اولیاء
کرام کے مزارات پر جانا ۔ ہم جا کر وہاں کچھ حاجات پیش کرتے ہیں ۔
ان سے کہنا کہ ہمارے لیے دعا کریں ۔ چنانچہ اس کی تعلیم بھی ہمیں ملتی ہے ۔ حضور نے زمانہ میں
تمہیں منع کیا کرتا تھا مقبروں کی زیارت سے ۔ اب میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ زیارت
کیا کرو ۔ اس میں عورت یا مرد کی تخصیص نہیں ہے ۔ یہ حدیث بخاری شریف میں موجود
یہ حکم ہے ۔ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی
جو اپنے وقت کے بہت بڑے عالم بھی تھے ۔ انہوں نے دینی خدمت بہت انجام دی ہیں ۔ لوگوں کی
راہنمائی کی ہے ۔ انہوں نے بہت سی باتوں کے بارے میں جو کچھ کہا ہے لوگ اس کو سمجھے نہیں

M T W T F S S　　Memo No ____ Date / /

انہوں نے قرآن و سنت و شریعت کے بارے میں کوئی خلاف بات نہیں کہی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ
عورتوں کو منع ہے۔ وہاں جہاں کوئی لفظ شرک یا بدعت کا نہیں ہے۔ منع ہے پیروں
کہ بہت سی چیزیں ہوتی ہیں۔ مثلاً اعلیٰ حضرت نے منع کیا ہے قبروں کو چومنے سے
جب جھکنا پڑ جائے۔ اسی طرح بھی منع کیا ہے۔ نہ اس کو شرک کہا۔ نہ اس کو بدعت کہا۔
نہ حرام نہ ناجائز۔ (۱) وہ یہ کہ اب آگے بڑھیں گے ایک تو یہ دوسروں کو تکلیف ہو گی۔ جو
لوگ وہاں جمع ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ دوسرا کوئی بدگمانی نہ کرے۔ اور صرف یہ بھی
ایک ہستی نے مہربانی یہ کیا کمال کی۔ کہ ہمیں بلا لیا ہے۔ اور جس طرح زندگی میں ہم اس کے ساتھ
معاملہ رکھتا ہوں۔ ہاتھ کو چومنا یا پاؤں چومنا۔ یہ صحابہ نبی پاک ﷺ کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ حضرت
علی حضرت عباس کے ہاتھ پاؤں چوما کرتے تھے۔ تو یہ جو حضرت اس کے اس سے دیے
ملے۔ یہ چومنا جو ہے یہ حرام ناجائز نہیں ہے۔ شرک بدعت نہیں ہے۔ صرف ادب
ہے۔ جیسا کہ معتمد کتابوں میں موجود ہے۔ خود اشرف علی تھانوی صاحب نے لکھا اس کو
لکھا ہے کہ ہاتھوں کو چومنا یہ عبادت نہیں ہے۔ بلکہ جس طرح حجر اسود کو چوما جاتا ہے
اور بچوں کو چومتے ہیں۔ غلاف کعبہ کو چوما جاتا ہے۔ یہ چومنا محبت ہے برکت ہے۔
عقیدت محبت اس کو کہنا چاہیے۔ ہر عبادت میں تعظیم ہے۔ مگر ہر تعظیم
عبادت نہیں ہے۔ تو اس لحاظ سے ہم دھوکے میں آ جاتے ہیں۔ باقی ہی بات
تو میں اس سلسلے میں عرض کروں گا

یہ کتاب ہے جناب اشرف علی تھانوی کی (جمال الاولیاء) وہ یہ فرماتے ہیں۔
کہ اولیاء اللہ رحمہم اللہ کا وجود حضور اقدس ﷺ کے ہمیشہ رہنے والے معجزات ہیں۔
تو اولیاء میں جو کچھ کمالات ہو رہے ہیں۔ یہ نبی پاک ﷺ کے معجزات ہیں۔ کہ انہیں
کی برکت سے لوگوں کی حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔ انہی کی بدولت شہروں سے بلائیں
دفع کی جاتی ہیں۔ انہی کی دعاؤں سے حق تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ اور انہی کے وجود کی
برکت سے عذاب ٹل جاتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ایسا بنایا کہ
ان کی برکت سے آگے دوسروں کو فائدہ ہو رہا ہے۔ اب یہ کہنا۔ کہ کیا ان لوگوں سے استمداد

M T W T F S S | Memo No ______ Date / /

رکرنا - مدد مانگنا - جائز ہے یا نہیں - تو اس کے لیے جناب اشرف علی تھانوی کی کتاب بوادر
النوادر - صفحہ ۸۳ پر وہ کہتے ہیں - کہ استعانت زندگی میں یا بعد وفات
ان کو ذاتی طور پر ماننا شرک ہے - یعنی مستقل طور پر خود سے مدد کر سکتا ہے۔
تو یہ شرک ہے - اور جو باعتقاد غیر مستقل ہو - اگر وہ علم و قدرت کسی دلیل سے
ثابت نہ ہو معصیت ہے - اگر ثابت ہو جائز ہے خواہ وہ حی ہو یا میت -
زندہ ہو مردہ - مگر اس کو غیر مستقل ماننا - اور اس کے علم و قدرت کی ہمارے
پاس دلیل بھی صحیح ہو تو یہ جائز ہے کوئی حرج نہیں ہے -

اب قرآن سے اس کی دلیل مل جائے - حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے
ہیں - وجعلنی مبارکا - انما کنت - اللہ نے مجھے برکت والا بنایا ہے - وابرئ الاکمہ -
- باذن اللہ - سے میں مادر زاد اندھا - اس کو ٹھیک کر سکتا ہوں - اور برص
والا - اور میں زندہ کرتا ہوں - یہ واحد متکلم ہیں - میں کرتا ہوں - مگر ساتھ ہی فرما دیا -
باذن اللہ - اللہ کے حکم سے - پتہ چلا کہ اللہ کی مخلوق میں کمالات ہیں - اور وہ کمالات
ان میں ان کے اپنے ذاتی نہیں ہیں - یہ اللہ سے عطا کیے ہوئے ہیں - مگر اللہ کا اس کو عطا کیا
ہوا سمجھ کر مانا جائے -

حدیث قدسی ہے بخاری میں - کہ جو بندہ میرا مقرب بن جاتا ہے - اس کو میں اپنا محبوب بنا
لیتا ہوں - اس کے کان اس کی آنکھ اس کی زبان میں بن جاتا ہوں - یعنی جس سے وہ سنتا
ہے دیکھتا ہے - بولتا ہے اس کے ہاتھ میں بن جاتا ہوں - جس سے پکڑتا ہے - وہ تمام
اعضاء بندے کے ہوتے ہیں - مگر ان میں قوت خدا کی ہوتی ہے - تو گویا اس کا فعل نہیں
ہے - یہ فعل اللہ کا ہے - کرامت جس کو کہتے ہیں - یہ فعل اللہ کا ہے کہ کام اللہ کے
بندے سے ہوتا ہے - تو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اپنے کمالات دیے ہیں - جیسے دیکھنے
کا کمال دیا ہے - کسی کو زیادہ دے کسی کو کم کر دے - یہ اس کی عطا ہے - یہ جو اللہ والے
ہیں - اللہ کی عطا سے مدد کرتے ہیں - ولی کہتے ہی ہیں مددگار کو ہیں - اگر یہ کہا جائے کہ اللہ کے
سوا کوئی مدد نہیں کر سکتا - کہ امداد نہ ہوں گیا۔ [illegible] شکر اور عطا کی ہے

M T W T F S S — Memo No ______ Date / /

(مشکل میں پکارا) ۲۲

کا مضمون ہے کہ ایک دوسرے کی مدد کرو۔ اگر کوئی مدد کر ہی نہیں سکتا تو کیوں دعا کیا گیا۔ کونوا انصار اللہ۔
اللہ کے مددگار بن جاؤ۔ اور مدینہ منورہ والوں کو انصار بنایا۔ انصار کہتے ہی مدد کرنے والوں
کو ہیں۔ جو مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے گئے تھے۔ قرآن نے انہیں مہاجرین کہا۔ اور جنہوں نے
ان کی مدد کی ان کو انصار کہا گیا۔ تو قرآن کریم سے پتہ چلا۔ مخلوق بھی مدد کرتی ہے اور یہ
اللہ کے حکم سے ہوتی ہے۔ اللہ کی عطا سے ہوتی ہے۔ میں ایک اور حوالہ دوں۔
یہ اشرف علی تھانوی کی کتاب ہے۔ اور اس کا نام ہے امداد المشتاق۔ انہوں نے
اپنے پیر و مرشد کے حالات میں لکھی ہے اس میں تذکرہ کیا ہے۔

مزار پر آنا اور اپنی حاجت بیان کرنا۔ صفحہ ۱۱۷ پر لکھا ہے کہ میرے حضرت کا ایک
جولاہا مرید تھا۔ بعد انتقال حضرت کے مزار شریف پر عرض کیا۔ حضرت میں بہت
پریشان ہوا۔ روٹی کو محتاج ہوں کچھ دستگیری فرمائیے۔ اگر جانا غلط ہوتا۔ یہ بات شرک
غلط ہوتی۔ تو اتنے بڑے سکالر ہیں یہ اپنی کتاب میں۔ لکھ رہے ہیں۔ تو اس کو حکم ہوا۔
تم کو ہمارے مزار سے دو آنے یا آدھ آنا۔ روز ملا کرے گا۔ ایک مرتبہ میں زیارت
مزار کو گیا وہ شخص بھی حاضر تھا۔ اس نے یہ کیفیت بیان کر کے کہا۔ جیسے ہر روز وظیفہ مقررہ قبر
سے ملا کرتا ہے۔ اور نیچے خود تھانوی لکھتے ہیں یہ من جملہ کرامات کے ہے۔ یہ
چیز ناممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو یہ صلاحیتیں عطا کرتا ہے۔

اب اور وضاحت کے لئے اسی کتاب کا صفحہ ۱۱۳ پر۔ فرمایا فقیر مرتا نہیں۔
صرف ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال کرتا ہے۔ فقیر کی قبر سے وہی فائدہ
ہوگا۔ جو زندگی ظاہری سے ہوتا تھا۔ فرمایا کہ میں نے حضرت کی قبر مقدس سے وہی
فائدہ اٹھایا۔ جو حالت حیات میں اٹھایا تھا۔ اب اس میں کہنا کہ یہ نہیں ہو سکتا۔
تو یہ قدرت خدا کا انکار کرنا ہے۔ تو یہ اس کو طاقت ملی ہے۔ اللہ کی عطا کی ہوئی
ہے۔ اور صحابہ کرام کے بارے میں ثابت ہے۔ بلکہ بدر میں نبی پاک ﷺ نے جب کافروں کی لاشوں کو
کنویں میں ڈلوا دیا تو ان سے پوچھا۔ کہ تم نے اپنے رب کے وعدے کو سچا پایا۔ بے شک ہم
نے تو اپنے رب کے وعدے کو سچا پایا۔ تو حضرت عمر نے کہا۔ کہ آپ ان جسموں

بات کر رہے ہیں - جن میں کافر روحیں نہیں ہیں - تو حضور ﷺ نے فرمایا ۔ تم ان سے زیادہ نہیں سن
سکتے - فرق یہ ہے کہ وہ جواب نہیں دے سکتے ۔ کیونکہ یہ کافر روحیں تھیں ۔ اور مسلمان
روحیں تو جواب بھی دیتی ہیں - چنانچہ ہم سلام کرتے ہیں ۔ السلام علیکم یا اھل القبور ۔
سلام کو اسی کو کیا جاتا ہے ۔ جو سنے اور سن کر جواب دے ۔ اب ان کا جواب ہم نہیں سنتے
لیکن جن کو تعلق ہے ۔ وہ سنتے ہیں ۔ چنانچہ اس میں متعدد جگہ ان کی کتاب کمالات اشرفیہ
کئی جگہ وضاحت کی ہے کہ ہم دونوں سے باتیں بھی ہوتی ہیں ۔ اور ان کے کمالات کے بارے
میں بھی ان کی کتاب جمال الاولیاء میں جگہ جگہ ذکر ہے ۔ یہ حضرت عمر کلام کرتے تھے ۔ صحابہ کے
بارے میں کلام کرتے تھے ۔ قبروں میں جو لوگ یہ جو بیٹھے ہیں یہ روحانیت ہے ۔ ان
کا جادو سے کسی چیز سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔ بلکہ یہ وہ لوگ ہیں ۔ جن کے ذریعے
اللہ اپنی مخلوق کو مدد پہنچا رہا ہے ۔ تو آپ ان میں دیکھ لیں ۔ لوگوں کے وہاں سلسلے ہوتے
ہیں ۔ ہم یوں جاتے ہیں ۔ کہ ان کی برکت سے ہمیں دین کی تربیت ملتی ہے ۔ یہ وہ لوگ
ہیں جنہوں نے لوگوں کو اللہ کا بندہ بنایا ہے ۔ تو وہاں اگر کوئی غلط کام ہوتا ہو ۔ اس کو
تو روکنا چاہیے ۔

سوال = دیکھا گیا ہے مزارات پہ لوگ نشہ کرتے ہیں (جواب)

یہ بہت بری بات ہے ۔ نشہ ہر قسم کا اسلام کا حرام ہے ۔ مگر کیا یہ نہیں
ہو سکتا ہے کہ غیر مسلموں نے ہندوؤں نے ان کو مزارات پہ بٹھایا ہو ۔ مزارات
کو بدنام کرنے کے لیے ۔ کیونکہ وہ لوگ یہ جانتے ہیں ۔ خانقاہیں جو کام کر رہی ہیں ۔
وہ ان کی پوری کی کائنات ۔ مل کر یہ کام نہیں کر سکتا ۔ ان کی فوجیں ۔ ان کے اخبار
ان کی کتابیں یہ کام نہیں کر سکتیں ۔ جو اللہ کا ایک ولی کرتا ہے ۔ جس طرح حضرت
خواجہ غریب نواز نے ننانوے لاکھ کافروں کو مسلمان کیا ۔ اور یہ اشرف علی
صاحب تھانوی نے بھی ان کے بارے میں کمالات اشرفیہ 236 پہ لکھتے ہیں ۔
کہ ایک انگریز نے لکھا ہے ۔ کہ ہندوستان میں سب سے زیادہ حیرت انگیز بات
یہ ہے ۔ کہ اجمیر میں ایک مردہ کو دیکھا ۔ کہ قبر میں پڑا ہوا سارے ہندوستان پر

سلطنت کر رہا ہے۔ خواجہ غریب نواز ریاست کے امراء کو بہت عقیدت ہے۔ ان حضرات
نے اللہ کی امانت کی شکل میں دیکھیے کیا ہو رہا ہے۔

۔۔ لوگ یہ بھی جانتے ہیں کہ مزاروں اور خانقاہوں سے جو فیض پہنچ رہا ہے۔
اس کو اگر نہ روکا۔ تو ہم لوگوں کو اسلام کو یہاں سے نہیں نکال سکیں گے۔
ایشیا کے اس میں اسلام کیوں باقی رہا۔ خانقاہوں مزاروں اور خانقاہوں کی وجہ
سے رہا (۲۶-۲۷) تو یہ وہ ہستیاں ہیں جن کی بارگاہیں وہ ہیں۔ جہاں سے
لوگوں کو نیکی اور ہدایت پہنچتی ہے تو وہ چاہتے ہیں کہ کس طرح ان کو ختم کریں۔ تو وہ
اور چیزیں تو روک نہیں سکتے۔ تو یہ نام کرنے کیلئے۔ نشہ شرم وغیرہ کروا دیا۔ یا
غلط لوگ بٹھا دیئے۔ یا طوائفوں سے کام کروا لیے۔ بھنگڑا ڈلوا دیا یا ناچ
کروا دیا۔ یہ چیزیں منع ہیں۔ اللہ والے تو سنت کے پابند ہوتے ہیں۔ اور شریعت
و سنت کو ہی پسند کرتے ہیں۔ اگر ان کے مزارات پر کوئی غلطی ہو رہی ہے تو وہ خود بھی شریک
نہیں ہوں گے۔ اور نہ ہی کسی اور کو اس چیز سے فائدہ ہو سکتا ہے۔ کہ یہ سنت طریقہ ہے۔
زیارت کریں۔ وہاں فاتحہ خوانی کریں۔ ان کے توسل سے دعا کریں۔ دعا کی تو
حدیث میں تعلیم دی گئی ہے۔ کس طرح کی جائے۔ ایک شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا
تعلیم فرمائی تھی۔ تو اس میں یہ الفاظ ہیں۔ یا محمد انی قد توجہت بک الی
ربی۔ پہلے تو اللہ کی بارگاہ میں اپنی فریاد پیش کرو۔ اور پھر میری طرف متوجہ ہو کر
پھر کہو کہ اے محمد میں یہ اپنی حاجت جو اللہ کی طرف ہے اس میں آپ کو وسیلہ بنا کر
میری سفارش کریں۔ اللہ میری یہ مشکل حل فرما دے۔ تو اگر یہ طریقہ درست نہ ہوتا
تو حضور ایسا نہ فرماتے۔ اور نبی پاک ﷺ نے پہلے نبیوں کے توسل سے دعا کی۔
جب حضرت علی کی والدہ کا انتقال ہوا۔ تو حضور ﷺ نے یہ بھی دعا فرمائی۔ بحق نبیک
والانبیاء من قبلی۔ اپنے نبی کے صدقے اور ان نبیوں کے صدقے جو مجھ سے
پہلے ہو گئے۔ اس کو بخش دے حضرت علی کی والدہ جو حضور کی چچی تھیں۔
جواب مسئلہ یہ ہے۔ یہ بتا دو کہ اولیاء کرام انبیاء کرام۔ اللہ کی مخلوق

M T W T F S S | Memo No ____ Date / /

ہیں۔ ان کی زندگی میں ان کی وفات کے بعد اگر کوئی یہ سوچتا ہے کہ اس طرح تو ان کی پوجا
ہو گئی تو نہیں ہو سکتی۔ عبادت کے لائق صرف اور صرف اللہ ہے۔
ان کی وہ تعظیم ایسی تعظیم جس کی اجازت نہیں وہ بھی نہ ہوگی۔ ہاں جو
شریعت و سنت کے احکام کے مطابق۔ جو تعظیم تعلیم کیا گیا ہے۔ ان کو معبود نہیں سمجھنا۔
ان کو ہرگز اللہ کے برابر یا شریک یا اس کے مثل نہیں سمجھنا۔ ہاں جو کرنا ہے۔ ہم
ان کو اللہ کی مخلوق جانتے ہیں۔ ہم اللہ کا پیارا جانتے ہیں۔ اللہ کا ان کو برگزیدہ اور اللہ نے
ان کو اختیار دیا ہے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ کے وہ الفاظ قرآن میں ہیں۔ کہ جس جو
کرتا ہے مگر اللہ کے حکم سے۔ تو پتہ چلا۔ کہ جب حضرت عیسیٰ کو اتنے اختیار ہیں۔
تو حبیب اللہ کو کتنے اختیار ہوں گے۔ رسول اکرم ﷺ اللہ کے حبیب ہیں۔ اور اولیاء
کرام حضور کی امت سے ہیں۔ (۳۳ — ۲۹) اور حضور کی امت کے اولیاء العلماء ورثۃ الانبیاء۔
وہ نبیوں کے وارث ہیں۔ اور وہ حضور ہی کے معجزے ہیں۔ یہ انہی کا فیضان ہے۔ تو اس سے یہ پتہ
چل گیا۔ کہ ہم ان کی عبادت نہیں کریں گے۔ دوسری بات کہ ان کو سجدہ نہ ہوگا۔ زندہ کو
بھی نہ ہوگا مردہ کو بھی نہ ہوگا۔ اگر کوئی چومنے کے لئے جھکتا ہے۔ اس کی شکل سجدہ کی سی ہے۔
مگر ہم اس کو بھی منع کریں گے۔ مزار شریف کو چومے۔ جھکے گا تو دوسرا کو شبہ نہ ہو جائے۔
کہ یہ سجدہ کر رہا ہے۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب در مختار اس میں لکھا ہے کہ ماں کے قدموں کو چومنا ایسا ہے
جیسا کہ جنت کی چوکھٹ کو چوم رہا ہے۔ اگر بیٹا اگر ماں کے قدموں کو چومنے کے لئے جھکے گا۔
تو صورت تو سجدہ کی سی ہو گی۔ مگر اس کی نیت نہیں ہے۔ اس لئے نبی پاک ﷺ نے فرما دیا۔
انما الاعمال بالنیات۔ کہ اعمال تو نیت کے سبب تو ہیں۔ اس کا دارومدار تو نیت پر
ہے۔ تو جب اس کی نیت نہیں ہے۔ تو ہم اس پر فتویٰ تو نہیں لگا سکتے۔ یہ تو نہیں کہہ سکتے
کہ یہ شرک کر رہا ہے۔ کیونکہ اللہ کے سوا کسی کو عبادت کا سجدہ کرنا یہ شرک ہے۔ تعظیم کا
سجدہ حرام ہے۔ اگر تعظیمی سجدہ کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ عبادت سجدہ معبودیت کرے گا تو شرک
ہوگا۔ مشرک کی بخشش نہیں ہوگی۔ لیکن دونوں سجدے قیام ولاء تعظیمی اور عبادت سے منع ہے

M T W T F S S — Memo No ______ Date / /

سجدہ عبودیت وہ صرف اللہ کے لیے ہے، اللہ معبود ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔
مزار کو اگر کوئی چومنے کے لیے جھکتا ہے۔ تو اس وقت میں اگر محبت کا غلبہ ہے تو دیکھیے کسی
اور کو شبہ نہ ہو۔ کیونکہ اس سے دوسرا آدمی بدگمانی کرتا ہے۔ لیکن ان کی تعظیم
کرنا۔ شفا شریف میں حدیث پاک موجود ہے۔ اور مستدرک امام حاکم میں حضرت
ابوایوب انصاری کا واقعہ موجود ہے۔ کہ وہ حضور کی قبر انور پر منہ رکھ کے بیٹھے ہوئے۔ چنانچہ
مروان آیا۔ اس نے دیکھا۔ وہ صحابی ہیں۔ قبر پر منہ رکھنا۔ چومنا ہاتھ لگانا۔ منع ہوتا تو
صحابی یہ کام نہ کرتے۔ دوسری شفا شریف میں حدیث پاک موجود ہے، کہ حضرت
عمر فاروق رضہ کے بیٹے حضور کی بیٹھنے کی جگہ پر ہاتھ پھیر کر اپنے منہ پہ ہاتھ پھیرا کرتے تھے۔ اور لوگوں
کو یہ چیز دکھا کے کرتے تھے۔ جس کے دن تا کہ بعد میں آنے والے دیکھیں کہ نبی پاک
کے تبرکات کا کتنا احترام کرتے ہیں کتنی محبت ہے۔ یہ نظر آ رہی ہے۔ اب اس
میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جا رہی کہ یہ شبہ ہو۔ آپ نے اس کو چوما ہے تبرک
کے طور پر۔ قرآن شریف کو چوم رہے ہیں۔ جو کہتا ہے۔ غلاف چڑھا ہوا ہے۔ کاغذ قرآن
نہیں۔ گتہ قرآن نہیں۔ جو لفظ لکھے ہوئے ہیں وہ قرآن ہیں۔ اب وہ لفظ لگنے سے
برکت آ گئی۔ کاغذ لگا گتے کے ساتھ۔ ان سب کا تعلق اللہ کے کلام سے ہو گیا۔
محبت کے ساتھ چومتے ہیں۔ تو وہ اللہ والا ہوا ہے۔ قبر میں ہے۔ اس کی نسبت بھی اللہ
کے ساتھ ہے۔ اور حدیث شریف میں قبر المومنین روضۃ من ریاض الجنۃ۔
مومن کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوتی ہے۔ حجر اسود کو چومتے ہیں۔
وہ جنت کا پتھر ہے۔ تو مومن کی قبر بھی [illegible] تو جنت کے باغوں میں سے باغ ہے،
اس کی نسبت بھی جنت کے ساتھ ہو۔ اولیاء کے مزارات کو ان کے تبرکات کی تعظیم
کرنا اس کا ثبوت موجود ہے۔ اور جمال الاولیاء میں جگہ سوا دِ الفواد میں۔
اشرف علی تھانوی کی دوسری کتابوں میں ہے یہ سب لوگ قبر والوں کی محبت کی وجہ
سے ایمان محبت ان لوگوں نے ہم پر احسان کیا ہے ہمیں دین سکھایا ہم ان کی تعظیم
کرتے ہیں۔ تو محبت سے ان کو یا ان کے غلاف کو چومتے ہیں۔ یہ ہرگز غلط نہیں کسی

Memo No
Date / /
M T W T F S S

نہ شرک ہے نہ بدعت ہے نہ ناجائز ہے۔ نہ حرام ہے۔ یہ محبت ہے۔ ہاں ادب کا خیال
رکھیں بے ادبی نہ کریں۔ اور یہ ہم لوگوں کو یاد رکھنا ہے۔ کہ ہم نے مسئلہ شریعت کا سمجھ
خلاف کیا۔ نبی پاک کی سنت کے خلاف کیا۔ تو غلط ہوگا۔

یہودیوں اور نصاریٰ کے بارے میں ہے کہ وہ لوگ پوجا کرتے تھے۔ ہم پوجا نہیں کرتے۔
انہوں نے اگر قبروں کو یا دوسری چیزوں کو عبادت کے لائق سمجھ لیا ہے۔ ما نعبدهم الا
لیقربونا ـــــ کہ ہم اس لئے ان کی پوجا کرتے ہیں۔ کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں گے۔
تو وہ پوجا کرتے تھے۔ ہمارے نزدیک اللہ کے سوا کسی کی عبادت جائز نہیں ہے۔

ہم کلمہ پڑھتے ہیں۔ لا الہ یہ لا نفی کا ہے۔ تو ہم نے الا اللہ سوائے اللہ۔ اللہ کا نام
لینے سے پہلے۔ ہم نے تمام معبودان باطلہ کی نفی کی ہے۔ بعد میں ہم نے اللہ کا اثبات کیا ہے۔
کہ اللہ کے سوا عبادت کے لائق نہیں۔ پہلے سب کی نفی کی ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے
کہ ہم تو نماز جنازہ میں سجدہ نہیں کرتے۔ صرف اس لئے کہ کسی کو شبہ نہ ہو جائے۔
کہ یہ سجدہ اللہ کو نہیں ہے بلکہ سامنے والے مردے کو ہے۔ ہم اس کو سجدہ نہیں کرتے
تو قبر کو سجدہ کیسے کریں گے۔ اور سجدہ کرنے سے ہمیں کیا فائدہ ہوگا۔ کیونکہ ہم
اللہ کو ناراض کریں گے۔ (۵۶ ــ ۳۴) قبر والے کو راضی نہیں کریں گے تو کیا فائدہ ہوگا۔
اگر ہم برکت لینے کے لئے گئے۔

میں بتاؤں آپ کو کہ قبر کا با برکت ہونا۔ جس طرح مسجد اقصیٰ کا ذکر ہے۔
سبحان الذی ـــــ اشرف علی تھانوی بھی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ بارکنا حولہ۔
وہ مسجد اقصیٰ جس کے ارد گرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں۔ کون سی برکتیں کہ وہاں کثرت سے
نبیوں کی قبریں ہیں۔ تو اللہ ہی ان کو برکت والی جگہ بتا رہا ہے۔ تو اگر میں وہاں برکت حاصل
کرنے جاتا ہوں۔ اور قرآن سے ثابت ہے جہاں اللہ کی رحمت ہے۔ دیکھیں مقام ابراہیم ہے
مکہ مکرمہ میں حضرت ابراہیم کے قدموں کا نشان ہے۔ حکم ہوا واتخذوا من مقام ابراہیم
اس مقام کو جائے نماز بنالو۔ حالانکہ وہاں ان کے قدموں کے نشان ہیں وہاں خود نہیں ہیں۔
نہ قدم ہیں صرف نشان ہیں۔ تو جب قدموں کے نشان سجدہ گاہ ہوا۔

M T W T F S S

Memo No ______
Date / /

سجدہ شکرانہ کو ہوگا۔ مگر وہاں سے رجوع جہاں کسی اللہ کے پیارے کے قدم آجائیں تو جہاں
صرف قدموں کا نشان ہے وہ جگہ اتنی پسندیدہ ہے۔ تو جہاں اللہ والا سر سے
پاؤں تک خود آرام کر رہا ہے۔ وہ جگہ کتنی پسندیدہ ہوگی۔ صفا و مروہ شعائرہ
میں سے وہاں حضرت ہاجرہ کے قدم آئے۔ تو جہاں اللہ والوں کی کوئی نسبت ہو۔ وہ
جگہیں مبارک ہو گئی ہیں۔ وہاں جانا جا کر دعا کرنا۔ ان جگہوں پر جا کر اللہ کی رحمت
حاصل کرنا۔ اور ان لوگوں سے یعنی اگر وہ دنیا سے گزر گئے ہیں تو مزار والوں سے کہنا
کہ آپ بھی اللہ کی بارگاہ میں میری سفارش کریں۔ تو یہ نہایت مبارک ہے۔ اور مستحب
ہے۔ اسی طرح چلا آرہا ہے بزرگوں سے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے۔ کہ ہم شریعت کی
کی پیروی میں ان سے عقیدت و محبت رکھیں۔ اور ان سے برکات حاصل
کریں۔

٨ — ١٢ — ٢٠١٧
٢٠ — ٣ — ١٤٣٩
٦ pm — ٢٨ — ٣٩
جمعۃ المبارک

مسائل دوئم

(۱) دین اسلام میں چار شادیوں کی اجازت ہے۔ تو نبی پاک نے اتنے نکاح کیوں کیے۔

اس سلسلے میں عرض ہے۔ کہ کسی بات کی خوبی کو یا اس کی برائی کو سمجھنے کے لیے ہمارے پاس پیمانہ کیا ہے۔ یعنی ہم کسی بات کے لیے یہ جاننا چاہتے ہیں۔ کہ یہ اچھی ہے یا بری ہے۔ ہم کس زاویے سے اس کو دیکھتے ہیں ایک چیز ہمارے پاس ہمارا دین ہے ملکی قانون ہیں۔ ہمارے معاشرتی نظام کی وہ باتیں جن کو ہم اخلاقیات میں یا اردگرد کے ماحول کے اصولوں کو بنیاد بناتے ہیں۔ یا ہماری عقل ہو سکتی ہے

قانون کے لحاظ سے دیکھا جائے تو انسانی معاشرے میں قانون کے حوالے سے پتا ہے ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ ایک شخص آفیسر ہے۔ ایک شخص ملازم ہے۔ دونوں کے درجے میں بھی میں فرق ہے۔ میں اس پر کی بات نہیں کر رہا ہوں جو نسلی زبانی علاقائی بات ہوتی ہے۔ اگر سب یکساں ہیں۔ تو پھر الزام کس ایک پر نہیں آئے گا۔ اس وقت دنیا میں جتنے بھی مذاہب جتنے بھی ادیان کے لوگ ہیں۔ ان کے ہاں یہ چیز ہے کہ ہر شخص کو یکساں درجہ نہیں دیا جاتا۔ مثلاً ایک استاد کا درجہ ہے شاگرد کا درجہ ہے۔ باپ کا درجہ ہے بیٹے کا درجہ ہے۔ اسی طرح ایک تعلیم دینے والا ہے۔ یا راہنمائی کرنے والا ہے۔ ایک راہنمائی لینے والا ہے۔ مذہب کے لحاظ سے بھی ہم سامنے دیکھیں تو عقل اور اخلاق کے سامنے جو چیز نمایاں جو دنیا میں مختلف ممالک میں جنگیں ہوتی ہیں۔ اور جنگ میں مرد مرتے ہیں۔ اور اکثر لوگ جنگوں میں کام آ جاتے ہیں۔ یعنی اسلام کی جنگ ہے تو شہید ہوگا ورنہ ایسے ہلاک ہو جائے گا۔ ان کی عورتیں بچتی ہیں۔ وہ بیوہ ہو جاتی ہیں۔ یا بے شمار ریسرچ شرح پیدائش اس وقت دنیا میں خواتین کی زیادہ ہے۔ تو آخر ان خواتین کیلئے کوئی نہ کوئی قانون ہونا چاہئے۔ یہ میں ابھی تک عقل اور قانون کی بات کر رہا ہوں۔ مذہب کے لحاظ سے دیکھیں تو یہود و نصاریٰ جن نبیوں کو مانتے ہیں سب نبیوں کو تو مانتے نہیں۔ جن کو مانتے ہیں۔ ان میں کثرت ازدواجات پائی جاتی ہیں۔ کم بعض انبیاء کے ہاں زیادہ بیویاں تھیں۔ کسی عیسائی نے کسی یہودی نے آج تک ان نبیوں پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔

تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آج ایک مسلمان یا ایک غیر مسلم یہ سوچتا

M T W T F S S — Memo No — Date / /

ہے۔ کہ نبی پاک ﷺ نے مسلمانوں کے نبی نے ایک ہی وقت میں گیارہ بیویاں آپ کی تھیں۔ یا زیادہ
نکاح کیوں کیے تھے۔ آپ سنیں۔ تاکہ سننے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ لوگ کس شعبے میں
ہیں۔ اسلام سے پہلے عورت کا حال دیکھا جائے۔ جب تک نبی پاک ﷺ نے اعلان
نبوت نہیں کیا تھا۔ زمانہ جاہلیت کہلاتا تھا۔ اس میں عورت کا حال دیکھا جائے۔
ایک شخص متعدد عورتیں رکھتا تھا۔ ماں اس وقت جب وہ بیوہ ہو جاتی تھی۔ سوتیلے
بیٹے سے اس کا نکاح کر دیا جاتا تھا۔ اگر کوئی عورت مالدار ہے۔ کوئی بھی خاندان کا نوجوان
آ کر اس پر کپڑا ڈال دیتا تھا۔ تو سمجھا جاتا تھا۔ کہ وہ اب اس کی ملکیت ہے۔ اسی طرح بیوہ
عورتیں ان سے نکاح نہیں کرتے تھے۔ یہود میں بیوگی کا ایک عورت بیوہ ہو جاتی تھی۔
تو اس کا تمام مال بھائی کی ملکیت میں چلا جاتا تھا۔ اسلام نے عورت کو عزت عطا
فرمائی ہے۔ ماں کی حیثیت سے اس کی ایک شان ہے۔ بہن کی حیثیت میں اس کی
ایک شان ہے۔ بیوی کی حیثیت میں اس کی ایک شان ہے۔ بیٹی کی حیثیت میں اس کی
ایک شان۔ بلکہ یوں کہا جائے کہ وہ معاشرہ۔ عورت کا وجود ہی مرد کیلئے ذلت
کا باعث ہو گیا تھا۔ اسلام نے اسی عورت کو اسی مرد کی عزت بنا دیا۔ اس کے
لیے رحمت بنا دیا۔ ماں کی صورت میں اس کے قدموں کے نیچے اولاد کیلئے جنت آ گئی۔
بیٹی ہے تو بیٹی سے حسن سلوک سے اور اس کی اچھی شادی کرنے پر نبی پاک ﷺ نے
بشارت دی۔ مغفرت کی جنت کی۔ اسی طرح بہن کے لیے۔ بیوی کیلئے پیارا آپ نے
بیوی کیلئے مسکرانے کو بھی صدقہ فرمایا۔ ہر دو عورت کا ایک جیسا حال نہیں ہے۔
اسلام نے چار شادیوں کا حکم نہیں اجازت دی ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس کی شرائط
ہیں۔ عدل کی کہ ان کے ساتھ عدل کیا جائے۔ محبت میں برابری نہیں ہو سکتی۔ معاملات
میں حقوق میں برابری چاہیے۔ تو حضور اکرم ﷺ کے بارے میں ہم یہ اگر جاننا چاہتے ہیں۔ کہ
انہوں نے زیادہ نکاح کیوں کیے۔ تو پہلی بات تو یہ ہے۔ کہ انبیاء میں ہمارے نبی پاک ﷺ
کی فضیلت سب سے زیادہ ہے۔ دوسری بات قرآن نے ان کے بارے میں کہا۔
لقد کان لکم فی رسول اللہ ——— حضور ﷺ کی ذات میں ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔

Memo No ______
Date / /

M T W T F S S

اگر بنی پاک ؐ کی زندگی میں ظاہری صورت میں عملی طور پر کوئی نمونہ نہ ہوتا۔ تو آج ہمارے پاس کوئی دلیل نہ ہوتی۔ مثلاً ہم یہ جانتے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے پروگرام میں یہ چیز دیکھی ہوں گی۔ کچھ واضح ہوں گی۔ کہ سب سے پہلا نکاح آپ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ سے کیا۔ وہ اس سے پہلے دو مرتبہ بیوہ ہو چکی تھیں۔ بعض روایتوں میں۔ یعنی آپؐ کی زیادہ بیویاں رہ ہیں۔ جو ایک مرتبہ دو مرتبہ یا تین مرتبہ بیوہ ہو چکیں۔ یا ان کو طلاق دی جا چکی۔ تو اگر بنی پاک ؐ کسی بیوہ سے نکاح نہ کرتے۔ تو مثال نہ ہوتی۔ کسی کنواری سے نکاح نہ کرتے۔ تو مثال نہ ہوتی۔ دو مرتبہ کی بیوہ یا تین مرتبہ کی بیوہ سے نکاح نہ کرتے تو مثال نہ ہوتی۔ یہ ہمیں ہر مثال بنی کی ظاہری زندگی میں چاہیے تھی۔ چنانچہ میں یوں کہوں گا اس کو واضح کرنے کیلئے۔ کہ اللہ نے ہمیں قرآن دو طرح دیا ہے۔ ایک لفظوں کی شکل میں۔ ایک عمل کی شکل میں۔ اگر لفظ دیکھنے ہیں۔ تو ہمیں پارے موجود ہیں۔ ان کی عملی صورت اور سیرت اور تفسیر دیکھنی ہو تو بنی پاک ؐ کی پاک زندگی ہے۔ حضور ؐ کے بارے میں ذرا توجہ سے یہ بات سنیں۔ ہمارے معاشرے میں۔ یہ بات ہے۔ کہ اٹھارہ سال سے پچیس سال تک کی عمر ایک خاص کیفیت کی عمر ہوتی ہے۔ یہاں تک کہتے ہیں کہ لوگ انجام سے بے پرواہ ہوتے ہیں۔ وہ کیسی لڑکپن کی عمر ہے۔ اس نوجوان کو انجام کی پرواہ نہیں ہوتی۔ بنی پاک ؐ کی عمر کا وہ حصہ۔ جس میں اٹھارہ سے پچیس سال شامل ہیں۔ آپ کو معاشرے والے صادق اور امین کہتے ہیں۔ اور آپ کی شرم و حیا اور پاکبازی کی مثالیں دی جاتی ہیں۔ پچیس سال کی ظاہری عمر عین شباب یعنی جوانی کا عالم ہے۔ اس وقت آپ ایک ایسی عورت سے شادی فرماتے ہیں۔ جس کی عمر آپ سے ظاہری طور پر پندرہ برس زیادہ ہے۔ حضرت خدیجہ کی عمر چالیس برس کی ہے۔ بنی پاک ؐ کی ظاہری عمر مبارک پچیس برس کی ہے۔ اور پچیس برس کا اس خاتون کے ساتھ ہنسی خوشی گزارتے ہیں۔ یہ نہیں کہ کبھی یہ احساس ہوا ہو کہ اس کی عمر زیادہ ہے۔ یا کوئی شکایت ہوئی ہو۔ بلکہ سیرت کی تاریخ کی احادیث کی کتابوں میں اگر تفسیر دیکھیں جائے۔ تو میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ بنی پاک ؐ کی بھی ظاہری حیات کا وہ ایک بہترین حصہ ہے۔ حضور ؐ کی اولاد سات اولادوں میں سے چھ

M T W T F S S

Memo No
Date / /

اولاد میں حضرت خدیجہ سے ہوئیں ۔ تو یہ بھرپور جوانی کا حصہ تو آپ کے عمر رسیدہ خاتون
سے گزارتے ہیں ۔ اب مسئلہ آتا ہے۔ کہ نبی پاک کی عمر پچاس برس ہے ظاہری طور
پر ۔ زیادہ ہو جاتی ہے ۔ پانچ یا سات برس ایسے ہیں۔ جس میں آپ نے کچھ نکاح
زیادہ کیے ہیں ۔ مثلاً جس طرح حضرت خدیجہ کی ظاہری زندگی میں کوئی اور نکاح نہیں کیا۔
یعنی اس خاتون کے ساتھ تنہا برس گزارے ۔ اس دوران کوئی اور شادی نہیں کی ۔ اب معاشرے
کے مطابق عمر ڈھل چکی ہے ۔ جس کو ادھیڑ عمر کہتے ہیں ۔ اس میں سوائے ایک خاتون
کے حضرت عائشہ صدیقہ کے تو وہ کنواری ہیں ۔ باقی تمام بیوہ خواتین ہیں ۔ اب حضور ﷺ
ارشاد فرماتے ہیں ۔ ما لی فی النساء من حاجۃ ۔ کہ مجھے عورتوں کی ضرورت نہیں ہے ۔
مگر امت کے لیے قانون بنانا تھا ۔ اب عورتوں کے مسائل کیا ہوتے ہیں ۔ ان کو زندگی
کس طرح بسر کرنی ہے ۔ آج اگر ہم مثال کے طور پر بیوہ اور بات کریں تو کوئی ادراک
کے یہ کر دکھائی کہ جس کو تجربہ نہیں ہے ۔ وہ کیسے کر سکتا ہے ۔ نبی پاک ﷺ صرف خواہش
کے لیے ہی ۔ بیویوں کے لیے قانون ارشاد فرماتے تھے ۔ (۹ — ۳۷) نکاح فرماتے تو لوگ
کہتے کہ انہوں نے نکاح تو نہیں کیا ۔ وقت گزارہ ہے ۔ چنانچہ بتا دیا کہ کسی وقت ایسی
عورت نہ سمجھو ۔ کہ وہ ایک فضول چیز ہے ۔ کہ اس کی بھی عزت کروائی ۔ اور اس کے لیے
بھی آسرا کیا ۔ کنواری سے بھی نکاح کیا ۔ اگر نبی پاک کنواری سے نکاح نہ کرتے ۔ تو شاید
آج لوگ انکار کر دیتے ۔ کہ نبی نے نہیں کیا تو ہم کیوں کریں ۔ تو یہ ایک اور مسئلہ ہو جاتا ۔ حضور
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ نکاح ایسے کچھ مختلف قبیلوں سے کہ جو اسلام کے دشمن
تھے ۔ ان کی عورتوں سے نکاح کیا اس لحاظ سے کہ وہ قبیلے اسلام کے دوست بن گئے ۔ بلکہ
بعض عورتوں کی وجہ سے ان قبائل کے لوگ مسلمان ہو گئے ۔ یا وہ لوگ جو یہودیوں کا ساتھ
دیتے تھے ۔ جنگوں میں عیسائیوں کا ساتھ توڑ دیتے تھے ۔ ان شادیوں کی وجہ سے انہوں نے
مسلمانوں کے خلاف جنگوں میں حصہ لینا چھوڑ دیا ۔ حضرت صفیہ کا دیکھیے حال ۔ کہ یہود
اس سے پہلے ہر جنگ میں شامل ہیں ۔ حضرت صفیہ سے نکاح ہوتا ہے ۔ یہود
کسی جنگ میں شامل نہیں ہوتے ۔ حضرت میمونہ کا حال دیکھیے ان کی وجہ سے نجد

کیونکہ اس کی ایک بیٹی سردار نجد کی بیوی تھی۔ اس وجہ سے نجد میں اسلام پھیل رہا
ہے۔ حضرت ام حبیبہؓ کا حال دیکھ لیجئے کہ ابو سفیان جو قریش کا ایک سردار تھا۔
اور ہر جنگ میں مسلمانوں کے خلاف آگے آگے تھا۔ جب نکاح ہوتا ہے۔ پھر وہ کسی طرح
بھی مسلمانوں کے خلاف نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کو یہ سعادت ملی کہ وہ خود مسلمان ہو گیا۔
تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر طرح سے شرعی طور پر مجاز
تھے۔ اللہ نے ان کو اختیار دیا تھا۔ کہ وہ جتنی زیادہ شادیاں کرتے۔ ان کے لئے کوئی
منع نہیں تھا۔ اور یہ شادیاں یقیناً دنیا کے لئے نہیں تھیں۔ اپنے نفس کے لئے نہیں تھیں
خواہشات کے لئے نہیں تھیں۔ بلکہ حضرت عائشہ اور حفصہ اور حضرت زینب بنت
جحش کے نکاح دیکھے جائیں۔ تو یہ تینوں نکاح خالصتاً اسلام کی تبلیغ کے لئے تھے۔
اور میں یہ کہوں گا۔ کہ امت کو قرآن اور دینی تعلیم دی جائے۔ حضرت عائشہ کے
بارے میں یہ روایت ملتی ہے۔ کہ اگر دین کے تین حصے کئے جائیں۔ تو ایک حصہ حضرت
عائشہ سے امت کو پہنچا ہے۔ تو ان خواتین نے نبی پاک کے ساتھ وقت گزارا
اگر ایک خاتون ہوتی تو شاید لوگ اعتبار نہ کرتے۔ مختلف مسائل ہیں عورتوں کی
پردے کی باتیں۔ جو عورتیں ہر ایک سے نہیں پوچھ سکتیں۔ پھر وہ یہاں سے سیکھ
سکتیں۔ تو نبی پاک ﷺ کی ان بیویوں کی بدولت عورتوں کو راہنمائی ملی۔ اسلام کو تقویت
ملی اور ہم دیکھتے ہیں۔ کہ مدنی دس سالہ ظاہری زندگی میں چوراسی حملے (84)
جنگیں ہوئی ہیں۔ تو کیا نبی پاک ﷺ کے بارے میں یہ گمان بھی کیا جاتا ہے۔ کہ اخلاق کی بات
کی جائے۔ تو قرآن ان کی شان میں کہتا ہے۔ وانک لعلیٰ خلق عظیم۔ اور حضرت عائشہ
خود فرماتی ہیں۔ کان خلقہ القرآن۔ کہ ان کے اخلاق تو بہت عظیم تھے۔ تو اصل
میں ہو سکتا ہے۔ ہمارے ذہن میں کیونکہ جب علم و فہم جاننے اور سیکھنے میں۔
کہیں کوئی تھوڑا سا جھول آ جائے۔ تو اعتراض پیدا ہو جاتا ہے۔ تو میری گذارش
ہو گی۔ کہ وہ لوگ جو یہ سوچتے ہیں۔ اور گمان کرتے ہیں۔ کہ وہ یاد رکھیں نبی پاک ﷺ پوری کائنات
میں ریکارڈ میں یہ ہو گا کہ امریکہ میں دو کتابیں چھپی ہیں۔ جس میں کہ سو (100) بڑی

M T W T F S S — Memo No ______ Date / /

شخصیات ہیں جو ہمیشہ ہی نبی پاک ﷺ کو پیار کرتے رہے ہیں۔ جب نبی کی عظمت
کو دوسرے بھی تسلیم کر رہے ہیں۔ تو ان کے بارے میں کوئی شبہ ہرگز نہیں کیا جا سکتا۔
ہمارے ذہن سے پاکیزگی رخصت ہو سکتی ہے۔ ان ہستیوں کی پاکیزگی پر کوئی
شبہ نہیں ہے۔ تو نبی پاک ﷺ کے جتنے بھی نکاح تھے۔ وہ مصلحتوں کے تحت
تھے۔ ان میں حکمتیں ہیں۔ اور ہمارے لیے راہنمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہمارے
لیے نمونہ بنایا تھا۔ آج صحابہ اور آپ کی مقدس ازواج ہمارے لیے بہترین نمونہ ہیں۔
اللہ ہمیں توفیق دے کہ ہم ان سے صحیح سبق حاصل کریں۔ اور ان کا ادب
اور احترام کریں۔

Muhammad

۱۱—۱۲—۲۰۱۷
۲۳—۳—۱۴۳۹
۶—۵۴—۵۶
PM

QARI MUHAMMAD ABBAS
Naqashbandi Chishti Qadri Soharwardi
14 DEC 2017
Chak 365/E.B Burewala District Vehari
Mob:0334-7632365

= ہم اسی سے مدد مانگتے ہیں مگر یہاں ترجمہ درست سے کر رہے۔ کہ یا اللہ ہم تیری ہی عبادت
کریں۔ تجھی سے مدد چاہیں۔ زمانہ کوئی بھی ہو۔ حال ہو مستقبل ہو۔ ماضی میں بھی وہی
کرتے آئے ہیں۔ اب بھی یہی کر رہے ہیں۔ آئندہ بھی یہی کریں گے۔ یہاں ایک سوال پیدا
ہوا۔ جو موضوع دیا گیا ہے۔ اس کے مطابق اب ذرا توجہ سے سنیں سوال یہ پیدا
ہوا۔ بندہ یہ کہہ رہا ہے۔ کہ یا اللہ میں تجھی سے مدد چاہوں کوئی زمانہ ہو۔ تو پھر ہم کہہ دوسروں سے بھی
مدد مانگتے ہیں۔ اعتراض ہوتا ہے دوسروں کی طرف سے۔ ان کا میں نام نہیں لوں گا۔
جن کی طرف سے اعتراض ہوتا ہے۔ دیوبندی وہابی کا لفظ نہیں بولوں گا صرف اتنا
کہوں گا دوسروں کی طرف سے۔ کل کوئی یہ نہ کہے کہ ہمارا نام لے رہا تھا۔ میں ان کا نام نہیں لوں گا۔
وہ یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا شرک ہے۔ کوئی کہتا ہے حرام ہے۔ کوئی
کہتا ہے ناجائز ہے۔ الگ الگ فتوے آ رہے ہیں۔ تو پہلا سوال ان سے میرا یہ ہے۔
لفظ غیر کے معنی بیان کرو۔ کہ غیر کس کو کہتے ہیں۔ ابھی میں نے پہلے بنیاد قائم کی۔
جانور دودھ دے رہا ہے۔ شکریہ اللہ کا ادا کرتے ہو۔ مدد جانور سے مل رہی ہے۔
تو یہ جانور مدد کر رہا ہے۔ کہ یا اللہ کر رہا ہے۔ سایہ درخت دے رہا ہے۔ پھل درخت
سے مل رہا ہے۔ وہ پھل اس میں جو رنگ ہے۔ اس میں جو ذائقہ ہے۔ اس میں جو رس
ہے۔ وہ درخت دے رہا ہے یا اللہ دے رہا ہے۔ سائنس والے تو کہہ رہے ہیں۔ کہ درخت دے
رہا ہے۔ وہ کیسے کہ جڑ سے۔ جڑ کا کام ہے زمین کو۔ زمین میں جتنی بھی چیزیں
ہیں۔ جو سورس بنا ہے وہ اس کو چوس رہی ہے۔ وہ اندر پورے درخت میں کام کر رہا ہے
ہر طرف وہ چیز جا رہی ہے۔ پھل میں بھی اسی کا اثر۔ رنگ آ رہا ہے۔ اس کا نمونہ بن رہا ہے۔
ایک مالٹا لیں اس کے اندر رس خوب بنتی ہیں۔ اس میں ذائقہ آ رہا ہے۔ تو وہ کون دے رہا ہے۔
حقیقت میں رب دے رہا ہے۔ مگر مل رہا ہے درخت سے۔ تو کیا درخت ذریعہ نہیں ہے۔
وسیلہ نہیں ہے۔ کیا اوپر سے ہر ایک کے گھر میں پھل گرتے ہیں۔ تو جس ذریعے سے
مل رہا ہے۔ اس کا ذریعے کا انکار کرنا نادانی ہے۔ حماقت ہے۔ ارے دینے والا اللہ ہے۔ جو
رب درخت کے ذریعے دیتا ہے وہی رب ولی کے ذریعے بھی دیتا ہے۔

بات سمجھ میں آرہی ہے — آ گئے اور پھیلاؤں —

اگر کوئی مسلمان کہلانے والا۔ کوئی شخص اگر یہ عقیدہ رکھتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نہیں بندہ خود سے دے رہا ہے۔ اللہ کی عطا کا ذکر نہ کرے۔ یہ نہ مانے کہ اللہ کی عطا سے۔ بلکہ یہ کہے کہ بندہ خود سے دے رہا ہے — تو ایسا عقیدہ ہم مسلمانوں کے نزدیک ہرگز درست نہیں ہے۔ کیونکہ شبے کی گنجائش نہیں ہے۔ کوئی یہ کہے نبی ولی خود سے کرتا ہے۔ یہ ہمارا عقیدہ نہیں ہے۔ نبی ولی کے ذریعے ہوتا ہے۔ کرنے والا خدا ہے۔ (آسان سی بات)

شفا کون دیتا ہے۔ اللہ — شفا دینے والا اللہ ہے تو یہ گولی میڈیسن کیوں کھاتے ہو — ٹیکہ کیوں لگواتے ہو — ڈاکٹر کے پاس کیوں جاتے ہو — کیا شفا ڈاکٹر دیتا ہے۔ کیا گولی شفا دیتی ہے۔ تو پھر یہ سب کیوں کرتے ہو — پوچھو ان سے۔ جو کہتے ہیں غیر اللہ سے مدد مانگنا حرام ہے — ان کو جب بیماری آئے تو کیا اللہ کے پاس جاتے یا ڈاکٹر کے پاس — ڈاکٹر کو جا کے کہتے ہیں۔ کہ اللہ کے پاس جانے سے بچا لے۔ کیا ڈاکٹر اللہ ہے یا غیر اللہ — تو تم کیوں گئے غیر اللہ کے پاس — تم جاؤ۔ تمہارے ایمان تمہاری توحید میں فرق نہ آئے۔ میں غوث پاک کے پاس چلا جاؤں۔ تو مجھے مشرک کیوں کہتے ہو۔ تم ڈاکٹر کے پاس گئے ڈاکٹر نے دوا لکھی — دوا میں شفا رکھنے والا اللہ ہے۔ میں ولی اللہ کے پاس گیا — اس نے دم کیا۔ یا دعا دی اس میں بھی اثر رکھنے والا اللہ ہے۔

تھانہ بھون کے مفتی — جناب اشرف علی تھانوی — بڑا نام ہے اُن کا اُن کے حلقے میں — انہوں نے یہ واقعہ میری ملفوظات کے مطابق۔ پانچ کتابوں میں لکھا ہے۔ اشرف السوانح میں — افادات یومیہ — تھانوی کہتے ہیں میں ایک مجذوب کی دعا سے پیدا ہوا — میرا پہلا سوال آپ لوگوں سے کون پیدا کرتا ہے — وہ کہتا ہے مجذوب کی دعا سے — کیا مطلب وہ مجذوب کی دعا نہ ہوتی تو یہ پیدا نہ ہوتا — اب اس مجذوب کو ڈھونڈا جائے کہ لوگ نے دعا کیوں کی — ان کا یہ کہنا۔ کہ میں مجذوب کی دعا سے پیدا ہوا

آگے حاشیہ لکھتے ہیں — تھانوی کہتے ہیں میرے ماموں — ایک مجذوب کے پاس گئے

اگر غیر اللہ کے پاس جانا شرک تو شرک نمبر 1 - مجذوب کے پاس گئے جا کر کہا کہ میری بہن
کے ہاں بچے پیدا ہوتے ہیں - زندہ نہیں رہتے - کچھ کرے - شرک نمبر 2 - سنتے جاؤ -
ہم پیر منشوری لگانے والوں کو بڑا مشکل پیش آتا ہے - تھانوی صاحب نے کہا - ماموں نے اس کو
کہا - مجذوب کچھ کرے - یا دعا کرے - دونوں طرح عقیدہ ہمارا ثابت ہوتا ہے -
یا تو اللہ نے تجھے طاقت دی ہے اس سے کچھ کر - یا تو اللہ کا پیارا ہے - اللہ سے کروا
دے - بات تو وہی ہے - اس مجذوب نے آگے سے - یہ نہیں کہا کہ میرے پاس
کیوں آئے ہو - اللہ کے پاس جاؤ - نہیں - اس نے کہا - دو لڑکے ہوں گے - ماں
کے پیٹ میں کیا ہے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا - ویعلم ما فی الارحام - وہ مجذوب
کہہ رہا ہے - دو لڑکے ہوں گے - زندہ رہیں گے - دونوں کا نام علی کے نام پر رکھنا - ایک ملاں
ہوگا - ایک میرے جیسا ہوگا - معاذ اللہ - کل کون کیا کرے گا - اللہ کے سوا کوئی
نہیں جانتا - وہ مجذوب بتا رہا ہے - ایک مُلا ہوگا - دوسرا ایک میری طرح مست ہوگا -
تھانوی صاحب لکھتے ہیں - میں پیدا ہوا میں مولوی بن گیا - میرا بھائی اکبر علی مست ہے - تو ہم دونوں
اس کی دعا سے پیدا ہوئے - پتہ کیا چلا وہ مست ہے - مجذوب ہے - مگر جانتا ہے کہ دو
لڑکے ہوں گے - کیا بنے گا - اصل جب نبی پاک کا نام لینے والے دیوانوں کا یہ عالم ہے - تو ہوش والوں
کا کیا حال ہوگا - شاعر اس لیے کہتا ہے -

سے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے کوئی جانے تو کیا جانے آہی عشق کو رلا کر نبی کا علم نہ ماننے والو
نبی کے کمالات کا انکار کرنے والو ذرا سنو -

دو عالم کی خبر رکھتا ہے دیوانہ محمد ﷺ کا

تو جب نبی پاک کے دیوانوں کی یہ شان ہے تو فرزانوں کی کیا شان ہوگی -
تو اب یہاں پہ جو میں نے سوال قائم کیا تھا - میں آپ کو پہلے سمجھا دوں - اگر آپ کو
یہ سمجھ آ گیا - تو بہت سارے مسئلے حل ہو جائیں گے - لفظ غیر عربی زبان
کا لفظ ہے - غیر لفظ ہے اردو میں غیر کہتے ہیں - غیر کہتے کس کو ہیں -
ایک معنی دشمن بنتا ہے - ایک معنی دوسرا بنتا ہے - سنیں -

M T W T F S S

Memo No

Date / /

یہ ایک اسٹینڈ ہے۔ یہاں لگا ہیں آئینہ۔ اس میں اس میں اسٹینڈ نظر آئے گا۔
یا نہیں۔ وہ شیشے میں نظر آنے والا۔ اس کا عین ہے۔ یا غیر ہے۔ اس آئینے
کو ہٹا دیجیے اب نظر آئے گا۔ تو پھر عین کدھر سے ہوا۔ جب تک آئینہ
سامنے تھا۔ یہ نظر آرہا تھا۔ آئینہ ہٹ گیا۔ اب وہ نظر نہیں آیا۔
اب غیر کس کو کہتے ہیں ذرا دھیان سے وہ چیز جو کسی کی غیر ہے۔

—ص—

Abbas

٢٠١٧ — ١٢ — ١٤
١٤٣٩ — ٣ — ٢٥
٥ AM
٥ — ٥٢ — ١٠
جمعرات

خطبہ شریفہ — من عمل صالحا من ذکر او انثی — حمد و ثنا — قرآن کی آیات — یہ ربیع الثانی کا ماہ ہے۔ اس مہینے میں مسلمان — خاص طور پر حضرت محبوب سبحانی سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی کرار غوث پاک رضی اللہ عنہ کی یاد منانے کا اہتمام کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے من عمل صالحا من ذکر او انثی — جو کوئی عمل کرے نیک وہ مرد ہو یا عورت شرط کیا ہے۔ وھو مومن — اور وہ ایمان والا ہو۔ مرد ہو یا عورت اگر ایمان والا نہیں۔ تو کچھ بات نہیں بنے گی۔ نیک عمل کرنے والا مومن بھی ہو — تو پھر کیا ہوگا۔ کہ دنیا کی چار دن کی زندگی وہ نیک عمل کرے جب دنیا سے جائے گا یا خاتون ہو گی جائے گی۔ تو لوگ کہیں گے کہ یہ گزر گئے — وفات پا گئے — انتقال کر گئے — مر گئے۔ اللہ فرماتا ہے فلنحیینہ — طیبۃ۔ تو ہم اسے زندہ رکھیں گے۔ پاکیزہ زندگی کے ساتھ۔ لوگ کہیں گے مر گیا۔ مگر ہم انہیں زندہ رکھیں گے۔ اور کون سی زندگی کے ساتھ۔ غم والی پریشانی والی تکلیف والی آلودگی والی نہیں۔ بلکہ حیوٰۃ طیبہ پاکیزہ زندگی کے ساتھ۔ اور جب برزخ کا زمانہ پورا ہو کر آخرت آئے گی جس کو قیامت کہتے ہیں۔ اس کے بعد موت تو ہے ہی نہیں ہوگی۔ اللہ فرماتا ہے فلنجزینھم اجرھم — لعملون = کہ آخرت میں ان کے عملوں کا ان کو بہترین اجر عطا کریں گے۔ — قرآن کریم کی اس آیت میں ذرا غور کریں۔ تین باتیں — 1 دنیا کی زندگی 2 برزخ کی زندگی 3 آخرت کی زندگی۔ یہ دار العمل جس کو دنیا عالم اجسام کہتے ہیں۔ ہم اس میں کچھ لمحوں کیلئے آئے ہیں۔ کچھ وہ ہیں جو ماں کے پیٹ سے مردہ نکلتے ہیں — کچھ ایک سانس لے کر۔ کچھ چار سانس لے کر۔ دو دن چار دن — مہینہ سال — دو سال۔ چھوٹی عمر میں چلے جاتے ہیں۔ کچھ جوانی میں۔ کچھ بوڑھے ہو جاتے ہیں — اور اتنے بوڑھے ہو جاتے ہیں کہ خود گھر والے انتظار کرنے لگ جاتے ہیں کہ کب جائیں گے — ایسا وقت بھی آ جاتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں ان کو جانا ہی بہتر ہے — اپنی سوچ کے مطابق۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد۔ میری امت کی اوسط عمر ساٹھ اور ستر کے درمیان ہے — یہ اوسط اوپر سے جو بتایا [illegible] بیان فرمائی — کتنے لوگ ہیں گھر میں۔ ماحول اچھا ہے چھوٹی عمر میں نیکی کرنے لگ جاتے ہیں — کچھ کے گھروں میں وہ ماحول نہیں ہوتا

ان کو کوئی متاثر کر دیتا ہے ۔ وہ عمل کرنے لگ جاتے ہیں ۔ کچھ غفلت میں پڑے رہتے ہیں ۔ ہدایت ان بیمار کو آ جاتی ہے تو سنبھلتے ہیں ۔ جب جھٹکا لگے تو سنبھلتے ہیں ۔ ٹھوکر لگے تو سنبھلتے ہیں ۔ اور کچھ وہ ہیں ساری عمر گزر جاتی ہے ۔ نیکی کا ان کو علم نہیں ہوتا ہے ۔ ہر چیز کا علم ہے بس نیکی کا علم نہیں ہے ۔ ہر ایک کا حال ایک جیسا نہیں ہے ۔

(۱) پہلی بات تو یہ پتہ چلی کہ دنیا میں انسان نیکی کے لئے آیا ہے ۔ اس کا کوئی اور مقصد آنا کا نہیں ہے ۔ آپ کہیں گے نہیں جی ہم اس لئے آئے ہیں کہ ہم کھیتی باڑی کریں گے ۔ کوئی کہے گا میں اس لئے آیا ہوا ہوں کہ ڈاکٹری کروں گا ۔ کوئی کہہ رہا ہے جی میں انجینئرنگ کروں گا ۔ ہم دنیا میں صرف نیک عمل کرنے کے لئے آئے ہیں ۔ اللہ نے نیکی اور برائی کی سمجھ دی ہے ہدایت بھی دے دی ۔ قرآن بھی دیا ۔ اپنا حبیب بھی بھیجا ۔ انہوں نے قرآن پر عمل کر کے بھی دکھا دیا ۔ ہمیں بتا دیا گیا کہ نیکی اور بدی کے دو راستے ہیں ۔ نیکی پہ چلو گے فائدہ ہوگا ۔ گناہ کے راستے پر چلو گے ۔ نقصان ہوگا ۔ دونوں راستے دکھا کر عقل بھی دی گئی ۔ سمجھ بھی دی گئی ۔ ہدایت بھی دی گئی ۔ انسان دنیا میں نیکی کے لئے ہے ۔ کسی اور کے لئے نہیں بنا ۔ یہ اور بات ہے کہ انسان نیکی نہ کرے ۔ وہ گناہوں میں پڑا رہے ۔ مگر دنیا میں آئے ہیں نیکی کے لئے ۔ یہ ذہن میں رہے ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ۔ الذی خلق الموت والحیٰوۃ اللہ تعالیٰ کی ذات نے موت اور زندگی کو پیدا فرمایا ۔ لیبلوکم ایکم احسن عملا ۔ تاکہ ہمیں آزمائے ۔ کہ تم میں کون زیادہ اچھا کام کرتا ہے ۔ کون زیادہ اچھے عمل کرتا ہے ۔ قرآن نے یہ نہیں کہا ۔ کہ دیکھیں کہ کون سا گناہ کرتا ہے ۔ کون نیکی کرتا ہے ۔ بلکہ فرمایا یہ آزمائش کرتا ہے کہ کون اچھے عمل کرتا ہے ۔ اللہ کو سب معلوم ہے ۔ لیکن آزماتا ہے ۔ تاکہ ظاہر ہو جائے دوسرے دیکھ لیں ۔

اب پہلی بات تو یہ کہ زندگی ملی ہے نیکی کے لئے ۔ سب نے سن لیا ۔ میں بھی اور آپ بھی ۔ لیکن اگر گریبان میں جھانکیں ۔ اپنے آپ کو دیکھیں کہ کیا ہم صبح سے شام تک اور شام سے اگلی صبح تک نیکی کرتے ہیں ۔ کیونکہ ہم تو بنے ہی نیکی کے لئے ہیں ۔ تو پھر ہم کیا کر رہے ہیں ۔ ہم کہ اپنے آپ کو بھول گئے ۔ اپنا مقصد بھول گئے ۔ کوئی لڑ رہا ہے ۔ کوئی چوری کر رہا ہے ۔ کوئی جھوٹ بول رہا ہے ۔ کوئی فساد کر رہا ہے ۔ یہ جتنے کام کر رہے ہیں ۔ یہ تو نیکیاں

(الملک ۔ ۱۴) ہم تو بنے ہی نیکیوں کے لیے ہیں! ۔ تو اگر ہمیں اپنی پہچان مل جائے ۔ ہمیں معلوم
ضرورت معلوم ہو جائے ۔ زندگی کا مقصد سمجھ میں آ جائے ۔ ہمارے لیے زندگی آسان
ہو جائے گی ۔ مگر توجہ نہیں ہے ۔ ہم غور نہیں کرتے ۔ دھیان نہیں کرتے ۔ سوچنا چاہیے ۔
اللہ تعالیٰ کا فرمانا ہے عمل صالح ۔ جو کوئی نیک عمل کرے گا ۔ اب نیکیاں بہت سی ہیں ۔
ان کو گننے میں اگر ہم لگ گیا ۔ اور آپ تو گننے لگ گیا کہ یہ نیکی ۔ یہ نیکی ۔ عمر ختم ہو
جائے گی ۔ نیکیوں کا بیان ختم نہیں ہوگا ۔ ہر نیکی سے آگے شاخیں نکلیں گی ۔ ایک شخص
نے زمین میں میخ گاڑی کہ کوئی بیل گاڑ دیا ۔ کہ کوئی آئے اور اپنا جانور باندھ لے ۔
اس نے نیکی کی نیت سے باندھا ۔ اس کو ثواب ملے گا ۔ دوسرے شخص نے یہ کیل نکال
دیا ۔ کہ کسی کو ٹھوکر لگ سکتی ہے ۔ اس کی نیت میں بھی خیر ہے ۔ اس کو بھی ثواب ملے گا ۔
سمجھ آ رہی ہے بات ۔ لیکن ایک شخص نے یہ میخ گاڑا کہ لوگ اس سے ٹکرائیں ۔ اور گر دیں پیلے کا
جھٹکا پہنچے دیا تاکہ لوگ اس سے تکلیف ہوں ۔ تو اس کی نیت میں خیر نہیں ہے ۔
تو اس کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا ۔ اس کو نقصان ہی نقصان ہوگا ۔
مجھے اور آپ کو جاننا چاہئے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی فرمایا ۔ بخاری کی پہلی
کی پہلی حدیث ۔ انما الاعمال بالنیات ۔ اعمال نیتوں کے ساتھ ہیں ۔ عملوں کا
دار و مدار نیت پر ہے ۔ جس کی نیت میں خیر ہے ۔ اس کا عمل نیک ہے ۔ جس کی نیت میں
خیر نہیں ۔ اس کا عمل نیکی نہیں بن سکتا ۔ یہ مینارہ کس چیز کا ہے ۔ مسجد کے ساتھ ہے ۔
لوہے سیمنٹ کا بنا ہے ۔ یہاں بنا ہے ۔ مسجد کے ساتھ ۔ اب مسجد بنانا ۔ مینارہ بنانا نیکی
ہے یا نہیں ۔ سب کی تسلی ہو گئی ۔ مسجد بنانا نیکی ہے ۔
آؤ قرآن پڑھیں ۔ (۱۴ ۔ ۱۷) ۔ سورۃ توبہ ۔ جس کا دل چاہے دسواں پارہ کھول لے
سورۃ توبہ ۔ مدینہ میں رہنے والے کچھ لوگ ۔ زبانی طور پر کلمہ بھی پڑھتے تھے ۔ نماز بھی پڑھ لیتے تھے ۔
روزہ بھی رکھتے تھے ۔ صرف نماز نہیں پڑھتے تھے ۔ بلکہ حضور کے پیچھے نماز پڑھتے تھے ۔ قرآن نے ان
کو منافق کہا ۔ ان کی نماز یا لوں پر ایمان کے حلیے تھے ۔ دل میں ایمان نہیں تھا ۔ زبان پہ کچھ اور
دل میں کچھ اور ۔ انہوں نے مدینہ منورہ میں ایک مسجد بنائی ۔ قرآن نے بھی اس کو مسجد کہا ۔

M T W T F S S — Memo No — Date / /

انہوں نے مسجد بنائی۔ قرآن پاک نے بھی اس کو کوئی اور نام نہیں دیا۔ مسجد ہی کہا۔ مسجد ضرار۔
ضرار کے معنی نقصان دینے والی مسجد۔ ان کی نیت کے میں خیر نہیں تھی۔ اللہ نے حکم دیا اس
مسجد کو گرا دیا جائے۔ کیونکہ اس میں صحیح نیت نہیں۔ یہ بات میں نے آپ کو کیوں
سنائی ہے۔ آج بھی بہت سے لوگ قرآن چھاپتے ہیں۔ ان کا مقصد لوگوں کو قرآن
پڑھانا نہیں۔ بلکہ ان کو بہکانا ہے۔ بہت سے لوگ حدیث کی کتاب چھاپتے ہیں۔ مگر
تو جب میں گڑبڑ کرکے لوگوں کو بہکانے کے لیے۔ بہت سے لوگ مسجد بناتے ہیں مگر
ان کا مقصد نماز پڑھوانا نہیں ہے۔ لوگوں کے عقیدے بگاڑنا ہے۔ بہت سے لوگ تبلیغ
کرتے ہیں۔ مگر ان کا مقصد لوگوں کو سیدھی راہ پر چلانا نہیں ہے۔ صحیح عقیدوں سے
ہٹانا ہے۔ تو جس کی نیت میں خیر نہیں جس کی نیت اچھی نہیں ہے۔ وہ لاکھ نیکی کا
کام کرے اس میں خیر نہیں ہے۔ سمجھ آرہی ہے بات۔ میں نے کسی کا نام
نہیں لیا۔ میں آپ کو بتا رہا ہوں۔ اعمال نیتوں کے ساتھ ہیں۔ اگر نیت میں خیر
نہیں ہے۔ تو پھر کوئی فائدہ نہیں ہے۔ ایک آدمی اوپر سے نیچے چھلانگ لگائے۔ اور کہے میں
کرتب دکھا رہا ہوں۔ تو بتائیے آپ اس کو شاباش دیں گے۔ آپ کہیں گے اپنی
جان سے نہ کھیلو۔ یہی کہیں گے۔ کیونکہ حدیث میں ہے۔ جو خود اپنی جان کو خطرے
میں ڈالے اس کی حفاظت ہوتی نہیں۔ ہاں جنگ میں جانا اللہ کے لیے جان دینا
وہاں کا خطرہ مول لینا۔ وہ اللہ کے لیے ہے۔ لیکن خواہ مخواہ اپنے آپ کو خطرے میں ڈال
دینا۔ تو آپ کہیں گے میاں اس کرتب کا کیا فائدہ ٹانگ تڑوا دو گے۔ باز کرو۔
آپ جانتے ہیں اس کی نیت میں خیر نہیں ہے۔ ناموری ہے یا پیسے کے چکر میں۔
اس کو منع کیا جائے گا۔ لیکن ایک شخص جان بچانے کے لیے دوڑتا ہے۔ آپ اس کو غلط
نہیں کہیں گے۔ نیت پر فیصلہ ہوگا۔ ایک شخص صبح سے شام تک بھوکا ہے۔ اس کو ثواب
نہیں۔ لیکن ایک روزہ رکھ کے بھوکا ہے۔ اس کو ثواب ہے۔ تو نیت پر فیصلہ ہوتا ہے کہ
اگر کوئی تبلیغ کر رہا ہے۔ نبی کا غلام بنانے کے لیے۔ نبی کی تعظیم سکھانے کے لیے۔ اس کی نیت میں
خیر ہے۔ وہ کام نیکی شمار ہوگا۔ اگر کوئی بستر لوٹا اٹھا کے سارا سال پھرے۔ اگر اس کا

مقصد نبی کا نام چومنا رہ گیا ہے۔ اگر اس مقصد نبی کے لیے کوئی گھر سے باہر قدم نکلتا
ہے۔ اولیاء کے لیے ایصالِ ثواب سے کمال ہے۔ نبی سے محبت سے کرتا ہے۔ تو وہ بظاہر
آپ کو نیکی کرتا نظر آ رہا ہے۔ مگر اس کی وہ نیکی نیکی نہیں ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ اس کی نیت درست
نہیں ہے۔ ہزاروں آدمی ہیں۔

توجہ فرمائیں۔ پتہ چلا جس کی نیت درست نہیں اس کا عمل نیکی نہیں بن سکتی۔
آدم علیہ السلام سے پہلے شیطان۔ اس کا نام تھا عزازیل۔ ابلیس شیطان۔ کتنی نماز پڑھی؟ اس نے
لاکھوں برس کیا ہے۔ چھ لاکھ برس۔ کوئی تھوڑی مدت نہیں ہوتی۔ زمین کے چپے چپے پر
اس نے سجدہ کیا۔ کوئی فائدہ ہوا؟ بڑا پکا موحد۔ اللہ کو ایک مانتا تھا۔ بڑا پکا نمازی
کبھی نماز قضا نہیں کی۔ زمین کے چپے چپے پر سجدہ کیا۔ اپنے آپ کو بہت عالم سمجھتا تھا۔
فرشتوں کے سامنے درس دیتا تقریر کرتا۔ عالم نہیں تھا۔ اپنے آپ کو سمجھتا تھا۔ مگر نہ اس کا
علم کام آیا۔ نہ عبادت کام آئی۔ نہ عقیدہ کام آیا۔ کیونکہ اس کی نیت میں خیر نہیں تھی۔
اس کی بنیاد درست نہیں تھی۔ وہ ایمان والا نہیں تھا۔ اور نماز کا فائدہ کیوں نہیں ہوا۔
اس لیے کہ نبی کی تعظیم نہیں کی۔ پتہ چلا۔ جو نبی کی تعظیم نہیں کرتا۔ اس کی نماز کا کوئی فائدہ
نہیں ہے۔

میں بہت ہی بات کر رہا ہوں آؤ سمجھا دوں۔ نماز کس کے لیے پڑھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ
کے لیے۔ لیکن بچے جو ہیں امتحان کے لیے یا پاس ہونے کے لیے پڑھتے ہیں۔ امتحان کا
دن آ جاتا ہے تو سب نماز پڑھ رہے ہیں۔ آگے پیچھے ان کو نماز کا پتہ نہیں ہے۔ کسی پہ مقدمہ
بن جائے۔ وہ نماز پڑھتا ہے۔ مقدمے میں کامیابی کے لیے۔ کوئی بیمار ہو جائے۔ وہ نماز پڑھتا ہے۔
صحت یابی کے لیے۔ اس کے بعد نماز یاد رہتی ہے۔ بھول جاتے ہیں۔ نماز اللہ کے لیے عبادت
خالص اللہ تعالیٰ کے لیے۔ کوئی عبادت میں اللہ کے علاوہ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ عبادت خالص
اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ اب میری بات دھیان سے سننا۔ ہم نماز پڑھتے ہیں۔ سر
اللہ کے لیے جھکاتے ہیں۔ دل اس کے نبی کے لیے جھکاتے ہیں۔

آپ نہیں سمجھے مولانا صاحب کہاں آپ نے کہا۔ عبادت خالص اللہ کے لیے۔ تو پھر

خالص توڑ دیں - دل بنی کے لیے جھکایا - سر اللہ کے لیے جھکایا - تو یہ معاملہ خالص نہ رہا - اس
میں تو شراکت ہو گئی - مقصد ہو گیا کہ یہاں نے سر اللہ کے لیے جھکایا ہے - دل بنی کے لیے -
تو اللہ کی عبادت میں بتوں کو شریک کر لیا اور شرک کسی بلا کا نام ہے - اسی لیے تو
مشرک ہو گئے ہیں - آؤ میں بات سمجھاؤں - ہم عبادت میں بتوں کو شریک کرتے ہیں - بنی کی
ہم کرتے ہیں تعظیم (اور ہم بھی) بنی سے ہم کرتے ہیں محبت - تعظیم اور چیز ہے - عبادت اور
چیز ہے - ہر عبادت میں تعظیم ہے - مگر ہر تعظیم عبادت نہیں - اگست کا مہینہ آنے کا -
ساری قوم کھڑی ہو کر قومی ترانہ پڑھتی ہے یا نہیں - حکم ہوتا ہے سارے کھڑے ہو جاؤ - آتے ہیں
اٹھنے منٹ پر قومی ترانہ ہو گا اور لوگ جہاں ہیں جہاں ہوں رک جائیں - قومی ترانہ جھنڈا لہرایا
جائے گا - جھنڈے کے احترام میں سب کھڑے ہوتے ہیں یا نہیں - تو کیا جھنڈے کے احترام میں کھڑے
ہونا عبادت ہے - قومی ترانہ پڑھنا عبادت ہے حالانکہ تعظیم ہے - جھنڈے کی تعظیم آپ اس
کو منٹ دے رہے ہیں - قومی ترانہ آپ تعظیم دے رہے ہیں - تو ہر عبادت میں تعظیم ہے مگر ہر تعظیم عبادت
نہیں - ہم اللہ والوں کی عبادت نہیں کرتے ہم ان کی تعظیم کرتے ہیں -
اب عبادت اور تعظیم کو ایک کرنا مانا جو ہوا سب - قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ومن
یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب - جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرتے ہیں - تو یہ دلوں
کے تقویٰ سے ہے - یعنی وہ دل سے تقویٰ والے ہیں - دل کے متقی ہیں - قرآن نے
بتایا - اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرنا دل کا تقویٰ ہے اللہ کی نشانیاں کون ہیں - جن کا تعلق
اللہ والوں سے - صفا اور مروہ دو پہاڑیاں اللہ کی پیاری بندی کے قدم اس پر آئے وہ شعائر کہہ
میں گئیں - اللہ کی نشانی بن گئی - جہاں قدم آئے وہ جگہ شعائر اللہ بنے - تو جہاں اللہ والا
آرام کر رہا ہے وہ جگہ شعائر اللہ ہے -
پتہ کیا چلا - اللہ والوں کی جگہیں شعائر اللہ - اب ان کی برکت والی ہونے کا بیان بھی سنو -
حضرت مریم علیہا السلام - حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ - مریم کے معنی کیا ہیں
اللہ کے گھر کی خدمت کرنے والی - وہاں ان کی ماں نے کہہ دیا تھا - منت مانی تھی میرے پیٹ میں
جو بچہ ہے - میں اس کو اللہ کے گھر کی خدمت کے لیے دوں گی - اس لیے ان کا نام مریم ہو گیا -

Memo No ________
Date / /
M | T | W | T | F | S | S

اللہ کے گھر کی خادمہ - حضرت زکریا علیہ السلام - جو ماموں ہوتے ہیں - روزانہ اس کے لئے کھانا بنا
لایا کرتے تھے - ان کی پرورش ان کے سپرد تھی - وہ بڑی ہو گئی - ایک دن حضرت زکریا علیہ السلام کو کھانا لانے میں دیر
ہو گئی - ادھر حضرت مریم علیہا السلام کو بھوک لگی - اللہ نے فرشتے کو حکم دیا - جنت سے
پھل لے جاؤ - یہ جو اللہ کے دین کی اللہ کے گھر کی خدمت کرتے ہیں - ان کا رزق بھی
رب کی طرف سے آتا ہے - نفسہ میں ماس ان میں نہیں لگتا

جو اللہ کے دین کی خدمت کرتے ہیں انہیں کبھی کھانے پینے کی دشواریاں نہیں ہوتی - کبھی
دیکھا ہے کسی مولوی کو فاقہ کرتے ہوئے - آپ کو پھر بھی کھانا کھانا پڑتا ہوگا - ان کو
([illegible]) کبھی کمی نہیں ہوتی - بس نیت پھر یہی دین کے لئے لگے ہوں - ان کا رزق دنیا
میں پھیلا ہوا ہے - حضرت مریم کے پاس فرشتہ پھل لے کر آیا - کون سے پھل لایا
جن کا اس علاقے میں موسم نہیں تھا - مثلاً گرمی کا موسم جب ہوتا ہے تو ٹھنڈے پھل آتے
ہیں - یا گرم پھل آتے ہیں - یا سردی میں گرم آ جاتے ہیں - آج یہاں آم کا موسم ہے
مگر مالٹے کا موسم نہیں ہے - تو آپ سمجھیں تو کینوں آ جائیں تو سمجھیں کہ
بے موسم کا پھل کھلائے گا - وہ پھل آئے جن کا موسم نہیں تھا - جب حضرت زکریا علیہ السلام
کھانا لے کر آئے فوجدھا عندھا رزقا - دیکھا تو حضرت مریم کے پاس پھل رکھے ہوئے ہیں -
رزق رکھا ہوا تھا - ان سے پوچھا کہاں سے آیا حضرت مریم یہ تو یہاں نہیں کہیں درختوں سے
آیا - فلاں سے آیا - قالت ھو من عند اللہ - فرمایا یہ اللہ کے پاس سے آیا ہے -
حضرت مریم نے جب یہ جواب دیا تو حضرت زکریا نبی ہیں - عورت نبی نہیں ہوتی -
عورت ولی ہوتی ہے - حضرت مریم ولیہ ہیں - نبیہ نہیں - حضرت زکریا نے یہ
کہا - اس علاقے میں ان پھلوں کا موسم نہیں ہے - یہ پھل جنت سے آئے ہیں - اور جہاں
نیک بندہ کی ہو وہ جگہ برکت والی ہوتی ہے - جہاں رحمت ہو - برکت ہو وہ جگہ بھی
اب اپنے ایمان سے بتاؤ - اللہ والے اللہ کی نعمت ہیں یا نہیں - اللہ والا جہاں
بیٹھ جائے وہ جگہ برکت والی ہے - جہاں لیٹ جائے وہ جگہ برکت والی - جب تک وہ دنیا
میں آستانوں میں بیٹھتے ہیں - وہ آستانے برکت والے - جب قبروں میں جا کے لیٹ جائے

تو ان کے مزار بھی برکت والے۔ کوئی شبہ نہیں ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے جب دیکھا۔ جہاں پہ اللہ کی طرف سے نعمت آتی پیاری مریم
کے محل آئے۔ قرآن میں ہے۔ ھنالک دعا زکریا ربہ۔ حضرت زکریا نے اسی جگہ اپنے رب
سے دعا کی۔ اولاد مانگی۔ پتہ چلا۔ برکت والی جگہوں پہ جا کر دعا مانگنا یہ منع نہیں ہے بلکہ نبی
کی سنت ہے۔ بات بڑی دور نکل گئی۔

تو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرنا۔ یہ دلوں کا تقویٰ ہے۔ باقی لوگوں کو اپنے تقوے کے لیے دلیل چاہیے
ہم سنی اللہ کے فضل سے وہ لوگ ہیں۔ ہمارے دلوں کے تقوے کی گواہی رب نے دے دیا ہے۔
اے سنیوں تم اللہ کے نشانیوں کی تعظیم کرتے ہو۔ تمہارے دل سے جو تقویٰ ہے دل میں۔ قرآن
گواہی دے رہا ہے۔ جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے وہ دل سے تقویٰ والا ہے۔ اور یہ نشانی
سنیوں کی ہے۔ سنیوں تمہاری شان اللہ نے قرآن میں بیان کی ہے۔

وہ جو ہیں نا۔ ذکر کر۔ نام نہیں لینا۔ بالکل دیوبندی وہابی کا لفظ لینا ہی
نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں مزاروں پہ جاتے ہیں۔ قبروں کو چومتے ہیں۔ تبرکات کو چومتے
ہیں۔ فتوے لگاتے ہیں۔ آپ لوگ شاید ناراض ہوتے ہوں گے۔ ان کے فتووں پر۔
(5-12) میں کہتا ہوں وہ آپ کے عشقی حضرت کی گواہی دیتے ہیں۔ کیونکہ اللہ کی
نشانیوں کی تعظیم کرنا یہ دل کا تقویٰ ہے۔ اور اللہ کی نشانیوں کو ہم چومتے ہیں۔ ان سے
محبت رکھتے ہیں۔ ان کی زیارت کو جاتے ہیں تو یہ کام تو دل کے عشقی حضرت کی نشانی اور وہ
لگا دیں فتوے۔ تو جائز اور صحیح کام کو انہوں نے غلط کہا ہے نا ہیں۔

تو جو جائز کو غلط کہے وہ ہے ظالم اور قرآن میں ہے واللہ لا یھدی القوم الظلمین۔
اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ ان کے نصیب میں وہ چیز نہیں۔ جس کو وہ پسند
کریں۔ اللہ کا ہم شکر کرتے ہیں۔ اللہ نے ہمیں اپنے پیاروں کی تعظیم کی سعادت
عطا کی ہے۔ ہمیں پتہ چلے نبی پاک ﷺ کا بال مبارک ہے ہم چومتے ہیں۔ اس کے نقش
کا ہالہ پیتے ہیں۔ ہمیں پتہ چلے نبی پاک ﷺ کے قدموں کا نشان ہے ہم اس کو چومتے
ہیں۔ ہم تعظیم کرتے ہیں۔ پتہ کیا چلا۔ اے اللہ والوں کی نسبت رکھنے والی چیزوں کی تعظیم

Memo No
M T W T F S S
Date / /

کرنا غلط نہیں ۔ عبادت ہم صرف اللہ کی کرتے ہیں ۔ اللہ والوں کی تعظیم کرتے ہیں ۔ اور اس
تعظیم کا ثبوت ۔ بخاری صحاح ستہ کے سب مقامات پر حدیث پاک موجود ہے ۔ نبی پاک ﷺ
کا جبہ مبارک جو نبی پاک پہنا کرتے تھے ۔ حضرت اسماء کے پاس تھا مدینے میں کوئی بیمار
ہو جاتا اس جبے کا ایک کنارہ پانی میں بھگو کر مریض کو پلایا جاتا اس کو شفا ہو جاتی تھی ۔
شکر ہے اس ٹائم وہابی نہ تھے ورنہ فتویٰ لگ جاتا کہ دیکھو جبہ بھگو کر
پی گئے ہیں ۔ نہیں یہ تو شرک ہو رہا ہے ۔ مگر ہم صحابہ کے نقش قدم پر ہیں ۔ اور صحابہ نے
نے بتا دیا کہ نبی سے نسبت رکھنے والی چیز کا ادب کرنا تعظیم کرنا ہرگز غلط نہیں ہے ۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انس کے گھر میں جا کر دوپہر کے وقت لیٹ گئے ۔ جس
کو آرام کرنا کہتے ہیں ۔ گرمی کا موسم تھا ۔ نبی پاک ﷺ کے جسم اقدس سے جو پانی نکل رہا تھا ۔
وہ جس کو آپ پسینہ کہتے ہیں ۔ وہ مبارک موتیوں کے ٹکڑے ۔ حضرت انس کی ماں
ان کو شیشی میں ڈال رہی ہے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھ کھولی دیکھا ۔ فرمایا شیشی میں میرا پسینہ
جمع کر رہی ہے ۔ کیا مطلب ہے ۔ نبی نے یہ نہیں کہا دیکھو پسینہ ہے ۔ شرک ہو رہا ہے ۔ یہ ہوتا
ہے وہ ہوتا ہے ۔ نہیں ۔ کیوں جمع کر رہی ہو ۔ صحابیہ کیا جواب دیتی ہے ۔ حضور ﷺ ہم اپنے گھر کی
کو اپنی دلہنوں کو لگانے کے لیے خوشبو جمع کر رہے ہیں ۔ اس سے اچھی تو دنیا میں کوئی خوشبو
نہیں ہے ۔ اور کس کی خوشبو تھی نبی کے پسینے میں ۔ جس گلی سے گزر جاتے تھے وہ گلی
مہک جاتی تھی ۔ خوشبو سے ہی لوگ پتہ لگا لیتے تھے کہ نبی کدھر گئے ہیں ۔ اور یہ جدھر
سے گزرتے ہیں ۔ میرے نبی جیسا کوئی نہیں ۔ تو ہم کہتے ہیں ٹھیک کہتے ہیں ۔
سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی پتہ کیا چلا میرے نبی جیسا کوئی نہیں ۔
صحابہ نبی کا پسینہ بھی سنبھال کے رکھ رہے ہیں ۔ حضرت امیر معاویہ کا آخری وقت آیا ۔
نبی پاک کے مبارک ناخن کے چاند رکھے ہوئے تھے ۔ نبی پاک کے بال مبارک رکھے ہوئے
تھے ۔ جب ان کا آخری وقت آیا ۔ اپنی اولاد سے کہا ۔ جب میری وفات ہو جائے
مجھے غسل دے لو ۔ تو سجدے کی جگہ پر ماتھے ناک منہ پر نبی پاک ﷺ کے تبرک رکھ دینا ۔
وہ لوگ صحابہ تھے وہ جانتے تھے کہ جو چیز لگ گئی وہ تعظیم والی

M T W T F S S

Memo No ______

Date / /

ہے۔ اور آپ اگر نبی ولی کی تعظیم کی جائے۔ تو فتویٰ لگتا ہے۔ ان کو تقویٰ چھو کر نہیں گزرا۔ اللہ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جو بندہ کی جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرتے ہیں۔ وہ دل کے تقویٰ والے

ہیں۔

ہر عبادت میں تعظیم ہے۔ ہر تعظیم عبادت نہیں ہے۔ ہم نماز اللہ کے لئے پڑھتے

ہیں۔ سر اللہ کے لئے جھکاتے ہیں۔ دل مصطفیٰ کے لئے جھکاتے ہیں۔ اسی لئے کسی نے کہا۔

۔ جان ہو ایمان کی ہے جان حب مصطفیٰ۔

نبی پاک ﷺ کی محبت ایمان کی جان ہے۔ لہذا جس میں نبی کی محبت نہیں وہ جان والا نہیں۔

اور بجز حب نبی بے سود ہے ذکر خدا۔

نبی کے ذکر کے بغیر نبی کی محبت کے بغیر اللہ کا ذکر فائدہ نہیں دیتا۔

۔ سجدہ کرنا ہو تو ہو لا کر کہ ہو سکے نہیں جھکا۔

سر خدا کے لئے واسطے دل مصطفیٰ کے واسطے۔

آپ اس کا جواب بھی دے دوں۔ سر خدا کے لئے ہے دل مصطفیٰ کا لیکے ہے۔

حوالہ بھی ان کی کتاب سے۔ وہ مجھ سے ناراض ہوتے ہیں۔ کہ ہمارا مولویوں

اور کتابوں کا نام لیتا ہے۔ تم ناراض کیوں ہوتے ہو مجھے کمیشن دیا کرو۔ تمہاری شہرت

کر رہا ہوں۔ تمہارے ملاں کا بھی نام لے رہا ہوں۔ کتابیں تم چھاپتے ہو۔ پڑھتا میں ہوں۔

کتاب کا نام ہے التکشف عن مہمات التصوف۔ اشرف علی تھانوی۔

نبی پاک ﷺ کے صحابی حضرت ابو موسیٰ اشعری تہجد کی نماز پڑھتے ہوئے قرآن کی اونچی

آواز میں پڑھ رہے ہیں۔ نبی پاک نے انکا قرآن پڑھنا سنا۔ ان کو پتہ نہیں کہ نبی سن

رہے ہیں۔ صبح نبی پاک ﷺ نے فرمایا فجر کے بعد۔ تیری آواز بہت اچھی ہے۔ رات میں نے

تیرا قرآن پڑھنا سنا۔ اللہ نے تجھے حضرت داؤدؑ کی خوش الحانی سے حصہ عطا

کیا ہے۔ حضرت داؤدؑ کی آواز بہت اچھی تھی جب وہ اللہ کی حمد پڑھتے

تھے۔ اڑتے ہوئے پرندے رک جاتے تھے۔ بڑی اچھی اللہ نے ان کو آواز دی۔ تو اللہ کے

حبیب نے فرمایا۔ جو داؤدؑ کو خوش الحانی ملی تھی تجھے اس سے حصہ ملا ہے۔

Memo No
M T W T F S S
Date / /

ہیرے کی آواز بہت اچھی ہے۔ رات میں نے تیرا قرآن کا پڑھنا سنا ہے۔ صحابی نے عرض کیا۔
اگر مجھے پتہ ہوتا۔ کہ آپ سن رہے ہیں۔ میں اور اچھا بنا کر پڑھتا۔ حدیث ہو گئی ختم۔
نیچے تھانوی صاحب شرح لکھتے ہیں۔ کہ قرآن پڑھنا اللہ کی عبادت ہے۔ نماز پڑھنا اللہ
کی عبادت ہے۔ اللہ کی عبادت میں کسی اور کو خوش کرنے کا کیا مطلب ہے۔ وہ صحابی
کہہ رہے ہیں کہ مجھے پتہ ہوتا۔ آپ سن رہے ہیں تو آپ کی خوشی کے لیے میں اور
اچھا کر کے پڑھتا۔ تاکہ آپ کو اور اچھا لگتا۔ آپ خوش ہوتے۔ تو نبی کو خوش کرنے
کا کیا مطلب۔ عبادت تو اللہ کی ہے۔ تو تھانوی صاحب کہتے ہیں۔ پتہ چلا۔ نبی کو خوش
کرنا حقیقت میں رب کو خوش کرنا ہے۔

پتہ کیا چلا۔ کہ اگر ہم دل نبی کے لیے جھکا دیں تو یہ مطلب نہیں کہ ہم نبی کو عبادت میں شریک
کر رہے ہیں (۳۷-۱۷)۔ بلکہ سنو۔ پوری نماز رکھ دی کے قعدے میں بیٹھے ہو التحیات پڑھتے
نبی کی بارگاہ میں ارادے کے ساتھ سلام کرتے ہیں۔ تو نبی کو خوش کر رہے ہیں یا نہیں
کیا سلام ناراضی کرنے کے لیے کرتے ہیں آپ۔ آپ نبی آپ کا شکریہ کہ آپ نے رب کی عبادت
ہمیں سکھائی۔ رب کی معرفت کرائی۔ پہچان کرائی ہمیں نبی کا حکم ہے۔ بندے عبادت میری
بارگاہ میں پیش کر اور محبت کا ہدیہ میرے حبیب کی بارگاہ میں پیش کر۔

جب تک نبی کو خوش نہ کریں عبادت پوری نہیں ہوتی۔ جب بغیر سلام
کے نماز نہیں ہوتی تو ہماری محفل بغیر سلام کے کیسے ہو سکتی ہے۔ جن لوگوں کو سلام
سے چڑ ہے ان سے کہو نماز سے سلام نکال دو۔ کیا ان کی نماز ہو جاتی ہے۔
ان کو سزا ملی ہوئی ہے۔ پڑھو جتنی کان بھی لگائے رکھنا ہے اور پڑھتے چلو۔ ہوں جب پیسے
جوڑ کر دو برس پڑھتے کا فائدہ نہیں ہوا تو تمہیں دکھا کر برس پڑھنے کا کیا فائدہ ہوگا۔

نماز تو اس کی نماز ہے۔ جس کی نیت درست ہے۔ جس کا عقیدہ درست
ہے۔ وہ ایمان والا۔ اللہ فرماتا ہے جن عمل صالحا۔ جو کوئی عمل کرے۔ پتہ چلا
عورتوں کے لیے بھی نبی کا حکم ہے۔ یہ نہیں ہے کہ عورت صرف باورچی خانے میں رہ کر
گھر کی صفائی ستھرائی کرے۔ سلائی کڑھائی کرے۔ جس طرح مرد پر نماز فرض ہے۔ عورت

M T W T F S S — Memo No — Date / /

نماز پڑھنا ۔ روزے ۔۔۔ صاحب استطاعت ہے تو حج فرض ۔ صاحبِ نصاب ہے تو زکوٰۃ ۔
سہولتیں ان کے لئے بھی ۔ یہ نہیں کہا گیا کہ اُن کو سہولت ہو کہ یا اور کس کا خاص میں تم سمجھو یہ بتاؤ کہ نماز ہم پڑھ لے
لیں گے ۔ مرد کے لئے بھی حکم ہے عورت کے لئے بھی ۔ کیا آپ نے اپنی عورتوں سے پوچھا
کہ نماز پڑھ لی ہے ۔ اگر بچوں اور عورتوں سے پوچھیں گے تو بات بنے گی ۔ جب آپ خود
نہیں کر رہے تو ان کو بھی پرواہ نہیں ہوگی ۔ اپنے اپنے گھروں کا ماحول خود درست کرو
مرد ہو یا عورت نیک عمل کرے ۔ بشرطیکہ وہ ہو مومن ۔ اگر مومن
نہیں ۔ تو پھر عمل نیک کا کوئی فائدہ نہیں ہے ۔ مسجد بنالیں ۔ پل بنالیں ۔ کنویں
بنالیں ۔ جو چاہے بنالیں ۔۔۔ اگر ایمان والے نہیں ہیں تو کوئی فائدہ نہیں ہے ۔ پر
یہاں دنیوی طور پر ان کو آسانیاں ہوں گی مگر آخرت میں ان کے لئے کوئی اجر نہیں ۔ پورا
آخرت کا اجر ایمان والوں کے لئے ہے ۔ جس کے پاس ایمان نہیں ہے ۔ اس کے لئے کوئی آخرت
کا اجر نہیں ۔ یہاں دنیا میں آسانیاں غیروں کو دیکھیں اللہ نے ان میں نوازا ہوا ہے سہولت
اس لئے کہ وہ یہاں پر ظاہر جو اچھے کام کرتے ہیں ۔ بغیر ایمان کے جس کی وجہ سے ان کو
فائدہ ہو رہا ہے ۔ مگر آخرت کا فائدہ صرف ایمان والوں کو ہوگا سعودی ہو یا کوئی بھی
ہوگا ۔ اب ایمان کس کو کہتے ہیں ۔ مومن تو اللہ کا نام ہے ۔ اور آپ اپنے آپ
کو بھی مومن کہتے ہیں ۔ قرآن میں جگہ جگہ مومنین مومنات ۔ مومن تو اللہ کا نام
ہے ۔ اللہ کے نام کے معنیٰ امان دینے والا ۔ لہٰذا ہم مومن کہلاتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے
امن چاہتے ہیں ۔ اللہ ہمیں امن عطا کرتا ہے ۔ پتہ چلا ۔ ایمان نام ہے صحیح یقین کا ۔
یقین میں درست ہونے کا ۔ عقیدوں میں درست ہونے کا ۔ (۲۲-۴-۳)

اگر کسی کا عقیدہ درست نہیں تو وہ مومن نہیں ہے ۔ دھیان سے دو باتیں
سن لینا ۔ ایمان زبان پر کلمہ ہو ایمان کا دل سے تصدیق ہونا ۔ اگر زبان پر کلمہ ہے مگر
دل کی حالت درست نہیں تو وہ ایمان نہیں ۔ زبان سے کہنا کہ ہم اللہ تعالیٰ کو بے عیب
مانتے ہیں ۔ اللہ ہر عیب سے پاک ہر نقص سے ہر کمزوری سے پاک ہے ۔ اور فتویٰ لگانا
کہ اللہ جھوٹ بول سکتا ہے ۔ (معاذ اللہ) ساتھ ہی کہہ رہے ہیں کہ اللہ ہر عیب سے پاک ہے ۔

اور دوسری طرف لینا کہ اللہ بُرا کام کر سکتا ہے۔ (معاذ اللہ) کیا یہ مانتا ہوا۔ ایک طرف
لکھ رہے ہیں۔ نبی سب سے افضل دوسری طرف کہتے ہیں ہم نبی جیسے نبی بیمار کی طرح
کیا یہ مانتا ہوا۔ خود کو علامہ کہلائے نبی کے علم کا انکار کرے۔ یہ ایمان ہے۔ تو جس
کے پاس ایمان نہیں اس کی اپنی نماز ہوگی۔ تو جب اس کی اپنی نہیں ہوگی۔ تو اس کے پیچھے
کسی اور کی کیسے ہوگی۔ آپ پتے پر حلوے مانڈے کے جھگڑے ہیں —
مولوی لڑتے ہیں۔ ایمان کی بات پر بتا رہا ہوں۔ بنیادی بات۔ جس کا عقیدہ درست نہیں
اس کی نیکی نہیں۔ اس کی نماز نہیں۔ اس کی اذان نہیں۔ دیکھو کربلا میں ایک طرف
۲۲ ہزار کا لشکر دوسری طرف ۷۲ افراد بائیس ہزار کے لشکر میں بھی اذان ہوتی تھی۔
امام کے خیموں میں بھی اذان ہوتی تھی۔ ادھر بھی نماز ہو رہی ہے۔ ادھر بھی جماعت ہو رہی
ہے۔ امام پاک نے الگ اذان و جماعت کیوں کروائی۔ آنے والی نسلوں کو پیغام دے دیا۔
جو نبیوں کا احترام نہ کرے۔ جس کے عقیدے درست نہ ہوں۔ ان کی اذان اذان نہیں۔
ان کی نماز نماز نہیں۔ کیا ان کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے۔ ووٹ دینا چاہیے۔ کمال۔
چنندہ۔ یہیں نیکی کا رشتہ نہیں یہ ایمان کا معاملہ ہے ہم نبی سے محبت کرتے ہیں۔
اور نبی کی محبت رکھنے والا۔ ان کے دشمن کو دوست بنا سکتا نہیں۔ میرے دوستو اور
— ایمان کے بغیر کوئی عمل نیکی نہیں بن سکتا اور آخرت میں فائدہ نہیں دے سکتا۔
ایمان والے کا عمل کامیاب — شیطان کی نماز قبول نہیں۔ بڑی پڑھی اس نے مگر قبول۔
آپ کی نماز کا فائدہ بتاؤں —

شیطان کے چھ لاکھ سال نماز پڑھی مگر قبول نہیں ہوئی۔ سنیوں سنو۔ تمہاری
نماز کا کتنا ثواب۔ حضرت جبرائیل امین فرشتوں کے سردار۔ انہوں نے نماز پڑھی۔ قیام کیا
ستر ہزار سال تک کھڑے رہے۔ رکوع میں ستر ہزار سال۔ قومہ۔ سجدہ۔ جلسہ
میں بھی۔ سجدہ۔ اسی طرح ہر رکن میں ستر ہزار سال لگ گئے۔ نماز مکمل کرنے کے بعد۔ عرض کی
یا اللہ مجھ سے راضی ہو جا۔ جیسی نماز میں نے پڑھی ہے کسی اور نے نہیں پڑھی ہوگی
یا اللہ مجھ سے راضی ہو جا۔

M T W T F S S — Memo No ______ Date / /

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو جواب ملا ذرا سنو۔ اے جبریل جیسی نماز تو نے پڑھی
ہے کسی اور نے نہیں پڑھی۔ مگر سن۔ میں نے یہ ساری کائنات اپنے حبیب کی خاطر بنائی
ہے۔ اس کی امت پہ میں نماز فرض کروں گا۔ وہ دو رکعت نماز جو تو نے اتنے لمبے عرصے
میں پڑھی ہے۔ وہ دو منٹ میں پڑھیں گے۔ اے جبریل میرے حبیب کے امتی کی دو رکعتوں
کا جو درجہ میرے نزدیک ہے۔ وہ تیری اس نماز کا نہیں ہے۔

سمجھ آرہی ہے بات۔ یہ اس کی وجہ سے ہے یہ ہمارا کمال نہیں۔ یہ نبی کی نسبت
کا کمال ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے جو کوئی عمل کرے نیکی وہ مومن ہو۔ تو دنیا میں اس
نے نیکی کی۔ جب زندگی کا ٹائم پورا ہوا لوگ کہیں گے مر گیا۔ انہوں نے تو یہی کہنا ہے۔
اللہ فرماتا ہے۔ فلنحیینہ حیوۃ طیبہ۔ ہم اسے پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھیں گے۔

وہ بغداد میں ہوں یا اجمیر میں۔ لاہور میں ہو یا دہلی میں۔ وہ داتا گنج بخش یا خواجہ
وہ بابا گنج شکر یا غوث۔ وہ سارے قبروں میں سو رہے ہوں گے۔ لوگ کہیں گے وفات پا گئے۔
اللہ فرماتا ہے ہم زندہ رکھیں گے۔ تو زندہ کون رکھتا ہے۔ اللہ کہے زندہ رکھیں گے یہ کہتے ہیں
مر گئے۔ ان کی مانیں یا رب کی مانیں۔ ہم رب کی مانتے ہیں۔ اللہ کے نبی ولی قبروں
میں زندہ ہیں۔ سب کی حیات ایک جیسی نہیں۔ نبیوں کی اعلیٰ پھر ولیوں کی۔ درجہ
بدرجہ ہے۔ مگر اپنا قبروں میں کیا ہیں۔ نبیوں ولیوں کی بڑی شان۔ آپ بھی زندہ
ہوں گے۔ جواب قبر میں۔ لوگ مٹی ڈال دیں گے۔ روح ڈال دی جائے گی۔ فرشتے
آئیں گے۔ سوال کریں گے۔ جس میں جان نہ ہو سوال ہو گا۔ جان لوٹا دی جائے گی۔
اور اتنی طاقت ہو جائے گی۔

آپ جو دیکھ رہے ہیں۔ سن رہے ہیں۔ یہ جو کہتے ہیں قبروں والے نہیں
سنتے۔ صبح ان میں سے ایک کو پکڑ لینا۔ ناظم کو لے لینا۔ علاقے کے تھانیدار کو بلا لے
لینا۔ ایک قبر کھود دینا۔ وہ جو کہتا ہے۔ نبی ولی سنتے نہیں۔ اس کو لٹا دینا۔ قبر میں۔ ناظم
تھانیدار سے گارنٹی لکھوا دینا۔ کہ دس منٹ بعد باہر نکال لیں گے۔ ورنہ کہیں اس کی
ایسے ہی نہ جان نکل جائے۔ اوپر اس کے سیمنٹ لگوا کے مٹی ڈال کے محلے کے چند لڑکوں

Memo No ______
M T W T F S S Date / /

کو کہنا۔ ادھر آؤ۔ سلام کرو۔ سلام کر کے ان کو کہنا پیچھے ہٹ جاؤ۔ اس کو باہر نکال سکے
~~[illegible]~~ بدل کون آیا تھا۔ اس کو نظر آئے گا۔ اس سے پوچھا گیا کیا تھا۔ سنائی دیا گا۔
مگر بولو۔ قبر والے دیکھتے ہیں یا نہیں۔ سنتے ہیں یا نہیں۔ تو بولو طاقت مردہ کی زیادہ ہے
یا زندہ کی — مردہ کی زیادہ ہوگی۔ وہ دیکھ بھی رہا ہے۔ پہچان بھی رہا ہے۔ سن بھی
رہا ہے۔ اور تم کہہ رہے ہو کہ زندہ سنتا دیکھتا ہے۔ قبر میں آپ جاتے ہو۔ سلام کرتے
ہو۔ وہ آپ کو پہچانتا بھی ہے۔ آپ کو دیکھتا بھی ہے۔ آپ کو سنتا بھی ہے۔ اور جس
زندہ کو قبر میں ڈال دیا گیا۔ اس کو تو پتہ ہی کچھ نہیں ہے۔ تو کس کی طاقت زیادہ ہوگی۔
اسی لئے میں کہا کرتا ہوں۔ ان کو جا کے بتا دینا — ارے مرے ہوں گے تمہارے
پیارے زندہ ہیں۔ ہم یا غوث پکارتے ہیں۔ ہمارا غوث دیکھتا بھی ہے۔ سنتا بھی ہے۔
اور مدد بھی کرتا ہے۔

یہ منکر ہیں۔ یہ کہتے ہیں نہیں جی۔ اللہ کے سوا کوئی مدد نہیں کرتا۔ پھر بینر لگاتے
ہیں لمبے لمبے۔ دل کھول کر مدد کرو۔ فتویٰ کدھر گیا — آپ کے پاس آ جاتے ہیں کشمیری
بھائیوں کے لئے مدد کرو۔ سیلاب زدگان کے لئے مدد کرو۔ پتہ نہیں وہ جیب میں جاتا ہے۔
یا کدھر جاتا ہے۔ مدد مانگتے ہیں یا نہیں۔ اس وقت فتویٰ کدھر گیا۔

ان کو حاضر و ناظر سے چڑ ہے نہیں ان کو المدد سے چڑ نہیں۔ ان کو چڑ
ہے تو نبی ولی سے ہے۔ سب کچھ مانتے ہیں۔ جشن بھی مانتے ہیں۔ چراغاں بھی مانتے۔
جلوس بھی مانتے ہیں۔ کھانے بھی مانتے۔ سب کچھ مگر چڑ ہے۔ نبی ولی سے ہے۔
تو جو نبی سے چڑتا ہے۔ اس کو ہم اور چڑاتے ہیں۔ یہ کچھ لائٹیں لگی ہوئی
ہیں ہر چیز — کوئی ہم سے پوچھیں گے کہ تم یہ ہر چیز کیوں لگاتے ہیں۔ میں نے کہا
اس لئے کہ یہ نہیں لگتی ہیں۔ یہ لوگ صرف نبی ولی سے چڑتے ہیں۔ تو جو نبی والے
چڑتا ہے وہ ایمان والا نہیں —

حدیث قدسی ہے۔ اللہ کا فرمان قرآن میں تو نہیں ہے۔ مگر ہے اللہ کا فرمان کسی
کو اعتراض یا شبہ نہ ہو۔ بخاری شریف میں اللہ تعالیٰ کا فرمان۔ میرا بندہ نوافل کی

کثرت کرے گا میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے۔ نوافل جمع نفل کی ہے۔ نفل کہتے ہیں
رضاکارانہ عبادت۔ ایک فرض واجب عبادت۔ وہ تو ڈیوٹی ہے۔ نفل
وہ جو رضاکارانہ پڑھتے ہیں۔ جس کے فرض واجب پورے نہیں۔ اس کی کوئی نفل نہیں
آسان لفظوں میں۔ جس نے ڈیوٹی نہیں کی ——— پہلے بھی گزری ہے۔
حضرت علی نے قلعے کے دروازے کو ہلا دیا۔ ہاتھ میرے۔ مگر قوت میرے خدا کی ہے۔
زبان ولی کی مگر بولنے والا خدا ہوتا ہے — اب اس حدیث کو سمجھ لو۔ کوئی شبہ نہیں
رہتا — میں غوث کو پکار رہا ہوں کراچی — لوگ کہتے ہیں جی دور سے سننا
خدا کی صفت ہے۔ میرا پہلا سوال جبکہ اتنے برس ہو گئے یہ سوال کرتے ہوئے۔ آج تک
کسی نے جواب نہیں دیا۔ میں پوچھتا ہوں۔ کہ بتاؤ خدا کس سے دور ہے۔ ثابت کرو۔
ہم دور ہیں خدا دور نہیں۔ وھو معکم این ما کنتم۔ نحن اقرب الیہ —
اور یہ کہتے ہیں دور سے سننا خدا کی صفت ہے۔ پہلے خدا کا دور ہونا تو ثابت
کرو۔ خدا کسی سے دور نہیں ہے۔ ہم نے پردے تانے ہوئے ہیں۔ وہ دور نہیں
بنی اگر خدا کا کام ہے دور سے سننا۔ تو ٹیلی فون کیا چیز ہے۔ یہ وائرلیس کیا
چیز ہے۔ ایک بندہ دوسری جگہ بیٹھا ہے۔ وہ امریکہ میں سن رہا ہے آپ یہاں —
دور سے سننا تو خدا کی شان ہے۔ سائنس کو کیا ہو گئے۔ ان لوگوں نے دین کو
سمجھا نہیں — ان کی سمجھ میں آ سکتا بھی نہیں۔ کیونکہ جب نبی کی محبت نہیں ان کو
عقل نہیں ہی جب عقل نہیں رہی تو دین بھی نہ رہا — ان کی اوپر والی جواب دے گئی۔
— عقل ہوتی تو ایسی بات نہ کرتے — اللہ کے نبی ولی اللہ کی عطا سے بہت کمال
رکھتے ہیں۔ آج کل مصیبت شروع ہو گئی ہے جعلی پیروں کی — ہم پیر کو مانتے ہیں
مشکل کو نہیں مانتے — جو سچے پیر ہیں ہم دل و جان سے ان کا ادب کرتے ہیں۔
کیونکہ اللہ نے بتایا ہم انہیں زندہ رکھیں گے۔ وہ زندہ رہیں گے۔ قیامت میں ان کو اعمال
کا بہترین اجر دیں گے۔ جو شریعت و سنت کا پابند نہیں ہے۔ اللہ سے ڈرنے
والا نہیں۔ نبی سے محبت کرنے والا نہیں۔ وہ ہوا میں بھی اڑ کے دکھا دے۔ وہ ولی نہیں۔

Memo No

M T W T F S S   Date / /

سنو۔ سنی رہتا ہے تو کسی سچے دل سے تعلق رکھتا ہے۔ جو مخلص بندے ہیں ان پر میرا
زور نہیں۔ شیطان نے کہا تھا۔ تو آپ اگر شیطان سے بچنا چاہتے ہیں۔ تو کسی ولی
اللہ کا دامن تھام لو۔ بیڑا پار ہو گا۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔ میلے میں ایک بچہ گیا۔ اس کی
جیب میں دس روپے کا نوٹ تھا۔ جیب کترا پھر رہا تھا۔ اس نے دیکھا بچہ اکیلا ہے۔ نادان
ہے۔ جیب سے نوٹ نکال لیا۔ بچہ سیر کر رہا تھا۔ کھانے پینے کو جی چاہا۔ جیب دیکھی تو خالی
ہے۔ اس کو میلے میں مزا آئے گا۔ ایک اور بچہ اسی عمر کا۔ اس کی جیب میں بھی نوٹ تھا۔
مگر اس نے اپنے بڑے کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ چور نے دیکھا بچہ نادان ہے مگر کسی سیانے کا ہاتھ پکڑا
ہوا ہے۔ اس پر ہاتھ ڈالوں گا۔ بڑا پکڑ لے گا۔ تو وہ بچہ بڑے کا ہاتھ پکڑنے کی وجہ سے
بچے گا یا نہ۔ مولانا فرماتے ہیں۔ دنیا بھی ایک میلا ہے۔ اور ہماری جیب میں ایمان کا نوٹ
ہے۔ اور ایمان کا جیب کترا۔ بستر لوٹا اٹھا کے پھر رہا ہے۔ اگر کسی اللہ والے کا ہاتھ نہیں
پکڑو گے۔ تو یہ ڈاکہ ڈال دیں گے۔ اکیلے نہ پھرو۔ غوث اعظم کا ہاتھ پکڑ کے پھرو۔ خواجہ غریب
نواز کا ہاتھ پکڑ کے چلو۔ تم نابالغ نادان ہو۔ یہ سیانے ہیں۔ ان کی وجہ سے تمہارا ایمان
بچ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے۔ ہم شریعت و سنت کی پابندی کریں۔ اور صحیح
عقیدوں پر قائم رہیں۔ مسجدوں کے ساتھ رہیں۔ آمین

QARI MUHAMMAD A...
Naqashbandi Chishti Qadri Soharwardi
.. JUN ....
Chak 365/E.B Burewala District Vehari
Mob: ...

۲۲ — ۱۲ — ۲۰۱۷
۸ — ۴ — ۱۴۳۹
۱۱ — ۰۷ — AM

تعلیماتِ تصوف اور اصلاحِ احوال

نشست اول شہر اعتکاف جامع المنہاج بغداد ٹاؤن لاہور 4-10-2007

ڈاکٹر طاہر القادری کے بیان نمبر ۲۵ کے اگلے اوراق ٹائم (24-55)

10/5/18

۔۱ تو دنیا کیلئے یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے۔ لہذا اُن کی زندگی میں زیر و بم آتے رہتے ہیں: آزمائش آتی رہتی ہیں۔ اور میٹھا لقمہ آ گیا تو کبھی کڑوا دے دیا۔ میٹھا لقمہ دے دیا پھر دو کڑوے لقمے دے دیئے ٹھوکریں سے عسرت اور یسرت ملا کر چلاتا ہے تاکہ اُن کے دل کچھ میں الجھ نہ جائیں سیر سے نشے میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ تو میں ان دلوں کو اپنی محبت کے لئے خالص رکھنا چاہتا ہوں۔

حضرت فضیل ابن عیاض نے یہ بھی روایت کیا۔ اب جن لوگوں کو اللہ تبارک و تعالیٰ رجلِ قرآن بناتا ہے۔ وہ دل تو حاملِ محبت۔ اب جن کو اللہ تعالیٰ حاملِ قرآن بناتا ہے۔ فرمایا کہ ینبغی لحامل القرآن ان یکون له الی خلق حاجة ولا الی الخلفاء فمن ینبغی ان تکون حوائج الخلق کلھم الیه۔ حضرت فضیل ابن عیاض نے فرمایا۔ کہ جن کو قرآن کی معرفت عطا ہو جائے۔ جن کو قرآن کا نور عطا ہو جائے۔ قرآن کی بات اور قرآن اللہ کا کلام ہے۔ یہ بات سمجھو فرمایا۔ کہ جس کو قرآن کا نور قرآن کی معرفت قرآن کا فیض قرآن کی برکت قرآن کا علم نصیب ہو جائے۔ وہ حاملِ قرآن ہے۔ گویا جو حاملِ قرآن بن جائے۔ یہ اس کی شان نہیں ہے۔ اُسے زیب نہیں دیتا۔ کہ وہ مخلوق کی طرف اپنی حاجتیں لے کر نکل جائے۔ کہ یہ اہلِ دنیا کی طرف اپنی حاجتیں لے کر جائے۔ نہ بادشاہ کی طرف اور نہ اُن اہلِ دنیا کی طرف جو بادشاہوں سے کمتر ہیں۔ وہ خلق کی طرف اپنی حاجتیں لے کر نہ جائے۔ اس لئے کہ وہ حاملِ قرآن ہے۔ میرا قرآن دل میں لے کر وہ مخلوق کے دروازوں پر جاتا ہے۔ اہلِ دنیا کے دروازوں کی طرف جا رہا ہے۔ بلکہ یہ چاہیئے کہ ساری خلق اپنی حاجتیں لے کر ان کے دروازے پر آئے۔ مطلب یہ کہ حاملِ قرآن اس طرح مستغنی ہو جائے۔ اس شانِ استغناء سے زندگی بسر کریں۔ قرآن کی خدمت کرنے والے۔ قرآن کی دعوت دنیا تک پہنچانے والے خواہ وہ علماء ہیں۔ خواہ وہ اساتذہ ہوں۔ خواہ وہ شیوخ ہیں۔ خواہ وہ اس تحریک کے کارکن ہیں چاہے عورتیں ہیں مرد ہیں۔ خواہ وہ ہمارے رفقاء ہیں۔ خواہ وہ طالبان ہیں۔ خواہ وہ تربیت حسرت والے ہیں۔ جن کے دل کو اللہ رب العزت نے قرآن کے فیض سے مستفیض کر دیا ہے

سنتا لیا تو آ کا ہے ۔

مسحور کر دیا ہے ۔ یہ سمجھ کر آدمی کے دل میں گیا آ گیا کہ ہم نے قرآن کو کبھی اس انداز
سے غور نہیں کیا ۔ کہ قرآن کیا ہے ۔ کوئی چیز اس کائنات میں اس وقت
ایسی موجود نہیں ہے ۔ لفظ و حرف کے اعتبار سے اور اپنی کامل نازل ترتیب
و شدید کے اعتبار سے ایسی شکل میں ہو ۔ جیسی زبانِ مصطفیٰ سے نکلی ہو ۔
کوئی شئے دنیا میں نہیں ہے ۔ سوائے دو چیزوں کے ایک قرآن اور ایک حدیث ۔
قرآن کی حفاظت اللہ نے کی خود اور حدیث کی حفاظت کا اہتمام اللہ رب العزت نے حضور
کی امت کے آئمہ کے ذریعے کرا دیا ۔ انا نحن نزلنا الذکر ۔۔۔ حجر 15 ۔ اس کی حفاظت
ہو گئی اب ذرا سوچئے کہ کوئی ایسی بات ہو ۔ کہ آقا علیہ السلام کے لب مبارک کو آپ
دیکھ نہیں سکتے ۔ آواز مبارک تو آپ سن نہیں سکتے ۔ اس مجلس میں تو آپ
بیٹھ نہیں سکتے ۔ چہرہ انور تو آپ اس شان کے ساتھ تک نہیں سکتے ۔ سوائے اس
خوش نصیب کے کہ جسے خواب میں جلوہ نصیب ہو ۔ یا اس خوش نصیب کے کہ جو بڑے کم
جو حالت بیداری میں دیدار نصیب ہو جائے ۔

تو گویا کوئی خوش نصیبی دستیاب نہیں ہے کہ آپ آقا علیہ السلام کا چہرہ تو آپ تک سکیں ۔
الفاظ مبارک تو ان کا لہجہ سن سکیں ۔ جس چیز کو آقا علیہ السلام نے چھوا تھا ۔
اس حیثیت میں آپ پکڑ سکیں ۔ کوئی چیز جو آقا علیہ السلام نے دی تھی ۔ اسی حیثیت
میں ہو آپ اس کو لے سکیں ۔ ہاں ایک قرآن ہے ۔ ایک لفظ اور ہر ایک حرف کے فرق
کے بغیر ۔۔۔ قرآن مجید کے کلمات قرآن مجید کی آیات الفاظ اس کے حروف ایک ایک
حرف و لفظ وہی ہے جو زبانِ مصطفیٰ سے نکلا تھا اور کتنے خوش نصیب ہیں امت کے جو
کہ جس طرح حضور نے پڑھا اسی طرح آج آپ کے پاس اس شکل میں ہے ۔ آج جو پڑھتے
ہیں الم ذلک الکتاب ۔۔۔ تو خدا کی قسم یہ وہی کلمات ہے اسی ترتیب کے ساتھ یہ لفظ
ہیں جیسے مصطفیٰ نے پڑھا تھا ۔ تو آپ گویا تلاوتِ قرآن کرتے ہوئے گویا لبِ مصطفیٰ کی نقل
کر رہے ہیں ۔ وہی کلمے پڑھ رہے ہیں جو حضور نے پڑھ کر صحابہ کو سنائے تھے ۔
یہ وہ قرآن ہے ۔ جو جبرائیل لے کر آئے اور قلبِ مصطفیٰ میں محفوظ رہا ۔ یہ وہ قرآن ہے

جو حضور کے لبوں سے ادا ہوا اور پھر یہ وہ قرآن ہے۔ جو اللہ رب العزت کا کلام ٹھہرا جس کو
اس نے لوح محفوظ پر رکھا۔ پھر اس قرآن کو اس نے بیت العزت پر اتارا۔ پھر اس
قرآن کو جبرائیل کے ذریعے 23 برس تک بھیجتا رہا۔ (32-48) اور حضور کے قلب
اطہر میں محفوظ ہوتا رہا۔ پھر زبانِ مصطفیٰ سے ادا ہوتا رہا۔ ایک چیز ایسی ہے کہ جو
صدہا سال گزر گئیں۔ یہ لوگوں کا قول ہے۔ اب یہ قرآن جس کے سینے میں آگیا۔ جس کی زبان
پہ آگیا۔ جس نے فہم میں اتار لیا۔ جس کے قلب میں آگیا۔ وہ وہاں اسی شکل و صورت
میں آگیا۔ جس طرح سے میسر آتا تھا۔ وہ طاق پہ رکھا تھا۔ اتنی بڑی کتاب اور عاشقوں کے نزدیک
اللہ کی کتاب ذلک الکتاب اولیاء اللہ اسے کہتے۔ وہ اس کو اپنے محبوب حقیقی
کے خط سمجھتے تھے۔ رسالہ ہم یہاں خط کو کہتے ہیں۔ پیغام کو کہتے ہیں۔ اسی
لیے خط کو بھی رسالہ کہا گیا ہے۔ یہ پیغامات ہیں رب کے حضور کی طرف۔ رب نے بھیجے
اور کبھی ہوبہو شکل میں حضور نے ہمیں عطا کر دیا۔ صحابہ کرام نے لکھوا کر ہمیں دے دیئے۔
رب نے جو حضور کو پیغام بھیجے حضور نے امت کو پہنچا دیئے۔ جو اس وقت تھا اور
جو قیامت تک آنے والی امت کے لیے لکھوا دیئے۔ یہ رب کے مکتوبات ہیں۔
اللہ کے بھیجے ہوئے رسائل ہیں۔ اللہ کے بھیجے ہوئے پیغامات ہیں۔ اللہ کے بھیجے
ہوئے کلمات ہیں۔ یہ وہی کلمات ہیں۔ کبھی لوح محفوظ میں رہے (۳۳-۳۶)
اور کبھی لوح مصطفیٰ میں رہے۔ قلب مصطفیٰ میں رہے۔ آج جب ہم اس قرآن کو دیکھیں اور
پڑھیں گے۔ تو امام احمد بن حنبل سے کسی نے پوچھا۔ کہ اللہ کے سب سے زیادہ قریب
ہونے کا کوئی طریقہ۔ فرمایا اللہ کا کلام ہے۔ اس کو جتنا پڑھو گے اتنا اللہ کے قریب ہو
جاؤ گے۔ اس کا راز بتایا۔ یہ یوں جب محبوب کوئی خط بھیج دے کسی کو۔ آپ کو کسی
سے محبت ہو۔ آپ کا کوئی محبوب ہو۔ دوست ہو۔ کسی محبوب کا تصور ذہن میں رکھیں۔
اور وہ آپ کو خط بھیجے زندگی میں دو چار دس خط بھیج دے۔ آپ کتنی بار اس کو
کھول کے پڑھتے ہیں۔ اگر محبت انتہا درجے کی ہے۔ روزانہ ہر وقت کھول کے اس کو پڑھیں گے۔
سو سو بار پڑھیں گے۔ وہی مضمون ہے بار بار پڑھتے ہیں۔ دیکھتے ہیں۔ اس کو دیکھنے سے ہی

Memo No

M T W T F S S Date / /

پڑھنے سے بھی لذت ملتی ہے۔ بار بار دہرانے سے بھی لذت ملتی ہے۔ کیوں۔ محبوب کا
خط ہے ۔۔ اولیاء اللہ کے ہاں قرآن محبوب کے خطوط کا نام ہے۔ اس کا مجموعہ ہے۔ لہٰذا
جب اس قرآن کو پڑھیں گے۔ اور سمجھ کے پڑھیں گے۔ اگر معنی مفہوم نہ آتا ہو۔ تب بھی اجر و ثواب
سے محروم نہیں ہے۔ کیونکہ کلام تو محبوب کا ہے۔ اجر و ثواب سے محروم نہیں ہوتے۔ قرآن کی
کی شان ہے ۔۔ اس لیے اس کی تلاوت کا الگ حکم ہے۔ یتلوا علیکم آیاتنا۔ بقرہ
(151) و یعلمکم الکتاب۔ یہ الگ حکم ہے تلاوت کا الگ حکم ہے۔ تلاوت میں سمجھ آئے یا نہ آئے
تلاوت کا اجر و ثواب ہے۔ اور علم ہو گا اس کا تعلیم و تعلم کا اور اجر و ثواب ہے۔ اگر اس
کے معنی کے ساتھ پڑھیں۔ اور یہ تصور رہے کہ پڑھیں محبوب کے خط پڑھ رہے ہیں۔ اور ان خطوط
میں لکھا کیا ہے۔ وہ سمجھ رہے ہیں۔ کیا پیغام دیا ہے جو سمجھ رہا ہیں۔ زندگی بھر کا معمول بنا لیں۔
روزانہ ایک رکوع ہی پڑھ لیا کریں۔ اگر وقت زیادہ ہو تو لے۔ مگر ترجمے کے ساتھ۔ تو فرمایا۔
اس لیے اس قرآن کا درجہ ہے ۔۔ کہ جو حامل قرآن ہے۔ فرمایا کہ اس کی شان نہیں کہ
اپنی حاجتیں۔ اہل دنیا کے پاس لے کر جائے ۔۔ (۴۰ - ۳۷) سمجھ بلکہ اس کی شان یہ ہے
کہ اہل دنیا اس کے دروازے پر آئے۔ اپنی حاجتیں لے کر آئے ۔۔ اور اولیاء اللہ فرمایا کرتے کہ بدترین
عالم وہ ہے۔ وہ امراء کے دروازے پر پایا جائے ۔۔ طالب بن کر امراء کے دروازے پر پایا جائے۔
اور فرمایا۔ بہترین حاکم اور امیر وہ ہے جو علماء اور اللہ کے دروازے پر پایا جائے ۔۔ اور بدترین عالم
وہ ہے ۔۔ جو حکام اور امراء کے دروازے پر کھڑا پایا جائے ۔۔ اہل قرآن کی شان
یہ نہیں کہ اہل دنیا کے سامنے طالب اور سائل بنے یہ اہل دنیا کی شان ہے کہ وہ
اہل قرآن کے سامنے سائل بنے ۔۔ جس کو اللہ نے قرآن کی دولت عطا کر دی۔
اگر اس نے قرآن کی دولت کو سمجھ لیا۔ تو وہ کل دنیا و مافیہا کی حاجت مندی سے
بے نیاز ہو گیا ۔۔ اتنی بڑی دولت ہے ۔۔ اس کے بعد امام فضیل بن عیاضؒ۔ اگلی
ان کی روایت امام سلمی اس کے بعد بیان کی ۔۔ اور یہ ساتواں تصوف ہے۔ یہ سلوک
ہے۔ یہ طریقت ہے۔ فرمایا کہ طریقت عندنا ۔۔ من ادرکنا ہمارے ہاں یعنی اہل
تصوف کے ہاں۔ اہل سلوک کے ہاں۔ اہل طریقت کے ہاں۔ اہل معرفت کے ہاں

اہل ولایت کے ہاں اہل اللہ کے ہاں فنا جس نے جو مرتبہ بھی پایا ۔ ہمارے ہاں ہمارا نظریہ ۔ ہمارا
طریقہ یہ ہے ۔ کہ ہمارے رسالہ حسین نے جو مقام و مرتبہ بھی پایا ۔ اس نے وہ مقام و مرتبہ نہیں پایا ۔
جو کثرت صیام و والاصلاۃ سے بہت زیادہ عمل کرنے سے مرتبہ رتبہ ولایت کے درجے
کثرت کی نمازوں اور روزوں کے ذریعے کسی نے یہ رتبے نہیں پائے ۔ اگر محض کثرت
سے روزوں اور نماز میں کسی کو ولایت محبوبیت اور محبوبیت کے اونچے درجے پر پہنچاتی ہے
تو خوارج سب سے اونچے درجے پر ہوتے ۔ جب سیدنا مولا شیر خدا کی حکمرانی ہوئی
خوارج کے سے تھا ۔ آفتاب نا ختم ہوتا ۔ تو آپ نے بعض صحابہ کرام کو بھیجا ان سے
جہاد کے لیئے ۔ اور وہ صحابہ بیان کرتے ہیں ۔ کہ خدا کی قسم اگر ہم نے تاجدار کائنات کا پہلا
آگو حضرت علی المرتضیٰ کی زبان سے خود نہ سنا ہوتا ۔ صحیح بخاری جلد ۲ ص ۱۰۲۴
(رقم ۴۵۳۴) تو یہ آخری زمانے میں خوارج آئیں گے ۔ اور وہ بڑی کثرت سے نمازیں
پڑھیں گے ۔ کہ تم اپنی نمازوں کو اپنے صحابہ سے فرمایا ۔ ان کی کثرت صلوۃ کے مقابلے میں حقیر
جانو گے ۔ وہ اتنے روزے رکھیں گے ۔ کہ تم اپنے روزے ان کے مقابلے میں حقیر جانو گے ۔ وہ اتنے
اعمال کریں گے ۔ تلاوت قرآن کریں گے ۔ کہ تم اپنی تلاوت اور اعمال کو ان کے ظاہری اعمال
کے مقابلے میں حقیر جانو گے ۔ مگر وہ دین سے خارج ہوں گے ۔ تیر کی طرح جب وہ جسم
سے خارج ہو جاتا ہے ۔ فرمایا اگر ہم نے حضرت علی کی زبان سے آقا دو جہاں ﷺ
کا یہ فرمان خود اپنے کانوں سے نہ سنا ہوتا ۔ تو خدا کی قسم جب ہم خوارج سے مذاکرات
کرنے گئے تھے ۔ تو ان کے ظاہری حال دیکھ کر متزلزل ہو گئے ۔ بہک گئے ۔ اور ہمارے اندر خیال
اٹھا کہ ان سے لڑائی نہ کی جائے ۔ کہ ہم نے ان جیسا نماز کی حالت میں قیام
کرنے والا کوئی نہیں دیکھا ۔ ان جیسا راتوں کو قیام اللیل کرنے والا کوئی نہ دیکھا
ان جیسا طویل قیام اور سجدہ کرنے والا کوئی نہ دیکھا ۔ ان جیسی تلاوت کرنے والا
ہم نے ان کے ظاہری عمل کو دیکھا ۔ ان کی ظاہری عبادت گزاری کو دیکھا ۔ ان کے
اعمال کو دیکھا ۔ پابندی کی شریعت کو دیکھا ۔ تو ہم ڈگمگا گئے تھے ۔ یہ تو اتنے مومن ہیں ۔ ایک
لفظ روایت میں آئے ہیں ۔ کہ ہم سمجھے تو وہ اولیاء لگتے تھے ظاہر میں ۔ ظاہری اعمال دیکھ کر لوگ

عبادت گزار کہ یہ اولیاء ہیں — ہم ایک لمحے کے لیے ڈگمگا گئے — متزلزل ہو گئے — ہم اپنے پارسا نیک لوگوں
سے جنگ کرنے آئے ہیں — اسی لمحے ہمارے ایمان کو اس مولا علی کی روایت نے جو تاجدار
کائنات کا حکم خیبر شکن نے بچا لیا — ایک طرف ہمارا مشاہدہ تھا — ان کا ظاہری عمل تھا — ان کا
تضرع تھا — ان کی عبادت گزاری تھی — ان کا قیام تھا — ان کی نماز تھی، سجود تھے — ایک
طرف یہ دیکھا — دوسری طرف آقا علی کا فرمان ہمارے ذہن میں آیا — کہ ان پہ ہی بات تھی کہ
حضور نے صحابہ — فرمایا تھا — کہ ان کی نمازیں دیکھ کر تم اپنی نمازوں کو حقیر —
— بس حضور کے فرمان نے ہمیں تھام لیا — اور ہم سمجھ گئے کہ یہ ظاہر کا معاملہ تو
مگر یہ سب کچھ ظاہر میں ہے — ان کے باطن میں نہیں اترا — یہ دین — اور ایمان — حلق
میں — تو بتانا یہ چاہتا ہوں — کہ امام سلمی نے روایت کیا — کہ فضیل ابن عیاض —
کہ گزشتہ سلف اور بزرگ صلحاء — ان حضرات ظاہری اعمال — ہمارے یہاں یعنی اہل اللہ
اور اہل ولایت کے ہاں کوئی اونچے درجے تک نہیں پہنچا یہ کمزور کا ہے — اہل اللہ کرتے رہے —
چالیس چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر پڑھنے والے لوگ تھے — امام اعظم ابو حنیفہ
نے اپنی زندگی میں ستر ہزار ختم قرآن کیے — یہ جو میں نے کچھ صراحت کی ہے
اس — ہمارے بعض لوگ ناجائز فائدہ اٹھا لیتے ہیں — کہ چلو نماز تو اعمال —
جان چھوٹی اس سے تو کچھ نہیں — اسی نے ہمیں برباد کر دیا — یہ ایک رخ ہے
ایک بات ہے — اس کا یہ مطلب نہیں — کہ احکام ترک ہو جائیں —
اعمال صالحہ ترک ہو جائیں — یہ بات آگے چل کے بتاتا ہوں — ستر ہزار ختم قرآن کیے
امام اعظم نے — چالیس برس عشاء کے وضو — سے — حضور سیدنا غوث الاعظم نے چالیس
برس — یہی حال امام مالک کا — یہی حال امام شافعی کا — یہی حال امام احمد بن حنبل
کا — یہی فضیل ابن عیاض کا — یہی ابراہیم بن ادھم کا یہی بشر الحافی کا — یہی جنید بغدادی
کا — یہی سری سقطی کا — یہی معروف کرخی کا — یہی داتا گنج — یہی امام بخاری کا — یہی مسلم
و ترمذی کا — (۲۶ — ۲۷) یہی خواجہ اجمیر کا — یہی باہجویر کا —
کچھ فائدہ نہیں آتا آہ سحر گاہی — یہ بات اور ہے — کہ کہیں جا کے — ہم بتا سکیں گے

M T W T F S S — Memo No — Date / /

معنی غلط بنا کر اپنی زندگی میں ان احکام کا غلط استعمال کر لیا ہے۔ تو ہم عمل میں کمزور ہو گئے۔
اولیاء اللہ جیسا اعمال صالح جیسا نماز بستہ کوئی نہ تھا۔ اولیاء اللہ جیسا قائم اللیل کوئی نہ تھا۔ وہ
تو صائم الدھر تھے۔ وہ قائم اللیل تھے۔ ان سے زیادہ شریعت پر عمل پیرا کرنے والا کوئی نہ تھا۔
بتانا وہ یہ چاہتے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ اولیاء اللہ جس مقام و مرتبہ پر پہنچے۔ وہ نماز پڑھتے
پڑھتے تھے۔ اور ساری عمر کثرت سے روزے رکھتے تھے۔ عبادات میں سب سے آگے بڑھے ہوئے
تھے۔ اعمال صالحہ میں خیرات میں صدقات میں نیکی میں طاعات میں تقویٰ میں سب
آگے بڑھے ہوئے تھے۔ شب بیداریوں میں۔ عبادت گزاریوں میں۔ سب سے آگے بڑھے ہوئے
تھے۔ اور یہ تو شعار اولیاء تھا۔ وہ بتا رہے ہیں کہ یہ عمل ان کی زندگیوں میں تھے۔ مگر ان کی
عبادت کی وجہ سے اللہ نے ان کو قطب ابدال اور غوث نہیں بنایا۔ محض ان چیزوں
کے سبب وہ ان رتبوں پر نہیں پہنچے۔ (۴۴-۴۸) جن پر پہنچے تھے۔ تو یہ جس ذریعے سے پہنچے
یہ اعمال مددگار ہوئے۔ مگر اصل سبب جو ان بلند مراتب تک پہنچا ہے وہ تھا دراصل تین
چیزیں ایسی تھیں اولیاء میں غوثوں میں قطبوں میں نجباء میں ابدالوں میں اولیاء میں صالحین میں
اہل اللہ میں تین چیزیں ایسی تھیں۔ کہ بڑے سے بڑے بلند رتبوں پر جنہوں نے پہنچایا۔ اور وہ شب
زندہ داریاں، شب بیداریاں، طاعت گزاریاں۔ اصل اللہ کے لیے عبادتیں۔ یہ ان کی سیڑھی تھی۔ رتبوں
پہ پہنچانے والی تین چیزیں تھیں سلامۃ ان کے نفوس سخی تھے۔ نفس سخی ہونے کا مطلب کیا ہے؟
کہ ان کے نفوس میں کسی کے لیے کدورت نہ تھی۔ سخاوۃ الانفس۔ اگر ظلم ہوا تو تب بھی
غم نہیں کرتے تھے۔ بھوک فاقہ آگیا تب ان کو کوئی پریشانی نہ تھی۔ صابر و شاکر رہتے تھے۔ کسی نے
تکلیف دے دی تو اس کا رد عمل انتقام نہیں لیتے تھے۔ کسی نے گالی دے دی۔ اس کے لیے بغض اور عناد
نہیں رکھتے تھے۔ دشمن سے بھی انتقام نہیں لیتے تھے۔ برائی کرنے والوں سے اچھائی کرتے تھے۔
اپنے برائی کرنے والے سے بھی بھلائی کرتے تھے۔ نفس کی سخاوت نے انہیں اس مرتبے پر پہنچایا تھا۔
کہ ان کے نفس اتنے سخی تھے۔ کہ کوئی اپنا تھا تب بھی اس کے ساتھ بھلائی کرتے۔ پرایا تھا
تو تب بھی اس کے ساتھ بھلائی کرتے تھے۔ دوست تھا تو تب بھی بھلائی کرتے تھے۔ دشمن
تھا تب بھی بھلائی کرتے تھے۔ کسی کے لیے دل تنگ نہ تھا۔ کسی کی غیبت نہ کرتے تھے۔ کسی کے

کسی کے لئے حسد نہ تھا۔ کسی کے لئے بغض نہ تھا۔ کسی کے لئے عناد نہ تھا۔ کسی کے لئے عداوت نہ تھی۔ ان کے نفس اتنے سخی تھے۔ کہ دریاؤں سمندروں سے بھی زیادہ سخی تھے۔ اس نفس کی سخاوت نے ان کو ولایت کے اس درجے پر پہنچا یا تھا۔

اور دوسرا سبب "وسلامۃ الصدور" اور اس کے دل سلامت تھے۔ کیونکہ دلوں میں غرور اور تکبر نہیں آتا تھا۔ اور ان کے دلوں میں کینہ نہیں تھا۔ کوئی نیچے بٹھا دیتا تو دل تنگ نہ ہوتا۔ کوئی اوپر بٹھا دیتا تو دل خوش نہ ہوتا۔ کوئی ادب کر لیتا تو دل جھومتا نہ تھا۔ کوئی بے ادبی گستاخی کر لیتا تو دل رنجیدہ نہ ہوتا تھا۔ ان کے دل اتنے سلیم تھے۔ اُن کے دل آئینے بنے ہوئے تھے جیسے شیشے کے بنے ہوتے ہیں۔ وہ کسی کے عمل کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

سلامۃ الصدور = دلوں اور سینوں کی سلامتی تھی۔ اور سلامتی کا مطلب دنیا کے حالات ان کے دل کے حال کو متغیر نہیں کرتے تھے۔ لوگوں کا برتاؤ۔ اُن کے دل کا یہ کہ حالت متغیر نہیں کرتا تھا۔ اور ان کے دل کی سلامتی اللہ کے تعلق میں تھی دنیا کے تعلق میں نہ تھی۔ اور سراپا امت کے لئے نصیحت ہی تھے۔ امت کی ہر وقت غور و فکر کی۔

دعوت دینے کے تحریک منہاج القرآن کے کارکنوں۔ یہ دین اور خدمت دین کا جو موقع آپ کو سونپا گیا ہے۔ اللہ کی عزت کی قسم آج اس سے بڑا [illegible] کے دین کے فروغ اشاعت کیلئے۔ اور حضور کے دین کی اقامت کیلئے اور حضور کے دین کی ابلاغ کیلئے۔ اور حضور کی امت کی بہتری کے لئے دھکے کھانا سفر کرنا۔ تکلیف اٹھانا۔ بھاگ دوڑ کرنا۔ دروازے دروازے پر جانا۔ اور لوگوں کی باتوں کو سن کر مسکرانا۔ اور دین کی خدمت کا جذبہ لے کر مارا مارا پھرنا۔ سو سو سال کی زندگی کے ساری عبادات کی عبادت سے بہتر ہے۔ وہ یہ بتا رہے ہیں۔ ابن عباس کہتے ہیں ہم نے بڑی نمازیں پڑھی ہیں ہزاروں نوافل پڑھ دیئے۔ ان مرتبوں پر نہ پہنچایا۔ ہمیں خدا کی بارگاہ میں مقرب کے اس درجے پر نہیں پہنچایا۔ اور معرفت کے درجے پر نہیں پہنچایا۔ اور خود خوش ہو جاتے۔ اور خود پوچھتے بندے کیا حال ہے۔ یہ ان اعمال ظاہری سے نہیں پہنچے بلکہ اس وجہ سے پہنچے۔ کہ ہمارے نفس ہمارے دل اور زندگیاں۔ اس کے لئے اتنے [illegible]

M T W T F S S Memo No ______ Date / /

ہو گئیں۔ پھر دنیا کچھ سیدھی ہوئی۔ ہم اس کی نوکری میں لگے رہتے ہیں۔ ونصیحۃ لامۃ (۱۰-۵۵)
یہ وہ جہان ہے یہ سنت انبیاء ہے جن کے لئے انبیاء و رسل آئے۔ انسانوں کی بھلائی کے لئے
کوشش۔ اس کی وجہ سے انبیاء پر ظلم ہوئے۔ ان کے ماتھوں پر شکن نہیں آئے۔ اس کے لئے
انبیاء کو چیر دیا گیا۔ انہوں نے نصیحت نہیں چھوڑی۔ اس کے لئے انبیاء کے ہاتھ پاؤں کاٹے
گئے۔ اس کے لئے انبیاء شہید ہو گئے۔ وطنوں سے نکالے گئے۔ اس کے لئے امام مالک کو ظلم کر کے
سواری پر بٹھا کر منہ پر خدا جانے کیا مل کر مدینہ کی گلیوں میں پھرایا گیا۔ کوڑے مارے گئے۔ مگر کام
نہ چھوڑا۔ اس کے لئے امام اعظم کو جیل بھیجا گیا۔ جنازہ جیل سے نکلا۔ مگر النصح لامۃ
نہیں چھوڑا۔ اس کے لئے امام احمد بن حنبل کو کوڑے مارے گئے۔ جیل بھیجا گیا۔ اور ساری
دنیا کے علماء جو مخالف تھے۔ حکام کو دریغ لا کے ان پر مظالم ڈھاتے رہے۔ مگر نصیحت نہ چھوڑا۔
مگر دین کے کام کو نہ چھوڑا۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ جس کو بھی جو درجہ ملا۔ وہ نماز بھی پڑھتے
تھے۔ روزے بھی رکھتے تھے۔ قیام اللیل بھی کرتے تھے۔ صیام دہر بھی تھے۔ تسبیحات بھی تھی۔ استغفار
بھی تھا۔ بڑے بڑے اوراد بھی تھے۔ وظائف بھی تھے۔ عبادات بھی تھی۔ اطاعت بھی تھیں۔
دنیا میں حق ہے مگر خدا کی قسم جو اتنا اونچا پہنچا۔ وہ ان چیزوں کے سبب سے نہیں۔ وہ محض
دل کی نصیحت امت کے سبب سے پہنچا۔ کہ کس کا نفس کتنا سخی ہے۔ اور کس کا
نفس کتنا بخیل اور تنگ ہے۔ جو شخص بخیل ہے۔ وہ کبھی خدا کا ولی نہیں ہو سکتا۔
سخاوت نفس کی ہے۔ ہو تب بھی دے ڈالو۔ نہ ہو تب بھی دے ڈالو۔ وہ تو یطعمون
الطعام علی حبہ۔ دہر ۸۔ اس کی محبت میں۔ ایک روٹی قرض لے کر یتیم کو
مسکین کو دے دیتے ہیں۔ قیدی کو دے دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ہم اللہ کی رضا کے لئے تمہیں دے رہے ہیں
حسن اور حسین بیمار ہو گئے تھے۔ آقا علیہ السلام تشریف لائے۔ فرمایا علی فاطمہ اور فضہ تینوں
کو فرمایا تم روزے رکھو۔ نذر مانو۔ انہوں نے نذر مانی روزے رکھے۔ یہودی کے ہاں کام کر کے
قرض لے کر روٹیاں پکائیں۔ تین دن کے روزے کے افطار کے لئے۔ تینوں دن سائل آ گئے اٹھا
کے روٹیاں دے دیں۔ پانی سے افطار کر لیا۔ آقا علیہ السلام نے دیکھا۔ حسن اور حسین کی
آنکھوں میں بھی حلقے پڑ گئے ہیں۔ گھر آئے۔ اور دیکھا سیدہ فاطمہ کی آنکھوں میں بھی حلقے پڑ گئے ہیں۔

پوچھا فاطمہ کیا ماجرا ہے تو انہوں نے واقعہ بیان کر دیا۔ بارگاہ کی آمد۔ بس اتنی سی بات ہے۔ تین روزے
رکھے تھے۔ اور افطار کا وقت آ گیا۔ جو کچھ سامنے تھا ان کو دے دیا اور پانی سے تین دن ہیں۔ انتظار کر رہے
بھوکے ہیں۔ حسن بھی تین دن سے بھوکا ہے۔ حسین بھی ۔۔۔ علی بھی بھوکے ہیں۔ تین
دن اس طرح بھوکا ہوا۔ اور انما نطعمکم لوجہ اللہ ۔۔۔ یہ جو رب ہے یہ وجہ اللہ ہے۔ یہ ہے علیم
الصدور۔ اور یہ ہے سخاوت الانفس ۔۔۔ اس کو سخاوت الانفس کہتے ہیں
کہ کھلا بھی دیا۔ اور شکریہ بھی ادا نہ کرنا۔ شکریہ کے لیے نہیں کھلایا۔ یار کو راضی کرنے کے لیے کھلایا
ہے۔ کھلوانا بڑی بات ہے۔ یہ ہے سخاوت نفس قرآن کا دوسرا اعلان۔ لیس البر ان تولوا
بقرہ ۱۷۷۔ اور اپنا مال اس کی محبت میں رشتہ داروں کو دے دیا۔ تھوڑا ہو تب بھی دے
دیں۔ زیادہ ہو تب بھی دے دیں۔ خود فاقہ کرنے پڑے۔ اوروں کو دے دیں۔ یہ ہے دینا۔ یہ ہے
حرف سخاوت۔ اور بھوک برداشت کر کے یہ دیں۔ ہم دیتے ہیں۔ اور شکریہ کی
طلب رکھتے ہیں۔ ایک صدقہ کسی کو کر دیں۔ تو اس کی زندگی چاہتے ہیں تا کہ ہمارا احترام بنا
رہے۔ یہ صدقہ کر کے بدلے کا اس کے شکر گزاری کی توقع کرنا۔ یہ بخل نفس ہے۔ اور
جو صدقہ کر کے بھول جائے۔ یہ سخاوت نفس ہے۔ صدقہ کر کے اور بھول جائے کہ
صدقہ کی بھی تھی یاد نہیں۔ سخاوت نفس ہے۔ اور جو حبیب کو دے کر بھلا نہیں سکے گا یا
یہ سخاوت کے مصداق ہیں۔ تو قرآن نے جو دے دیا رکھے۔ رب کو شکایت نہ دکھایا۔ تین دن
روٹیاں دے دیں۔ یتیم مسکین اور اسیر کو تین دن روٹیاں دے دیں۔ تو قرآن مجید میں سورۃ الدھر
میں۔ فرمایا کہ اس کے بدلے جنت ہم نے ان کو دے دی ہے۔ اب میں تفسیر کر رہا ہوں
سیاق و سباق کی روشنی میں۔ یہ جو دیا جزا دی جا رہی ہے۔ اس عمل کے بدلے میں جزا
دی ہے۔ عمل کیا تھا تین دن روٹیاں دی تھیں ۔۔۔ تو جواب یہ تھا باری تعالیٰ کا۔ کہ فاطمہ یہ
جنت میری تو لے رہی تین دن کی روٹیوں کا اجر ہے۔ وہ ساری عمر کی زندگی جو محراب
شریعت میں گزاری ہے۔ اس کا حساب اللہ کو ابھی نہیں کیا ہے۔
اور جو ملیں گے نمبر کے اعمال میں۔
ان کا صلہ کیا ہے۔ جس کو چاہو تم آ کے جنت بانٹتے رہنا۔ تو وہ باب آئے (B)

M T W T F S S | Memo No ______ Date / /

درجے ملتے ہیں ۔ کہ سخاوتِ النفس اور سلامتِ صدور کے بدلے میں ۔ اور امت کی نصیحت
میں وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر ۔ العصر ۳ ۔ جب آدمی امت کی نصیحت کا راہ اپناتا ہے
جو شریعت مشتمل ہے ۔ علماء کرام حضور کے دین کی فروغ کی اشاعت کی حضور کے دین
کی اشاعت کے مشن کی ۔ اور کارکنان منہاج القرآن کی مرکز بیٹھے ہیں کھاتے ہیں ۔ جو ہاشمی بہنیں اور
بیٹیاں ہیں ۔ اور آپ اسی مشن پر ہیں اشاعتِ دین کے مشن پر ہیں ۔ اشاعت دین مصطفیٰ
کے مشن پر ۔ حضور کی نوکری کا ہے ہیں ۔ اور اس کا طریقہ وتواصوا بالحق ۔ جب اس کام
میں کریں گے ۔ تو صبر کرنا پڑے گا ۔ تکلیفیں آئیں گی ۔ درجے ملتے ہیں ۔ ان اعمال سے جو
ان سے ۔

تو امام ابن خزیمہ روایت کرتے ہیں ۔ کہ امام احمد بن حنبل کا وصال ہو گیا ۔ اور علامہ ذہبی کا
نے سیر الاعلام میں روایت کیا ۔ اور امام ابن جوزی نے صفۃ الصفوۃ میں روایت کیا ۔ کہ وصال
ہو گیا اور خواب میں ملے تو آپ سے پوچھا گیا ۔ کہ آپ سے اللہ پاک نے کیا معاملہ
کیا ۔ امام ابن جوزی جو آئمہ حدیث ہیں ۔ یہ علماء کرام کی خاطر اور کارکنان نظام کی خاطر جو
کارکن ہے ۔ اور جو علمائے کرام ہیں فرزندانِ اسلام ۔ جو حضور کے دین کی شمع بردار ہیں علمبردار ہیں
پوچھا ۔ اللہ پاک نے آپ سے کیا معاملہ کیا ۔ تو امام احمد نے فرمایا ۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے معاف
فرما دیا ۔ اور جنت عطا کر دی ۔ اور مجھے اپنے قریب بلا لیا ۔ اور پوچھا ۔ احمد بن حنبل تو نے میری وجہ سے
مار کھائی تھی نا ۔ بس بتانا یہ چاہتا ہوں کہ یہ درجے ہیں جن کے ملنے سے ممتاز ہو رہے ہیں ۔ یہ درجے جس
ملے ۔ کہ وہ قریب بلا کے پوچھے کہ میری وجہ سے مار کھائی تھی ۔ یہ ان کو حدیثوں کا صلہ میں ملیں گے
اگر جاری رکھیں گے ۔ احمد بن حنبل کو ۹۰ کوڑے لگے تھے ۔ اللہ پاک نے قریب بلا کے پوچھا کہ
میری وجہ سے کوڑے لگے تھے ۔ یہ پوچھا مجھے ۔ میں نے عرض کیا بیشک اللہ ۔ کیا ایسے ہی
ہوا تھا ۔ تو اللہ پاک نے فرشتوں کو آواز دی ۔ اور کہا احمد بن حنبل اور میرے درمیان جو پردہ ہے
اس کو ہٹا دو ۔ اور فرمایا احمد جمال کے میرا مکھڑا تک لو ۔ اب میں نے تیرے لیے پردہ ہٹا کے اس
کے مکھڑے کو دیکھا ۔ یہ درجے ہیں ملتے ۔ یہ سخاوت النفس اور سلامت صدور قلوب
اور امت کی نصیحت کے بدلے میں ملتے ہیں ۔ اور دوسرا حامی ۔ علامہ ذہبی نے اور امام ابن جوزی نے

Memo No
M T W T F S S
Date / /

دونوں نے روایت کیا سبب ہے کہ امام احمد خواب میں چلے گئے۔ اور اُن کے تلامذہ سب محدثین تھے؟ ۔
یہ خواب بیان کرنے والا محدث ہے۔ انہوں نے خواب دیکھا کہ میں جنت میں ہوں۔ اور انہوں نے
دیکھا کہ تین آدمی ہیں ۔ ایک جنت کے دروازے پر کھڑا ہے ۔ کہ ہر آنے والے کو دیکھے پیچھے سے
جس کو چاہے جنت میں داخل ہونے دے۔ جس کو چاہے واپس موڑ دے ۔ دوسرے کو دیکھا ۔ جنت کے
اندر دستر خوان بچھا ہے ۔ اور فرشتے بیٹھے ہیں ۔ اور کل جنت کے پھل میوے کھانے لگے ہیں ۔ اور
ملائکہ فرشتے وہ مکمل اور ادب کے ساتھ اپنے ہاتھوں کو اٹھا اٹھا کر کھلا رہے ہیں ۔ اور پلا رہے ہیں۔
اور تیسرے شخص کو دیکھا ۔ وسط جنت میں کھڑا ہے ۔ عرش کی طرف اللہ رب العزت کا چہرہ
بے حجاب آنکھوں کا رخ کئے تکتا جا رہا ہے ۔ اس نے خواب میں پوچھا ۔ کسی فرشتے سے ۔ کہ
بتاؤ تو سہی کہ یہ تینوں آدمی کون ہیں ۔ علامہ ذہبی ۔ جو امام ہیں جرح و تعدیل کے اسماء
الرجال کے اور فن حدیث کے ۔ سیر اعلام میں اور امام ابن جوزی ۔ صفۃ الصفوۃ میں ۔ اور
علاوہ محدثین نے میں کوئی تذکرۃ الاولیاء کی کتابوں کی حوالے نہیں دے رہا ۔
میں آئمہ حدیث کے دے رہا ہوں ۔ جو ثقات میں آئمہ حدیث کے میں اُن کی بات کر رہا ہوں۔
اور انکار کرنے والے ۔ جن کتابوں پر اعتماد کرتے ہیں ۔ میں ان کے حوالے دے رہا ہوں ۔ وہ فرماتے ہیں
میں نے فرشتے سے پوچھا یہ کون ہیں ۔ یہ تینوں آدمی ۔ انہوں نے کہا جو دروازے پر کھڑا ہے ۔
اب آپ عقیدہ بھی دیکھئے ۔ اگر عقیدے اُن آئمہ کے امام احمد بن حنبل کے تلامذہ ہیں ۔ اور نقل
کرنے والے آئمہ حدیث ہیں ۔ اگر اُن کے یہ عقیدے نہ ہوتے ۔ تو خواب تو چھوڑ دے ۔ کتابوں میں
روایت کیوں کرتے ۔ پہلی بات ہے کہ خوابوں پر اعتماد نہ ہوتا ۔ اور خواب کو شرک ہوتا ۔ کچھ نہیں
ہے ۔ تو اس کو تو روایت کرنا ہی عجیب سی بات ہے ۔ بعد اگر عقیدے کے خلاف
خواب تھے تو رد کر دیتے ۔ خوابوں پر اعتماد کر کے روایت کیا ۔ اور کتابوں میں درج کیا تاکہ
کیونکہ یہ مسلمانوں کے عقیدہ صحیحہ ہیں ۔ جو اُن کے مطابق ہیں ۔ اور تعبیر بھی الگ الگ ہوتی ہیں
تو پوچھا کہ جنت کے دروازے پہ جو کھڑا ہے کسی کو آنے دیتا ہے کسی کو موڑ دیتا ہے ۔ فرمایا ؟
احمد بن حنبل ہیں ۔ یہ درجہ کیوں ملا ۔ انہوں نے حضور کے دین کے لئے کوئی ایسا کام کیا ہے
تو لوگوں کو دروازہ حضور کے دین کی راہ میں تکلیف میں دیا ہے ۔ اور اس اور سلسلے میں نہیں آئے

M T W T F S S   Memo No ______ Date / /

یہ کام کیا کرو جو حضور نے دین کے لیے تکالیف اٹھایا کرو - یہ درجے اس طور پر ملیں گے - کہ کسی لیڈر عثمان
سے نہیں ملیں گے ــــــ (۳۶ ــ ۹) • تو وہ جو کھڑے ہو کر کسی کو داخل ہونے دیتے ہیں کسی کو نہیں -
وہ اس لیے کہ رب نے دکھا دیا ہے - کہ احمد بن حنبل کے خلاف سب جمع ہو گئے تھے - بڑی کثرت
کے علماء اور حکام وقت نے کوڑے لگوائے جیل بھجوایا - آج رب نے جنت کے دروازے پر اس
لیے کھڑا کیا ہے کہ احمد بن حنبل یہاں کھڑا ہو - جو صحیح العقیدہ جس کو تو سمجھے اس کو جانے دے -
جس کو نہ موافق سمجھے اس کو باہر پھینک دو - یہ درجے اللہ دیتا ہے - اور پوچھا وہ کون ہیں - جس
کے لیے دستر خوان بچھا ہے - اور فرشتے کھڑے پلا رہے ہیں - وہ اپنے ہاتھ سے کھاتا پیتا ہی نہیں ہے -
اور فرشتے کھڑے پلا رہے ہیں - ہاں وہ بشر الحافی ہے - وہ جو ننگے پاؤں بغداد کی گلیوں میں چلتے تھے - وہ بشر الحافی
ہے -

ایک روز احمد بن حنبل کی خدمت میں پردہ دار خاتون آئی - اور اس نے آ کے پوچھا - کہ امام میں
سوت کاتتی ہوں - اپنے گھر کی چھت پر ــــ (۵۴ ــ ۱) وہ مٹی کا چراغ ہوتا ہے - اس کی روشنی
میں کاتتی ہوں اور بیچ دیتی ہوں بازار میں کسی کے ہاتھ اور وہ بیچ کر وہ میرا ذریعہ معاش ہے - وہ رزق
حلال ہے کہ نہیں مجھے شک - بادشاہوں کے جلوس گزرتے ہیں - ان کی سواریاں گزرتی ہیں - اور اس میں بڑی
بڑی کئی مشعلیں بڑی بڑی روشنیاں اونچے اونچے فانوس لگے ہوتے ہیں اور دیر تک وہ گزرتے رہتے ہیں -
ان کی روشنی ہمارے گھر کی چھت پر دیر تک پڑتی ہے - تو میں سوت کاتتی رہتی ہوں - جب ان کی
روشنی پڑتی ہے - تو روشنی زیادہ ہو جاتی ہے، تو سوت زیادہ تیزی سے کاتا جاتا ہے - تو اس
وقت جو سوت کاتتی ہوں کیا اس کے پیسے میرے لیے حلال ہیں یا نہیں - کیونکہ وہ سرکاری جلوس کی
روشنی کا صدقہ ہوتا ہے - وہ زمانے بیت گئے - وہ لوگ گزر گئے - وہ باتیں بیت گئیں -
وہ سب داستانیں بن گئے - وہ سوداگر ہی نہیں رہا - نہ بیچنے والے رہے نہ خریدنے والے رہے ـــ
ہم دنیا کے کتے - ہم کلاب الدنیا ہیں - معلوم نہیں کیا حشر ہو گا ہمارا - کیسے بے رحمی سے کھینچے
جائیں گے - کس دوزخ میں پھینکے جائیں گے - میں تو اپنی بات کرتا ہوں - آپ کی نہیں - اور
دوزخ میں مشغول کر دیا جائیں - جب امام احمد بن حنبل نے یہ مسئلہ سنا - تو کھڑے ہو گئے -
اور کانپنے لگے - کہنے لگے بی بی فتوی اور مسئلے کا جواب تو بعد میں دوں گا - پہلے یہ بتاؤ کہ تو ہے کون -

Memo No
Date / /

M T W T F S S

جس سے شوق کا یہ عالم۔ پہلے پیار شروع کرتا۔ اس لیے دار خاتون نے کہا۔ آپ امام ہیں بشر حافی کی بہن ہوں۔ مجھے معاف کر دینا کہ میں اس گناہ میں نہ پکڑی جاؤں۔ فرمایا یہ بشر کی بہن کا حق ہے کہ سوال کرے۔ اور کوئی نہیں کر سکتا۔ ——— تو فرشتے نے کہا کہ جس کو فرشتے کھڑا بلا رہے ہیں۔ یہ بشر الحافی ہے ——— اور اللہ پاک پکار رہا ہے۔ بشر الحافی میری طرف ——— تم بھوکے پیاسے رہتے تھے۔ آج میں چاہتا ہوں کہ میں اپنے دسترخوان پر اپنے ہاتھوں سے فرشتوں کے ذریعے تمہیں کھلاؤں پلاؤں۔ جو ایسی زندگی گزارتے ہیں۔ اُن کے تو یہ حالات ہوتے ہیں۔ اور وہ شخص کون ہے جس کی نگاہ مرشد کی ہے۔ پیر پیاسے تھکے ہیں۔ اور رب ذوالجلال کا چہرہ تکتا جا رہا ہے۔ نگاہ گاڑ کے کھڑا ہے۔ اور ——— جب کے دور مشہور کسی شے کی پرواہ نہیں۔ فرمایا یہ معروف کرخی ہے ——— اس کو یہ صلہ کیسے ملا۔ وہ جب ——— وفات ہوئی تو منکر نکیر آ رہے ہیں لوگوں کو قیامت کے بعد نصیب ہوگا۔ وہ تکتے جا رہے ہیں ——— اس کو یہ صلہ کیسے ملا ——— اس لیے کہ اس نے زندگی میں۔ جو عمل کیا کسی عمل کی کوئی جزا اور اجر نہیں چاہا۔ سوائے اس کے دیدار کے۔ تو اللہ نے کہا معروف کرخی تو نے دیدار کے سوا تو کچھ نہیں چاہا تھا۔ تو آج آئے ہو دیدار کرنے ——— یہ چیزیں بتا دی ہیں۔ جو اس کے لیے بھوک اور پیاس برداشت کرے۔ اُسے وہ اپنے دنیا ذرے سے خوب پیاسا مقدرات کے ناشتوں کھانے کو بلائے گا۔ جو اس کے لیے تکالیف اٹھائے۔ اُسے قریب بلا کے پوچھے گا۔ میرے لیے تکلیف اٹھائی تھی نا ——— یہ ذرا غور کریں نا۔ اگر کوئی مرے لگے میں امام احمد بن حنبل کو تو رب بلا کے پوچھتا ہے میرے لیے مار کھائی تھی۔ اور اُن کا عالم کیا ہوگا۔ جو کربلا میں پورا 72 نفوس سمیت ذبح کرا گئے ——— جس نے قربانی دی ہے۔ اس اللہ کے لیے اور دین کے لیے ہے۔ اس کا اجر کیا ہے۔ اس کے رتبے کیا ہیں۔

اور امام احمد بن حنبل شہید ہوا کرتے تھے۔ زمانے کے سارے علماء: الامان، وہ ہمہ انہوں نے حکام کو بھڑکایا۔ ان کو جیل بھیجا کوڑے لگوائے۔ ان کے خلاف فتوے جاری کیے۔ ایسا ہوتا رہا امام اعظم کے خلاف ایسے ہوا۔ امام مالک کے خلاف ہوا۔ امام شافعی کے خلاف ہوا امام غزالی کے خلاف ہوا۔ امام ابوالحسن شاذلی کے خلاف ہوا۔ بایزید بسطامی کے خلاف ہوا۔ یہ ایک سے ہوتا رہا۔ مگر امام احمد اپنی زندگی میں دعا کیا کرتے تھے۔ جب لوگ پوچھتے تھے کہ آپ

حکم لکھوا دیا۔ زندیق لکھوا دیا۔ سزائیں دلوا دیں۔ تو حق اور باطل کا پتہ کیسے چلے گا۔ کب پتہ چلے گا حق اور باطل کا۔ کہ حق پر کون تھا۔ باطل کون ہے۔ امام فرمایا کرتے تھے۔ کہ جس دن سب کا جنازے اٹھیں گے۔ حق اور باطل کی بات کھل جائے گی۔ دنیا دیکھے گی حق پر کون تھا باطل پر کون تھا۔ تو امام کا جس دن جنازہ اٹھا پندرہ لاکھ آدمی آپ کے جنازے کے ساتھ شریک تھے۔

اور جس دن بشر الحافی کا جنازہ اٹھا ہے شہر بغداد۔ اور آپ کو پتہ ہے محلے کے ساتھ ہی قبرستان ہوتا ہے۔ جس میں دفن ہوتے ہیں۔ جس دن بشر الحافی کا جنازہ اٹھا۔ نماز فجر پڑھ کے جنازہ روانہ ہوا۔ عشاء کے بعد قبرستان پہنچے۔ اور آئمہ حدیث لکھتے ہیں۔ آپ سیر اعلام النبلاء کو دیکھئے۔ امام مزی کی تہذیب الکمال کو دیکھئے۔ اور خطیب بغدادی کو دیکھئے۔ علامہ ذہبی کو دیکھئے۔ آپ کتابیں اسماء الرجال اٹھا کے دیکھئے۔ صبح جنازہ چلا فجر کے بعد عشاء کے بعد قبرستان پہنچا۔ اور امام احمد بن حنبل کا بھی یہی حال۔ اور کیا امام احمد۔ کیا امام یحییٰ بن معین۔ کل آئمہ حدیث جن کے شاگردوں سے بخاری، مسلم، ترمذی، صحاح ستہ بھری پڑی ہیں۔ جن کی ولایتوں سے صحاح ستہ بھری پڑی ہیں۔ یہ کل امام سارا دن دور دور سے دیوانہ وار جنازہ اٹھانے کا لالچ کرتے تھے۔ یہ امام تھے حدیث کے یہ امام تھے ولایت کے۔

تو فرمایا جس نے جو درجہ پایا۔ یہ نفوس کی سخاوت، دلوں کی سلامتی اور امت کے لئے نصیحت کے عمل سے پایا۔ اس عمل پر قائم رہیں۔ اور اس کے لئے دلوں کی سلامتی اور میں نے عرض کیا۔ نفس کی سخاوت اس کی پہچان۔ حضرت فضیل ابن عیاض روایت بیان فرماتے ہیں۔ فرمایا دلوں کی سلامتی اور نفس کی سخاوت سے تب پتہ چلتا ہے۔ کہ آپ لوگوں کے ساتھ سلوک کیا کرتے ہیں۔ آپ عمر بھر نمازیں پڑھیں۔ تسبیحیں کریں، روزے رکھیں۔ منہاج القرآن کے عہدیدار بنیں۔ مگر حضور کی امت سے، انسانوں سے، بھائیوں سے، رشتہ داروں سے، اگر رب اللہ کے بندوں سے، مخلوق سے آپ کا سلوک محبت شفقت اور نرمی پر مبنی نہیں کچھ کام نہیں آئے گا۔ فرماتے ہیں کسی کو اذیت دو اگر پشیمان نہ ہو۔ تو اس وقت نہ بیٹھا لو۔ جب آپ اس سے راضی ہیں۔ یا دل سمجھے کہ وہ آپ سے راضی ہے اور آپ سے مطابقت کر رہا ہے۔ آپ پر احسان کر رہا ہے۔ آپ سے اچھا کر رہا ہے تو اس وقت اچھا لگے۔ فرمایا یہ ایمان نہیں یہ سخاوت نفس کی

جب کوئی آپ پر عطائی کرے احسان کرے اچھائی کرے۔ آپ نیکی کریں جیسا سلوک کرے اور
اور آپ کو اچھا لگے۔ اور آپ اچھا جانیں۔ تو یہ سعادت نفس بابرہ ہے۔ فرمایا پہچان
نفس کی اس وقت سعادت کی ہوتی ہے۔ کہ وہ آپ پر غضب کرے ناراض ہو۔ زیادتی
کرے اس وقت دل کی حالت کو دیکھیں کہ آپ کے دل کو کیسا لگتا ہے۔ (۳۰-۲۳)
آپ سے زیادتی کرے تو اس وقت دل کی حالت سے پوچھو کہ کیسا لگتا ہے۔ اگر اس وقت دل
میں اس کی نفرت نہ ہو اور دل میں اس کے لئے پھر بھی خیر خواہی ہو۔ تو فرمایا یہ اخوت ہے۔ یہ مطلوب
ہے۔ پھر حضرت فضیل ابن عیاضؒ میں نے سلامت صدر کی بات کی یہ دلوں کی
سلامتی تو دلوں کی سلامتی کا معنی یہ ہے کہ نہ کسی کا بغض و کینہ ہو نہ تکبر ہو۔ نہ شہرت کی
غرض ہو۔ نہ اشتہارات کی غرض ہو۔ کہ کوئی تکریم کرے۔ کوئی ہاتھ چومے کوئی مانے نہ مانے سب نیاز
ہو۔ حضرت بشر الحافی بھی روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت فضیل ابن عیاضؒ سے سنا۔ ان
سے پوچھا کہ آپ کی کوئی خواہش ہے۔ فرمایا ہاں ایک خواہش ہے۔ کیا فرماتے ہیں۔ کہ میں
کبھی مریض ہوں اور جب کوئی عیادت کرنے والا نہ آئے۔ یہ خواہش ہے۔ بیمار ہوں اور کوئی
عیادت نہ کرے۔ یہ خواہش ہے بے شہرت سے اس طرح بھاگتے تھے۔ بیمار ہوں۔
فرمایا اس چیز کا طالب ہوں۔ اور پھر آپ نے فرمایا۔ جو شخص اپنے بھائیوں کے لئے کام کرے
اور اس سے محبت ظاہر کرتے رشتہ داروں کے لئے دوستوں کے لئے۔ زبان سے محبت
ظاہر کرے یہود نے ظاہر کرے۔ مگر دل میں اس کے لئے عداوت اور بغض عناد چھپا رکھا ہو
حضرت فضیل ابن عیاضؒ نے فرمایا۔ لعنہ اللہ اللہ اس پر لعنت بھیجتا ہے۔ اس کو بہرہ
گونگا اندھا کر دیتا ہے۔ اور دل کی آنکھیں بند کر دیتا ہے۔ اور بصیرت چھین لیتا
ہے۔ تو سلامتی صدر یہ ہے کہ ظاہر اور باطن بھی ایک ہو۔ جو ظاہر میں ہے وہی باطن میں ہو۔
ظاہر و باطن کا تقاضا دو نہ ہو۔ اب ظاہر میں متقی بنتے ہیں۔ اللہ والے بنتے ہیں۔ ظاہر میں
دین کے خادم بنتے ہیں۔ اور ظاہر میں اہل آخرت بنتے ہیں۔ اور باطن میں طالب دنیا ہوتے
ہیں۔ باطن میں حریص دنیا ہوتے ہیں۔ اس پر حضرت فضیل ابن عیاضؒ نے فرمایا۔ کہ سن
لو۔ فرمایا بسا اوقات کوئی شر گھر کے اندر رکھا گیا ہے۔ اور ساری خیر وہ بھی گھر کے اندر

M T W T F S S — Memo No — Date / /

دیکھی گئی ہے۔ فرمایا شر کی چابی دنیا کی رغبت کا نام ہے۔ یہ سارے شر کی چابی دنیا کا حرص ہے۔
رکھا گھر میں گیا ہے۔ گھر سے تو جو مطلب لگتا ہے خواہش تو جو کر لے؟ پہلے بچیاں نہیں۔ گھر سے مطلب
پیدا ہوتے ہیں۔ اس رشتہ دار کو دیکھا۔ اس کا رہن سہن اچھا ہے۔ فساد ڈالا۔ ہمارا رہن سہن
بھی ایسا ہو۔ اس کی فراوانی دیکھی۔ گھر میں فساد ہوا ہمارے ہاں بھی فراوانی ہو۔ ہمارے بچے بھی خوشحال
ہوں۔ وسائل ہوں۔ ہمارے ہاں بھی ایسا فرنیچر ہو۔ ایسا گھر ہو ایسی گاڑی ہو۔ فرمایا ہر گھر کے
خیر کا چشمہ بھی گھر سے ہوتا ہے۔ شر کا چشمہ بھی ۔۔۔ کہ رہن سہن کہ زندگی ایسا ہو
ایسی ہوں۔ فرمایا شر کی چابی گیا ہے۔ فرمایا شر کی چابی دنیا کی رغبت ہے۔ (۲۸-۱۵)
اور خیر کی چابی دنیا کا زہد ہے۔ اور شر کی چابی دنیا کی حرص ہے۔ اگر ہم اپنی زندگی میں حرص رغبت
اور طلب دنیا کے حرص دنیا کے شہوت دنیا کے ہاتھوں سے بچا رہیں۔ اور جو لباس چاہیں لو اور کھا
لیں۔ اس کا مطلب ہے ہمارے اندر نفیس شر ہے۔ کوئی عبادات سے نور نہیں پیدا کرے گی۔ اپنے احوال
کو بدل لو۔ تاکہ اعمال کام آسکیں۔ اندر کا حال بدل لو تاکہ عمل اور حال کام آسکیں۔ باطن کو
بدل لو تاکہ ظاہر اچھا ہو سکے۔ ظاہر اچھا ہو سکے۔ جس کا باطن اچھا نہیں ہے۔ اس کا ظاہر مقبول نہیں ہوگا۔
اور فرمایا حضرت فضیل بن عیاض تھے۔ آپ نے تصوف کا خلاصہ دیا۔ فرمایا۔ تین خصلتیں
ایسی ہیں۔ کہ دل کو سخت کر دیتی ہیں۔ اور سخت ہونے سے تو دل تاریک ہو جاتا ہے۔ جب دل
میں قساوت آجاتی ہے۔ پتھر کی طرح سخت ہو جاتے ہیں۔ تو وہ اندھیرا آجاتا ہے۔ ایمان کا
نور سلب ہو جاتا ہے۔ معرفت ختم ہو جاتی ہے۔ دل اندھا ہو جاتا ہے۔ پتھر کی طرح سخت ہو جاتا ہے
اس پر نصیحت اثر نہیں کرتی۔ اللہ کا ذکر اثر نہیں کرتا۔ اس کی بات نہیں داخل ہوتی۔
تین چیزیں ہیں۔ پوچھا گیا کونسی۔ فرمایا کثرت النوم۔ کثرت الکلام زیادہ کھانا زیادہ
سونا۔ اور زیادہ بولنا۔ ہمارا جینا کیا ہے۔ کھانا ہی کھانا ہے۔ اور مر جانا ہے۔ اور سارا کھایا
ہوا۔ اس کو شبر کے پیالے کھاتی ہیں کہ جس کا پیٹ جتنا بھر جائے۔ اس کے پیٹ میں نور
نہیں جاتا۔ اور پیٹ سے جتنی جگہ خالی رہ جائے۔ اتنا نور بھر جاتا ہے۔ فرمایا کثرت اکل زیادہ
کھانا۔ فضول اور لغو گفتگو زیادہ کرنا۔ قرآن کی حدیث کم اور بات کی گفتگو وعظ کی
نصیحت کی وہ شامل نہیں ہے۔ وہ سنت ہے وہ عبادت ہے۔ تعلیم تعلم یہ جو ہم گپ شپ

مارتے ہیں۔ اکٹھے بیٹھے ہیں۔ نماز سے فارغ ہو گئے تسبیح سے فارغ ہو گئے۔ عورتوں کا بھی
یہ شیوہ ہے۔ اور مردوں کا بھی شیوہ ہے۔ نماز تسبیح سے فارغ ہو گئے بیٹھ گئے۔ اور جب
اکٹھے بیٹھ گئے۔ مجلس کیا ہے غیبت۔ اگر محلے کی مجلس ہے کسی کے گھر پر گفتگو شروع ہو گئی۔
کسی رشتہ دار کا اس پر مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ کسی کا ٹھٹھا اڑایا جا رہا ہے۔ کسی کی شکل
پر گفتگو ہے۔ کسی کی عقل پر گفتگو۔ کسی کی عادات پہ طعن تشنیع ہے۔ غیبت ہے
چغلی ہے برائی ہے۔ یا حرص دنیا ہے۔ لباس میں۔ زیورات ہیں کپڑے ہیں۔ ڈھنگ میں
سٹائل میں فیشن ہے۔ کسی کے کردار پر گفتگو شروع ہو گئی۔ جس کا کچھ حاصل نہیں ہے
آخرت میں۔ لوگو زبان سے کچھ کہنے سے پہلے سوچا کرو کہ یہ کام میرا آخرت میں کام
آئے گا یا نہیں۔ (۳۲ ـ ۵۳) ۴۲ اور امام حسن بصری فرمایا کرتے تھے۔ جس سے دوستی کرو۔ اور
جس سے سنگت اختیار کرو۔ جس سے رفاقت اختیار کرو۔ جس کو دوست بنانا ہو۔
اس دوستی سنگت سے پہلے یہ سوچا کرو۔ کہ یہ سنگت آخرت میں کام آئے گی یا نہیں۔ اگر اس
کی دوستی قیامت کے دن کام آنے والی ہے تو سنگت کر لو۔ اور جس نے قیامت کے دن کام نہیں
آنا۔ اس دوستی کا فائدہ کیا ہے۔ بس ایسے سے دوستی کرو جو آگے بھی کام آئے۔ اور دوستی ہو تو ایسی
حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے یہ بیان کیا ہے ان کی سند سے بیان کر رہا ہوں۔ جو اکابر علماء دیوبند
کے پیر و مرشد ہیں اور جن کے ملفوظات کو مولانا اشرف علی تھانوی نے مرتب کیا ہے شمائم
امدادیہ میں اور امداد المشتاق میں۔ ان سے کسی نے پوچھا۔ یہ واقعہ لوگوں
سے سنا ہے۔ کہ حضور غوث پاک کا ایک دھوبی تھا۔ وہ فوت ہو گیا تو فرشتے قبر میں آ گئے اس
سے حساب کتاب پوچھنے کے لئے کہ تیرا رب کون ہے۔ تیرا دین کیا ہے سوال کئے۔ اور ہر سوال
کے جواب میں کہا کہ میں سیدنا غوث پاک کا دھوبی ہوں۔ تو فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے
پوچھا کہ یہ کیا کہہ رہا ہے۔ فرمایا چھوڑ دو تم اس کے جواب کو نہیں سمجھے۔ حاجی امداد اللہ سے لوگوں
نے پوچھا تھا حضرت اس کی حکمت کیا ہے یعنی یہ جو واقعہ ہے۔ کہ وہ معاف کر دیا گیا اس کی بخشش
ہو گئی۔ اس کی حکمت کیا ہے۔ فرمایا ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا۔ ہر سوال کے جواب میں اس کا کہنا۔
کہ میں غوث پاک کا دھوبی ہوں۔ دراصل وہ جواب یہ دینا چاہتا تھا۔ کہ مجھ سے کیا پوچھتے ہو۔

میں تو عوت سلوک کا تجربہ وغیرہ والا ہوں۔ کیا خیال ہے جیسے خدا کی معرفت نا شرمیں ہوگی۔ وہ بار بار
جواب دیتا کہ میں عزت پاک کی سنگت والا ہوں۔ فرشتوں کو بتلایا جو اُن کا رب ہے وہ
میرا رب ہے۔ جو اُن کا دین ہے وہ میرا دین ہے۔ یعنی وہ سنگت کی بخشش کی ہو گئی۔ یہ
استثناء وہ تھا۔ اور یہ سنگت کا ایک اور بات حضرت صاحب جو کلی شان ہی بیان کی۔ اگر کوئی
اس کو غلط کہے بدلت سے کہ بڑا کھلا ہے۔ تو سو بار حاجی امداد اللہ کو جو صاحب ہیں ان
کی سند بیان کر رہا ہے۔ سنگت کیا ہے۔ اس لئے کہ دنیا میں جب سنگت بناؤ۔ تو سوچو کہ
سنگت آگے بھی کام آئے گی یا نہیں۔ یہاں سے مصطفے آخرت کو دیکھ کے کرو۔ وہ واقعہ بیان
کرتے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ کا فرماتے ہیں کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ جہاں بیٹھتے
تو بغداد کے کتوں میں سے ایک تھا۔ اس کو کچھ محبت تھی آپ سے جہاں بیٹھتے اُن کی مجلس
ہوتی، وہ سونگھ کر پہنچ جاتا دور بیٹھ کر اُن کو تکتا رہتا تھا۔ حضرت جنید بغدادی کی مجلس
میں فاصلے پر سامنے ادب سے بیٹھا رہتا تھا۔ ایک دن حضرت جنید بغدادی کی نگاہ پڑ گئی۔
اور توجہ ہو گئی۔ اس لئے پر کہ میں جب بھی جہاں بیٹھتا ہوں۔ مجھے تلاش کر کے کتا وہیں پہنچتا
ہے بعد مجھے تکتا رہتا ہے۔ بس آپ نے توجہ کی تو کتے کا حال بدل گیا۔ اولیاء اللہ فرماتے ہیں
کہ اس دن کے بعد وہ کتا بغداد شہر کی جس گلی میں جس چوک پہ بیٹھتا دس بیس جو کتے
کتے۔ اس کے ارد گرد بیٹھ جاتے ادب کے ساتھ اور اس کتے کو تکتے رہتے۔ جس کتے پر جنید
بغدادی کی نظر پڑ گئی۔ وہ اپنی نسل پر یعنی کتوں کا محدث بن گیا۔

اگر کسی کے ذہن میں یہ بات آ جائے گی۔ کہ کتے کی بات سمجھ نہیں آئی۔ اور اس
سے اوپر کا کوئی حوالہ بتایا جائے۔ تو اس سے اوپر کا حوالہ چاہیے تو 30 آل کی سورۃ کہف پڑھ لیں۔
اصحاب کہف کے کتے کا ذکر پڑھ لیں۔ وہ کتا جو چند گھڑیاں بیٹھا تھا جنید بغدادی کے دروازہ
پر۔ اور اصحاب کہف کا کتا ۳۹۰ سال تک اُن ولیوں کی غار کی دہلیز پر بیٹھا رہا۔ اور توجہ
پڑ رہی تھی۔ جب کہ اصحاب کہف کتا سر اٹھا کر دیکھے۔ دائیں بائیں کروٹ بدلتے تھے۔ وہ
توجہ کا اثر ہی تھا۔ کہ کتا بھی چھ چھ ماہ بعد کروٹ بدلتا۔ اور تین سو سال تک۔ وہاں اصحاب
کہف ان کے جسم زندہ وسلامت رہے۔ ان کی توجہ اور سے کتا بھی عنبر تھا۔ زندہ اور سلامت

Memo No ______
Date / /

M T W T F S S

رہا۔ اور تھا کتا پلید اور جانور ہے مگر دنیوں کی سنگت کی وجہ سے اصحاب کہف کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ
نے قرآن میں اپنے کلام میں کتے کا ذکر بھی کر دیا۔ اصحاب کہف کے واقعے کے ساتھ اس کتے کا ذکر بھی
تلاوت میں کرتے ہیں۔ کتا کیا تھا اور خدا کا کلام کیا تھا۔ کیا جوڑ ہے۔ کیا قرآن کی وحی الٰہی کتے
کے ذکر کے لئے اتری ہے (معاذ اللہ) کیا وحی الٰہی میں کتوں کا ذکر ہوتا ہے۔ سورۃ کہف میں کتا
بیٹھا ہوا ایسے تھا۔ اس کے انداز کا بھی ذکر ہے۔ اور جب اصحاب کہف کا ادب بیان کیا۔
کہ کوئی کہتے ہیں پانچ تھے۔ قرآن نے کہا اگر وہ پانچ تھے تو چھٹا اُن کا کتا تھا۔ پھر قرآن کہتا ہے۔ کچھ کہتے
ہیں چھ تھے۔ تو قرآن نے کہا چھ تھے تو ساتواں اُن کا کتا تھا۔ کچھ کہتے ہیں اصحاب کہف سات
تھے۔ قرآن کہتا ہے اگر سات تھے تو آٹھواں اُن کا کتا تھا۔ اب کبھی ایسا ہو کہ آپ کسی کو دعوت
پر بلوائیں۔ اور آپ سے پوچھیں کہ کتنے لوگ آئے ہیں۔ تو کبھی آپ کہتے ہیں کہ پانچ ہم ہیں
چھٹا ہمارا کتا ہے۔ وغیرہ۔ کوئی کہتا ہے۔ رب تو دیتا ہے۔ آپ کہیں نہ کہیں رب
نے تو کہہ دیا ہے۔ پانچ ہوئے چھٹا کتا تھا۔ (وغیرہ ۵۲ وغیرہ ۵۲) یہ جو سنگت مل گئی کو
بھی۔ تو رب نے کتے کی سنگت کو بھی ضائع نہیں ہونے دیا۔ جہاں اصحاب کہف کا ذکر ہے وہاں
کتے کا بھی ذکر ہے۔ تو سنگت رفاقت بڑی شئے ہے۔ متقی کے ساتھ رہنا۔ اور اس کے
اسوہ پر چلنا۔ طریقے پر چلنا۔ اس میں بڑی خیر ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو آقا علیہ السلام
کے نقش قدم پر چلنے اور اللہ حضور کی محبت میں اور اپنی بندگی میں ہر لمحہ ہر زبان ہر سانس دم تک قائم و دائم
رکھے۔

۔o۔

۲۴-۵-۲۰۱۸
۹-۹-۱۴۳۹
۸-۳۹-۴۸

QARI MUHAMMAD ABBAS
Naqashbandi Chishti Qadri Suharwardi
JUN 2018
Chak 365/E.B Burewala District Vehari

KHURRAM PAPER PRODUCTS

نشستِ دوم : درس طبقات السلمی بشہر اعتکاف جامع مسجد
بابا
بغداد ٹاؤن لاہور (05-10-2007) ء

ہائے الا ان اولیاء اللہ لا خوف —— ذکرِ نون - طبقات سلمی کے تذکرے باب حضرت ذالنون مصری رح کے موضوع پر گفتگو کر رہا ہوں - حضرت ذالنون مصری کا پورا نام ابو الفیض ثوبان بن ابراہیم ہے - اور بعضوں نے فیض بن ابراہیم ذالنون مصری کا نام کہا ہے۔ اور ان کے حالاتِ زندگی کی سب سے پہلی روایت امام الحافظ دار قطنی رح جو جلیل القدر آئمہ حدیث سے ہیں، سنن دارمی کی مسند میں انہوں نے روایت کیا۔ ان کے حالات کو اور وہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام حسین بن احمد بن منصور رازی سے سنا اور انہوں نے کہا کہ میں نے امام علی ابو الطیب کی الاعیان الموالی میں حضرت ذالنون مصری کے حالات پڑھے ہیں۔ یہ بات میں نے اس لیے گفتگو کی ہے - تاکہ آپ کو اس سے اس بات کا اندازہ ہو - کہ وہ آئمہ حدیث جیسے امام دار قطنی صاحب سنن جن کی حدیث کی کتاب اہل علم کے ہاں معتبر مستند اور ہے۔ یہ حدیث اہم اجمع کا مقام رکھتی ہے - اس پائے کے آئمہ حدیث اپنی مسند کتاب کو گفتگو حضرت ذالنون مصری کے حالات بیان کرتے ہیں - حضرت ذالنون مصری صرف اولیاء اور صوفیاء میں سے ——— جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ تمام اکابر اولیاء - قرون اولیٰ کے - اکابر صوفیاء آئمہ تصوف آئمہ ولایت ہیں۔ یہ اپنے زمانے کے جلیل القدر محدث تھے - اور صاحب اسانید متواترہ تھے - اور حجت تھے علم میں چنانچہ انہوں نے حضرت ذالنون مصری نے کثیر آئمہ سے علم حدیث پڑھا تھا - اور جن سے انہوں نے علم حدیث اخذ کیا - ان میں سب سے پہلے خود حضرت امام مالک اور امام لیث بن سعد ہیں - اور امام سفیان بن عیینہ ہیں اور امام فضیل بن عیاض ہیں۔ اور علاوہ ان کے اکابر آئمہ حدیث اپنے اپنے دور کے حجت ہیں۔ اور جن سے امام بخاری، مسلم ترمذی ابو داؤد - سمیت کل آئمہ حدیث اپنی مسندوں کو اور یہ ان کی کتب کے رجال ہیں۔ براہِ راست ان سے حضرت ذالنون مصری رح نے اخذ علم و حدیث کیا۔ اور ان سے روایت کیا۔ اور اسی طرح ان سے آگے - بڑے بڑے اکابر آئمہ اور اکابر علمائے ان سے آگے لیں

Memo No
M T W T F S S
Date / /

حاصل کیا۔ ان کا مرتبہ و مقام علم حدیث میں، فکر دین اور علم شریعت میں ہے۔ تھا اور جیسا کہ میں
نے پہلے عرض کیا کہ بات فقط اتنی ہے کہ جن کے پاس علم قال کی کمی نہ تھی۔ اور صحبت اولیاء اللہ کی کمی
نہ تھی۔ مگر غلبہ حال کی وجہ سے ان کو روایت کم کرتے رہے۔ مگر ان کی زندگی اور ان کے اعمال اور ان کے
احوال آثار علمی اسلام کی پالیسی حدیث اور سنت پر ہمیشہ قائم ہو رہے۔ ان اپنی جلدیں روایت کرتے
ہیں۔ اور ان کی روایت کو امام عبدالرحمٰن جوزی نے صفۃ الصفوہ میں نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں
کہ میں نے اپنی زندگی میں چھ سو آئمہ اور شیوخ سے ملاقات کی ہے۔ مگر خدا کی قسم
ان چھ سو میں سے چار ایسے پائے کہ ان کے مثل کوئی دنیا میں نہ تھا۔ اور ان چاروں میں ایک
ذوالنون مصری کا بیان ہے۔ یہ میں دو شخصیتیں ہیں اس خاطر عرض کی ہیں۔ جب حضرت
شفیق ابن سلیمان کے بارے میں میں نے کہا۔ معلوم ہو کہ ہم جن آئمہ طریقت اور آئمہ ولایت کا تذکرہ
طبقات السلمی پڑھ رہے ہیں۔ وہ آئمہ تصوف ہی نہیں ہیں، وہ آئمہ علم بھی ہیں۔ آئمہ حدیث
بھی ہیں۔ آئمہ تفسیر ہیں اور آئمہ علوم شریعت و طریقت بھی ہیں۔ اور وہ اسلام میں حدیث کا درجہ رکھتے ہیں۔ یہ
بدقسمتی ہے۔ کہ بہت سے لوگ جنہوں نے اسماء الرجال کی کتب کو چند گفتگوں نے نہیں دیکھا۔ اور
جن کا مطالعہ صرف چند ناموں کو دیکھتے اور پڑھنے تک محدود رہا ہے۔ وہ ان کے احوال علمی اور مقام
علمی سے آگاہ نہ ہو سکے۔

حضرت ذوالنون مصری کی اتنا سند المسند پر تک متصل اور مرفوع تھا۔ آپ روایت کرتا ہیں حضرت
ذوالنون مصری کا حضرت سے احمد بن سلیمی نے روایت کیا۔ انہوں نے حضرت ذوالنون مصری سے
سے سنا۔ اور ذوالنون مصری نے حضرت سے امام اللیث بن سعد سے روایت کیا۔ انہوں نے
حضرت نافع سے روایت کیا۔ اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کیا۔ آپ
اندازہ کریں کہ حضرت ذوالنون مصری کے درمیان حضرت عبداللہ ابن عمر تک صرف دو
واسطے ہیں۔ اور حضرت امام لیث جو مصر کے فقہ کے امام تھے۔ ان کا نام ابو الحارث
لیث بن سعد بن عبدالرحمٰن اور شیخ مصر کے اور مصر کے اور حجاز کے آئمہ کبار میں سے رہے۔
ان سے امام ذوالنون مصری روایت کرتے ہیں۔ اور وہ خود حضرت نافع سے روایت
اور حضرت نافع حدیث میں اہل مدینہ کے امام ہیں۔ اور امام مالک کی جو سند

M | T | W | T | F | S | S

Memo No ______
Date / /

حضرت عبداللہ ابن عمر تک جاتا ہے۔ وہ سب سے معتبر ہے جو حضرت نافع کے ذریعے سفر جاری ہے۔ اصول حدیث اور اصول اسناد میں۔ کہ وہ امام نافع سے روایت کرتے ہیں۔ وہ براہ راست عبداللہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں۔ یہ تھا ان کا علمی سلسلہ اور علمی سند آپ کے سامنے عرض کی ہے۔ اور وہ روایت کرتے ابن عمرؓ کہ قال قال رسول۔

الدنیا سجن المومن (صحیح مسلم جلد ۴ صفحہ ۲۲۷۲ رقم ۲۹۵۶)

فرماتے ہیں کہ یہ دنیا مرد مومن کی قید ہے۔ اور کافر کی جنت ہے۔ (طبرانی المعجم الاوسط جلد ۹ صفحہ ۶۵ رقم ۹۱۲۶) مطلب یہ ہے۔ کہ مومنوں کی راحت اس دنیا میں نہیں رکھی گئی۔ کافروں کی راحت کی جگہ دنیا ہے۔ (۳۰ ب ۔ ۱۲) اور مومنوں کی راحت کی جگہ آخرت ہے۔ یہاں مومنوں کو راحت بقدر ضرورت دی گئی ہے۔ کافروں کو راحت زائد از ضرورت دی گئی ہے۔ اس لئے کہ مومن کا نصیب آخرت میں زیادہ ہے۔ اور کافر کا نصیب آخرت میں نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ مومنوں کا بھی رب ہے اور کافروں کا بھی رب ہے۔ وہ ناانصافی کسی سے نہیں کرتا۔ کسی کو زیادہ حصہ جو آخرت کے حصے کا اہل نہیں بن سکا۔ اس کو زیادہ حصہ یہیں دیتا ہے۔ اور جو آخرت کے حصے کا اہل بنتا ہے۔ اس کو آخرت میں بے حساب حصہ دینے والا ہے۔ وہ اس کو دنیا میں بقدر کفایت حصہ دیتا ہے۔ یہ حدیث اس بات کا اشارہ کرتی ہے۔ کہ مومن دنیا کی زندگی شکر اور صبر کے ساتھ بسر کرے۔ اس لئے کہ موت کے بعد بڑی راحت کی جگہ اور بڑی راحت کی دنیا آنے والی ہے۔ مومن اس دنیا کو دار القرار نہیں سمجھتا۔ کافر اسے دار القرار سمجھتا ہے۔ مومن کے لئے دنیا یہ ایک سفر کی منزل ہے۔ کافر کے لئے دنیا دائمی مکان ہے۔ اس لئے جو لوگ حالت سفر میں ہوتے ہیں۔ وہ یہ باور کر لیتے ہیں کہ سفر میں کبھی راحت ملتی ہے۔ کبھی تکلیف ملتی ہے۔ اور جو مستقر اپنے مقام پر وہ اعتماد کرتے ہیں۔ کہ ہمیں گھر میں ہمیشہ راحت ہی راحت ملے۔ اور جو سفر میں ہوتے ہیں۔ وہ اس بات کا یقین رکھتے ہیں۔ کہ چونکہ حالت سفر میں ہیں۔ کبھی راحت مل جائے گی۔ اور کبھی تنگی اور تکلیف مل جائے گی۔ اس بات کی طرف اشارہ۔ اور حدیث میں فرمایا۔ کہ دنیا مومن کا قید خانہ ہے۔ جس طرح کوئی قیدی قید خانے میں اپنا وقت گزارتا ہے۔ اور وہ شکوہ نہیں کرتا۔ اس لئے اسے معلوم ہے کہ یہ ہوا

جو مشید خانہ تو شکوہ کس چیز کا۔ لیکن اس کا دار القرار اس کی موت کے بعد آنے والا ہے اور
مومن کی موت اس کی زندگی کا خاتمہ نہیں ہوتی۔ اس کی زندگی کا انتقال ہوتا ہے۔ اس کا
زندگی کا ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے تک میں داخل ہونا ہوتا ہے۔ اس لیے مومن بے قرار
رہتا ہے۔ اس دنیا کو قرار گاہ نہیں جانتا۔ اس میں بے قرار رہتا ہے۔ اپنی قرار گاہ کی
طرف جانے کے لیے۔ کیونکہ اسے معلوم ہے کہ اس کی لذت بھی وہاں ہے۔ اس کی راحت
بھی وہاں ہے۔ (۱۵-۴۲) اس کا سکون بھی وہاں ہے۔ اس کا اطمینان بھی وہاں ہے۔
یہ حضرت ذوالنون مصری کی روایت سے امام سلمیؒ نے پہلی حدیث بیان کی۔ حضرت ذوالنون
مصریؒ جن کا یہ مقام و مرتبہ ہے۔ کہ عمر بھر مصر میں رہے۔ اور اہل مصر ان کے مقام و مرتبہ سے آگاہ
نہ تھے۔ ظاہر بین ہر کوئی کہتا رہا۔ علم شریعت کا ظاہری علم رکھنے والے۔ ان کو کافر کہتے۔ ان کو زندیق
کہتے۔ ان کو ملحد کہتے۔ اور حکام وقت سے ان کی شکایت کر کے ان کو سزائیں دلواتے۔
ان کو قید میں ڈالا گیا۔ جو راز معرفت پا گیا۔ اس کو دنیا میں مصائب و آلام میں گزارا
گیا۔ امام نے روایت کیا ہے۔ کہ میں نے حضرت ذوالنون مصری کو سنا۔ کہ محبت کسے
کہتے ہیں۔ فرمایا محبت یہ ہے کہ بندہ ہر اس شے سے محبت کرے۔ کہ جس سے اللہ
محبت کرتا ہے۔ اگر اللہ کسی بندے سے محبت کرے۔ تو اس کے بندے سے محبت کرنا۔
محبت الٰہی ہے۔ اگر اللہ کسی عمل سے محبت کرتا ہے۔ اور کسی عمل کو اچھا جانتا ہے۔
اس عمل سے محبت کرنا۔ محبت الٰہی ہے۔ اگر بندہ کسی حال سے محبت کرتا ہے۔ کسی حال
میں رہنا کسی کو اچھا لگتا ہے۔ تو اس حال کو چاہنا محبت الٰہی ہے۔ اور جس چیز کو اللہ ناپسند
کرتا ہے۔ اس سے بغض رکھنا تمہارا دل بھی اسے ناپسند کرے یہ محبت ہے۔ اور جس
جس شے کو اللہ نے حقیر قرار دیا ہے۔ ساری زندگی فقط اسی شے کو اپنائے رکھنا۔ یہ محبت
ہے۔ اور ہر اس عمل کو چھوڑ دینا۔ اور ہر اس راستے کو چھوڑ دینا۔ اور ہر اس طور طریقے کو
ترک کر دینا۔ اور ہر اس شے کو ٹھکرا دینا۔ جو شے تمہیں اللہ سے دور کر دینے
والی ہے۔ جو اللہ کے قرب سے محروم کر دینے والی ہے۔ جو اللہ کی ناراضگی کا باعث بن جانے والی
شے ہے۔ اس شے کو اس لیے چھوڑ دینا۔ کہ یہ عمل یہ مجلس یہ دوستی یہ تعلق یہ شے مجھے اللہ

M T W T F S S — Memo No ____ Date / /

سے دور کر دے گا۔ تو گویا محبت یہ ہے کہ بندہ زندگی کا ایک معیار بنا لے۔ اپنے ہر عمل کا ہر فعل کا
ہر چاہت کا ہر خواہش کا اپنے ہر طور طریقے کا۔ اپنے شعار زندگی کا۔ ایک معیار بنا لے۔ وہ کرے
جو اسے اللہ کے قریب کر دے۔ اور وہ نہ کرے جو اسے اللہ سے دور کر دے۔ یہ محبت ہے۔ فرمایا
اسی محبت کی تعریف ہیں۔ اور محبت یہ ہے کہ بندے جب تو اللہ کا کام کر رہا ہو۔ جن کو جن
اللہ کا دین اچھا نہیں لگے گا۔ وہ تم پر لعن وطعن کریں گے۔ تنقید کریں گے۔ تمہارا مذاق اڑائیں
گے۔ تم پر تشنیع ہوگی۔ برا بھلا کہا جائے گا۔ جو لوگ نہیں چاہتے کہ اللہ کے دین کو اس دنیا
میں فروغ ملے۔ جو لوگ نہیں چاہتے کہ لوگوں کی زندگیوں میں اللہ کا دین جگہ پائے۔ جو لوگ دین
کے دشمن ہیں۔ جن کی طبیعتیں دین سے بیزار ہیں۔ جو دین کو مٹانا چاہتے ہیں۔ جو دین کو کمزور
کرنا چاہتے ہیں۔ وہ کبھی بھی دین کے کام کو پسند نہیں کریں گے۔ اور جب دین کی خدمت کرنے
والے۔ اللہ کی راہ میں اس دین کی تائید کیلئے نکلیں گے۔ تو وہ رکاوٹ بھی کھڑی کریں گے
مشکلات بھی پیدا کریں گے۔ طعن و تشنیع بھی کریں گے۔ لعنت ملامت بھی کریں گے
تو فرمایا محبت یہ ہے۔ کہ اللہ کے دین کے لئے تم پر لعنت ملامت کی جائے۔ تو تمہیں دکھ
نہ ہو۔ تمہیں لذت ملے۔ اس لعنت ملامت سے تمہیں دکھ نہ ہو۔ تمہیں کیف وسرور
ملے۔ اس لئے کہ محبوب کے نام پر تمہیں لعنت ملامت ہو رہی ہے۔ محبوب کے کام کی خاطر
تم پہ طعن و تشنیع ہو رہی ہے۔ جس کے دل میں محبت ہے۔ وہ چاہے تو چار گالیاں اور دے۔
کہ محبوب کی خاطر گالیاں کھا رہا ہوں۔ فرمایا محبت یہ ہے کہ جو مومن ہیں حضور کی امت کے لوگ
ہیں۔ اُن سے ہر حال میں شدید محبت و شفقت قائم رہے گی۔ اللہ سے محبت یہ ہے
کہ مومنوں سے ہر حال میں شفقت قائم رہے۔ یہ کیسی خدمت دین ہے۔ یہ کیسی محبت
دین ہے۔ کہ ہم اللہ کی محبت کا۔ دین کی خدمت گزاری کا نام بھی لیں۔ اور اللہ کے بندوں سے
محبت نہ کریں۔ اور اللہ کے بندوں پر شفیق نہ ہوں اور اللہ کے بندوں کے لئے ہمارے سخت ہوں۔
اور اللہ کے بندوں سے ہمارا اعمال کراہت والے ہوں ——— ہم اُن کو حقیر جانیں۔ اُن کے دکھ درد میں
شریک نہ ہوں۔ اُن سے پیار نہ کریں۔ فرمایا یہ محبت نہیں ہے۔ اللہ کی محبت پوچھتے ہو۔ تو
اللہ کی خلق سے بھی محبت کرو۔ ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ طبرانی المعجم الاوسط جلد ۵ ص ۳۵۶

(زرہ سیفہ)

M T W T F S S | Memo No ______ Date / /

رقم ۵۵۴۱ = اَلخلقُ عیالُ اللہ اَحبُّ انفعہم ۔ اور اللہ کو اس سے پیار ہے ۔ جو اس کے کنبہ کی بھلائی کرتا ہے ۔ تو اللہ کی محبت ایک وسیع تصور ہے ۔ ہم نے تو صرف تسبیح ہاتھ میں لینے کو اللہ کی محبت بنا لیا ہے ۔ یہ تصوف ہے ۔ ہم نے تصوف بنا لیا جادو منتر کو تعویذوں کو ۔ یہ تصوف نہیں یہ مکاری ہے ۔ یہ اداکاری ہے دھوکہ ہے ۔ دین سے دشمنی ہے ۔ نہ یہ تصوف ہے نہ دین ہے نہ فقیری ہے ۔ نہ دین ہے نہ ایمان ہے ۔ مگر افسوس ہے ان لوگوں پر ۔ جنہوں نے وضع قطع پیروں صوفیوں کی بنا رکھی ہے ۔ حضور نے دکھایا ہے اور اولیاء نے دکھایا ۔ دنیا کو دنیا کے نام پر کمانے والا ۔ عذاب میں نہیں جائے گا ۔ اس نے دنیا دنیا کے نام پر کمائی ہے ۔ ہلاکت تباہی بربادی اس شخص کی ہے ۔ جو دنیا کما رہا ہے دین کے نام پر ۔ دھوکہ دیکر ۔ امداد کی جہالت کی انتہا ہے ۔ کبھی ایسے کرتب داتا علی ہجویری نے کیے ؟ کبھی ایسے کرتب خواجہ اجمیری نے کیے ؟ کبھی قطب الدین بختیار کاکی نے کیے ۔ کبھی حضرت بابا فرید نے کیے ۔ کبھی خواجہ نظام الدین اولیاء نے کیے ۔ کبھی جنید بغدادی نے ۔ غوث الملک ۔ شاہ نقشبند ۔ ارے جو صوفی تھے ۔ جو پیر تھے جو فقیر تھے ۔ جو اہل اللہ تھے ۔ جو اولیاء اللہ تھے ۔ ان کی زندگی کو کرتبوں کو چھوڑ دیں ۔

اور آج کل تباہیوں کا یہ عالم ہے کہ کافرانہ کرتب گمراہانہ کرتب ایمان و دین کو تباہ کرنے والے کرتب اس امت کا کیا حال ہوگا ۔ تصوف کیا ہے ۔ تصوف حسن اخلاق ہے ۔ تصوف حسن سیرت ہے ، تصوف حسن کردار ہے ۔ تصوف تقویٰ کا نام ہے ۔ تصوف توکل کا نام ہے ۔ تصوف اللہ کے حضور گریہ و پکار کا نام ہے ۔ تصوف اللہ کی مخلوق سے شفقت و پیار کا نام ہے ۔ تصوف صدق کا نام ہے ۔ اکل حلال کا نام ہے ۔ حرام سے بچنے کا نام ہے ۔ تصوف سادگی کا نام ہے ۔ مکاری سے بچنے کا نام ہے ۔

تو یا تصوف کیا ہے ۔ اتباع رسول اللہ ﷺ فی الدین ۔ اپنی زندگی میں حضور ﷺ کی سنت کی اتباع کرنا ۔ یہ تصوف ہے ۔ یہ اللہ کی محبت ہے ۔ تمام لوگوں کے لیے یہ لازمی ہے ۔ یہ محبت کا دم بھرنا ۔ آقا علیہ السلام کی اتباع کا دم نہ بھرنا یہ تضاد قیامت کے دن سوال کیا جائے گا ۔ حضرت ذوالنون مصری روایت کرتے ہیں ۔ آپ فرماتے ہیں ۔ جس کو امام سلمی نے روایت کیا ۔ ابو نعیم حلیۃ الاولیاء جلد ۹ صفحہ ۲۹۴ ۔ جو شخص اپنی پوری زندگی میں

پھر اس کا مطیع اور اطاعت گزار ہو جائے۔ اللہ نے فرمایا میں اس کا ولی بن جاتا ہوں۔ میرے فرمان کا پورا کرنے والا بن جائے۔ میرے حکم کی تعمیل کرنے والا بن جائے۔ میں اس کا ولی ہو جاتا ہوں (۳۵-۳۰) ۔ پھر وہ مجھ پر اعتماد رکھے۔ یہ جو کچھ کشوف پیروں فقیروں کے نام پر ہو رہا ہے۔ اور مختلف چیلنجز کرتے ہیں۔ یہ سارا کچھ ہندو مذہب ہے۔ یہ ہندو مذہب کا کرتب ہے۔ اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تو فرمایا جو میرا اپنی زندگی میں عمل میں تمام حال میں۔ اعمال میں کامل مطیع ہو جائے۔ میں اس کا ولی بن جاتا ہوں۔ پھر وہ مجھ پر بھروسہ کرے۔ پھر اگر وہ قسم کھا کے مجھ سے یہ کہہ دے کہ باری تعالیٰ اس ساری دنیا کو مٹا دے۔ اگر میرا بندہ یہ سوال کرے تو اس کی خاطر دنیا کو بھی مٹا دوں گا ـــ مگر جو میرا ہو جاتا ہے۔ وہ مجھ سے ایسی باتیں نہیں کیا کرتا۔ وہ تو 72 تن پورے کے پورے کربلا میں کٹوا کر نیزوں پہ لٹکوا کر تب بھی یہ نہیں کہا۔ کہ یزیدیوں کو مٹا دے۔ نیزوں پہ سر چڑھے جا رہے ہیں بعد نعشوں پہ گھوڑے سے چل کے ان کو ریزہ ریزہ کر دیں۔ تو جو اللہ کے ہو جاتے ہیں۔ چونکہ وہ اس پہ اعتماد رکھتے ہیں۔ وہ تو تب بھی نہیں کہتے۔ کہ باری تعالیٰ ان یزیدیوں کو مٹا دے۔ وہ اپنا معاملہ اللہ پہ چھوڑ دیتے ہیں۔

اور پھر ذوالنون مصری نے فرمایا۔ کہ اللہ کا انس یہ ہے، جو شخص اللہ کے ساتھ مانوس ہو جاتا ہے۔ اس کو انسان کہتے ہیں۔ انسان کا معنیٰ یہی ہے۔ کہ اس کو انس ہو جائے۔ جسے انس نہ ہوا وہ انسان نہیں بنا ـــ (۴۴-۳۴) ۔ جسے انس ہو گیا وہ انسان ہو گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ انس کس کے ساتھ ہو۔ الانس باللہ۔ انس اللہ کے ساتھ ہو جائے۔ تو پھر وہ انس اللہ کے ساتھ بندے کو معیت عطا کر دیتا ہے۔ جوڑ دیتا ہے۔ اللہ سے ایک رشتہ ہوتا ہے۔ ایک نسبت ہوتی ہے۔ اور اس کا فیض کیا ہوتا ہے۔ اس کا دل صاف ہو جاتا ہے۔ کدورتوں سے ساری غلط طرح سے۔ کینوں سے بغض سے حسد سے عناد سے۔ یہ سارے معاملات جن میں ہم آج کل گھرے الجھے رہتے ہیں۔ اور وہ دنیوی معاملات جو ہمیں پریشان رکھتے ہیں۔ فلاں نے یہ کہہ دیا۔ فلاں نے یہ کر دیا۔ میں اس کو کیسے چھوڑ دوں۔ اس نے فلاں موقع پہ یہ کر دیا ـــ

وہ ہماری شادی پر نہیں آیا تھا۔ اس نے میرے بچوں کے ساتھ ٹھیک کیا تھا۔ اس نے میرے مقابلے میں
یہ کیا تھا۔ ساری کی زندگی انہیں معاملات میں گزرتی ہے۔ فرمایا ان ساری چیزوں سے دل
صاف ہو جاتے ہیں۔ جب ان کے دل اللہ کے انس کے ساتھ جڑ جاتے ہیں۔ اور اللہ کے
ساتھ تعلق میں منفرد ہو جاتے ہیں۔ یکسو ہو جاتے ہیں۔ اور جب دھیان یکسو ہو جائے۔
تو دھیان میں کچھ سوچنا مشکل نہیں ہے۔ آپ سوچیئے نا۔ آپ کسی گہرے دھیان میں بیٹھے
ہوں۔ کسی ایک خیال میں مگن ہوں۔ دائیں بائیں کوئی آپ سے بات بھی کر رہا ہو۔ تو آپ
کی سمجھ میں وہ بات آتی ہے، کئی بار ایسا ہوتا ہے۔ آپ جب دوبارہ پلٹتے ہیں۔ تو کہتے
ہیں کہ بات دوبارہ بتانا میں کسی اور دھیان میں تھا۔ میں نے تمہاری بات نہیں سنی۔
یہ تجربہ ہر شخص اپنی زندگی میں کرتا ہے۔

جب بندہ اللہ کے دھیان میں منفرد ہو جاتا ہے۔ اسی کے دھیان میں یکسو ہو جاتا ہے۔
تو کوئی اس کو کیا کہہ رہا ہے۔ وہ کیسے سن لیتا ہے۔ وہ اس کی سمجھ میں کیسے آ جاتی ہے۔
اس لیے انسان کے دو معنی ہیں۔ ایک وہ جسے انس ہو جائے۔ اور ایک وہ جو بھول جائے۔
انسان انس سے، اُنس سے بھی ہے۔ اور لفظ انسان نسیان سے بھی
تعبیر پایا ہے۔ انس اور نسیان کا تعلق ہے۔ کہ جب کسی کو کسی سے انس ہو جاتا ہے،
تو بہت سی دائیں بائیں کی باتیں وہ بھول جاتا ہے۔ یہ انس کا اپنا کام ہے۔ کہ وہ کئی ادھر
ادھر کی باتیں بھلا دیتا ہے۔ اور جو ساری باتیں یاد رکھے۔ اس کا مطلب ہے کہ ابھی اسے انس
نہیں ہوا۔ فرمایا جب انس ہو جائے تو بندہ اللہ کے ساتھ منفرد ہو جاتا ہے، یکسو
ہو جاتا ہے۔ اور ہر وہ چیز جو اللہ کا غیر ہے۔ وہ اپنے دل کو اس سے منقطع کر لیتا
ہے۔ یہ محبت ہے۔ اور جسے یہ محبت نصیب ہو جائے۔ وہ صوفی ہے۔

اور آج ہمارے دور میں الا ماشاء اللہ۔ ہمارے ہاں صوفی کون ہے کہ جس کا پورا دھیان
مریدوں کی جیب پر رہتا ہے۔ ہر بندے کا مال پر رہتا ہے۔ تاکہ اچھے مال والا ہے۔ اسے کہا کہ ذرا
آپ آگے آ کے بیٹھیے۔ مگر غریب ہے مزدور ہے تو وہ پیچھے بیٹھے۔
مالدار آگے ہمیشہ غریب پیچھے بیٹھے۔ اور اللہ پاک نے حضور علیہ السلام کے

M T W T F S S

Memo No ______
Date / /

فرمایا تھا۔ کہ جو غربت سے مسکین لوگ ہیں۔ محبوب ان سے کبھی آنکھیں نہیں ہٹاتا۔ انہیں قریب رکھتا ہے۔ کیوں موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا۔ باری تعالیٰ تو کہاں رہتا ہے۔ اللہ نے فرمایا میں ٹوٹے دلوں میں رہتا ہوں۔ اور میں مکاشفہ سیدنا غوث پاک رحمۃ کا بیان ہے۔ آپ نے پوچھا باری تعالیٰ الہام قلبی میں۔ تجھے ڈھونڈتا ہوں۔ تو کہاں سے ڈھونڈوں۔ اللہ پاک نے القا کیا میرے بندے عبدالقادر مجھے ڈھونڈنا ہو تو شکستہ دلوں میں ڈھونڈا کرو۔ اور آپ کے الہام قلبی کے ایک اور مقام پر بھی آیا۔ سیدنا غوث اعظم نے فرمایا باری تعالیٰ کبھی تیری دعوت کرنے کو جی چاہتا ہے۔ تو اس کی سبیل کیا ہو سکتا ہے۔ کیا تیری دعوت بھی کر سکتے ہیں۔ فرمایا ہاں میری دعوت بھی ممکن ہے۔ اللہ کی دعوت کیا کرو۔ صوفی بتاتا ہے تو اللہ کی دعوت کیا کروگے۔ کیا تیری دعوت کیسے ممکن ہے۔ اور کس طرح کروں۔ فرمایا جو غربت فقر فاقہ کی آگ میں جل چکے ہیں۔ میں اُن کا مہمان رہتا ہوں۔ ان کی دعوت کیا کرو تو میں خود تمہارے دسترخوان پر ہوں گا۔ یہ تصوف ہے۔ تو اللہ کی ایسی دعوت کرنے والے وہ صوفی ہیں۔

۔ ایک دفعہ میں نیویارک میں کہیں خطاب کر رہا تھا۔ اور جب خطاب ختم ہوا۔ سوال جواب کی نشست ہوگی۔ اس میں ایک شخص نے کھڑے ہو کے سوال کیا۔ جولائی اگست کا مہینہ تھا۔ اس نے کہا کہ یہاں اب صاحب پیر حملہ آور ہیں پورے نیویارک میں۔ جب موسم آتا ہے۔ اتنے بڑے پیر یہاں حملہ آور ہو جاتے ہیں۔ ساتھ ان کے مرید بھی ہو جاتے ہیں۔ وہ جو اُن کی کرامتیں بناتے ہیں۔ صبح سناتے ہیں۔ اور وہ تقریروں میں اُن کو غوث اور قطب بناتے ہیں۔ پھر لوگوں کو گھیر کے لاتے ہیں۔ اور پھر سارا معاملہ حساب کتاب ہوتا ہے کہ کتنے مرید بنا کے لائے۔ کتنا مال بنا کے لے گئے۔ الا ماشاءاللہ۔ سوائے اُن لوگوں کے صحیح صاحبانِ طریقت ہیں۔ زمانہ کبھی اہل اللہ سے خالی نہیں ہوتا۔ مگر وہ آگے بھی ملک سے بھی کمتر ہوتے ہیں۔ جب آپ آنا گوارا کرتا میں روزی کمانے کے لیے۔ تو اس سے کم اہل صدق و صفا ہوتے ہیں۔ جو آتا ہوتا ہیں وہ اہل دنیا ہوتے ہیں۔ تصوف کے نام پر دین کے نام پر شریعت کے نام پر۔ دنیا کماتے ہیں۔

تو انہوں نے پوچھا کہ یہاں سارے کیسے ہیں۔ یہ وہ پیر کامل ہے یہ پیر کامل ہے۔ اس کا معیار

(پیر کامل کی پہچان)

پیر کا مرید ہوں - آپ ہمیں پیر کامل کی پہچان بتائیں - کہ پیر کامل کون ہوتا ہے ؟

میں نے کہا کہ میں تو مرید بھی ابھی ناقص ہوں ـــ پیر تو پیر ہوتا ہے - میں تو مرید بننے کے قابل بھی نہیں ہوں ـــ میں ناکارہ ہوں - مگر جو کاملوں ـــ سے سنا ہے - پڑھا اور سمجھا ہے - وہ بتا دیتا ہوں - یہ پیر کامل کی پہچان ہوتی ہے - جسے مریدوں کی تلاش نہ ہو - اور جو خود بے چارہ مریدوں کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہو ـــ وہ تو مریدوں کا مرید ہے ـــ مرید کا معنی ہے ارادہ کرنے والا - حضور غوث پاک نے فرمایا غنیۃ الطالبین میں فرمایا - مرید کی تعریف کسی نے پوچھا کیا ہے - فرمایا جو اللہ کا ارادہ کرے - واصبر نفسک مع الذین ـــ وجھہ ـــ (الکہف ۲۸) جو اللہ کے مکھڑے کا ارادہ کرے - جو دیدار الٰہی کا ارادہ کرے - اور جس میں رب کے دیدار کے سوا کوئی شے مقصود نہ ہو - مرید خالص وہ ہے - کہ دنیا تو دنیا ہے - دنیا دنی سے ہے - اس کا معنی ہے گھٹیا شے ہے - اور آخرت کا معنی ہے جو بعد میں آئے گی - تو مرید وہ ہے جو نہ گھٹیا کو چاہتا ہے - نہ بعد والی کو چاہتا ہے - نہ دنیا کا طالب ہو - اور نہ آخرت کے منصوبوں اور رتبوں کا طالب ہو - تو پھر کس شے کا طالب ہو - مریدوں وجھہ رب کے مکھڑے کا طالب ہو ـــ اس کی خواہش صرف مولا کی دیدار کی رہتی ہے - اللہ کی رضا کی رہتی ہے اور اس لیے اللہ کی اطاعت کرتا - حضرت رابعہ بصری ـــ سے پوچھیے مرید کون ہے - ایک روز ایک ہاتھ پانی اٹھا لیا - اور ایک ہاتھ میں آگ اٹھالی - اُن کے اوپر ایک حالت وجد تھا - ایک کیف تھا - ایک سرور تھی - ایک مستی تھی - ایک خودی کا حال تھا - اور کسی نے پوچھا - بی بی جان ـــ آپ ایک ہاتھ پانی ایک ہاتھ میں آگ لے کے جا رہی ہیں - کیا ارادہ ہے - فرمانے لگیں - ارادہ یہ ہے کہ چاہتی ہوں کہ جو لوگ دوزخ کی آگ ـــ سے ڈر کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں - میں پانی ـــ سے آگ کو بجھا دوں کہ تاکہ کوئی دوزخ کے ڈر کی وجہ سے خدا کی عبادت نہ کرے - اور جو لوگ جنت کے لالچ میں عبادت کرتے ہیں - چاہتی ہوں کہ جنت کو جلا دوں - تاکہ کوئی جنت کے لالچ میں رب کی عبادت نہ کرے - نہ جنت ہو نہ دوزخ - جب سجدہ ریزی ہو یار کے لیے سجدہ ریز ہو - مولا تیری عبادت کرے -

تو میں نے کہا پیر کامل وہ ہے - جسے مریدوں کی تلاش نہ ہو - اور جو خود مریدوں

M T W T F S S — Memo No ______ Date / /

بتا دو کہ شیخ یا مرشد رب کی تلاش نہیں ہے۔ مرید تو وہ ہے جسے رب کی تلاش ہو۔ جو کامل
لوگ تھے۔ ہزار کتابیں تصوف کی دیکھ لیں۔ مجدد الف ثانی کو دیکھ لیں۔ حضرت خواجہ
باقی باللہ کو دیکھ لیں۔ سری سقطی۔ جنید۔ معروف کرخی۔ ابوالحسن خرقانی۔ بایزید
شاہ نقشبند۔ الغرض۔ اطراف و اکناف عالم میں۔ جتنی صوفی اولیاء کی کتاب دیکھ
لیں۔ یہ ہشت بہشت ہمارے سامنے ہے۔ حضرت خواجہ اجمیری کی کتاب کو دیکھ لو۔
حضرت قطب الدین بختیار۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی۔ بابا فرید۔ نظام الدین۔
حضرت چراغ دہلوی۔ حضرت صابر علاؤ الدین۔ جس ولی کو جس سلسلے
میں۔ جس طریقے میں جس خانوادے میں۔ چاہیں دیکھ لیں۔ عرب و عجم میں۔ امام شاذلی
امام رفاعی۔ یعنی کوئی حد نہیں لگا رہا۔ ہزار سال میں کوئی کتاب اولیاء اللہ
کی دیکھ لیں۔ کسی ایک کتاب میں کسی ایک ولی کا ایک عمل دکھا دیں۔ کہ اسے کبھی زندگی
میں کبھی مریدوں کی تلاش ہوئی ہو۔ اور مرید بنائے۔ لوگ طویل سفر کر کے۔ ان کی
تلاش میں جاتے اور مرید بنتے اور وہ مریدوں کی تلاش میں نہ جاتے۔ (۶۰—۵۱)*1

*1 وہ مرید ہونے کے لئے جاتے تھے۔ مرید بنانے کے لئے نہیں جاتے تھے۔ یہ کشف المحجوب ہے۔
کسی ایک کتاب کو معیار بنالو۔ کسی ایک کو دیکھ لیں۔ اول تا آخر۔ حضور داتا علی ہجویری
نے سینکڑوں اولیاء اللہ کا ذکر کیا۔ ان کی مجلس میں بھی گئے۔ ان کی قبروں میں بھی گئے۔ ایک
بھی پیر صوفی ایسا نہ تھا۔ جو مرید بنانے کے لئے نکلا ہو۔ جو نکلا مرید ہونے کے لئے نکلا۔
کہ کوئی رب سے ملا دے۔ کوئی ارادہ حق عطا کر دے۔ کوئی انس باللہ عطا کر دے۔ کوئی
رب کی معرفت عطا کر دے۔ کوئی سوجھ بوجھ دے دے۔ جو وصال الی اللہ کا طریقہ بتا دے۔
کوئی خدا کی قربت کا کوئی طریقہ سکھا دے۔ جو خدا کے دیدار کا کوئی سلیقہ سکھا دے۔
کوئی خدا کو منانے کا حال بتا دے۔ کوئی اس راستے پر چلا دے۔ اس لئے بیعت کرتے تھے۔ اب
زمانہ بدل گیا۔ کیونکہ پرستش کاروبار ہو گئی۔ دین کے نام پہ بھی کاروبار۔ پیری مریدی
کے نام پر بھی کاروبار۔ گدی نشینی کے نام پر بھی کاروبار۔ تقویٰ نیکی ولایت کے نام پر
کاروبار۔ حکمران خدام ہوتے تھے۔ وہ کاروبار۔ وہ لیڈر بن گئے ہیں۔ الٹ پھیر ہو گئے۔

M | T | W | T | F | S | S

Memo No
Date / /

بیعت۔

۱۲(۴۸-۵۲) لیڈر جھوٹے ہو گئے بے ایمان ہو گئے ہیں۔ حکمرانی ہے کاروبار۔ سیاست ہے کاروبار۔ حاکم کاروبار میں۔ محکوم کاروبار میں۔ عالم کاروبار میں۔ معصوم کاروبار میں۔ طالب کاروبار۔ مطلوب ہے۔ یہ زوال دنیا ہے

حضرت ذوالنون مصری نے فرمایا۔ جو شخص ارادہ کرے تواضع کا، وہ مرید ہے۔ اللہ کی طرف ارادہ کرے جو ہاتھوں میں ہاتھ دے کر بیعت کرتے ہیں۔ یہ سنت طریقہ ہے۔ اور مستحب ہے شریعت ہے۔ واجب نہیں ہے۔

یعنی مرید ہونے کے لیے ہاتھوں میں ہاتھ دینا واجب نہیں ہے۔ یہ مسئلہ شریعت ہے پوری ذمہ داری سے بات کر رہا ہوں۔ اکابر اسلاف کے طریقوں میں سے ہے۔ سنت مستحب ہے۔ مگر شرط نہیں ہے مرید ہونے کی۔ کہ ہاتھوں میں ہاتھ دیں تو تب آپ کی ارادت ہوگی۔ ورنہ نہیں ہوں گے۔ ایسی کوئی شرط ہاتھوں میں ہاتھ دینے کی کتب تصوف میں۔ کتب سلوک میں۔ کتب طریقت میں۔ دنیا میں کسی اسی کی شرط نہیں ہے۔ یہ دل کی بات میں نہیں ہے۔ ارادہ کر لیا جس کی طرف مرید ہو گئے۔ اور آپ میں بیعت سے ہو گئے میں کس سے ہاتھوں میں ہاتھ دیا۔ دل نہیں مانا۔ تو کیا وہ مرید ہوا ———

تو پتہ چلا کہ مرید ہونا یا نہ ہونا ہاتھ سے نہیں دل کے ارادے سے ہے۔ دل سے ارادہ کر لیا جس سمت مرید ہو گیا۔ اور بیعت ——— برکت کا ایک طریقہ ہے۔ مگر یہ ارادت اور مریدی کے لیے واجب نہیں ہے ——— ایسی بات ہرگز نہیں کہ اگر ہاتھوں میں ہاتھ نہیں دیا تو بندہ مرید نہیں ہوا۔ بیعت کیا ہے۔ ہاتھوں میں ہاتھ دینا واجب نہیں ہے۔ —— بیعت کہتے ہیں عہد کو۔ عہد کر لیا اقرار کر لیا۔ دل سے ارادہ کر لیا۔ مرید بن ہو گئے بیعت بن ہو گئے

مرید کا لفظ ارادہ سے ہے۔ اور ارادہ دل کا عمل ہے ہاتھ کا عمل نہیں ہے۔ بہت سے اولیاء اللہ پہلے زمانہ میں ایسے ہوئے۔ جو ہاتھوں میں ہاتھ دینا نہیں پسند کرتے تھے۔ کہ فلاں میرا شیخ ہے کہ تو دراصل یہ ارادہ ہے۔ اور ارادہ عمل قلبی ہے۔

اگر بندہ اپنا ارادہ کروائے۔ تو بہتر ہے اپنے لیے کچھ رہا اور نہ کچھ اس کے پاس ——— ارادہ تو یہ ہے کہ بندہ مولا کا ارادہ کروائے۔ مدینے کا ارادہ کروائے اور عرش کا ارادہ کروائے۔ یہ ارادہ گنبد خضرا کا ہو۔ یا ارادہ صاحب عرش العلیٰ کا ہو۔ ارادے دو ہیں۔ اور اصل اللہ اور اولیاء دنیا کو اسی سمت لگانے کے لیے تشریف لائے۔ فرمایا جو ارادہ کرے۔ اللہ کے حضور بندگی کا۔ تواضع کا عاجزی کا عبدیت کا۔ تو پھر وہ اپنے نفس و ذات کی غلطی کی طرف متوجہ کرے۔ یہ مرید ہو گیا

اور پھر اس کا نتیجہ کیا ہوگا - اللہ کی عظمت کی طرف متوجہ ہو جائے گا - تو اس کا دل گداز ہو جائے گا۔
نرم ہو جائے گا - اور یہ بات بڑی توجہ طلب ہے - دین کی خدمت کرنے والے لوگ - ان کے لئے اکثر
شکایت ہوتی ہے کہ وہ دل کے سخت ہوتے ہیں - ارے وہ کیسے دین کا خادم ہے جس کا
دل سخت ہے - وہ کیسے دین کا خادم ہے کہ جس کے چہرے سے دوسرے کو لطف اور سکون
نصیب نہ ہو - جس کے چہرے پر تبسم نہ ہو - جس کی زبان میں مٹھاس نہ ہو جس کے
دل میں نرمی نہ ہو - جس کے کردار میں لطف اور شفقت نہ ہو - اور دوسروں کے ساتھ جس
کے معاملے میں محبت نہ ہو - وہ کیسے دین کا خادم ہے -

فرمایا جو اس کا ارادہ کرے اس کی نگاہ اللہ کی عظمت کی طرف رہتی ہے - اور جو اللہ کی
عظمت کو نگاہ میں رکھتا ہے - دین کا نور ہوتا ہے پھر اس کا دل پگھل جاتا ہے نرم ہو جاتا ہے -
تو پگھلے ہوئے دل والے ہوتے ہیں — علامہ اقبال یہ کہتے ہیں -

~~تو اسے بچا بچا کر نہ رکھ~~

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے - ترا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئینہ ساز میں -

اسی لئے حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ جب سفر پر نکلے - تو راستے میں کشتی آئی -
غریبوں کی کشتی آئی مسکینوں کی - انہوں نے عزت و تکریم کے ساتھ بٹھایا - پار لگایا -
کشتی کو سوراخ کر دیا - موسیٰ نے کہا — مگر اس کا ایک باطنی معنی بھی ہے - اس کو تفسیر
عرفانی کہتے ہیں - کہ - مراد یہ ہے کہ وہ کشتی لکڑی والی کشتی نہ تھی - وہ کشتی قلب مومن
تو آپ نے جو توڑ دیا تو شکستہ دل کر دیا - اور فرمایا کہ اس لئے توڑا تھا کہ ایک بڑا جابر
بادشاہ آ رہا ہے - جو کشتیوں کو چھینتا ہے - تو بادشاہ سے مراد کیا تھی - کہ وہ غاصب بادشاہ
شیطان ہے - نفس کی بستی دل کی کشتی وہ دیکھتا ہے - جس کے دل نفس سے معمور ہوتے ہیں -
وہ بادشاہ شیطان ان پر قبضہ کر لیتا ہے - نفس اور قلب آپس میں چھین کے لے جاتا ہے
پھر وہ نفس شیطان کے ہاتھ میں رحمان کے ہاتھ میں رہ جاتے ہیں - اور جو ٹوٹ جاتا ہے دل والا ہو ش
وہ ہو جاتا ہے - تو شیطان شکستہ دلوں پر قبضہ نہیں کرتا - کیونکہ یہ ٹوٹے دل ہیں -

M | T | W | T | F | S | S

Memo No ______

Date / /

ان پر کیا قبضہ کرنا پشیمان چھوڑ دیا ہے ۔ احسان سا لیا ہے ۔

QARI MUHAMMAD ABBAS
Naqashbandi Chishti Qadri Suharwardi
04 JUN 2018
Chak 365/E.B Burewala District Vehari
Mob: [illegible]

Abbas

بروز پیر

۴ — ۶ — ۲۰۱۸

۱۹ — ۹ — ۱۴۳۹

۱۲ — ۵۱ — ۶ PM

ڈاکٹر طاہر القادری

M | T | W | T | F | S | S

صوفی کون ہے

٣٦٨

Memo No

Date / /

(شب بیداری)   (03-04-2004)

یہ محترم مشائخ عظام، علماء کرام۔ صاحبزادیاں و صاحبزادگان — صالحات و سالکات۔ یہ جو
درس تزکیہ و احسان — یہ وہ نام ہیں۔ جو قرآن مجید میں اور سنت نبوی میں اور صحابہ
کرام کے ادوار میں۔ استعمال ہوتے تھے۔ اور تصوف و روحانیت یہ اس کا مترادف ہے
تزکیہ و تصفیہ، احسان یہ معنی ہیں۔ تصوف نام ہے۔ تزکیہ و احسان اس کا معنی ہے۔
کشف المحجوب اور عوارف المعارف حضرت شیخ شہاب الدین — رسالہ قشیریہ
آج کے درس میں تصوف کی حقیقت بیان کرنی ہے۔ جن میں تصوف کی امہات الکتب
ہیں۔ بڑے بڑے آئمہ تصوف کی لکھی ہوئی — انہوں نے کشف المحجوب کا مقام ستاروں
میں چاند جیسا ہے۔ اور پڑھنے والوں پڑھانے والوں کو اس کا اندازہ بھی ہے۔ کیونکہ ہمارے
شہر لاہور میں ہیں۔ تو گھر کا بھید ہلکا ہوتا ہے۔ بس جتنا قریب ہوتا ہے وہ اتنا
کم ہوتا ہے۔ جو دور ہوتا ہے اتنا بڑا ہوتا ہے۔

حضرت داتا صاحب نے لکھا ہے۔ حضرت شیخ ابوالحسن کا قول لکھا ہے کہ تصوف
خالی نام رہ گیا ہے۔ کہ انہوں نے کہا۔ کہ ہمارے زمانے میں آج تصوف خالی نام رہ گیا ہے۔
خالی حقیقت نہیں رہ گیا۔ (۲۶ — ۸) یہ ہزار سال پہلے انہوں نے فرمایا کہ ہمارے زمانے میں
— اور پہلے حقیقت ہوتی تھی نام نہیں تھا۔ نام پہ آتے تو جو نہیں دیتے تھے۔ نام ہوتا ہے دکھانے
سمجھانے کے لئے۔ نام اوروں کے لئے ہوتا ہے اپنے لئے نہیں ہوتا۔ نام ہوتا ہی دوسروں کے لئے ہے۔
تاکہ دوسرے پہچانیں۔ آپ کو اللہ ایک بیٹا دیتا ہے گھر میں۔ بیٹا ہوتا تو آپ اس سے
پیار کرتے ہیں۔ اس کا ایک نام بھی رکھتے ہیں۔ تو پیار اس نام کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یا اس کی
ذات کی وجہ سے ہوتا ہے۔ پیار تو ذات سے ہوتا ہے۔ نام تو صرف بلانے
کے لئے ہے۔ ان لفظوں کے معنی ہوتے ہیں — الم۔ کھیعص — طسم — طہ۔ یس۔
ن — اس کے کیا معنی ہیں۔ فن والے کہتے ہیں کہ یہ حروف مقطعات ہیں۔ اس کا معنی
یا بھیجنے والا جانتا ہے۔ یا وہ وصول کرنے والا جانتا ہے۔ یہ خاص کلام ہے اس میں

M T W T F S S | Memo No ____ | Date / /

حروف مقطعات

کو داخل ہی نہیں ہو سکے۔ دین آیات اللہ نے بنائی۔ آیات محکمات ہر کوئی جانتا ہے۔
پھر آیات متشابہات۔۔ کلام جسے کوئی کوئی جانے مثلاً قیامت کے دن پنڈلی
ننگی کریں گا۔ اللہ پاک نے فرمایا۔ کوئی کوئی جانتا ہے ہر کوئی نہیں جانتا۔ فرمایا دونوں
ہاتھ کھلے ہوئے ہیں میرے۔ یہ کوئی کوئی جانتا ہے ہر کوئی نہیں جانتا۔ کرسی کے اوپر آکے
بیٹھا ہوا ہے۔ نہیں کرسی کیسا بیٹھنا۔ ہر کوئی نہیں جانتا۔ کچھ مقطعات نے بنا دیں
مولا نے وہ تاہا انہیں کوئی نہ جانے۔ جنہیں کوئی نہیں جانتا انہیں قرآن میں رکھا ہوا
ہے۔ کوئی نہیں جانتا مگر دو جانتے ہیں۔ دینے والا جانتا یا وصول کرنے والا جانتا
ہے۔ فرمایا میں نے محبوب کو دیا آگے جس جس کو مرضی چاہے دے۔

ایک مکمہ سیتا رگھر۔ جب پہلے زمانے میں ٹیلی فون نہیں تھے۔ مبارک باد کا
کی تار۔ فوتگی کی تار۔ آرہا ہوں۔ جارہا ہوں۔ (۱۹ — ۳۹)
یہ جو لفظ ہیں یہ پڑھنے پڑھانے کے لئے ہیں۔ جس طرح تار ہے اسی طرح روحانیت بھی تار
گھر ہے۔ اسی طرح اونٹ حضور کی بارگاہ میں رو کے عرض کرتے تھے۔ سب صحابہ کرام
پوچھتے کہ ہمیں سمجھ آئی کہ کیا کہتا ہے۔ یا رسول اللہ کچھ ہمیں کیا کہتا ہے۔ فرماتے یہ کہتا ہے۔
میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ میرا مالک مجھے چارہ نہیں ڈالتا۔ اونٹ کی زبان سے آگاہ ہے
تار ملا ہو کوڈنگ ڈی کوڈنگ کی سمجھ آ جائے۔ وہ محبوب سب بولیاں جاننے والے ہیں
بولیاں آتی ہیں۔ لاشعور سے بھی باہر ہیں۔

حضور داتا صاحب فرماتے ہیں کہ اس شعور کی ہمارے زمانے میں تصوف لفظ رہ گیا ہے۔
اسم رہ گیا نام رہ گیا۔ معنی نہ رہا۔ اور جو پہلا دور تھا۔ اس میں حقیقت تھی نام نہ تھا۔
اب صرف حقیقت نام ہو گیا ہے۔ جب ہزار سال پہلے عالم یہ تھا۔ آج ہم لوگ
اجڑے ہوئے دور میں آ گئے۔ جس میں نہ کوئی اس سودے کو جانے۔ نہ کوئی خریدار کو
جانے۔ نہ کوئی بیچنے والا۔ دکانیں آہستہ آہستہ بند ہوتی چلی گئیں۔ بازاروں کے بازار
سمٹ گئے اس زمانے میں۔ دیکھا ایک وقت تھا۔ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کی ایک مجلس

M T W T F S S — Memo No — Date / /

تھی۔ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کی ایک مجلس تھی۔ حضرت شاہ رکن عالم کی ایک مجلس تھی۔
حضرت احمد سرہندی سرہندانسی دور میں ہو گئے۔ ادھر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی
بیٹھے ہوتے۔ ادھر بابا فرید اجودھن میں ہوتے۔ ادھر نظام الدین محبوب الٰہی۔ ادھر علاؤالدین
علی احمد صابر تھے۔ ادھر خواجہ اجمیر ہوتے۔ بازاروں کے بازار سجے تھے۔
اس وقت بیوپاری تھے خریدار بھی تھے۔ اب وہ دور آیا جس میں ہم آئے ہمارا نصیب۔
اس دور میں سودا لینا تو دور کی بات ہے۔ اس وقت بات سننے والا ہی کوئی نہیں
سمجھنے والا ہی کوئی نہیں ہے۔ نفسا نفسی کی گرد پڑ گئی۔ رشتے کٹ گئے۔ وادیاں
اجڑ گئیں۔ دریا خشک ہو گئے۔ فصلیں جل گئیں۔ اور اب میں نام ہی بے حقیقت
ہے۔ الا ماشاءاللہ

زمین تو ہمیشہ تنگ کالی نہیں ہو سکتی۔ دور ایسا آ گیا۔ میں کوشش اس لیے
کرتا ہوں کہ تم چلو ایک دکان کھلی ہے۔ اس کے خریدار رہے تو چلتی رہے گی۔ مگر یہ ہم
چلے جائیں تو یہی ترتیب ختم ہو جائے گی ہر کوئی ہر وقت تو نہیں رہتا (۲۹-۴۵)
جاتے ہیں۔ آج لفظ رہ گئے ہیں معنی نہیں رہا۔ تو آج تصوف کا رنگ معنی بیان کرتے ہیں۔
بیعت باتیں اور کہنے کی ہیں۔ ناسوتی دنیا کی باتیں۔ ملکوتی دنیا کی باتیں۔ پھر جبروتی دنیا کی باتیں۔
پھر لاہوتی دنیا کی باتیں ہیں۔ اور پھر یاہوتی دنیا کی باتیں۔ اور پھر بابا فرید الدین گنج شکرؒ
زمانہ۔ ایسے بھی ہیں جو معرفت کے سات سمندر لگا کر بیٹھے ہیں۔ دکان رہی ہو
جاتے تھے۔ گاہک ہوں گے تو پھر دکاندار کیا گاہک تو دیکھتا ہے۔ جس طرح کی چیز مانگتا ہے ہم وہ
سامان وہ پیڑوں کھول کے دیتا ہے۔ گاہک سمجھتا ہے اس کے پاس تو ہے ہی یہی کچھ اور دکاندار
پر دکاندار گاہک کو پر اک رستے لیکر ہی دکھاتا ہے۔ گاہک اگر طالب نہیں چلا جاتا تو مال
نکلتا چلا جاتا ہے۔

تصوف کے معنی کو جنید بغدادی نے بیان کیا ہے۔ داتا گنج بخش ہجویری نے بیان کیا ہے۔
سید عبد القادر جیلانی نے بیان کیا ہے۔ ایک واقعہ داتا صاحب بیان کرتے ہیں۔ آپ میں

Memo No

M T W T F S S Date / /

کے سر اہل مسجد پر تھا - اور گدڑی والوں کا حال بیان کرتے ہیں۔ خرقہ پوشوں کا حال - تصوف ایک خرقہ
جس نے ایک لباس بھی ہے - اُن کا حال بیان کرتے ہوئے حضور داتا صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ میں اپنے
شیخ کے ساتھ سفر میں تھا - آذربائیجان پہنچے ہم - رہنے والے غزنی شاہ تھے - اور آرام کر رہے ہیں ہیں -
میں نے دیکھا گندم کے خرمن ہیں - وہاں پہنچا گدڑی پوش فقراء کھڑے تھے۔ تھوڑی دیر میں کھیت کا مالک
آیا - اس نے تھوڑی تھوڑی گندم اٹھائی - درویشوں کو دی - ان درویشوں نے اپنے دامن میں لے لی - اور
شکر ادا کر کے چلے گئے - میں نے اپنے شیخ سے پوچھا۔ حضرت یہ ماجرا سمجھ میں نہیں
آیا - گدڑی پوش ہیں - اور منگتے بنے پھرتے ہیں - فرماتے ہیں میرے شیخ نے میرے سوال کے
جواب میں ایک آیت پڑھی — فرمایا اولئک الذین اشتروا الضللۃ، بتانا یہ چاہتے تھے -
کہ پہلے لباس پر نہ جانا کہ - پہلے بات نہ نام پر نہ جا معنی کو دیکھ — نام پر نہ جا حقیقت
کو دیکھ — لباس پر نہ جا حال کو دیکھ۔ اللہ پاک نے فرمایا حضور علیہ السلام کی حدیث
پاک ہے — اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا - بلکہ تمہارے دل اور دلوں کے حال دیکھتا ہے
اللہ تمہارے اعمال نہیں حال دیکھتا ہے - فرماتے ہیں میرے شیخ نے فرمایا یہی وہ لوگ ہیں جنہوں
نے ہدایت کے بدلے میں گمراہی خرید لی — اور اُن کو اُن کی تجارت نے نفع نہ دیا — اور نہ
ہدایت یافتہ ہوئے - اور میں نے عرض کیا کہ وہ اس بے عزتی میں کیوں مبتلا ہو گئے - میں نے پوچھا
اس لباس والے تھے : اس گروہ والے تھے - یہ بے عزتی اور گداگری میں کیوں مبتلا ہو گئے ہیں اتنا
سرِ عام ذلیل و رسوا ہو گئے — اب اگلی بات سنو — فرمایا جب شیخ نے مجھے یہ جواب
دیا ۔ کہ ان کے گرما کو لالچ تھا۔ داتا صاحب نے فرمایا - انہیں ہر چیز جمع کرنے کا لالچ
ہے - بتاتے بتاتے ہیں کہ ان کر دکی بناتے ہیں + اور تمنا یہ ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ ہر چیز
اکٹھی کر لیں - ہر چیز جمع کرنا بھی لالچ - مال جمع کرنا بھی لالچ ہے ۔
ہزار برس کا پہلے - اس حال کو بیان کرتے ہیں۔ تو ہمارا حال کیا ہو گا - پہلے حقیقت
تھی نام نہ تھا - اور آج نام ہے حقیقت نہیں ہے - (۱۸۵ـ۳ـ۳۴) تو گویا حقیقت بے نام تھی -
.. اس تصوف کا معنی کیا ہے - حضرت جنید بغدادی نے فرمایا۔ آپ کے خصلتوں کا نام تصوف ہے۔ حضور
داتا صاحب نے بھی اس کو بیان فرمایا ۔ اور سیدنا غوث الاعظم نے بھی فتوح الغیب میں پورا باب

بتایا - اور دیگر اولیاء و علماء نے بھی اس کو بیان فرمایا۔ تصوف کا معنی کچھ مختصر ہے - اگر تصوف کو
حال بنانا چاہیں تو تصوف کہتا ہے - آٹھ خصلتیں جس میں آجائیں - وہ صوفی ہے - اسی لیے ذکر
ہوا تصوف عشق ہے۔ عرف اور مجاز کا نام نہیں ہے - رسم اور مجاز کا نام نہیں ہے؛ (۱) جس
نے اپنی محبت کی صفائی کرلی - وہ صافی ہے - یعنی جس کی محبت صاف ہوگئی غلاظت سے اغراض سے
لالچ سے - غرض دنیا سے مطالب سے جس کی محبت صاف ہوگئی وہ صافی ہے - اور فرمایا جس
کی دوستی صاف ہوگئی ہر غیر سے وہ صوفی ہے - محبت مصفیٰ ہوجائے تو بندہ صافی ہے - اور
اگر محبت سے جو تعلق ہے۔ دوستی بہ مصفیٰ ہوجائے اس اللہ سے دوستی تو بندہ صوفی ہے
یعنی اللہ سے دوستی کرلینا بغیر کسی غرض کے یہ صوفی ہوتا ہے - یہ تصوف ہے اب بغیر
غرض کے دیکھو نہ دنیا غرض میں رہے - نہ آخرت غرض میں رہے - جو اللہ سے آخرت کے لیے
دوستی کرلے وہ متقی ہے - صوفی نہیں ہے - پرہیزگار ہے جنتی ہے - صوفی نہیں ہے -
نہ صافی ہے نہ صوفی ہے - صافی اور صوفی وہ ہے جو اللہ سے دوستی کرے - اور دوستی کے
درمیان سے دنیا بھی نکال دے اور آخرت بھی نکال دے جنت بھی نکال دے حور و قصور بھی نکال دے -
درجے بھی نکال دے ثواب بھی نکال دے - مرتبے بھی نکال دے ولایتیں بھی نکال دے۔ کوئی کرے گا دوستی
کہ دنیا مل جائے - محبت و عزت مل جائے - مرتبہ مل جائے - مال مل جائے - دنیا میں بڑی اونچی
شہرت مل جائے - اعلیٰ درجہ مل جائے - کوئی دوستی کرے گا کہ گناہ معاف ہو جائیں - درجے بلند
ہو جائیں - کوئی دوستی کرے گا کہ نیکیاں مل جائیں - آخرت میں بخشش ہو جائے - پل صراط
گزر جائیں - جنت میں چلے جائیں - جنت نعیم مل جائے۔ کوئی دوستی کرے گا ولی ہو جائیں - قطب ہو جائیں -
ابدال ہو جائیں - ہو جائیں ہو جائیں - جہاں بندے اور رب کی دوستی کے درمیان مل جانے یا ہو جانے
کی آگیا وہ دوستی نہ صافی رہی نہ صوفی رہی - خواہ وہ یہ یہاں کا ہے یا وہاں کا ہے - جب یہ اور
وہ درمیان میں آگیا تو دوستی صافی نہ ہوئی - خالص نہ ہوئی - تصوف نکل گیا درمیان سے پھر علم
بھی تقویٰ بھی ہے - نیکی بھی ہے جنت بھی ہے - ولایت نہیں ہے - ولایت کہتے ہیں دوستی کو - ولایت
کرامت کو نہیں کہتے - ولایت کا معنی دوستی ہے، ولی دوست ہوتا ہے - تو کسی کو کرامت
کیا ہے - وہ تو دوست کے لیے اس کی حضرات ہوتا - جیسے دوا ہے پر آئے کوئی خالی نہیں جاتا

M T W T F S S | Memo No ______ Date / /

درویشوں کو وہ معجزات دیتا رہتا ہے۔ یہ کرامات تو معجزات ہیں۔ ولایت نام ہی اس چیز کا ہے۔ بندہ
پوچھے کرامات مانگتے ہو یہ کیسے نہیں۔۔ آزما کے کرامات مانگتے ہو۔ نہیں نہیں مولا۔ یہ مانگتے
ہو کہ پھونک ماروں تو مردے زندہ ہو جائیں۔ نہیں نہیں مولا۔ مجھے لالچی نہ بنا۔ یہ مانگتے ہو۔
کہ کن کہو تو ہی ہو جائے۔ نہیں مولا۔ یہ بھی نہیں مانگتے؟ کیا مانگتے ہو۔ صرف تجھ سے تجھے مانگتے
ہیں۔ اگر درویش ایسے ہو جائے تو یہ ولایت ہے۔ یہ ہے ولی۔ تو جب اس نے اس سے
اُسے مانگ لیا۔ تو اس کو وہ سب کچھ عطا کر دیتا ہے۔ نانیاں بھی کہتی ہیں کہ بیٹا ہم سب
کچھ تجھ پر قربان کر دیا۔ کرامات ولایت کا گرد و غبار ہیں۔ اب اس کے لیے جو معنی ہے حقیقت
ہے تصوف کا۔ اس کے لیے وہ بیان فرماتے ہیں۔ آٹھ خصلتیں ہو جائیں تو یہ تصوف ہے۔ یہ ان
خصلتوں کا سودا ہے۔ سلوک کی راہ پہ پہلا پڑاؤ۔ (۱) سخا۔ (۲) رضا۔ ۳۔ صبر
۴۔ اشارہ۔ ۵۔ غربت۔ غربت کا معنی مسافری۔ (۶) صوف۔ اونی لباس۔ ۷۔
سیاحت۔ سیر وادی ارض قسیط و کیف۔ ۸۔ فقر۔ فرمایا یہ آٹھ خصلتیں کن
لیں۔ کن دکانوں سے لیں۔ اور ملا کے تصوف بنا دیا۔ فرمایا سخا ابراہیمؑ سے لی۔
اب دیکھیں کتنے پھولوں کا رس ہے اس تصوف میں۔ سخا کا معنی ہے سخاوت۔ (۲) رضا حضرت
اسماعیل سے لی۔ (۳) صبر حضرت ایوب سے لیا۔ (۲۰-۵۴)۔ اشارہ حضرت زکریا
سے لیا۔ غربت حضرت یحییٰ سے لی۔ صوف اونی لباس حضرت موسیٰ سے لیا۔ (۷) سیاحت
حضرت عیسیٰ سے لی۔ اور فقر جناب مصطفیٰ سے لیا۔ الفقر فخری۔ حضور نے
فرمایا فقر میرا فخر ہے۔ یہ آٹھ پھولوں کا رس ہے جس سے تصوف بنا۔ یہ آٹھ خصلتیں
ہیں۔ آٹھ اولوالعزم نبیوں سے لی ہیں۔ ان خصلتوں کو اگر گوندھ لیا جائے۔ تو یہ تصوف
کی خوراک بنتی ہے۔ اور اس کو کھانے والا صوفی ہو جاتا ہے، کشتے کو کھانے والا
اور وہ صاحب صفا ہوتا ہے۔ اب حضرت ابراہیم سے سخاوت لی۔ بڑے بڑے
سخی ہوئے انسانی۔ جس نے جو مانگا دے دیا۔ بڑی بڑی سخاوتیں ہو گئیں۔ مگر سب نے سخاوتیں
کیں۔ ایسی سخاوت کس نے کی۔ رب نے بیٹا مانگا تو بیٹا دے دیا۔ سخاوت انتہا کو چلی
گئی۔ انی اریٰ فی المنام۔ آپ جو چاہیں مانگیں دے دیں گے۔ مگر کوئی بیٹا مانگے

سے۔ سیدنا ابراہیم کی سخی انتہا تھی۔ اللہ نے مانگا اسماعیل دے دیے۔ ملا بھی دکھوں سے
ہے۔ وقت کاٹ کاٹ کر۔ حضرت سارہ سے پہلے حضرت اسحاق کیلئے بلا دیں
زمانہ گزر گیا۔ پھر حضرت ہاجرہ آئیں ام الحق سے تو شب و پیارا بیٹا ملا
اور پھر کتنے جتن بیتے اور کتنی مشکلیں پیش آئیں۔ کتنے مصائب آئے۔ اور کتنے مراحل سے گزر
گزرے۔ جب جوان ہو گئے۔ اس وقت کہا اب یہ دے دے۔ اور دے بھی کیسے اپنے ہاتھ سے ذبح
کر دے۔ اس لیے سخاوت ابراہیم کی کر دی۔ اس لیے تسلیم کیا۔ سخاوت کا منتہا بھی
کچھ اور ہو گیا۔ بیٹے اسماعیل میں نے خواب میں دیکھا ہے۔ اللہ نے پیغام بھیجا ہے۔
کہ میں تمہیں اپنے ہاتھ سے ذبح کر رہا ہوں۔ یعنی مولا نے پیغام بھیجا ہے۔ کہ میں تمہیں
اپنے ہاتھ سے ذبح کر رہا ہوں۔ اب تم تو کیا کہتا ہے۔ ورنہ کہہ دیتے کہ خواب ہے
اس کی کوئی تعبیر ہو گی۔ ہمیشہ خواب کی تعبیر ہوتی ہے۔ خواب میں عینیت
نہیں ہوتا۔ مگر پیغمبر کا خواب۔ عین وحی ہوتا ہے۔ بار بار کہتے کہ خواب ہے۔
اشارہ یہ ہو رہا ہے کہ اپنی عزیز ترین شے قربان کر دے۔ لاکھوں عزیز ترین قربان
کر دیا کر دیتے۔ وہ بکریوں کا ہورا ریوڑ دے دیا تھا۔ فرشتوں نے کہا تھا۔ اسرار الاولیاء
میں بابا فرید نے بیان کیا ہے۔ کہا کس نے میرے محبوب کا نام لیا ہے۔ شام کا شہر حلب
جو ابراہیم کے دوروں کے نام سے بنا ہے۔ دوسری بار اللہ کا نام لیا۔ آدھا ریوڑ دے دیا۔
تیسری بار پھر قیمت بھی ادا کی اللہ کے نام کی۔ تیسری بار۔ پھر لیا بھی تو چاہیے۔ یہ سخی ہے
ابراہیم کی۔ اللہ پاک نے فرمایا واذ ابتلیٰ ابراہیم۔ فاتمہن۔ جو بھی آزمائش ہوئی پورا
اترا۔ پھر اس کی سخاوت اس دن سخی ہو گئی۔ جب دل میں نے بالآخر میں چاند سے پیارا
بیٹا کے نام لیا۔ اور مانگا بھی اسے اپنے بیٹے کو لٹا کر ذبح کر دیا۔ اب دیکھتے ہیں سخاوت کس کی
وہ کہنا جبرائیل پچھلی بار تو نے امتحان کیا تھا۔ اب یہ میں خود دیکھتا ہوں۔ جب سخاوت یہاں تک
پہنچی تو فرمایا۔ یہ تیرا عشق بنانے کے لیے پیلا رس ابراہیم کے پھول سے لے لو۔ اسماعیل کی سخاوت
کا رس لے لو۔ جس کی داڑھی چھوٹی ہے اس کو معذرت کرتے ہیں۔ یا مولوی صاحب کہہ دیتے ہیں چھوٹی

تو ہمارے ہاں بس ایسے ہی ہے۔ ہمارے ہاں تو ہر چیز میں تماشہ ہے نا — لفظ ہو نہ جانشین یعنی ہو جانشین — تو حقیقت تصوف اگر کسی میں ہو تو ہے۔ تو پہلا درس سیدنا ابراہیم کا ہے لو۔ بندہ ہو بخیل لیکن بس اور بات سخا کی کرے۔ جو سخی نہیں ہوتا — کیونکہ بس اللہ کا دوست نہیں ہوتا — بس یہ بات سمجھانا ہے۔ اللہ نے خدمت کی اور ولایت میں جو پہلا درس کام آتا ہے۔ وہ سخاء ابراہیم کا ہے۔ ہم سمجھو بس یہیں اللہ کے لئے دینا پڑے تو دل رکھتے ہیں سو بار — گھبراہٹ ہوتی ہے حساب کتاب کرتے ہیں۔ کیا دوں کیا نہ دوں — دیا تو کیا ہوگا — کیا نہ ہوگا — یہ جو کیا کیا نے کھا لیا ہے —

حضور ﷺ نے فرمایا بخیل اللہ کا دوست نہیں ہوتا۔ اور سخی اللہ کا دوست ہوتا ہے خواہ گنہگار ہی کیوں نہ ہو — حدیث میں آتا ہے فرمایا — السخی حبیب اللہ ولو کان فاسقا۔ فرمایا جو سخی ہے وہ خدا کا دوست ہے وہ فاسق ہی کیوں نہ ہو — کتنا بڑا گنہگار ہی کیوں نہ ہو۔ فرمایا جو سخی ہے۔ بار بار مانگے جو مانگے دے دے۔ سخی تو دوست ہے۔ لوگ عام طور پر دنیا میں خدمت کا پیمانہ یہ رکھتے ہیں۔ دوست جو مانگے وہ دے دیا۔ اور نہیں۔ میں تمہارا دوست ہوں۔ تو آپ ہی کا دوست نہیں مانتے — جو آپ کے لئے کچھ نہ کرے۔ آپ اسے دوست نہیں مانتے! تو وہ مولا ہے۔ (۳۸) سے کیسے مانتا ہے۔ اس لئے اسے پتہ ہے کہ جب دوست ہو جائے گا۔ تو سارا کچھ اسی کو دے دینا ہے۔ اس لئے وہ چیک کرتا ہے کہ وہ سارا کچھ دینے والا ہے یا نہیں۔ دوست ہو جائے گا تو سارا کچھ اسی کو دے دینا ہے — جو ہے گا وہی کچھ ہوتا جائے گا۔ تمہارا رہنا سارا کچھ ہے — جس نے سارا کچھ دے دینا ہے وہ پہلے چیک کرتا ہے کہ خود بھی اس قابل ہے کہ نہیں۔ اس سے مانگو تو سارا کچھ نہیں دے دیتا ہے کہ نہیں۔ سیدنا ابراہیم کی اس لئے بھی۔ کہ بیٹا مانگ لیا ہے۔ بہت لوگ بیٹے ہیں پر دینے کے طریقے ہوتے ہیں۔ لیکن کوئی اس طریقے سے بھی کوئی دیتا ہے کہ اپنے ہاتھ سے لٹا کر ذبح کرے — آپ ذرا سوچیں ذرا تصور ہی کریں۔ کون کر سکتا ہے۔ حضرت شیخ احمد شہید نام کے بڑے اولیاء اللہ میں — ہو گزرے۔ امام نبہانی نے جامع کرامات الاولیاء میں ان کا ذکر کیا ہے۔ ان کو ایک بیٹا اللہ نے عطا کیا۔ دو سال کا چھوٹا بیٹا تھا۔ بڑا پیارا تھا۔ وہ تو دل اور ہر وقت ان کے ساتھ

M T W T F S S — Memo No ______ Date / /

عاری کا شکر۔

کوئی نہ کوئی تکلیف لگی رہتی تھی۔ ماں کا جینا مرنا اسی کے ساتھ ہوتا ہے۔ ایک ہی بیٹا ہے۔ تھوڑی سی عمر تھی کہ بچپن میں۔ اس کا بلاوا آ گیا۔ بڑے علاج کیے تو موت کا وقت قریب آ گیا۔ جب آ کے بار بار دیکھتی تو تو کہتے اللہ شکر کرے گا۔ چلتے چلتے جب حالت نزع طاری ہو گئی ہے پھر آنکھیں پھر گئیں نبض ڈوب گئی۔ اور موت آ گئی۔ ملک الموت روح قبض کرنے کے لیے پہنچ گئے۔ وہ جا کے شوہر کے قدموں پہ گر پڑی۔ اور چیخی۔ اس نے کہا آپ کی محبت تو ادھر ہے۔ آپ کا گزارہ تو ہو جائے گا۔ میں کہاں جاؤں۔ میری تو زندگی یہی ہے۔ مجھے پہلے مار دیں میں اس سے پہلے مر جاؤں۔ ساری زندگی میں مجھے ایک ہی پھول ملا ہے۔ آج وہ بھی دیکھتے دیکھتے جا رہا ہے۔ اور آپ بیٹھے ہیں۔ بس آپ تو ہیں بیٹھے ہیں۔ خدا کے لیے چلو میری زوجیت کا ایک ہی حق ادا کر دیں۔ میرا بیٹا بچا لیں۔ بس میری یہی بدلا عطا کر دیں۔ آپ متوجہ ہوئے۔ گیا ہے۔ حالت نزع میں دیکھا۔ بیٹے کو جب دیکھا تو روح قبض ہونے لگی۔ سامنے نگاہ اٹھائی تو ملک الموت کھڑا ہے۔ تو وہیں دہل گئے۔ حضرت شیخ احمد سرہندی بیٹا ہی پھسل گئے۔ بیوی کی آہ و زاری دیکھی۔ بیٹے کا تڑپنا دیکھا۔ ملک الموت کا پہنچنا دیکھا۔ تو فوری جلال میں آ گئے۔ فرمایا اے ملک الموت لوٹ جا رب کی طرف اس کی موت کا حکم منسوخ ہو گیا۔ دعا نہیں کی۔ کہ باری تعالیٰ ایسے کر دے۔ نہیں۔ فرمایا اس کی موت کا وقت ٹل گیا۔ جن کو خدا اپنا بنا لیتا ہے پھر جو زبان سے کہتے ہیں وہی کچھ ہوتا ہے۔ منہ سے جو نکل گیا منسوخ ہو گیا۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود — گرچہ از حلقوم عبداللہ بود۔

اللہ کا سننا اللہ کا سنا۔ بات اگرچہ نکلی اللہ کے بندے کے منہ سے ہے۔ مگر حکم اس کا ہو جاتا ہے۔ بیٹے کو کون بچا کر ذبح کرتا ہے۔ تو بیٹے کو ملک الموت کے سامنے تڑپتا دیکھا۔ پھسل گئے۔ منسوخ کر دیا۔ لا ثبت ابن۔ مگر اس لاش پہ ہزار رحمان لات ہے۔ بیٹے کی محبت غالب آ گئی۔ اسی لیے آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ اولاد کی محبت آزمائش ہے۔

مسجد نبوی کے منبر پر خطبہ دے رہے ہیں۔ امام حسین چھوٹے سے بچے سر پہ جوڑا پہنا ہوا سیڑھیوں کو تاڑ نے۔ میں تو بچہ سر پہ جوڑے کا لشکر ہے آنکھوں میں گرتا رہتا ہوں۔ پہنا کے بھیج

Memo No
M T W T F S S Date / /

دیا کہ بابا سے مل آ۔ جب مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔ تو آقا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ جب دیکھا تو
خطبہ روک دیا ممبر پر۔ اتر آئے اور حسین کو اٹھا لیا۔ بٹھا لیا۔ اور فرمایا۔ اللہ نے سچ فرمایا اولاد کی
محبت فتنہ ہے۔ اور فرمانے لگے کہ لوگو۔ بات یہ ہوئی۔ میں نے حسین کو دیکھا چلتے ہوئے لڑکھڑا رہے
تھے۔ چھوٹی عمر ہی ہے۔ مجھے ڈر لگا کہ کہیں گر نہ جائے۔ چوٹ نہ لگ جائے۔ میں رہ نہ آپ
کو سنبھالا نہیں رکا۔ میں نے خطبہ چھوڑ کے خطبہ کے دوران اٹھا لیا ہے۔

جب ابراہیمؑ نے بیٹے کو پال پال کے جوانی تک پہنچایا۔ خود فرمایا اے ابراہیم تو کتنا سخی ہے
مولا تو حکم کر۔ فرمایا اس بیٹے کو اس محبت کو اپنی آنکھوں کے سامنے ذبح کر دے۔ ذبح کر دیا
اس مقام پر پہنچے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وفدیناہ بذبح عظیم۔ پھر اس کو ذبح عظیم سے فدیہ
کر دیا۔ اور یہ کوئی چھوٹی بات نہ تھی۔ فرمایا وترکنا علیہ فی الآخرین۔ قیامت تک جتنی تو بھی گزرا
اور ان کی بڑی بڑی سنتیں ہوں گی۔ مگر یہ کوئی اتنی سنت چار ہزار سال گزر گئے۔ تاجدار
کائنات کی امت۔ سب امتوں کی سردار۔ ہر کوئی ذبح کرتا ہے بکرا، جانور۔ یہ سنت
ابراہیم کی یاد منائی جاتی ہے۔ یہی ہماری عید الاضحیٰ ہے۔ اللہ کو ان کی سعادت اتنی
پیاری لگی کہ قیامت کے دن تک اس کو محفوظ کر لیا۔ فرمایا اسماعیل کو جو جوش ہے یہ
ابراہیم کے پھول سے نکلا ہو۔ (۲) قدرتی کا رشتہ ہے۔ وہ بار رضا اسماعیل کی ہے کہ اسماعیل کا
پھول سے رضا کا رس لے لو۔ آپ کو پتہ چل جائے کہ اگر اس سلوک پر چلنا ہے۔
اگر اس سے قدرتی کرنا ہے۔ تصوف تجھے پڑھنے کا نام ہے۔ کیونکہ یہ کس کا نام ہے۔
جبہ قبہ کا نام ہے کہ یہ شکل و صورت کا نام ہے کہ درویش کیا ہے۔ تجربے و علم کا نام
ہے علم کا نام ہے۔ سب چیزوں کی اہمیت اپنی جگہ پر ہے۔ مگر کوئی شے اس کی درستی
نہیں ہے۔ تو تصوف کی آٹھ خصلتوں میں پہلا ابراہیم۔ اور رضائے اسماعیل۔
اسماعیل کی رضا کیسے فرمایا انظر ماذا تریٰ۔ بیٹے اسماعیل اب بتا تیری کیا رضا کیا ہے کہ اب
ان کی رضا کی بات آ رہی ہے۔ تو جواب دیتے ہیں یا ابت افعل ما تؤمر۔ ابا جان جو بیٹے
پھول ہے۔ جو بیٹے کی بھی دیر سویر رہا ہے۔ جس کا حکم ہوا ہے ابا جان کر گزریے

M T W T F S S — Memo No ____ Date / /

بیٹا ہے کوئی بات ایسا۔ استخارہ کر کے دیکھیں کہ بیٹے کو ذبح کرنا تو شریعت میں جائز نہیں
نہیں ہے۔ اللہ پاک نے چاہتے کیا ہے۔ یہ نہیں کہا کہ الہام سے تعبیر ہو رہی ہے۔ تھا۔ عرض کیا
اے ابا جان کر دیجئے۔ جو حکم ہو رہا ہے تو کیا ہو گا ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین۔
رضا پہ کم لیٹ گئے۔ یہ نہیں فرمایا کہ میں صبر کروں گا۔ رضا میں ادب دیکھو۔ یہ نہیں
فرمایا میں صبر کروں گا۔ اگر یہ فرماتے کہ میں صبر کروں گا۔ تو اس میں تو کچھ کا بیان آ جاتا۔
اور قربانی کا ہو رہا ہے۔ اور قربانی میں میں نہیں رہتی ___ میں بھی تو قربان ہو رہا ہے نا ___
اس میں کسی نے بھی اپنا ذکر بطور رضا فائل نہیں کیا۔ اپنے آپ کو صابروں کا ذکر کر کے ان
میں اپنے آپ کو گم کر دیا۔ اپنی انفرادیت بھی گم کر دی کا۔ اپنا ہونا صابروں میں ضم کر دیا۔
یہ نہیں فرمایا کہ میں صبر کروں گا جتنا ہو سکے گا کوشش کروں گا۔ ستجدنی۔ پیچھے
لے گئے اپنے آپ کو گم کر دیا ___ کاملیت نے اپنے آپ کو مٹا لیا۔ اور فرمایا ابا جان
یہ جو صابر لوگ ہوتے ہیں نا ___ ان صبر کرنے والوں کی صفوں میں میں بھی کہیں چھپا
جاؤں گا ___ اس لیے علامہ نے کہا تھا ___ یہ فیضان کرم تھا
یا بیت اسمٰعیل کا شوہر تھا ___ یہ رضا ہے۔ ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین۔ یہ ادب ہے۔ اور تصوف
اس ادب اور رضا کا نام ہے۔ تصوف اس رضا آ جائے ایسا ادب آ جائے ___ اس
کو تصوف کہتے ہیں ___ ایسی رضا اور ایسا ادب ___ اپنے صبر کرنے کا بھی ذکر نہیں اپنے
آپ کو گم کر کے ___ صابروں میں ضم کر دیا ___ یہ ہوتی ہے انتہا اور رضا۔ یہ نقطہ جو بیان
کیا ہے میں نے ادب کا۔ نام کو بھی گم کر دیا۔ (۳) شرم ایک صبر۔ حضرت ایوب
کا۔ صبر بھی کیا بعض روایات میں اٹھارہ سال کی بیماری۔ بعض روایات میں 24
سال کا ذکر۔ بعض میں 36 سال کی علالت ___ طویل زمانے میں بیماری میں۔
اور درد انگیز بیماری میں گزرا۔ ایک صبر اور ادب۔ اگر ادب اور نہ ہو رضا

رضا نہیں ابتدا سے جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا بھی نہیں =

(۲۶-۲۱).

Memo No ______
M T W T F S S   Date / /

سخی اور رضا بھی ادب کے ساتھ ہوتی ہے۔

ایک صحابی آئے سونے کی ڈلی لے کر آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں پیش کی کہ یا رسول اللہ خیرات کر دیں۔ حضور پرنور کے پاس بھی کچھ تھا۔ سرکار نے ہاتھ کر دیا۔ آپ نے چہرہ انور ادھر کر دیا۔ دوسری مرتبہ اس نے پیش عرض کیا ـــــــ چہرہ انور دوسری جانب۔ تیسری بار آقا نے اس سے ڈلی لے کر پھینک دی کہ خیرات کا لے جاؤ ـــ سخا سے ادب ہی نہیں ہے۔ یہ اونچے درجے کا ادب محبت ہے۔ دوسری طرف دیکھا تو ہیں لاؤ اللہ کی راہ میں۔ سیدنا صدیق اکبر سارا کچھ لے کے آ گئے۔ ان سے آقا علیہ السلام نے پوچھا ہی نہیں تھا۔ کیا سارا کچھ ہی تھا یا کچھ چھوڑ بھی آئے ہو۔ وہ دے رہا ہے ساتھ خود بتا رہا ہے۔ حضور کا کچھ تھا سارا ہی دے دیا ہے ـــ اور سیدنا صدیق اکبر نے بھی اور آپ نے نہیں بتایا۔ کیا لایا ہوں کیا نہیں لایا ہوں۔ اس سے خود پوچھا ہے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ کے آئے ہو۔ عرض کیا حضور گھر والوں کے لیے اللہ اور اس کا رسول چھوڑ کے آیا ہوں۔ ان سے لے لیا۔ کیونکہ وہ سخی بھی جانتے ہیں ادب بھی جانتے ہیں۔ اس نے سخا تو کر دی اور بعد میں رضا نہ رہی ـ دل پہ بوجھ آ گیا تو رضا نہ رہی۔ (خانہ ہیرا)

جب رضا اس مرتبہ سخی تک نہ رہے تو قبول نہیں ہے ـ ادھر رضا بھی تھی سخا بھی تھی ـــ یہ فرق ہے اس لیے بھی ادب ضروری ہے۔

جب سیدنا ایوب علیہ السلام ۳۶ سال تک تکلیف رہی تو صبر کا تو یہ عالم ہے۔ یہ صبر رضا کے ساتھ ہے یہ صبر وفا کے ساتھ ہے جو صبر عشق و محبت کے ساتھ ہے۔ بعض روایات میں آیا کہ جسم سے چھوٹے چھوٹے جراثیم کیڑے وہ کاٹتے تھے اور چیخیں اٹھتی تھیں۔ جب وہ نیچے گر جاتے تو اپنی اٹھا کے صاف کر کے پھر زخم میں رکھ لیتے ـــ اب کوئی تصور کر سکتا ہے اس صبر کا۔ کیونکہ ذہن میں ہے کہ یار کی رضا اس میں ہے کہ زخم رہے تکلیف رہے۔ تو جب یار چاہتا ہے کہ زخم رہے زخم کی پرواہ نہیں تو علم ہے ـــ یہ نہ سوچے تو زخم ٹھیک ہو جائے گا۔ یار اسی راضی ہے کہ زخم رہے۔ اور زخم رہے جو یہ رہیں گے۔ یہ گر گئے زخم تو ٹھیک ہو جائے گا ـــ (30 — 30)

جب وہ چاہے گا ختم کرنا اپنے آپ ختم فرما دے گا۔ تو صبر بھی رضا میں گوندھا ہوا ہے۔ جب ٹھیک ہو گئے صحت یاب ہو گئے تو کسی نے پوچھا ایوب بتاؤ۔ بیماری کا حال بھی دیکھا اور صحت یابی کا دور بھی دیکھا۔ دونوں میں فرق کیا پایا۔ تو فرمایا کرتے تھے کہ تب ملتی اللہ کی لطف تھی۔

KHURRAM PAPER PRODUCTS

M	T	W	T	F	S	S

Memo No ________
Date / /

مگر جو مزا بیماری کے دنوں میں تھا ۔ صحت یابی میں نا پسند آیا ۔ کسی نے پوچھا کیا مزا تھا ۔ فرمایا
جب درد کی چیخیں اٹھتی تھیں ۔ درد کی شدت بڑھتی تھی صبح و شام تو اس وقت باری تعالیٰ
پوچھتا تھا ۔ ایوب درد بہت زیادہ ہے کہ تھوڑا ہے ۔ اس کا جو پوچھنا ہے بس اس میں ساری
رات بسر ہو جاتی تھی ۔ فرمانے لگے جب سے صحت یابی ہوئی باری نے پوچھنا چھوڑ دیا ہے جب سے
درد اور زخم کا دھیان تو ناپسند رہتا تھا ۔
اسی طرح حضرت میاں میر کا قصہ ہوا ان کو کالی کھانسی لگی ۔ میاں میر کو ۲۵ اکتوبر ۹۵ ۳۰ ۲
ماں نے دعا کروائی ـــ ہمیں یوں لگ کر ـــ رات آ کر کھانسی سنائی ۔ حضرت
یہ جو سنا ہے یہ ہدیہ ہے حضرت ایوب پر فرمایا ۔ اب اس دن سے نا پسند تو پوچھا ۔
یہ ہوا کہ ـــ کہا کہ ان کے صبر کا رس ساتھ لو ۔ حضرت ایوب جیسا ـــــــ
دل میں تک چلے ـــــ تو صبر کا اجر اللہ رب العالمین دیکھا ۔ مگر اس کے بعد
کا رس لے لو ۔

QARI MUHAMMAD ABBAS
Naqashbandi Chishti Qadri Suharverdi
09 OCT 2018
Chak 365/E.B Burewala District Vehari
Mob:0334-7632...

۱۱ ـ ۶ ـ ۲۰۱۸
۲۶ ـ ۱ ـ ۱۴۳۹
بروز پیر
۸ ـ ۳ ـ ۹۹

۰۴-۰۴-۱۱ جامع مسجد داتا گنج بخش علی ہجویری لاہور

(B) سیدنا جبرائیل امین نے آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں صحابہ کرام کی مجلس میں سوال کیا کہ ایمان کیا
ہے۔ آقا علیہ السلام نے اس سوال کے جواب میں عقیدہ بیان فرمایا۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اسلام
کیا ہے۔ اس سوال کے جواب میں آقا علیہ السلام نے اسلام کے جو اعمال ہیں۔ جنہیں ارکانِ
خمسہ کہتے ہیں۔ یعنی اعمال بیان فرمائے۔ پھر پوچھا یا رسول اللہ ﷺ احسان کیا ہے۔ اس سوال کے
جواب میں۔ آقا نے حقیقت تصوف بیان فرمائی۔ احسان یہ ہے کہ تو عبادت یوں کرے۔
کہ گویا اس کے جلوے کا دیدار کر رہا ہے کہ اس کے حسنِ لازوال کا دیدار کر رہا ہے۔ سمجھانا مقصود
یہ ہے۔ کہ آقا علیہ السلام نے عقیدہ کا عنوان قائم کر دیا۔ اسلام کو آقا علیہ السلام نے اعمال
فرمانبرداری کا عنوان قرار دے دیا۔ دو چیزوں میں فرق ہو گیا۔ اور اس جب قرآن مجید کی آیت
کریمہ کو ملا کر پڑھیں۔ اس حدیث کو جو بخاری اور مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے۔ کہ جب
فرمایا خود کو جب ابھی مسلم کہ لو مومن نہ کہو۔ تو اس سے پتہ چلا۔ کہ اسلام کے اعمال
پر۔ عمل درآمد کرتے ہوئے بھی۔ اور عمل فرمانبرداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے بھی۔ انسان
میں ابھی فاصلہ رہ جاتا ہے۔ کہ وہ مومن کہلائے۔ یا اسے مومن قرار دیا جائے۔ (۱۱-۲)
جب عقیدہ درست نہ ہو۔ تو فرمانبرداری بھی اسے مومن نہیں بنا۔ عقیدہ میں خلل ہو تو ارکان
خمسہ پانچوں ارکانِ اسلام پر عمل کر کے بھی مومن نہیں بن سکتا۔ اب اس کو آگے لے کر چلیے
میں اس بات کو۔ جب یہ بات فرما دی۔ اس میں سوال پیدا ہوا۔ کہ یہ ایمان کیا ہے۔ یہاں
یہ بات ذہن نشین فرما لیں۔ آقا علیہ السلام نے اور وضاحت فرما دی۔ آقا علیہ السلام
نے فرمایا حدیث پاک ہے۔ لوگوں پر ایسا زمانہ بھی آئے گا۔ کہ وہ کثرت کے ساتھ اللہ کی مسجدوں
میں جمع ہوں گے۔ مسجدوں میں کوئی کاروبار کے لیے نہیں بیٹھتا۔ مسجد میں جو بھی آتا ہے۔ نماز و عبادت
کے لیے بیٹھتا ہے۔ فرمایا یجتمعون فی المساجد ولیس فیہم مومن۔ مسجدوں میں اکٹھے تو ہوں گے
۔ مگر مومن ایک بھی نہیں ہو گا۔ سوچو لوگ بہت کثرت کے ساتھ مسجدوں میں جائیں
اور مسجدوں میں اجتماع کریں۔ اور گلی گلی کوچے کوچے لوگوں کو مسجدوں میں گھیر کر لے آئیں اس

Memo No
M T W T F S S
Date / /

تو مسجدوں میں پایا جانا۔ مومن ہونے کی علامت نہیں ہے۔ یہ بات میں نے اجتہاد کی بات نہیں کی ہے میں نے آقا علیہ السلام کی حدیث سنا دی ہے آپ کو۔ اب چونکہ وقت کم ہے میں حدیثوں کے حوالے دینے لگوں تو وقت صرف ہو جائے گا۔

تو فرمایا مسجدوں میں مجتمع ہوں گے۔ مگر ان میں ایک بھی مومن نہ ہوگا۔ آگے چلیے آقا علیہ السلام تشریف فرما ہیں۔ صحابہ کرام کی مجلس۔ آقا علیہ السلام نے دارمی کی حدیث ہے مشکوٰۃ شریف سے بیان کر رہا ہوں۔ نبی پاک نے صحابہ کرام سے پوچھا۔ عمرو بن شعیب بیان کرتے ہیں۔ اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا۔ نبی پاک نے پوچھا کہ سب سے اعلیٰ اعلان جو تمہیں حیران کر دے۔ سب سے اعلیٰ ترین ایمان کس کا ہے آقا علیہ السلام نے صحابہ کرام سے پوچھا۔ قالوا الملائکہ۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرشتوں کا۔ فرمایا عجیب تر ان کا ایمان کیسے ہو گیا۔ پہلے بھی گزرا ہے۔ آقا نے فرمایا عجیب ان کا ہوگا۔ عاشقوں کا ہوگا۔ آقا علیہ السلام نے مبارک باد دی۔ امام احمد بن حنبل نے مسند میں روایت کیا۔ مبارک ہو ان کو جنہوں نے مجھے دیکھا اور ایمان لائے۔ کیا ہم سے بہتر بھی ہے آپ کی امت میں۔ فرمایا ہاں تم سے بھی بہتر ہے۔

ایک اور حدیث کہ صبح صبح نبی پاک کو زید بن حارثہ ملے۔ کیف اصبحت یعنی صبح کیسے ہوئی۔ اور یاد رکھیں۔ تصوف کی روح اور تصوف کی حقیقت سمجھانے کے لیے حضور داتا صاحب نے کشف المحجوب میں یہ بیان شروع کیا ہے۔ اس کی ابتداء بھی اسی حدیث سے کی ہے۔ اسی حدیث سے روح تصوف کو سمجھنا ہے کہ آقا نے فرمایا تیری صبح کیسے ہوئی ہے۔ عرض کی اصبحت مؤمنا حقا۔ میں نے صبح اس حال میں کی کہ میں مومن تھا۔ اس پر آقا علیہ السلام نے فرمایا اے زید غور کر کیا کہہ رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ایمان اتنا سستا شئے نہیں ہے۔ صحابی کہہ رہا ہے۔ آقا نے فرمایا ہر شئے کی ایک حقیقت ہوتی ہے۔ بے حقیقت کوئی شئے نہیں ہوتی۔ تمہارا ایمان کی حقیقت کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ نکلا کہ خالی دعویٰ ایمان سے بات نہیں بنتی۔ ایمان اگر از خالی حقیقت ہے۔ تو دعویٰ ایمان باطل ہے جب ایمان حقیقت

M T W T F S S — Memo No — Date / /

بن جائے گا۔ تو دعویٰ کیا۔ میں عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ حقیقت ایمان کیا ہے۔ اور ان کی
زبان پاک سے بتانا چاہتا ہوں۔ جو ایمان عطا کرنے والے۔ جو خود ایمان ہیں۔ حضرت
ابوہریرہ نے روایت کی ہے۔ اور مسلم میں حدیث ہے۔ جو محبت کرتا ہوگا۔
ان کی ایمان کی حقیقت کیا ہوگی۔ جس کو محبوب سے عشق کرتا ہوگا۔ اور ان
میں سے ہر ایک کی آرزو یہ ہوگی۔ کہ میرا بیٹا میرا سب کچھ آقا پر۔ جان باپ سب کچھ قربان کر دوں۔
ان کے ایمان کی حقیقت عشق ہوگی۔ ہر بندہ چاہتا ہوگا زبانِ حال سے لوگوں یا اہلیہ و مال
میرا سب کچھ آقا پر سب کچھ قربان کر دوں۔ اس کیفیت میں کوئی ہوگا۔ فرمایا یہ وہ لوگ
ہوں گے جن کا ایمان عجیب ترین ہوگا۔ تو آقا علیہ السلام نے ایمان کی حقیقت اعمال کو قرار نہیں
دیا۔ اپنی محبت اور عشق کو قرار دیا۔ یہ وجہ ہے صحیح بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی،
ابن ماجہ۔ اور دیگر کتب حدیث میں۔ یہ حدیث کثرت کے ساتھ مختلف طرق اور روایات
اسناد کے ساتھ آئی ہے۔ کہ آقا علیہ السلام مال غنیمت تقسیم فرما رہے ہیں۔ ایک شخص نے
آ کر بے ادبی کی۔ سیدنا فاروق اعظم تلوار لے کر کھڑے ہو گئے۔ اس کی قوم کی کیفیات —
تو بتا دیا کہ نماز اور پڑھنے سے ایمان کی حفاظت کی ضمانت نہیں ملتی۔ محض روزے رکھنے
سے۔ محض نیک اعمال کرنے سے۔ محض وضع قطع سے ایمان کی حفاظت نہیں۔ ایمان عمل
کا نام نہیں۔ مصطفیٰ کی محبت اور مصطفیٰ کے ادب کا نام ہے۔ عشق مصطفیٰ ہے۔ اور ادب
مصطفیٰ ہے۔ تو ایمان کی حقیقت ہے۔ اگر دل عشق مصطفیٰ سے خالی ہیں تو سارے اعمال
بے فیض کا اعمدہ ہو جائیں گے۔ صحابہ کرام کے پاس یہی راز تھا۔ عاشق تو تھے
ہی۔ ان کے ادب کا عالم یہ تھا۔ کہ براء بن عازب سے کسی نے پوچھا۔ کہ بتاؤ حضور
علیہ السلام نے قربانی کے لیے کن جانوروں کو منع فرمایا۔ اور کن جانوروں کی اجازت ہے۔ یہ
وہ چار جانوروں کا ذکر کرنے لگے اور کہنے لگے۔ آقا علیہ السلام نے اس طرح انگلیاں کر کے چار بتائے
گنوائے۔ صحابی سوال کے جواب میں۔ وہی بات بتانے لگے۔ کہ اس طرح چار جانور چھوڑ
گنوائے۔ اپنی بات کرتے نہیں (بولو) کوئی گستاخی ہو جائے۔ مگر صحابہ کرام عشق اور

Memo No
M T W T F S S
Date / /

ادب کے مقام پر تھے۔ کچھ پیار بھی ہے اِن کا شائبہ تھا۔ اتنی بات کہہ کر انہیں خیال آیا کہ یہ ارشاد رہ جائے گا کہ مثل انگلیوں کا۔ یعنی یہ حضور کی انگلیوں کی برابری ہو سکتی جاتی ہے۔ ساتھ ہی کہہ دیا کہ میری یہ انگلیاں حضور کی انگلیوں سے چھوٹی ہیں۔ یہ ادب کا عالم ہے حضرت عباس حضور کے چچا۔ کسی نے اُن سے پوچھا۔ حضرت صدیق اکبر سے پوچھا۔ حضرت عباس کی سے کسی نے پوچھا۔ عمر میں آپ بڑے ہیں یا حضور بڑے ہیں۔ چچا عباسؓ نے جواب دیتے ہیں انہ اکبر و منی۔ فرمایا بڑے تو وہی ہیں میں پہلے آیا۔ بس میں پیدا پہلے ہو گیا تھا۔

صحابہ کرام غلط لفظ بھی استعمال نہ کرتے تھے۔ ایک اونٹ آیا اور حضور کو سجدہ کیا۔ صحابہ کرام ہو گئے۔ عرض کی آقا جانور سجدہ کریں۔ اور ہم انسان ہو کر سجدہ نہ کریں۔ اجازت دیں ہم سجدہ کریں یہ سوال دلالت کرتا ہے۔ میں ذمہ داری سے کہہ رہا ہوں۔

کہ صحابہ کرام کے دل میں۔ محبت اور عشق کا عالم یہ تھا۔ کہ دل ہر وقت سجدہ کرنے کو مچلتے تھے مگر اجازت نہ تھی۔ حضور نے فرمایا نہیں اجازت نہیں ہے۔ یہ عالم تھا ادب کا۔ آقا علیہ السلام کے ساتھ اُن کا عشق۔ اور اُن کا ادب۔ یہ اُن کا ایمان تھا۔ عبداللہ بن عمرؓ سے کسی نے پوچھا۔ کہ ہم قرآن میں قصر پڑھتے ہیں سفر میں۔ ہم قصر کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔ یہ قرآن میں نہیں ہے۔ کیا کریں اور کیسے کریں۔ ایسے کرتے ہو۔ عبداللہ بن عمرؓ نے جواب دیا کہ کیا سوال کر دیا۔ اس نے کہا ہمارا عقیدہ سن لو۔ ہمارا مشرب سن لو۔ ہمارا مسلک سن لو۔ فرمایا اللہ نے ہمارے اندر سیدنا محمد ﷺ بھیج دیا۔ بس ہم حضور کو جانتے ہیں اور کچھ نہیں جانتے۔ بس حضور کو دیکھتے تھے۔ بس یہی ہمارا دین ہے۔

حقیقت ایمان۔ عمل اضافے کا باعث بنتے ہیں ایمان میں۔ عمل تقویت کا باعث بنتے ہیں۔ ایمان کے درجے کی بلندی کا باعث بنتے ہیں۔ (۲۶-۵۷) عمل کم ہو جاتے تو نقصان کا باعث بنتے ہیں مگر ایمان کی حقیقت عمل اور شے میں نہیں ہے۔ ایمان کی حقیقت نہ علم میں ہے نہ عمل میں ہے۔ ایمان کی حقیقت مصطفیٰ کے عشق میں ہے۔ تو حضور سے تعلق علمی بھی نہیں ہے حقیقت ایمان حضور سے تعلق علم ہے۔ تعلق حکم ہے۔ بلکہ تعلق عشق ہے۔ اِن کا ایمان

212

M	T	W	T	F	S	S

Memo No ________

Date / /

محفوظ ہو گیا ـ مبارک ہو آپ کو کیونکہ حضور داتا صاحب ؒ اسد اور ... کا نعلین کے قدموں کی صورت میں ۔

آپ کو مبارک عقیدہ جس میں رسول کے عشق محبت کی ادب سے خلافت سرفراز ہو گئی ماشاء اللہ ان قدموں

ہے آپ کو والسلام الحمد للہ اور ... کے عشق اللہ اور رسول کا اصل نسبت ہے ـ

Mubbad

۱۸ — ۴ — ۲۰۱۸

۵ — ۱۰ — ۱۴۳۹

پیر

۸ — ۲۹ — ۳۰۲ — AM —

۲۸۶ ورفعنا لک ذکرک : 07-08-1998 عزیزانِ محترم - اللہ رب العزت کا شکر ہے۔ جس کی توفیق سے ہم اہلِ ایمان اور اسلام کے عظیم مرتبے پر فائز ہیں - اور حضور نبی اکرم ﷺ کے ہم غلاموں میں داخل ہیں۔ ماہ ربیع الاول میں - مسجد البلال کی اس عظیم الشان بابرکت محفل ہے -

قرآن مجید میں جو یہ آیت کریمہ تلاوت کی گئی ہے۔ فرمایا۔ ورفعنا لک ذکرک۔ سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ نے اس معنی کی شرح کی ہے۔ فرمایا - کہ اللہ رب العزت کے اس ارشاد کا - کہ ورفعنا لک ذکرک - اور ہم نے آپ کا ذکر - آپ کی خاطر بلند کر دیا۔ اس کا معنی امام جعفر صادق یہ بیان فرماتے ہیں - کہ اللہ رب العزت نے یہ فرمایا ہے - کہ ورفعنا لک ذکرک - اے میرے حبیب مکرم ﷺ میں نے آپ کا ذکر اس طرح بلند کیا ہے کہ آپ کے ذکر کو میں نے اپنا ذکر بنا لیا ہے۔ جعلتک ذکرک ذکری سے - میں نے آپ کے ذکر کو اپنا ذکر بنا لیا ہے۔ اور یوں آپ کے ذکر کو آپ کے لئے بلند کر دیا ہے۔ یہ ایک قول ہے تفسیر کا اس آیت کریمہ کی - جو امام جعفر صادق نے بیان فرمایا ہے۔ اب اس قول کو ذرا سمجھنے کی ضرورت ہے۔ کہ جب کسی کا ذکر کسی کے لئے بلند کیا جاتا ہے۔ مثلاً ایک شخص ملک کا صدر ہے یا وزیر اعظم ہے۔ تو بحیثیت صدر کے اور وزیر اعظم کے۔ اس کا ایک اپنا مقام اور منصب ہے۔ اور اس مقام منصب کی وجہ سے اس کی اپنی ایک شان۔ اور قدر و منزلت ہے۔ اگر کوئی اس کا ذکر بلند کرنا چاہے۔ تو وہ جو اس کی اپنی قدر و منزلت اس کے اپنے منصب اور مقام کی جو حیثیت ہے۔ اگر اس کا ذکر کم درجے کا ہو۔ تو اس کو سمجھیں گے کہ اس کا ذکر بلند کیا - اور اگر اس قدر ہو جس طرح اس کی اپنی قدر و منزلت ہے - اتنا ہی ذکر کر دیا جائے - تو کیا اس کو سمجھا جائے گا کہ اس کا ذکر بلند کر دیا - (۲۶ - ۱)
کیونکہ جتنا آپ نے ذکر کیا - اتنا تو پہلے ہی تھا۔ تو بلندی کیا ہوئی - بلند کرنے کا مطلب ہوتا ہے کسی کو کسی سے اونچا کرنا۔ آپ نے دس فٹ اونچی دیوار بنا لی - دس سال سے جل

M T W T F S S　　Memo No ______ Date / /

آ رہا ہے۔ اب اگر کوئی کہے کہ ہم نے اونچا کر دیا۔ تو تب بات بنے گی نا۔ کہ دس فٹ
بارہ فٹ کر دی جائے۔ یا پندرہ فٹ کر دی جائے۔ تبھی تو کہیں گے نا اونچا کر دیا۔
اگر وہ دس کی دس فٹ ہی رہے۔ اور آپ شور مچاتے پھر رہیں کہ ہم نے دیوار کو اونچا
کر دیا۔ یہ تو بات غلط ہو گی۔ ہو گی یا نہیں۔ ہمارے ہاں ادھر ادارے میں فاروق الحق
ہے۔ یہ نائب قاصد ہے۔ اس کا چھوٹا سا قد ہے۔ اس کو کسی نے کہہ دیا کہ
تمہاری تو شادی ہی نہیں ہو گی۔ تمہارے قد کی مناسبت سے تمہیں رشتہ ہی نہیں ملے
گا۔ اور اگر کوئی رشتہ ملا تمہاری بیوی کا قد تم سے اونچا ہوا۔ شوہر اپنے قد کا۔
بیوی اونچے قد کی ـــ پھر تو تمہارا رعب کم ہی ہو گا۔ اور تمہارے قد کا رشتہ نہیں ملے گا۔
وہ پریشان ہو گیا اس نے کہا کیا کروں ـــ یہ اس کے ساتھ مذاق کر رہا تھے۔
بوتل کو دم کروا دیں کہ قد اونچا ہو جائے۔ وہ اللہ کا بندہ بھولا اس نے بوتل دے کر بھیج
دی۔ دم کرنے کے لئے ـــ اونچا ہونا نیچا ہونا برابر ہونا کس کو کہتے ہیں۔ بلند ہو گیا۔
اب یہ بلند کرنے یا بلند ہونے۔ اتنی آسان سی بات ہے۔ مثال کر کے یوں ہی کھول دیا۔
اس کے سمجھنے میں تو دشواری نہیں ہے نا ـــ (۱۳ــ۳۵)
جب یہ بات طے ہو گئی۔ بلندی وارتفع کو اونچا کیا جائے کسی شے کو۔ تب کہتے ہیں کہ بلند
ہوا۔ تو ورفعنا لک ذکرک نے دکھایا۔ آنحضرت حبیب مکرم ﷺ۔ بلا تشبیہ و بلا مثال۔ زبانِ محبت
ہم نے آپ کا ذکر آپ کے لئے بلند کر دیا۔ اگر یہ ہوتا کہ آپ کا ذکر آپ کی امت کے لئے بلند
کر دیا۔ آپ کا ذکر اوروں کے لئے بلند کر دیا۔ یا ہوتا کہ محض آپ کا ذکر بلند کر دیا۔ تو جس
طرح وہ بلند ہوتا وہ بلند ہونے کا تصور کیا جاتا۔ وہ امت کے حساب سے بلند ہوتا۔
اگر فرمایا جاتا کہ آپ کا ذکر ہم نے آپ کی امت کے لئے بلند کر دیا۔ تو مطلب یہ ہوتا کہ ساری
امت سے بلند ہو گیا ـــ تو تب بھی کچھ بلندی ہوتی ـــ اگر ہوتا کہ ہم نے آپ کا ذکر سب نبیوں
سے بلند کر دیا۔ تو سارے نبیوں سے بلند ہو جاتا ـــ اور بے شک ہے۔ تو تب بھی ورفعنا
لک ذکرک کا مقصد پورا نہ ہوتا۔ کہ سب نبیوں سے بلند ہے۔ اگر ہوتا کہ ہم ساری مخلوق

سے بلند کر دیا۔ یہ لفظ سے تھوڑا لگ جاتا ہے یہ بات سمجھ میں آ جاتی۔ لیکن اللہ پاک نے خصوصی یا ہے ورفعنا لک ذکرک۔ آپ کا ذکر آپ کے لیے بلند کر دیا۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ کا ذکر آپ کا ہمیشہ بلند ہوگا۔ کہ جتنی بلندی حضور علیہ السلام کی اپنی ذات گرامی کو حاصل ہے۔ جتنی بلندی آپ کے منصب کو حاصل ہے۔ آپ کے اپنے مقام کو حاصل ہے۔ آپ کی قدر منزلت کو حاصل ہے۔ وہ ذکر حضور کی اپنی بلندی ہوگی۔ اگر ذکر اس بلندی تک ہو تو بلند نہ ہوا۔ حضور کا ذکر ہوا مگر بلند نہ ہوا۔ مگر حضور کے لیے بلند نہ ہوا۔ حضور کے لیے تب بلند ہوگا۔ کہ حضور کا ذکر حضور سے بھی بلند ہو جائے۔

اب آپ کہیں گے کہ یہ بات آپ نے کیا کہہ دی۔ یہ لفظ ہی سمجھ آنے والا ہے۔ حضور علیہ السلام سے بھی بلند ہو جائے تو کائنات میں مخلوق ہیں۔ کوئی کیا کوئی شے ہے جو حضور سے بھی بلند ہو۔ حضور علیہ السلام خود ساری مخلوق سے بلند ہیں۔ جب عرش معلیٰ پہ حضور علیہ السلام تشریف لے گئے اور عرش معلیٰ عالم خلق کی انتہا ہے۔ وہاں مخلوقات کا عالم ختم ہوتا۔ وہاں عرش معلیٰ ہے۔ اور پھر حضور اس عرش معلیٰ سے بھی اوپر تک بلند ہوئے گئے تو ساری مخلوقات سائیں میں رہے ہیں۔ مقام دنیٰ ہیں اور مقام [illegible] میں ساری مخلوق تو حضور سے نیچے ہیں۔ آپ سے اوپر صرف ایک ہستی ہے اس کا نام خدا ہے۔ مصطفیٰ سے بلند صرف خدا ہے۔ باقی سب کچھ مصطفیٰ سے نیچے ہے۔ اور مصطفیٰ سے بلند فقط خدا ہے۔ اور حضور سب سے بلند ہیں۔ مگر خدا نہیں ہیں۔ خدا حضور سے بلند ہے۔ وہ خالق ہے اور حضور مخلوق ہیں۔ تو مصطفیٰ کو خدا تو نہیں بنایا گیا۔ تو اب فرمایا ورفعنا لک ذکرک۔ اے محبوب آپ کو تو خدا نہیں بنایا۔ مگر میں نے کیا کیا۔ تیرے ذکر کو اتنا بلند کیا۔ کہ مصطفیٰ تو خدا نہ تھا۔ مگر ذکر مصطفیٰ کو ذکر خدا بنا دیا۔ تو بلند ہوا کہ نہیں ذکر۔ اب جو محمد محمد کہے۔ تو اس کے نامۂ اعمال میں اللہ اللہ لکھا جاتا ہے۔ لیکن محمد تو اللہ نہیں ہے۔ اور نہ اللہ محمد ہے۔ وہ خالق ہے یہ مخلوق ہے۔ وہ مالک ہے یہ بندہ ہے۔ مگر یہ کر دیتا ہوں۔ کہ تیرے ذکر کی بلندی کا نشان

M T W T F S S　　Memo No ______　Date / /

یہ ہے کہ جو ساری رات محمد محمد کا ورد کرتا رہتا ہے۔ اس کا نامہ اعمال جب قیامت کے دن
کھلے گا۔ تو لکھا ہوگا کہ ساری رات خدا کا ذکر کرتا رہا ہے۔ تو تیرا ذکر میں نے
اپنا ذکر بنا دیا ہے۔ جَعَلْتُ ذِکْرَکَ ذِکْرِی ۔ یہ مختصر سا فقرہ جملہ ہے امام
جعفر صادق کا۔ مگر اس کے اندر کتنا سمندر چھپا ہوا ہے۔ یہ جو بات میں نے کہی ہے
یہ سارے محققین نے نہیں کہی ہے۔ انہوں نے صرف قول لکھ دیا اور آگے چل پڑے۔
قاضی عیاض نے بھی قول لکھ دیا اور آگے چل پڑے۔ ملا علی قاری نے قول لکھ دیا اور آگے چل
پڑے۔ جتنے بھی شارحین شفا ہیں۔ یا آئمہ ہیں قول لکھا اور آگے چل پڑے۔ یہ
باریک بات ہے کھولا نہیں ہے۔ کیونکہ کھولنے میں خطرے ہیں۔ کہ جعلت ذکرک
ذکری کا معنی ہے ـــــ فرمایا آپ کے ذکر کو آپ کے لیے بلند کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ
کے ذکر کو میں نے اپنا ذکر بنا لیا ہے ـــــ اس لیے خواجہ غلام فرید کہتے ہیں نا۔

محمد محمد کہہ بندیاں گزر گئی ۔ احد نال احد رلیندیاں گزر گئی۔

یہ توحید کا مقام ہے۔ اور آپ کے ذکر کو میں نے اپنا ذکر بنا دیا ہے۔ یعنی جو
محمد محمد کرے گا وہ اللہ اللہ کا اجر پائے گا۔ اور جو محمد میں فنا ہوگا۔ وہ فنا
فی اللہ ہوگا۔ اور جو حضور کا ہوگا وہ خدا کا ہوگا۔ جو حضور کی اطاعت کرے گا۔
وہ اللہ کی اطاعت کرے گا۔ اور جو حضور سے محبت کرے گا وہ اللہ سے محبت کرے
گا۔ جس کو حضور کی قربت مل گئی اسے اللہ کی قربت مل گئی۔ جسے حضور کی رضا
مل گئی اسے اللہ کی رضا مل گئی۔ جس کو حضور مل گئے۔ اسے خدا مل گیا۔
یہ ورفعنا لک ذکرک کا معنیٰ ہے۔ کہ حضور کے ذکر کو اللہ نے اپنا ذکر بنا دیا۔
ایک معروف حدیث ہے حدیث قدسی۔ اس آیت کی تفسیر میں تمام مفسرین علماء
بیان کرتے ہیں۔ اذا ذکرت ذکرت معی ۔ یہ تفسیر کا اول درجہ ہے۔ امام جعفر صادق
نے اس سے اونچے درجے کی بات کی ہے۔ پہلا درجہ جہاں میرا ذکر ہوگا وہاں تمہارا
ذکر ہوگا۔ جہاں تیرا ذکر ہوگا۔ تو وہاں ذکر دو نہیں الگ ہوا۔ یہ نہیں کہ ساتھ ساتھ

یہاں میرا ذکر ہوگا وہاں تیرا ذکر ہوگا۔ تو ذکر تو دو الگ ہوئے نا۔ مگر ان کو
دو الگ رکھا نہیں۔ یہ ایک درجہ تھا۔ اب اس کے اوپر کے درجے کی بات ہے کہ
محبوب اب میرے اور تیرے ذکر کا فرق ہٹا دیا گیا۔ محبوب اب تیرا ذکر میرا ذکر ہوگا۔
یہ نہیں کہا کہ میرا ذکر تیرا ذکر ہوگا۔ یہ نہیں کہا بلکہ تیرے ذکر کو ذکر کہ
کہ میں نے اپنا ذکر تیرا ذکر بنا دیا ہے۔ اگر یہ بات ہو جاتی نا۔ تو لوگ محمد محمد
جپنا ہی چھوڑ دیتے۔ لوگ کہتے یا اللہ یا اللہ۔ یا رسول اللہ یا محمد کہنے کی ضرورت
ہی نہیں۔ اللہ اللہ کرتے رہیں تو خود حضور کا ذکر بھی ہو جائے گا۔
لیکن نہیں الحمد اس محبت کو یہ بات گوارہ نہیں ہوگی۔ کہ اگر میں نے یہ اصول
بنا دیا۔ تو لوگ میرے محبوب کا ذکر چھوڑ دیں گے۔ میرا ذکر کرنے لگ جائیں گے
الحمد اصل میں میرے ذکر میں میرے محبوب کو بھی ذکر کیا گیا۔ فرمایا خبردار اس
راستے پر نہ آؤ۔ میں نے اپنا ذکر مصطفیٰ کا ذکر نہیں بنایا۔ بلکہ مصطفیٰ کے ذکر
خدا کا ذکر بنایا ہے (۱۵ سے ۲۰) جو صرف اللہ اللہ کرے گا اسے صرف اللہ اللہ کا اجر
ملے گا۔ حضور کا ذکر کرنے کا اجر نہیں ملے گا۔ اور جو محمد محمد کرے گا۔ کیونکہ محمد کا
ذکر ذکر خدا ہے۔ اللہ اللہ کرنے کا ایک اجر ہے۔ محمد محمد کرنے کے دو اجر ہیں۔ کیونکہ حضور
کا ذکر کرنے کا ایک اجر۔ دوسرا اجر یہ حضور کے ذکر کے ذریعے اس نے خدا کا ذکر کیا۔
یہ ذکر مصطفیٰ بھی ہے اور یہ ذکر خدا بھی ہے۔ اس لئے عاشق لوگ کہتے ہیں۔
جو محمد والا ہے وہی خدا والا ہے۔ جو رسول والا ہے وہی خدا والا ہے۔ اور جو درمیان
میں رسول کو چھوڑ کر خدا والا بننا چاہتا ہے۔ اللہ اس کو آؤٹ کر دیتا ہے ۳۱ سے ۲۷
دھکے دے کے نکال دیتا ہے جیسے شیطان کو نکال دیا فاخرج منھا فانک رجیم۔ دفع
ہو جا جو پیغمبر کو چھوڑ کر میرا بننا چاہتا ہے۔ نکل جا۔ اس راستے کا کوئی گیٹ پاس
نہیں ہے۔ محمد محمد کرو اللہ اللہ ہو جائے گی۔ ایک محبت والے عاشق جی بلے بلے
حضرت سلطان باہو رات کے وقت ہل چلا رہے تھے؟ اللہ پاک کا ذکر بھی کر

M T W T F S S

Memo No ______
Date / /

ایک بار رات گزری۔ وہ رستہ بھول گئے اندھیری رات تھی۔ احمد پور سیال جا رہے تھے۔
انہوں نے آواز سنی کہ رات کا وقت ہے اللہ اللہ کر رہا ہے۔ اندر آ گئے حضرت سلطان
باہو رحمۃ اللہ علیہ کے پاس۔ یہ فقیر ہم نے احمد پور جانا ہے۔ ہمیں راہ تو دکھا دے۔ انہوں
نے فرمایا میرے پیچھے آؤ تمہیں پہنچا دیتا ہوں۔ وہ سارے پیچھے ہو گئے سلطان آگے چل پڑے
چند قدم چلے گنبد خضرا کے سامنے کھڑا کر دیا۔ تو وہ گھبرا گئے۔ ہم نے تو احمد پور سیال
جانا تھا۔ فرمایا ہم تو صرف اس احمد پور کو جانتے ہیں۔

نہ رکھ سارا رکھا کر دی میں تے آپے راکھا ہوسی
راکھا جنہوں آکھو تاں ہن نہ آکھو کوئی

QARI MUHAMMAD ...
Naqashbandi Chishti Qadri Suhr...
Chak 365/E.B Burewala District Veh...
Mob: 0334-763...

Muhammad

۲۶—۴—۲۰۱۱
۱۲—۱۰—۱۴۳۶
منگل 9—9—۰۳—PM
8

ولادتِ محمدی ﷺ

Memo No ______
Date / /

M T W T F S S

02-05-04 ، (مینار پاکستان لاہور سیرت کانفرنس)

والنجم اذا ھوی۔ محترم المقام مہمانِ خصوصی۔ علماء جلیلہ عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ۔ اور حاضرین
میلاد النبی ﷺ۔ اللہ رب العزت کا شکر ہے۔ جس کی توفیق سے اس رات کی حاضری جس کو
تاریخ انسانیت میں سب سے بڑی اور بابرکت رات بنایا گیا ہے۔ یہ شب میلادِ رسول ﷺ ہے
میں نے سورۃ النجم کی پہلی آیت کریمہ تلاوت کی ہے۔ اس میں دو لفظ قابلِ توجہ ہیں۔ روشن ستارے
کی جب وہ نیچے اترا۔ اس آیت کریمہ میں لفظ النجم۔ اس میں میلادِ مصطفیٰ ﷺ کا اشارہ ہے۔
اور اذا ھوی میں معراجِ مصطفیٰ ﷺ کا اشارہ ہے۔ ہم سیدنا امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ کے بیان کردہ
معنیٰ سے شروع کرتے ہیں۔ جیسے امام قرطبی نے امام بغوی نے امام آلوسی نے قاضی ثناء
اللہ نے اور بے شمار آئمہ تفسیر نے روایت کیا ہے۔ امام جعفر الصادق فرماتے ہیں کہ اس
آیت کریمہ میں جو لفظ والنجم کہا گیا ہے۔ اس سے مراد سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ اہل عرب کے ہاں لفظ
نجم کے مختلف معانی ہیں۔ معروف مرادی معنیٰ تو آپ جان چکے کہ اس سے مراد
روشن ستارہ ہے۔ اب ہم اس کی اصل معنوی تحقیق کی طرف آتے ہیں۔ النجم عربی زبان
میں کئی معنیٰ اور مطالب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ سب سے پہلا معنیٰ نجم کا اصل ہے
جڑ ہے۔ عربی زبان میں کہا جاتا ہے المتجددین۔ النجم۔ اَلْاَصْلُ یُقَالُ ھٰذَا الْحَدِیْثُ
لَا نَجْمَ لَہٗ۔ جس حدیث کی کوئی اصل نہ ہو۔ بنیاد نہ ہو کہتے ہیں اس حدیث کی نجم
کوئی نہیں ہے۔ یعنی اصل نہیں ہے۔ جس کلام کی کوئی بنیاد اور اصل نہ ہو۔ ھٰذَا الْاَمْرُ
لَا نَجْمَ لَہٗ۔ اس کلام کی کوئی نجم نہیں ہے۔ جڑ اور بنیاد نہیں ہے۔ یہ نجم کا ایک معنیٰ
ہے۔ پہلے میں چار معنیٰ بیان کروں گا اور بعد میں ان معنوں کا اطلاق سمجھاؤں گا۔
لفظ نجم کا ایک معنیٰ آپ سمجھ گئے کہ ہر شے میں اصل ہو۔ جڑ ہو۔ اصل اور جڑ وہ شے
ہوتی ہے۔ جس سے کسی بھی چیز کی ابتداء ہوتی ہے۔ آغاز ہوتا ہے وہ ہر شے کی
بنیاد ہوتی ہے

(۲) دوسرا معنیٰ النجم کا ہے النَّبات۔ چھوٹے نباتات۔ وہ سبز چھوٹے چھوٹے پودے۔ جن کا

M	T	W	T	F	S	S

Memo No ______
Date / /

تنا نہیں ہوتا۔ کسی بھی درخت کا ابتداء جب ہوتا ہے۔ تو وہ نباتات کی شکل میں ہوتا ہے، چھوٹا سا سبزہ اگتا ہے۔ کیاری چھوٹی سی بنتی ہے۔ ایک کلی سی پھوٹتی ہے اور رفتہ رفتہ وہ جوان ہوتا ہے۔ وہ درخت میں بدلتا ہے۔ تو اس کو جمع کیا۔ والنجم والشجر یسجدان۔ کہ نباتات اور درخت سب اللہ کے حکم کے مطیع ہیں۔ اللہ کے فرمانبردار ہیں۔ تو آپ نے دیکھا یہاں نجم کا لفظ ستارے کے معنی میں استعمال نہیں ہوا۔ استعمال ہوا شجر درخت جو تنے والا ہو۔ اور نجم نباتات پودے جو چھوٹے اور نیچے تنے کے بغیر زمین پہ ہوتے ہیں۔ دو معنی ہو گئے۔ تیسرا معنی نجم کا۔

(3) نجم گھاس کو بھی کہتے ہیں۔ خالی گھاس لگا ہے اور وہ پھیلتی چلی جاتی ہے۔ اس گھاس کو بھی عربی میں النجم کہا جاتا ہے۔ اور چوتھا معنی النجم کا۔ چشمہ جس جگہ سے پھوٹتا ہے اور دریا جس جگہ سے پھوٹ کے آگے چلتا ہے۔ اس منبع کو چشمہ یا دریا پھوٹنے کی جگہ کو بھی نجم کہتے ہیں۔ اتنے معانی میں نے بیان کیے ہیں۔ یہ المنجد میں۔ لسان العرب میں۔ (تاج) قاموس میں اور لغت کی تمام کتب میں موجود ہے۔ میں نے تو ان تحقیق آپ کے سامنے پیش کر دی۔ جب آپ چار معانی نجم کے سمجھ گئے۔ اب آئیے آپ اصل مراد کی طرف۔ اور اس آیت کریمہ کے حوالے سے۔ امام جعفر الصادق نے فرمایا کہ نجم محمد مصطفیٰ ہیں ؐ۔ جب نجم سے مراد ذات مصطفیٰ ہو گا۔ اور نجم کے معنی۔ لغت کے معنی چار بیان ہوئے۔ اب ایک ایک کر کے اس معنی کے اطلاق کا جائزہ لیتے ہیں۔ کہ ان لغوی معانی کا تعلق اصل مراد سے کیا ہے۔ اگر نجم سے مراد جڑ ہے۔ اگر نجم سے مراد نباتات ہے۔ اگر نجم سے مراد گھاس ہے۔ اور اگر نجم سے مراد چشمہ اور دریا۔ پھوٹنے کی جگہ ہے۔ تو پھر نجم کا لفظ ذات مصطفیٰ کے لیے کس معنی میں استعمال ہوا۔ یہ وہ بنیادی چیز ہے۔ تو اللہ پاک نے فرمایا والنجم قسم ہے نجم کی۔ جو ذات مصطفیٰ ہے ؐ۔ اور نجم ذات مصطفیٰ کو کہہ کر اللہ تعالیٰ نے یہ بنیاد بیان فرما دی۔ کہ جس طرح نجم ہر چیز کی اصل کو کہتے ہیں۔ ہر چیز کی جڑ کو کہتے ہیں۔

M T W T F S S

Memo No ______
Date / /

تو میرے حبیب میں نے تجھے نجم کی سی شان عطا کی ہے۔ یہ تو ساری کائنات کی اصل ہے۔
میں نے تجھے نجم کائنات بنایا ہے۔ میرے حبیب میں نے آپ کو نجم خلائق بنایا ہے۔ میں
نے آپ کو نجم ارض و سماء بنایا ہے۔ میں نے آپ کو نجم کل خلق بنا دیا ہے۔ یہ ساری
کائنات یہ عرش یہ فرش یہ لوح یہ قلم۔ یہ زمین یہ آسمان یہ ہوائیں یہ فضائیں۔
یہ دریا۔ یہ سمندر۔ (۸۸—۱۱) یہ مشرق یہ مغرب یہ شمال۔ یہ جنوب یہ تحت یہ
فوق یہ جو کچھ میں نے کائنات میں میں نے بنایا ہے۔ خواہ اس کا تعلق عالم بالا
سے ہے۔ خواہ اس کا تعلق عالم پست سے ہے۔ خواہ وہ عالم شجر و حجر سے ہے
خواہ وہ عالم جن سے ہے۔ خواہ وہ عالم انس سے ہے۔ خواہ وہ عالم ملائک سے
ہے۔ میرے محبوب یہ ساری مخلوقات تنے کی طرح ہیں پتا ڈالی کی طرح ہیں۔ پھلوں کی طرح
ہیں۔ پتوں کی طرح ہیں۔ سب کچھ بعد میں بنا۔ اور ساری کائنات کی اصل ساری کائنات
کی جڑ۔ اور ساری کائنات کی بنیاد جس کی ذات سے میں نے ہر شے کی ابتداء کی
وہ وجود مصطفیٰ ہے ؟

اور میرے اللہ پاک نے نجم کو مطلق رکھا۔ مقید نہیں کیا۔ یہ نہیں کہا کہ فلاں شے کا
نجم۔ زمین کا نجم۔ بشروں اور انسانوں کا نجم۔ ملائکہ کا نجم۔ مادہ کا نجم۔ روح
کا نجم۔ نور کا نجم۔ اللہ پاک نے نجم کو مقید نہیں کیا۔ بلکہ مطلق رکھا۔ عربی کا قاعدہ
ہے۔ کہ مطلق محمول ہوتی علی الاطلاق۔ جو مطلق ہوتا ہے اسے محدود نہیں کیا جاتا۔
اگر نجم کی اضافت آجاتی۔ تو حضور اس مخلوق کے خاص حصے کی اصل ہوتے۔ اللہ نے بتایا
کہ محبوب آپ کو نجم بلا اضافت کہا۔ نجم بلا تشدید کہا والنجم۔ مطلق نجم ہے۔ اس کا مطلب
ہے کہ حضور کائنات اور مخلوقات میں جو کچھ ہے۔ ہر شے کی جڑ مصطفیٰ ہیں۔ ساری
کائنات اس کی فرع ہے۔ دوسرا معنی جیسے میں نے عرض کیا۔ وہ ہے نبات۔ والنجم
والشجر یسجدان۔ اب نبات کیا ہوتا ہے۔ نبات ایسا پودا کہ وہ شکل ہوتی ہے۔ جب
اس کا تنا نہیں ہوتا۔ تو حضور کو نجم کہا ہے۔ شجر نہیں کہا۔ شجر اصل نہیں ہوتا۔

M T W T F S S　　Memo No ______ Date / /

شجر اس پودے سے اصل سے نکل کر بعد کی شکل ہوتا ہے۔ جب آپ بیج بوتے ہیں۔
مالی پانی دیتا ہے۔ تو ابتدائی شکل جو نکلتی ہے۔ وہ نباتات ہے۔ نجم ہے۔ وہ نجم جب
بڑھتے بعد میں درخت بنتی ہے۔ تنے بنتے ہیں۔ اس پر شاخیں بنتی ہیں پتے نکلتے
ہیں۔ پھل لگتے ہیں۔ پھول لگتے ہیں۔ تو سب کچھ درخت بعد میں وجود میں آتا ہے۔
اور وہ درخت نکلتا کس سے ہے۔ اس ابتدائی حالت جس کو نجم کہا جاتا ہے۔
تو اللہ پاک نے فرمایا والنجم۔ قسم ہے محبوب ہم جو شجر تخلیق ہے۔ میرے رب
میں نے آپ نجم بنایا ہے شجر تخلیق کا۔ ساری مخلوقات میں کسی کو تنا کا درجہ
دیا۔ کسی کو شاخ کا درجہ دیا۔ کسی کو پتے بنایا۔ کوئی پھل بنا۔ کوئی پھول بنا۔ کوئی
سایہ بنا۔ درخت تخلیق کی ساری شے بعد میں بنی مگر کائنات کی سب سے پہلا وجود
جو عدم سے باہر آیا مصطفےٰ وہ شجر کی ذات تھی۔

(3) نجم نبات گھاس کو بھی کہتے ہیں۔ اب اس معنی کا اطلاق کیا جائے۔ بڑے
غور سے سمجھیں۔ ہر پودا اگر ایک درخت لگائیں گے۔ (14—(4) ۲ تو
ایک ہی درخت لگے گا۔ اگر آپ آم کا درخت لگا دیں۔ تو ایک ہی درخت اگے گا۔ دو
نہیں اگ سکتے۔ سیب کا درخت لگائے گا کوئی۔ تو ایک ہی درخت اگے گا۔ اگر
کائنات میں نباتات میں صرف ایک چیز ہے گھاس کہ مالی گھاس ایک جگہ لگاتا ہے۔
دوبارہ بہت سی جگہوں پر لگانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ گھاس پھیلتی چلی جاتی
ہے۔ جڑ میں پکڑتی چلی جاتی ہے۔ اور ایک جگہ مالی کو گھاس کا پودا لگایا ہوا اور
رفتہ رفتہ پوری کیاری کو پھیل کر بھر دیتا ہے۔ جہاں تک جاتا ہے پھیلتا چلا جاتا ہے۔ دنیا
محبوب بڑی شان نجم کی ہے۔ اس کائنات کے مالی نے رب کائنات نے بڑے نور
کا ایک پودا لگایا۔ عدم تھا کچھ نہ تھا۔ خدا تھا خدا کے سوا کچھ نہ تھا۔ خلق نہ تھی۔
لوح و قلم نہ تھا۔ جن و ملائکہ نہ تھے۔ ہر چیز عدم کے اندھیرے میں تھی۔ اس کائنات کے
مالی نے ایک پودا لگایا۔ اور وہ پودا نور مصطفےٰ کا تھا۔ اس کے بعد پھر اور کوئی۔

لگانے کی ضرورت پڑ گئی۔ اس نورِ مصطفیٰ کے پودے کو لگا کر کائنات کا مالی تخم پھیلاتا گیا۔ تخم سے لوح بھی بن گئی۔ قلم بھی بنتا گیا۔ پھیل کر تخم سے عرش نکلا۔ تخم سے فرش نکلا۔ تخم سے ارض و سما نکلے۔ یہ محبوب تخم تخم کی طرح۔ ایک بڑے نور کا پودا لگایا۔ تخم سے پھیل کر ساری کی کائنات بن گئی۔

پھر جو تخم میں نے بیان کیا۔ ابن منظور کی لسان العرب ہے۔ وہ ہے جہاں سے چشمہ پھوٹے۔ اس کو تخم کہتے ہیں۔ اور فرمایا محبوب تو تخم ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ جتنی سیرابی اس کائنات میں ہوتی ہے۔ اس کا اصل منبع تو ہے۔ سارے چشمے تیرے نور سے پھوٹے ہیں۔ سارے دریا تیرے نور سے نکلے ہیں۔ سارے سمندر تیرے نور سے نکلے ہیں۔ مخلوقات کے سارے وجود تیرے منبع نور سے نکلے ہیں۔ گویا حضور کی ذاتِ اقدس کو رب نے تخم بنا کر ایک ایسا منبع بنایا۔ کہ لوگو کائنات میں جتنی ہریالی نظر آ رہی ہے۔ جتنی سیرابی ہوتی ہے۔ یہ ساری ہریالی۔ ساری برکت کا منبع ہے۔ وجودِ مصطفیٰ کی۔ پانچواں درجہ محبوب تو امی ہے۔ فرمایا الذین یتبعون الرسول

جو لوگ اس رسول کی اتباع کرتے ہیں۔ جو نبی ہیں امی ہیں۔ فرمایا فامنوا باللہ ورسولہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس رسول پر ایمان لاؤ۔ جو نبی امی ہے۔ آقا علیہ السلام کا لفظ لغت دیکھا قرآن کا ترجمہ کرنے والے تفسیریں لکھنے والے۔ قرآن کے درس دینے والے۔ اور نبی کی فکر کی اشاعت کرنے والے۔ بالعموم ان کی نگاہ لفظ امی پر جب پڑی۔ تو سوائے اس کے کہ کہیں سے پڑھے نہیں۔ کسی نے معاذ اللہ اپنی جہالت کی وجہ سے۔ ان پڑھ کر دیا۔ ظلم کیا۔ کفر کیا۔ بد بختی کی۔ گستاخی کی۔ یہ ایک بات ہو گئی۔ جو گستاخی سے بچے۔ ان کی نگاہ یہاں تک پہنچی۔ کہ اللہ کے سوا کسی اور سے نہیں پڑھے۔ اللہ کے سوا کسی استاد سے کسی مدرسے سے نہیں پڑھے۔ لیکن عزیزانِ محترم۔ میں آج آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ لفظ امی جب پڑھیں۔ صرف پڑھنے لکھنے کے چکر میں نہ رہیے۔ اس سے آگے بھی کائنات ہے۔ اللہ نے فرمایا محبوب تجھے بھی امی

امی اُم سے بنا ہے۔ اُم عربی زبان میں اصل اور جڑ کو کہتے ہیں۔ ماں کو عربی میں اُم
کہتے ہیں۔ اس لئے کہتے ہیں۔ کیونکہ ساری اولاد اس کے پیٹ سے جنم لیتی ہے۔
اس لئے وہ اُم ہے۔ دوسری مثال لے۔ ہر شے کا مبداء کو اُم کہتے ہیں۔ یہ قاعدہ ہے۔
اب میں اس کی مثال دیتا ہوں۔ قرآن مجید نے لوح محفوظ کو ام الکتاب کہا ہے۔ فرمایا یمحو
اللہ ما یشاء و یثبت وعندہ ام الکتاب۔ اللہ کے پاس یعنی ام الکتاب:
وہ لوح محفوظ ہے۔ لوح محفوظ کو ام الکتاب اس لئے کہا کہ سارے علم لوح محفوظ سے
نکلے ہیں۔ حتیٰ کہ قرآن بھی۔ لوح محفوظ سے نکالا گیا ہے۔ اور بیت العزت پر پہنچایا گیا۔
وہاں سے زمین پر اتارا گیا۔ چونکہ سارے علم۔ ام الکتاب سے نکلے ہیں۔ اس لئے اس کو ہر علم
کی ماں۔ ہر علم کی اصل اور جڑ۔ ام الکتاب کہتے ہیں۔ امام راغب اصفہانی کہتے ہیں۔ العلوم
کلھا متولدۃ منہ۔ اس لئے کہ سارے کے سارے علم لوح محفوظ سے پیدا ہوئے۔
اس لئے اس کو ام الکتاب کہا جاتا ہے۔ یہ بات سمجھ گئے۔ اب دوسری مثال سن لیں۔
سورۃ فاتحہ۔ اس کو ام القرآن کہتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ پہلی قرآن کی سورۃ ہے۔ جب
آپ قرآن کھولتے ہیں۔ تو قرآن کی ابتداء۔ سورۃ فاتحہ سے ہوتی ہے۔ جہاں سے قرآن کی
کی ابتداء ہوتی ہے۔ اس سورۃ کو ام القرآن کہا۔ یعنی جڑ جہاں سے قرآن کی ابتداء
ہوتی ہے۔ مکہ شریف کی بستی جس کو ام القریٰ کہتے ہیں۔ کتاب انزلنہ مبارک مصدق
ـــ ام القریٰ ومن حولھا۔ یہ وہ کتاب جسے ہم نے نازل کیا۔ پہلی کتابوں کی تصدیق
کرنے والی ہے۔ اور یہ جو لوگ جو ام القریٰ میں ہیں۔ وادی مکہ میں ہیں۔ تاکہ انہیں ایمان
کا ڈر سنائے۔ "اور اس کے اردگرد جو آبادیاں ہیں بستیاں ہیں۔ ان لوگوں کو سنائے۔ تو قرآن نے
مکہ کو ام القریٰ کہا۔ وادیوں کی اُم۔ وادیوں کی ماں۔ وادیوں اور شہروں کی جڑ۔ اب بتاتا ہوں
کیوں کہا۔ اس لئے کہا۔ صحابہ کرام تابعین کہتے ہیں امام قرطبی نے کہا۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے۔ حضرت
عبدالرحمن بن سابط نے۔ امام ابن کثیر نے اور امام سیوطی نے امام شوکانی نے امام طبری نے
یہ روایات بیان کیں۔ حضرت قتادہ نے روایت کیا۔ تمام صحابہ تابعین نے مکہ کو ام

M T W T F S S — Memo No ____ Date / /

القریٰ اس لئے کہا گیا کہ ساری زمین پر پانی تھا۔ اور کوئی خشکی نہ تھی۔ پہلی جگہ جہاں سے پانی خشک 8
ہوا۔ وہ وادی مکہ تھی۔ تو زمین کی ابتداء۔ اس مکہ سے ہوئی۔ پانی سب سے پہلے جس
مقام سے خشک ہوا۔ اور زمین ظاہر ہوئی۔ وہ وادی وادی مکہ ہے۔ یہ ام القریٰ لانھا
لاصل الارض۔ مکہ کو ام القریٰ کہا گیا چونکہ زمین کا سب سے پہلا ابتدائی حصہ ہے جہاں سے آبادی
شروع ہوئی۔ اور زمین کی ابتداء ہوئی۔ امام بغوی فرماتے ہیں۔ ام القریٰ "اصلھا" وبذالک سمیت مکۃ
ام القریٰ لانھا اصل البلاد۔ مکہ کو ام القریٰ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ ساری وادیوں کا مبتداء
ہے۔ اصل ہے۔ مطلب یہ ہے۔ زمین کی ساری آبادیوں کی ابتداء مکہ سے ہوئی تھی۔ اب آپ سمجھ
گئے۔ امام زمخشری کہتے ہیں۔ مکہ ام القریٰ ہے لتقدمها۔ یہ ساری کائنات پر زمین پر جتنی
آبادیاں ہیں۔ ان سے سب سے پہلی آبادی۔ سب سے پہلا زمین کا ٹکڑا۔ اور سب سے
پہلا زمین کو خشک ہونے والا حصہ۔ وہ مکہ ہے۔ تو اس وجہ سے یہ ام القریٰ کا نام بنا۔ اب ام
مکہ بنا۔ ام الکتاب لوح محفوظ بنا۔ ام القرآن فاتحہ بنا۔ ام القریٰ مکہ بنا۔ تو آپ سمجھ گئے۔
کہ جہاں جہاں لفظ ام آیا۔ تو ام کا معنی اولیت ہے۔ ام کا معنی مبداء ہے۔ ام کا
معنی ابتداء ہے۔ تو ابتداء۔ مبداء اصل۔ وہ ہوتی ام ہوتا ہے۔ تو آقا علیہ السلام کو فرمایا النبی
الامی۔ اے میرے محبوب آپ سارے رسول ہیں۔ وہ نبی ہیں۔ جن کو ہم نے سلطان امم عطا فرمایا ہے۔
جس طرح کائنات زمین کی ابتداء مکہ سے ہوئی ہے۔ وہ ام القریٰ بن گیا۔ جس طرح قرآن کی ابتداء 9
فاتحہ سے ہوتی ہے۔ وہ ام القرآن بن گئی۔ جس طرح ہر علم کی ابتداء لوح محفوظ سے ہوتا ہے۔ وہ
ام الکتاب ہو گئی۔ تو میرے محبوب آپ ساری کائنات اور علم موجودات کی ابتداء آپ کے نور
سے ہوئی۔ چونکہ سب سے پہلے طلوع ہوئے۔ اس لئے تجھے امی کا لقب عطا فرمایا ہے۔ یعنی یہ
نور جس کے نور کو سب سے پہلے پیدا کیا گیا۔ جو مبداء کائنات بنا۔ جو اول مخلوقات
بنا۔ جس میں سے ساری کائنات موجودات نکالے گئے۔ وہ شان امیت کا حامل
رسول ہے۔ تو آقا علیہ السلام کے لئے امی کا لفظ فرمایا۔ قال النبی صلعم۔ میرے محبوب
فرمایا دیں ساری کائنات میں سب سے پہلے۔ السلام لدن والامین ہوں۔ سب سے

M T W T F S S — Memo No ____ Date / /

اسی کے حضور جھکنے والا میں ہوا۔ سب سے پہلے کائنات میں اللہ کی فرمانبرداری کرنے والا میں ہوا۔
لوگو۔ اگر حضور کی ابتداء۔ آج سے چودہ سو برس۔ اس ولادت سے لے لی جائے۔ تو پھر
انبیاء بھی حضور سے پہلے تھے۔ ملائکہ بھی پہلے تھے۔ جن بھی پہلے تھے۔ عرش و کرسی بھی پہلے تھے۔ پھر حضور
اول المسلمین کیسے بنے۔ سب سے پہلے جھکنے والے کیسے بنے۔ قرآن کا اشارہ۔ ولہ اسلم من فی
السموات والارض۔ آسمانوں اور زمین کی کائنات میں۔ جو کچھ ہے۔ وہ سب اللہ کے حضور
جھکنے والا ہے۔ تسلیم ہے۔ زمین و آسمان کی کائنات میں۔ لوح ہے قلم ہے عرش ہے فرش
ہے ملائکہ ہے۔ جن ہیں انسان ہیں۔ جو کچھ ہے نوری ہے بشری ہے۔ فرمایا سب لہ اسلم۔
اسی کی فرمانبرداری کرنے والے ہیں۔ تو کائنات کی ابتداء۔ فرش سے عرش تک۔ اللہ کی
فرمانبرداری کرنے والی تسلیم ہے۔ اور فرمایا وبذلک امرت۔ مجھے بتایا گیا ہے۔ انا اول
المسلمین۔ کہ سب سے پہلے فرمانبرداری کرنے والا کائنات میں ہوا۔ تو پتہ چلا۔ کہ عرش
و فرش۔ اللہ کی فرمانبرداری میں کی سب سے پہلے جس کی جبین جبینِ الوہیت
کے سامنے جھکی وہ جبینِ مصطفیٰ تھی۔

جو نور سب سے پہلے جھکا۔ جب سے کائنات کی ابتداء ہوئی۔ ہم میلاد کا ذکر کر رہے ہیں
حضور کی تخلیق سے ولادت تک۔ تخلیق کائنات کا سب سے پہلا خلق حضور
کا نور ~~[illegible]~~ ۔ حضرت ابوہریرہ سوال کرتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ترمذی شریف
میں حدیث ہے۔ فرمایا کہ آپ کے لئے نبوت کب ثابت ہوئی۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا آدم
بین الروح والجسد۔ جب آدم کا وجود بھی نہیں بنا تھا۔ میں اس وقت بھی نبی تھا۔ پھر
حدیث پاک میں ہے۔ حضرت میسرہ الفجر روایت کرتے ہیں۔ یہ بڑی خاص حدیث ہے۔
کہ وجبت لک النبوۃ۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اللہ کے علم میں تھا۔ یہ بات نہیں ہے
متی کنت نبیا۔ آپ کب سے نبی ہیں۔ فرمایا آدم بین الروح والجسد۔ آدم کا ابھی
وجود بھی نہیں بنا تھا۔ میں تب سے نبی ہوا۔ اگر کوئی یہ سمجھے کہ اللہ کے علم میں نبی ہونا
تھا۔ تو پھر حضور کی خصوصیت نہ رہی۔ اللہ کے علم میں تو آدم کا بھی ہونا بھی تھا۔

ابراہیم عیسیٰ موسیٰ کا بھی ہر نبی کا نبی ہونا تھا۔ تو جب ہر ایک کا نبی ہونا اللہ کے علم میں تھا۔ تو پھر
حضور کی خصوصیت کیا ہوئی۔ وہ پوچھ رہے تھے کہ اگر اللہ کے علم میں تو ہر نبی تھا۔
ہر ایک کی نبوت اللہ کے علم میں تھی۔ ہم پوچھتے ہیں کہ آپ کب نبی بنائے گئے تھے۔
منصب نبوت پر کب فائز کیے گئے۔ تاج نبوت آپ کے سر پر کب سجایا گیا۔ کہ
آپ نے فرمایا ابھی آدم کو لباس میں بشریت کا۔ اور نبوت کا سلسلہ شروع ہو چکا
تھا۔ عالم ارواح۔ اور عالم انوار میں تخلیق کی ترتیب میں میری نبوت کا ڈنکا بجتا تھا۔
جب اللہ رب العزت نے نبی پاک کے نور مبارک کو ساری کائنات سے
پہلے تخلیق کیا۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کے نور کو تخلیق کر کے پھر انبیاء کی
ارواح کو بنایا۔ اور جب ان کی ارواح کو بنایا۔ تو ایک دن اللہ تبارک و تعالیٰ نے۔ ان کی
محفل منعقد کی۔ جیسے آج رات ہم آپ ذکر میلاد مصطفیٰ کی محفل میں ہیں۔ اور
ہر میلاد مصطفیٰ کی محفل ہے۔ عالم بشریت کے پیدا کرنے سے پہلے اللہ پاک نے عرش
پر۔ انبیاء کی محفل میلاد منعقد کی۔ انبیاء کی روحوں کو جمع کیا تھا۔ اور خطاب
کیا تھا اللہ نے۔ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین ___ اللہ نے خطاب کیا اے انبیاء میں تمہیں
دنیا میں بھیجوں گا۔ کتاب دوں گا۔ نبوت دوں گا۔ حکمت دوں گا۔ جب تم سب دنیا میں
آچکو گے۔ تو تم سب کے بعد۔ اپنے پیغمبر آخر الزمان کو بھیجوں گا۔ وہ تمہاری نبوتوں کی
تصدیق کرے گا۔ یوں کہہ کر اللہ پاک نے بتایا کہ تم سب پر واجب ہوگا کہ تم اس نبی
آخر الزمان کی نبوت پر ایمان لاؤ گے۔ اگر تم نے ان کا زمانہ پایا تو اللہ کے دین کی مدد
کرو گے۔ اللہ تعالیٰ نے جب ان سے یہ وعدہ لیا۔ تو پھر اللہ نے پوچھا کہ تم
سب مل کر میرے سے پکا یہ وعدہ کرتے ہو۔ تو سب انبیاء نے کہا اقرار کرتے ہیں۔ اللہ نے کہا تو میں بھی
تمہارے ساتھ اس وعدہ میں تمہارے ساتھ گواہ بنتا ہوں۔ جب قرآن مجید کی اس آیت کے مطابق
ذکر مصطفیٰ میں محفل منعقد ہو گئی۔ اور حضور کی نبوت پر۔ حلف نامہ ہو گیا۔ حلف
وفاداری لیا گیا۔ ہر پیغمبر سے امام قسطلانی روایت کرتے ہیں۔ یعنی اس وقت

جب محفل ذکر مصطفیٰ منعقد ہو رہی تھی۔ اللہ نے حکم دیا اے نور مصطفیٰ یہ پیغمبر
تیری نبوت پر ایمان اور وفاداری کا اعلان کر رہے ہیں۔ یہ انبیاء تیرا حلف وفاداری
لے رہے ہیں۔ اے نور مصطفیٰ تو بادل کی طرح ان کے اوپر چھا جا۔ اور اپنی تجلیات
انبیاء پر گرا دے۔ اچانک انبیاء کی ارواح پر نور آیا۔ نور چھا گیا۔ امام قسطلانی المواہب
اللدنیہ میں روایت کرتے ہیں۔ انبیاء نے پوچھا باری تعالیٰ یہ نور کیسا ہے۔ تو اللہ
تعالیٰ نے فرمایا۔ ھذا نور محمد بن عبداللہ۔ ان آمنتم بہ جعلتکم انبیاء۔
یہ محمد مصطفیٰ کا نور ہے اور جو جو اس پر ایمان لاتا جائے گا۔ اس کے سر
پر نبوت کا تاج سجاتا جاؤں گا۔ پھر حضرت میسرہ کہتے ہیں ۲ یہ نور تھا
جس کی تخلیق سب سے پہلے ہوئی۔ اور پھر حضرت میسرہ کہتے ہیں جس کو امام
جوزی۔ امام حلبی نے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے۔ زمین کو پیدا
کر لیا۔ آسمانی کائنات کو پیدا کر لیا۔ بالائی کائنات کے سات طبقات
بنا لیے۔ خلق العرش۔ عرش کو پیدا کیا۔ تو کتب علیٰ ساق العرش۔
تو عرش کے ستونوں پر لکھا۔ محمد رسول اللہ ——— پھر خلق اللہ تعالیٰ الجنۃ۔
پھر اللہ نے جنت پیدا کی۔ جس میں آدم و حوا کو ٹھہرانا تھا۔ کتب علیٰ الاسم
علی الابواب۔ تو جب جنت بنائی۔ تو دروازے پہ نام محمد لکھا جائے گا۔
پھر جنت کے درختوں کے پتوں پر نام محمد لکھا گیا۔ جنت کے ستونوں پر لکھا گیا۔ پھر
محل کے دروازے پہ نام محمد لکھا گیا۔ پھر مستورات سے لے کر نام مصطفیٰ کے نقش لگائے
گئے۔ فرماتے ہیں جب سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی۔ جب زمین پر اتارے گئے تو سر اٹھایا۔
اور آقا علیہ السلام کا اسم پاک ہر جگہ لکھا ہوا پایا۔ اور اس نام کو پڑھ کر سمجھ گئے کہ کائنات
میں سب سے برتر نام ہے ھذا کو۔ عرض کیا باری تعالیٰ اس نام محمد کے صدقے میری توبہ
قبول کر لے۔ سیدنا فاروق اعظم رض روایت کرتے ہیں۔ امام حاکم نے مستدرک میں۔ امام طبرانی
نے معجم میں۔ امام ہیثمی نے مجمع الزوائد میں۔ ابن کثیر نے سیوطی نے حلبی نے قسطلانی

M T W T F S S — Memo No ____ Date / /

ابن عساکر نے بھی اس حدیث کو روایت کیا۔ حضرت عمر فاروق اعظمؓ فرماتے ہیں۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا یا رب اسئلک بحق محمد۔ اے اللہ میں واسطہ محمد ﷺ سے تجھ سے معافی مانگتا ہوں۔ ہماری خطا معاف کر دے۔ فرمایا اے آدم تو نے محمد کو کیسے پہچان لیا۔ ولم اخلقہ میں نے تو ابھی اسے پیدا ہی نہیں کیا۔ عرض کیا میں نے سر اٹھایا تو عرش کے ستونوں پر میں نے اس کا نام لکھا ہوا دیکھا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ تیرے محبوب کا نام ہے۔ اس لیے اس کا وسیلہ پیش کیا ہے۔ اللہ پاک نے فرمایا۔ اے آدم میں نے محمد کے صدقے معاف کر دیا۔ اگر یہ محمد نہ ہوتا تو تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔

آقا علیہ السلام کے نور کی اولیت۔ روایت کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ۔ حضرت سفیان ثوریؒ سے۔ وہ سیدنا امام جعفر الصادقؒ سے۔ وہ سیدنا امام محمد الباقرؒ سے۔ وہ سیدنا امام زین العابدینؒ سے۔ وہ سیدنا امام حسینؓ سے۔ اور وہ سیدنا علی المرتضیٰؓ سے۔ اور اس کو امام ابو سعید نیشاپوریؒ نے شرف المصطفیٰ ﷺ میں روایت کیا۔ مولا علی المرتضیٰ کی روایت ہے کہ اللہ پاک نے فرمایا۔ کائنات میں جب کچھ نہ تھا۔ تو میں نے محمد مصطفیٰ ﷺ کا نور پیدا کیا۔ اور نور مصطفیٰ ﷺ سے عرش کو بنایا۔ لوح بھی بنایا۔ قلم بھی بنایا۔ کرسی کو بنایا۔ ملائکہ بھی بنائے اور سب انبیاء نور مصطفیٰ ﷺ سے تخلیق کیے۔

پھر اسی طرح کا مضمون حضرت امام عبدالرزاقؒ نے روایت کیا۔ اس نور مصطفیٰ ﷺ کو حضرت آدمؑ کی صلب میں رکھ دیا۔ اور جب اللہ پاک نے آدم علیہ السلام کی بشریت کا ڈھانچہ بنایا فرمایا ونفخت فیہ من روحی۔ اس کے اندر اپنا روح نور پھونکا۔ جس کو اللہ نے اپنی روح کہا۔ حضرت آدمؑ کی خاک بشریت میں حضور ﷺ کا نور ڈالا گیا تھا۔ اور یہ نور مصطفیٰ تھا۔ جب آدم کی پیشانی پر یہ چمکتا تھا۔ رب کائنات نے کہا۔ اسجدوا لآدم۔ فرشتوں کا سجدہ کرنا۔ آدم کی تکریم و تعظیم میں۔ حقیقت میں تعظیم نور مصطفیٰ ﷺ کی تھی۔ جو حضرت آدمؑ کی پیشانی میں وہ نور چمکتا تھا۔ یہی لشکر دیکھ رہا۔ جس جس ذات کو اللہ پاک نے اس نور کے لیے پاک صلبوں سے پاک ارحام میں اس

نور کو منتقل کیا۔ آقا علیہ السلام کے آباؤ اجداد اور امہات میں جس جس کے بطن کو جس جس
کے صلب کو حضور کے نور کا ٹھکانہ بنانا تھا۔ اس کو پاک رکھا۔ ہر دور میں۔ ہر نجس
ہر گناہ سے۔ تاکہ آقا علیہ السلام کا نور اقدس پاک صلبوں سے پاک رحموں میں منتقل ہو
سکے۔ اس لیے آقا علیہ السلام نے فرمایا۔ صحیح بخاری میں ہے۔ بعثت من خیر قرون آدم
قرنا فقرنا۔ حتی کنت من القرن الذی کنت فیہ۔ پاک صلبوں پاک رحموں میں۔ پاک
جسموں میں منتقل ہوتا چلا آیا۔ اور آقا علیہ السلام نے فرمایا۔ آقا محمد بن عبداللہ بن
عبدالمطلب: ان اللہ خلق الخلق [illegible] اللہ پاک نے کائنات پیدا کی
اس کائنات میں سے بہتر خلق میں پیدا فرمایا۔ پھر اس انسانی خلق کے دو حصے کیے۔ اس
میں سے بہتر حصے میں مجھے بنایا۔ پھر قبائل پیدا کیے سب سے اعلیٰ قبیلے میں مجھے بنایا پھر
خاندان بنا دیے۔ سب سے اعلیٰ خاندان میں بنایا۔ فرمایا اللہ نے خاندانوں کے اعتبار سے
نسب کے اعتبار سے۔ اور ذات وحسب کے اعتبار سے۔ کائنات میں سب سے اعلیٰ
نسب سے ارفع۔ سب سے بہتر آپ کی نسل۔ بہتر آپ کو بنایا ہے۔

آقا علیہ السلام کا نور آدم کی نسل میں منتقل ہوتا چلا آیا۔ اور چلتے چلتے۔ حضور علیہ السلام
جب اپنا نسب بیان کرتے۔ تو حضرت عدنان تک بیان کرتے۔ نور مصطفیٰ نسل آدم میں
پاک صلبوں میں منتقل ہوتا ہوا آیا۔ چلتے چلتے امام سہیلی نے لکھا ہے کہ آج کی رات
میں ان شخصیات کا ذکر کر رہا ہوں جن میں حسن مصطفیٰ جھلکتا رہا ہے۔ جن میں نور مصطفیٰ
چمکتا رہا ہے۔ ان میں حضرت معد بن عدنان ہے۔ آباء مصطفیٰ میں۔ (۴۴-۵۴)
جب ان کی باری آئی حضرت عدنان کے گھر بیٹا معد پیدا ہوا۔ اور نور مصطفیٰ معد بن عدنان
میں منتقل ہو گیا۔ تو امام سہیلی روایت کرتے ہیں۔ حضور کے حضرت معد بن عدنان
چھ سو سال آقا کی ولادت سے قبل۔ آباء مصطفیٰ میں ایک جد تھے۔
ان میں نور مصطفیٰ جب منتقل ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس دور کے نبی حضرت ارمیاہ کی
کی طرف وحی کی۔ بخت نصر کا زمانہ تھا۔ اور حکم دیا کہ اے ارمیاہ۔ بخت نصر کو

جا کے بتا دے کہ میں نے سرزمین عرب پر بیشتری حکومت کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اپنی فوج لے کر جا۔ اور معد بن عدنان جو چھوٹا بچہ معصوم ہے۔ اسے اپنے براق پر سواری پر سوار کر کے حفاظت کے ساتھ عرب سے شام کی طرف لے گیا۔ اس کی حفاظت کرنا۔ چونکہ اس کی صلب میں میں نے وہ نور رکھا ہے۔ وہ چلتے چلتے اس کی نسل سے نبی آخر الزمان پیدا ہوگا۔ چنانچہ وہ حضرت معد وہ سے ہٹ لے گیا۔ اور حضرت معد نے بنی اسرائیل میں نشوونما پائی۔ اور جوان ہو گئے۔ تو ان کی شادی ہوئی۔ معنا نام ہے۔ بخت نصر جب حجاز مقدس پہنچ گیا۔ اور وہاں اس کا تسلط قائم ہوا۔ تو بخت نصر کے زمانے نے دیکھا کہ حضرت معد کے نور سے دنیا کے حسن کی ہر طرف برکتیں ہوتی تھیں۔ جدھر حضرت معد جاتے تھے۔ وہاں برکتوں کے چشمے پھوٹتے چلے جاتے تھے۔ مگر ظاہر بین نگاہوں کو معلوم نہ تھا۔ کہ اس کے اندر وہ کون سی نعمت رکھ دی گئی ہے۔ جس نے اس کو برکتوں کا منبع بنا دیا ہے (۸۴-۴۶)

پھر ان کے آگے بیٹے نزار بن معد پیدا ہوئے۔ نزار بن معد بن عدنان۔ جب وہ پیدا ہوئے حضور کے آباؤ اجداد میں۔ ان کے دونوں آنکھوں کے درمیان پیشانی پر نور مصطفیٰ ﷺ چمکا کرتا تھا۔ اور جدھر وہ جاتے۔ نور مصطفیٰ کی چمک ہر طرف روشنی اور اجالے کر دیتی تھی۔ دنیا حضرت نزار بن معد کی پیشانی میں چمکنے والا نور مصطفیٰ کی شعاعوں کا نظارہ کرنے آتی تھی۔ مگر کسی کو خبر نہ تھی۔ کہ یہ نور کیا شے ہے۔ پھر ان کی اولاد میں الیاس بن مضر کا زمانہ آیا۔ ان کی پشت میں۔ نور مصطفیٰ منتقل ہوا۔ امام سہیلی روایت کرتے ہیں۔ کہ جب نور مصطفیٰ الیاس بن مضر کی پشت میں تھا۔ تو جس طرح حج کے ایام میں لبیک اللھم کی آواز آتی ہے۔ وہ اپنی پشت سے نور مصطفیٰ کی تسبیح خدا کرتا تھا۔ اور لبیک اللھم کی آوازیں الیاس بن مضر کی پشت میں آیا کرتی تھیں۔

پھر آقا علیہ السلام کے آباء میں حضرت کعب بن لوی کا زمانہ آیا۔ یہ حضور کے آباؤ اجداد میں سے تھے۔ یہ وہ جد امجد ہیں۔ ان کی پشت میں جب نور مصطفیٰ منتقل ہوا۔ تو ہے ذکر میں۔ امام زرقانی شرح المواہب میں روایت کرتے ہیں۔ کہ ہر جمعہ کے دن حضرت

M T W T F S S

Memo No ______
Date / /

کعب بن لوی پانچ سو سال قبل قریش کو جمع کرتے محفل میلاد مصطفیٰ منعقد کرتے تھے۔ حضور
کے میلاد کا وقت نہیں آیا تھا۔ ہر جمعہ کو قریش کا اجتماع کرتے۔ ان کو خطاب کرتے۔ اور
آمد ولادت بعثت مصطفیٰ کا۔ حضرت کعب بن لوی ذکر کیا کرتے تھے۔ بتاتے تھے۔
کہ حضور نبی آخر الزماں۔ میری پشت میں سے آئیں گے۔
اور امام زرقانی کہتے ہیں۔ کہ ان کے علم کی بنیاد کتب سابقہ کی وہ بشارتیں تھیں۔ جو حضرت
آدم علیہ السلام کے وقت سے چلی آ رہی تھیں۔ جمعہ کے دن قریش کا محفل منعقد کرنا۔ اور
محفل میلاد مصطفیٰ منعقد کر کے حضور کی ولادت کا ذکر کرنا۔ یہ پانچ سو سال حضور
کی ولادت سے پہلے ہوا کرتا تھا۔ پھر ان کا بیٹا ان کی نسل میں۔ جب قصی بن
کلاب آ گئے۔ تو ان کا معمول بھی یہ تھا۔ یہ بھی سارے جمع جاری رکھا پہلے۔ ان کا معمول یہ
تھا۔ امام زرقانی لکھتے ہیں۔ کہ جمعہ کے روز اپنی قوم کو قریش کو جمع کرتے تھے اور جمع
کر کے حکم دیتے۔ کہ حرم کی تعظیم کیا کرو۔ کہ عنقریب اس حرم کو آباد کرنے کے لیے۔ تمہاری
نسل میں سے نبی آنے والا ہے۔ آپ اندازہ کریں۔ کہ نور مصطفیٰ نے ان کے آباؤ اجداد
کو۔ منہ سے دیا تھا۔ یہ معرفت کے دی گئی تھی یہ برکت کے دی گئی۔ کہ حضور کی آمد کا عرف
ان کو علم تھا۔ بلکہ محفل منعقد کر کے۔ حضور کی ولادت کا ذکر کرتے تھے۔ پھر ان کی
اولاد آگے بیٹے ہوئے ہاشم بن عبد مناف دو بھائی تھے حضرت ہاشم اور
ایک مطلب۔ حضرت ہاشم میں نور مصطفیٰ منتقل ہوا۔ اور نور مصطفیٰ نے حضرت
ہاشم کو اتنا خوبصورت بنا دیا تھا۔ اور ان کے بھائی مطلب کو۔ الکامل فی التاریخ
میں امام ابن اثیر روایت کرتے ہیں۔ دونوں بھائیوں کا ان کا حسن و جمال نور کی چمک
اور چمک کی وجہ سے اہل عرب بدران کہتے تھے۔ ان کو دو چودھویں رات کے چاند
کہتے تھے۔ حضور کے نور کے باعث چودھویں رات کا چاند حضرت ہاشم کو کہا جاتا تھا۔
اور ان کے چہرے پر نور محمدی کی شعاعیں اتنی درخشاں رہتی تھیں۔ اور نور محمدی
کی کرنیں۔ اتنی ضو فشاں رہتی تھیں۔ کہ امام زرقانی نے شرح المواہب میں روایت

کہا جاتا ہے کہ حضرت ہاشم کا جس طرف گزر ہوتا۔ جو عیسائی پادری حضرت ہاشم کے چہرے پر چمکتا ہوا نور محمدیؐ دیکھتا۔ یہ حضور علیہ السلام کے پردادا تھے۔ وہ بے ساختہ حضرت ہاشم کے ہاتھ پاؤں چومنے لگ جاتا۔ اور جس شجر و حجر کے قریب سے گزرتے تھے۔ وہ حضرت ہاشم کے سامنے سجدہ میں گر جاتے تھے۔

اس نور محمدیؐ کی پہچان عیسائی پادریوں کو بھی تھی۔ درختوں کو بھی تھی۔ پتھروں کو بھی تھی۔ افسوس انسان۔ پتھر درخت حیوان ولادت مصطفیٰ سے پہلے۔ آپ کے پردادا میں نور مصطفیٰ کو پہچان کر سجدہ کرتے ہیں۔ لیکن کتنے نادان ہیں ہم حضور کی امت میں ہو کر حضور کے نور کی پہچان نہ کر سکیں۔

حضرت ہاشم کے چہرے کو نور مصطفیٰ نے اتنا حسین بنا دیا تھا۔ کہ روم کا بادشاہ اس نے پیغام بھیجا حضرت ہاشم کو۔ کہ میری بیٹی بڑی خوبصورت ہے کائنات حسن میں اس کا کوئی مثال نہیں۔ آپ ہاشم میرا جی چاہتا ہے۔ کہ آپ آ جائیں اور اپنی بیٹی آپ کے عقد میں تحفہ پیش کر دوں۔ اس ہرقل روم نے اپنی کتابوں میں پڑھا تھا۔ کہ جس کی پیشانی میں اس نور کی چمک ہو گی۔ (27-53) اس کی پشت میں نور مصطفیٰ ہو گا۔ اس نے خواہش کی عیسائی بادشاہ نے۔ کہ میری بیٹی کو نصیب ہو جائے۔ یہ نور۔ یہ مصطفیٰ کے نور کا انقلاب ان کے بطن سے آگے چلے۔ لیکن بہر صورت آپ نے وہ قبول نہ کیا۔ پھر آقا علیہ السلام کے دادا کے بیٹے عبد المطلب کا دور آ گیا۔ یہ نور جو خلق اول کے طور پر عرش سے پہلے بنایا گیا تھا۔ جس سے ساری کائنات کے چشمے نکالے گئے وہ نور جب حضرت آدم کی پیشانی میں سجایا گیا۔ وہ نور جو پاک صلبوں اور پاک رحموں سے منتقل ہوتا ہوا آیا۔ وہ حضرت عبد المطلب تک آ پہنچا۔ جب نور مصطفیٰ حضرت عبد المطلب کی پشت میں آیا۔ تو خدا کی قسم ان کے جسم سے کستوری کی لپٹیں آتی تھیں۔ کستوری کی خوشبو نکلتی تھی۔ ہر وقت خوشبو کی مہک آتی تھی۔ جدھر سے حضرت عبد المطلب گزر جاتے تھے راہوں کی ہوائیں فضائیں معطر ہو جاتی تھیں۔

M T W T F S S

Memo No ______

Date / /

نور مصطفیٰ جب حضرت عبدالمطلب کی پشت میں تھا۔ اور قحط ہو جاتا۔ بارش ہو جاتی تو
کتب سیرت میں تو کتب احادیث میں آیا۔ اور کتب تاریخ میں آیا ہے۔ اہل مکہ حضرت
عبدالمطلب سے ہو کر پہاڑ کی چوٹی پہ لے جاتے۔ اور ان کا وسیلہ دیتے تو مکہ میں بارش
ہو جاتی تھی ــــ حضور علیہ السلام کے نور کی برکت سے لوگوں کو فیض ملتا تھا۔
امداد ہی کا ذریعہ تھا جب ابرہہ نے مکہ پہ حملہ کیا۔ مکہ کعبہ کے مقابلے میں۔ اپنا کعبہ
بنانا چاہتا تھا ــــ اور اس کعبۃ اللہ کو مسمار کرنا چاہتا تھا۔ ولادت مصطفیٰ سے
پہلے۔ عبدالمطلب کا دور ہے۔ ابرہہ نے حملہ کیا۔ اور جب حملہ کیا۔ تو حضرت
عبدالمطلب اس کے پاس پہنچے۔ مذاکرات کیے۔ اور حدیث میں آتا ہے کہ
نور مصطفیٰ گول دائرے کی طرح پیشانی عبدالمطلب میں چمکا کرتا تھا۔ جب سامنے
آئے۔ جب ابرہہ نے حضرت عبدالمطلب کا دمکتا چمکتا چہرہ دیکھا۔ تو وہ غش کھا
کے گر گیا۔ اتنا حسین و جمیل نور کی اتنی چمک دمک وہ بے ہوش ہو کے گر گیا۔
جب دیر کے بعد ہوش میں آیا۔ تو عبدالمطلب کے سامنے وہ بھی اور اس کا ہاتھی دونوں
سجدے میں گر گئے۔

اور آپ کا نور ــــ وہ شعاع نکلی۔ کہ بصرہ اور شہر مکہ کی وادیاں روشن
ہو گئیں ــ یہ نور حضرت عبدالمطلب سے حضرت عبداللہ میں منتقل ہو گیا۔ پھر وہ
حسن حضرت عبداللہ کو منتقل ہوا۔ یہ نور پھر آپ کی پیشانی میں چمکتا تھا ــ
اس قدر چمکتا تھا۔ پھر سیرت حلبیہ میں سیرت ابن ہشام میں شرح الملک
شرف المصطفیٰ میں۔ بیہقی میں طبرانی میں بے شمار کتب حدیث میں۔ کتب دلائل
میں آیا ہے۔ کہ وہ نور اتنا چمکتا تھا۔ چمکتے ہوئے ستارے کی طرح آنکھ ٹکتی نہیں
تھی۔ آپ کی پیشانی پہ۔ اب اس نور کے ظہور کا وقت قریب آ گیا ہے۔ حضرت
عبدالمطلب اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کو لے کر حضرت آمنہ کا رشتہ مانگنے جا رہے ہیں۔
راستے میں ایک جگہ سے گزرے۔ تو ایک خاتون۔ اس کا نام فاطمہ ہے۔ اور عالمہ ہے۔ کتب سابقہ

انجیل کی تورات کی ۔ اور آقا علیہ السلام کے ظہور کی پیشن گوئی پڑھتی آ رہی تھی ۔ اس کے
علم میں تھا کہ اب نور مصطفیٰ کے ظہور کا وقت قریب آ گیا ہے ۔ اسے معلوم تھا کہ یہ چمک
نور مصطفیٰ کی علامت ہے ۔ حضرت عبداللہ کو اس نے گزرتے ہوئے دیکھا ۔ اس
عالمہ فاضلہ خاتون نے آواز دی حضرت عبدالمطلب کو کہ میں آپ کے اس صاحبزادے
سے شادی کرنا چاہتی ہوں ۔ اور سو اونٹ بھی تحفے میں دینا چاہتی ہوں ۔
میرا مقدر بدل سکتے ہیں ۔ آپ نے یہ سن کر ہنس دیا آگے چلے گئے ۔ آگے گئے تو وہ حضرت آمنہ
کا نصیب تھا ۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں ۔ حضرت آمنہ سے میرا نکاح ہو گیا ۔
تین دن ہم نے وہاں قیام کیا ۔ اور نور مصطفیٰ حضرت آمنہ کے بطن میں منتقل ہو گیا ۔
واپس پلٹے ۔ آ رہے تھے تو اس خاتون کے پاس سے پھر گزر ہوا ۔ حضرت عبداللہ نے اس
خاتون کی طرف دیکھا ۔ وہ نگاہ اٹھا کے آپ کو دیکھ بھی نہ رہی ۔ آپ نے پوچھا کہ تو تو
اونٹ بھی دے رہی تھی ۔ اور مجھ سے نکاح کی خواہش کر رہی تھی ۔ اور آج میں وہی عبداللہ ہوں ۔
کہ تو میرا چہرہ بھی دیکھنے کے لئے تیار نہیں ہے ۔ یہ سنتے ہی جلال میں آ گئی ۔ اس نے کہا عبداللہ ۔
وہ دراصل نکاح کی آرزو ۔ اور سو اونٹوں کی قربانی ۔ وہ تیری خاطر نہیں تھا ۔
اس نور مصطفیٰ کی خاطر تھا ۔ جو تیری پیشانی میں چمک رہا تھا ۔ وہ اب نہیں کسی اور خوش
نصیب کی ہو گئی ہے ۔

(B)

حضرت آمنہ کے بطن میں نور مصطفیٰ منتقل ہو گیا ۔ رجب کی جمعہ کی رات تھی ۔ تو اللہ
تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا ۔ تمام ملائکہ کو ۔ کہ جنتوں کے دروازے کھول دیں ۔ اور اعلان
کر دیں ۔ کہ مبارک ہو آج کی رات ۔ وہ نور جو ساری کائنات میں سب سے
پہلے تخلیق کیا گیا ۔ آج اس کے ظہور کا وقت قریب آ گیا ۔ اور وہ والدہ کے بطن میں امانت
کے طور پر منتقل ہو گیا ہے ۔ بیہقی طبرانی ۔ ابو نعیم اصفہانی ۔ ابن عساکر میں روایت ہے ۔
حضرت عثمان ابن العاص ۔ روایت کرتے ہیں کہ مجھے میری والدہ نے بتایا ۔ کہ جب

M | T | W | T | F | S | S   Memo No ______ Date / /

آقا علیہ السلام کی شب میلاد آ گئی۔ اور امام سیوطی نے الخصائص الکبریٰ میں۔ اور امام قسطلانی
نے المواہب زرقانی نے اور امام حلبی نے روایت کیا ہے۔ کہ جب شب میلاد آئی کہ میں نے
دیکھا۔ کہ اس رات مکہ کی اور گھر کا ہر شے نور علی نور ہو گئی۔ اور آسمان کے
ستارے دیکھے کہ زمین کے قریب آ گئے۔ اور آقا علیہ السلام کی ولادت کے وقت حضرت
آمنہ کہتی ہیں کہ ایک ایسا نور نکلا۔ جس نے سارے در و دیوار بھی روشن کر دیئے۔
اور کائنات کے اطراف آفاق بھی روشن کر دیئے۔ اور طبقات ابن سعد میں
آتا ہے۔ کہ جب حضور کی ولادت ہوئی۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ وہ نور نکلا۔
ملک شام کے کوچے بازار اور محلات تک نور معمور [۱۰] سے روشن ہو گئے۔
ولادت سعیدہ کا وقت حضرت آمنہ روایت کرتی ہیں۔ کہ اللہ پاک نے تین جھنڈے
اس کائنات میں اتارے۔ ایک جھنڈا مشرق میں نصب کر دیا۔ ایک جھنڈا مغرب
میں نصب کر دیا۔ ایک جھنڈا کعبے کی چھت پہ نصب کر دیا۔ اشارہ تھا۔ یہ نبی
آخر الزماں۔ جن کی ولادت ہونے والی ہے۔ ان کی نبوت و رسالت اور اس کی سلطنت
کی ابتدا۔ اس مکہ معظمہ سے ہو گی۔ اور اس دنیا کے مشرق سے مغرب تک اس
کی امت کا پھیلاؤ ہو گا۔ (۵۲ — ۲) اور اس کے دین کا فروغ ہو گا۔ حضرت آمنہ رض
فرماتی ہیں۔ اور حضرت امام ابو نعیم اس حدیث کو روایت کرتے ہیں۔ کہ جب آقا علیہ السلام
کی ولادت کا وقت آیا۔ اور حضور کی ولادت ہوئی۔ ام شفاء نے روایت کیا۔ آپ
دو ہاتھوں کے ذریعے زمین پر آئے۔ آپ نے انگشت شہادت اٹھا رکھی تھی۔ اور اللہ پاک کا
نام بلند کر رہے تھے۔ اور اچانک مشرق سے مغرب تک کائنات منور ہو گئی۔ اور میں نے روم
کے محلات کو دیکھا۔ اور پھر اچانک دیکھا۔ کہ رحمت برسنے لگی۔ اور زمین و آسمان اور مشرق
و مغرب کے درمیان جو کچھ تھا۔ وہ روشن ہو گیا۔ اور پھر ایک لباس ریشمی آقا کو اس میں
لپیٹ دیا گیا۔ ہر شے پہ رعب طاری ہو گیا۔ اور اس لمحے میں حضور علیہ السلام کو
لے جایا گیا۔ ایک آواز آئی کہ اسے مشرق و مغرب میں مولود کو پھیرا دو لے جاؤ۔

M | T | W | T | F | S | S

Memo No

Date / /

آمنہ علیہا السلام دفعتاً ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو گئیں۔ اور ساری کائنات کی سیر کرائی گئی۔

(۱۰-۴۴) حضرت آمنہ روایت کرتی ہیں کہ ولادت کا جب وقت قریب آیا۔ تو اللہ پاک نے فرشتوں کو حکم دیا۔ امام ابو نعیم نے روایت کیا۔ تفسیر میں ملتبہ ہے۔ کہ فرشتوں کو حکم دیا گیا کہ اے ملائکہ۔ تمام آسمانوں اور جنتوں کے دروازے کھول دیئے جائیں اور ستاروں کو حکم دیا کہ حاضر ہو جاؤ۔ سارے فرشتوں کو زمین پر اترنے کا حکم دیا۔ فرشتوں نے ایک دوسرے کو خوشخبریاں دیں۔ سمندروں میں روانی آ گئی۔ موجیں اٹھنے لگیں۔ حرکتیں پھیلنے لگیں۔ حکم ہوا کہ سب شیطانوں کو ستر ستر زنجیروں میں جکڑ دیا جائے۔ الٹا لٹکا دیا جائے۔ گردنوں میں پابند طوق ڈ

~~محمد کی ولادت~~ مسلسل نزدیک آ گئے۔ سورج کی شعاع بڑھا دی گئی تھی۔ اور ولادت محمد کے اعزاز میں حکم ہوا کہ اس سال جتنی عورتیں حاملہ ہو سکتی ہیں۔ مصطفیٰ کے میلاد کے صدقے۔ سب کے بیٹے پیدا ہوں گے۔ اس لئے کہ عرب کی سرزمین کا رواج تھا۔ جو بیٹی پیدا ہوتی۔ اسے قتل کر دیتے۔ زندہ زمین میں دفن کر دیتے۔ مصطفیٰ کا میلاد ہے جس گھر بیٹی پیدا ہوگی۔ وہ زندہ دفن کر دی جائے گی۔ میلاد مصطفیٰ کے طفیل۔ نہ بیٹی پیدا ہو نہ کسی کے گھر ظلم کا امکان پیدا ہو۔ مصطفیٰ ظلم کو مٹانے کے لئے آئے ہیں۔ مصطفیٰ ہر ایک کو سکون دینے کے لئے آئے ہیں۔ مصطفیٰ ہر ایک کو محرومیوں سے نکالنے کے لئے آئے ہیں۔ تو یہ تاجدار کائنات کی ولادت نہیں۔ ہر گھر میں ظلم کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔

حکم ہوا ستر ہزار حوریں۔ ولادت مصطفیٰ کے استقبال میں۔ قطار اندر قطار کھڑی ہو جائیں۔ رب کائنات نے آسمان کا ہر گوشہ پر زبرجد اور یاقوت کا ایک ستون قائم کیا۔ ان ستونوں کے ذریعے۔ عالم سماوات کے نور کو بہت زیادہ پھیلا دیا۔ اور یہ ستون نصب فرمائے ہیں جو معراج کی رات میں نے دیکھا تھا۔ یہ ستون میلاد مصطفیٰ تھا۔ حوض کوثر کے کنارے۔ اللہ پاک نے کستوری کے ستر ہزار درخت لگا دیئے۔ تاکہ خوشبو کی مہک جائیں۔ نور پھیل جائیں۔ برکتیں پھیل جائیں۔ نعمتیں پھیل جائیں بیمار تم نیچے چلے جاؤ۔ فرشتوں آسمان کی کائنات کو چھوڑ کر مکہ کی وادیوں میں آ جاؤ کہ

243

M T W T F S S

Memo No
Date / /

حوروں تم خیمہ زن ہو جاؤ۔ ستارو تم جھک کر آسمان کو نیچے لے جاؤ۔ یہ ساری کائنات کی
ہر شئے نے استقبال میلاد مصطفیٰ کے لیے۔ مکہ کے ارد گرد جو بت تھا ادھر تھا۔ سے
لات و عزیٰ کے سب بت گر گئے۔ کسی کو کیا خبر کہ کیا ہونے والا ہے
کعبہ کی دیواروں سے آوازیں آنے لگیں۔ لوگو میری زیارت کو آنے والو۔ میرے نور کو
مجھ سے چھین لیا گیا تھا۔ اور بتوں کے ذریعے۔ تم لوگوں نے میرے گھر کو بت کدہ بنا دیا تھا۔
اب آج رات وہ آگیا ہے۔ جو میرے نور کو لوٹا دے گا۔ میری رونقیں واپس میری
جھولی میں ڈال دے گا۔ ہر جانور کو اللہ نے زبان دی۔ وہ حضور کی ولادت کی خبر دینے لگا۔
پرندوں کو حکم ہوا۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں۔ کہ جس دن سے آقا علیہ السلام کا نور
پاک میرے بطن میں آیا تھا۔ نو ماہ تک مجھے نہ کوئی بوجھ ہوا نہ کوئی تکلیف ہوئی۔ اور جب
ولادت کا وقت قریب آیا۔ تو حوریں لمبی لمبی خوبصورت عورتوں کی طرح میرے ارد
گرد کھڑی تھیں۔ جنت کے پرندے اپنی چونچوں میں زبرجد اور یاقوت اور موتی لے کر چھت
پر نچھاور کر رہے تھے۔ جنت کی خوشبوؤں کی بارش ہو گئی۔ اللہ پاک نے حضرت آمنہ
فرماتی ہیں سب پردے حجابات اٹھا دیے۔ اور ادھر حضور کی ولادت ہوئی۔ ادھر سجدہ ریز ہو گئے۔
ادھر نور نے ساری کائنات کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ایک سفید نور کا بادل آیا۔
اس نے حضور کو چھپا لیا۔ حضور کو میری آنکھوں سے اوجھل کر دیا۔ تھوڑی ~~حصے~~
دیر کے بعد جب آقا آئے۔ تو آقا کی آمد پر تو آپ ایک سفید ریشمی جنت کے لباس
میں ملبوس تھے۔ سبز ریشم کا لباس تھا۔ آب دار موتی سے بنی ہوئی تھی جا بجا میرے
بیٹے محمد کے ہاتھ میں تھیں۔ کہ کوئی کہہ رہا تھا۔ ایک چابی محمد کے ہاتھ میں فتح و نصرت کی ہے
ایک چابی محمد کے ہاتھ میں نبوت و رسالت کی ہے۔ اور ایک چابی محمد کے ہاتھ میں ساری
کائنات کے قبضہ و تسلط کی ہے۔ پرندے اتر رہے تھے۔ اور آواز آئی حضور کی ولادت
پر تمام سمو طلع کرتے ہیں۔ اس میرا محبوب کو آدم کی شگفتگی دے دو۔ وہ آدم صفی اللہ
ہے۔ نوح علیہ السلام کی رقت دے دو۔ میرے محبوب کو ابراہیم کی خلت دے دو۔ محبوب کو

(بشری جسم کی مٹی)

حضرت اسماعیل کی ذباح دے دو۔ مصطفیٰ کو حضرت یعقوب کی بشارت دے دو۔ اسے یوسف
کا حسن دے دو۔ اسے داؤد کی آواز دے دو۔ اسے ایوب کا صبر دے دو۔ اسے
یحییٰ کا زہد دے دو۔ اسے عیسیٰ کی بشارت دے دو۔ اور اخلاق یہ حضرت
آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ تک ایک ایک خلق کر کے بانٹے گئے تھے۔ کسی کو کوئی معجزہ
دیا تھا۔ کسی کو کوئی خلق دیا تھا (۲۲ — ۱۰) کسی کو کوئی کمال دیا تھا کسی کو کوئی
جمال دیا تھا۔ کسی کو کوئی جلال دیا تھا۔ کسی کو کوئی عظمت دی تھی۔ حکم ہوا کہ جو کچھ
میں نے آدم سے لے کر عیسیٰ تک سب کو بانٹا اب سارا کچھ جمع کر کے میرے مصطفیٰ
کی مجموعی میں رکھ دو۔

دوسری آقا علیہ السلام کی ولادت ہوگئی۔ اور آپ کے وجود مسعود کو اللہ پاک نے نور
کی خلقت تھی۔ اب بشری ولادت ہے۔ اور اللہ پاک نے ہر بشر کا وجود مٹی سے
بنایا۔ قرآن میں فرمایا۔ انی خالق بشرا من صلصال من مسنون ہر شخص کا بشری
بشری وجود مٹی سے بنایا ہے۔ نور کی خلقت ہو چکی تھی۔ اب وجود مصطفیٰ بشریت مصطفیٰ
کی خلقت تھی۔ چونکہ مٹی سے بنانے کا قانون تھا۔ حکم ہوا حدیث میں آتا ہے کہ ان
کو حضرت کعب الاحبار نے روایت کیا۔ اور امام نیشاپوری نے شرف المصطفیٰ میں روایت
کیا۔ امام بیہقی نے امام طبرانی نے امام حاکم نے سب نے روایت کی کہ حکم دیا ہے جبرائیل
اب میں اپنے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ کے بشری وجود کو بنانا چاہتا ہوں۔ اور میرا قانون ہے کہ میں ہر
بشر کا وجود مٹی سے بناتا ہوں۔ فرمایا جبرائیل۔ جا ملائکہ کو لے کر میرے محبوب محمد
مصطفیٰ کی بشری جسم کی تشکیل کے لیے مٹی لے آ۔ پوچھا باری تعالیٰ مٹی کہاں سے لاؤں
جس سے آپ کا جسد بشری بنایا جائے۔ فرمایا جا مدینے کی سرزمین پر۔ جہاں آج
آقا علیہ السلام کا قبر انور ہے۔ اس مقام سے جا کے مٹی لے آ۔ فرمایا وہی مٹی زمین کا نور
ہے۔ جبرائیل امین آئے۔ اس مقام سے مٹی لی۔ اور مٹی لے گئے اللہ کے پاس حکم ہوا جبرائیل
اب اس مٹی کو کوثر اور تسنیم کی نہروں میں دھویا جائے۔ اور جنت کے نورانی پانیوں میں گوندھا

M | T | W | T | F | S | S

Memo No ______
Date / /

جائے۔ جنت کی نہروں میں اس نورانی مٹی کو دھویا گیا۔ اور جنت کے نورانی پانیوں میں اسے گوندھا گیا۔
اب اس سے خمیر بشریت یعنی اُن کا بنتا ہے۔ دوستو یہاں ایک نکتہ جو سمجھانا چاہتا ہوں۔
وہ یہ کہ حضور کا نور بن چکا۔ اللہ کے براہ راست نور کے فیض سے۔ اللہ کے نور کے پرتو سے
اب بشریت یعنی اُن کے بننے کا وقت ہے۔ اور اس کو مٹی سے بنایا گیا۔ لیکن مٹی کہاں کی؟ اس
جگہ سے جہاں آج گنبدِ خضریٰ ہے۔ اب ایک حدیث سن لیں۔ نبی کریم خود سمجھا رہے ہیں۔
کوئی بڑے سے بڑا منکر بھی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ حضور نے فرمایا۔ ما بین بیتی
و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ۔ فرمایا میرے گھر سے لے کر میرے منبر تک یہ ساری زمین جنت
کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ بڑا خاص نکتہ ہے۔ فرمایا میرے گھر کی اس دیوار سے لے کر
منبر مبارک تک ساری زمین جنت کا ایک باغ ہے۔ اب جنت کا باغ بنایا۔ اور یہ یاد رکھ
لیں کہ جنت خود نور ہے۔ جنت کے درخت بھی نور۔ جنت کے پانی بھی نور۔ جنت کی مٹی بھی
نور۔ جنت کے میوے بھی نور۔ جنت کی کنکریاں بھی نور۔ جنت خود نور اور جنت کا جو کچھ
ہے وہ بھی نور ہے۔ اب چاہا کہ مٹی سے وجود یعنی بناؤں۔ قانون بھی نہ ٹوٹے کہ پیکر بشری
مٹی سے بنانا ہے۔ قانون بھی رہے۔ کہا جبرائیل مٹی لے آ۔ مٹی لینے بھیجا جس جگہ سے مٹی
لینی ہے، وہاں جنت کا ٹکڑا منتقل کر دیا۔ بنانا مٹی سے ہے۔ اور مٹی بھی نہیں لینی۔ بنانا
بھی مٹی سے ہے۔ اور وجود یعنی کو مٹی لگانی بھی نہیں ہے۔ بنے بھی مٹی سے اور مٹی لگے
بھی نہ۔ تو فرمایا جبرائیل جا کے آ۔ اور اس کے جانے سے پہلے وہاں جنت کا باغ منتقل
کر دیا۔ اب دیکھنے میں اس کا نام زمین ہے۔ پر حقیقت میں وہ ٹکڑا زمین نہیں روضہ جنت۔
جنت کے نور کا ٹکڑا ہے۔ تو جنت کے نور کے ٹکڑے سے جا کر مٹی لی۔ جس مٹی سے
حضور کی بشریت، حضور کا وجود بشری بنایا گیا۔ وہ ٹکڑا بھی نور ہے۔ اگر نور مبارک تو نور
ہے ہی۔ بشریت یعنی بھی نور ہے۔ جس مٹی سے وجود بشری کا بنا۔ وہ مٹی جنت کی مٹی
ہے۔ اور جنت کی مٹی نور ہے۔ زمین سے اٹھایا۔ اور زمین جو بنائی وہ جنت کا ٹکڑا کیا۔
اور آگے کیا اب فرمایا اسے جنت کے پانیوں میں دھوئے ہوں کہ تھوڑی دیر پہلے کہا جنت کا ٹکڑا

زمین پر رہا ہے۔ تو زمین بھی فضا اور آب و ہوا۔ اس کا اثر ہو گیا ہو گا۔ جنت کے پانیوں میں اس عشق کو دھو دیا۔ تا کہ زمین کے گرد و پیش کا اثر بھی اس نور پر نہ رہے۔ پھر جنت کی تسنیم کے پانیوں میں گوندھا۔ تو تمام موجودات کا وجود بشری تھا۔ یعنی نور کی خاک سے جب سے بنا ہے۔ نور نور کی بشریت میں رکھا گیا۔ بشریت کو لباس بنایا۔ نور کو نور میں رکھا گیا ہے۔ بشریت بھی نور ہے۔ اس کو زمین پر اتارا۔ یہ وجہ ہے کہ حضور جہاں چلتے تھے سایہ نہ تھا۔ اس لیے سایہ تو دراصل جسم کا ہوتا ہے۔ سایہ تو مادہ کا ہوتا ہے۔ اور مادہ مصطفیٰ بھی نور تھا۔ اس لیے کہ ہمارا جسم کثیف ہے۔ نور لطیف ہے۔ تو کثیف لطیف کو روک لیتا ہے۔ اس لیے وہ سایہ بن جاتا ہے۔ وجودِ مصطفیٰ اس سورج کے نور سے بھی زیادہ لطیف تر تھا۔ اس لیے اس کا سایہ نہ بنتا تھا۔ یہ وجہ ہے کہ حضور کی بشریت کا مکمل سفر بھی نور کا سفر تھا۔ اور جب ولادت مصطفیٰ ہوئی۔ اس سے سارا کائنات حضور کے نور اقدس سے روشن ہو گئی۔

جب ولادت مصطفیٰ ہوئی۔ تو حضرت حلیمہ کے نصیب میں حضور آ گئے۔ حضرت حلیمہ نے حضور کو آ کے اٹھایا۔ لے کے گھر کی طرف چلی۔ چاہا کہ جانے سے پہلے حرم کعبہ میں لے جاؤں اور کعبے کا طواف کرا لوں۔

چودھویں رات کا چاند حضرت آمنہ کی گود سے لے کر حضرت حلیمہ اپنی جھولی میں۔ اٹھا لیتی ہیں۔ کعبہ کے صحن میں آتی ہیں۔ طواف کراتی ہیں۔ امام ابو یعلیٰ مسند میں روایت کرتے ہیں جب طواف کرا کے چاہا کہ حجرِ اسود کے پاس لے جاؤں۔ اور بوسہ دلا دوں۔ کہتی ہیں اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ میں آپ کو کعبہ کی دیوار کی طرف لے کے بڑھی۔ حجرِ اسود کے قریب پہنچی تھی۔ کہ بوسہ دلاؤں۔ خدا کی قسم حجرِ اسود کعبہ کی دیوار چھوڑ کر باہر نکل آیا۔ اور اس نے بڑھ کر مصطفیٰ کے لبوں کو بوسہ دے دیا۔ دوستو آج کی رات یہ حلیمہ مصطفیٰ کو لیے تھی۔ جب

M T W T F S S　　Memo No ______　Date / /

نے سب ارکان کا اثبات کو کوشش عطا کر دیں۔ عیدین اس عید میلاد کی صدقے سے ملیں۔
(۱۔۔۔ ۲۰) پہلے ایمان کی نعمت میلاد مصطفیٰ کے صدقے سے ملی۔ اسلام کی نعمت ولادت مصطفیٰ کے
صدقے سے ملی۔ قرآن ۔۔۔ اللہ کی پہچان ۔۔۔ لوگوں ایمان بھی نعمت ہے۔ مگر یہ نعمت ولادت
مصطفیٰ کا صدقہ ہے۔ اسلام نعمت ہے۔ یہ نعمت میلاد مصطفیٰ کا صدقہ ہے۔ قرآن نعمت ہے ۔۔۔
نزول قرآن میلاد مصطفیٰ کا صدقہ ہے۔ اللہ کی معرفت اور پہچان نعمت ہے مگر اس کی معرفت بھی ولادت مصطفیٰ
کا صدقہ ہے۔ ہم جو کچھ ہیں سب کچھ نعمت ہے۔ مگر ہمارا ہونا بھی ولادت مصطفیٰ کا صدقہ ہے۔
آؤ حضور کے میلاد کی رات پر ٹھہر رہیں۔ سنیں۔ اس لیے منائی جاتی ہے۔ کہ لوگوں کے دلوں میں
اتباع رسول کا جذبہ پیدا ہو۔ پیروی کرنے کا جذبہ پیدا ہو۔ اور میلاد اس لیے منایا جاتا ہے۔ کہ دلوں
اور سینوں میں مصطفیٰ کا عشق اور ادب کا جذبہ پیدا ہو۔ سیرت اتباع دیتی ہے۔ میلاد ادب
مصطفیٰ اور عشق مصطفیٰ دیتا ہے۔ لوگوں اتباع میں کمی رہ گئی۔ عمل میں کمی رہ گئی۔ تو بندہ خارج از ایمان
نہیں ہوتا۔ اگر کوئی چور ہوگا۔ فاسق ہوگا۔ بے کار نہیں ہوگا۔ ڈاکو فاسق ہوگا۔ پر کافر نہ ہوگا۔
زانی شرابی فاسق ہوگا۔ جہنم جائے گا۔ مگر کافر نہ ہوگا۔ قاتل فاسق و فاجر ہوگا۔ دوزخ
میں جائے گا۔ مگر کافر نہ ہوگا۔ لوگو اتباع میں کمی رہ گئی۔ عمل خراب ہو گئے فسق و فجور ہو گیا۔ مگر یاد
رکھو لو بندہ دوزخ تک جا سکتا ہے۔ مگر اللہ پاک اس کو اسلام سے خارج نہیں کرتا۔ اعمال
عمل صالح ہے۔ سیرت مصطفیٰ کی اتباع اگر چھوٹ جائے۔ کچھ بھی نہ بچے۔ صرف کلمہ بچ جائے۔
بندہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ اور اس کے برعکس ادب مصطفیٰ کی محبت و ادب نکل جائے تو
بندہ اسلام سے خارج ہوتا ہے۔ عمل میں سے کچھ پاس نہ ہو۔ دوزخ کی مدت گزار کے بالآخر
جنت جائے گا۔ اور خدا کی قسم اگر ادب اور محبت مصطفیٰ نکل گیا تو دوزخ میں رہے گا کبھی جنت نہ
جائے گا۔ اس لیے اگر ایمان کو مستحکم اور مضبوط کرنا چاہتے ہو۔ تو اپنے اندر آقائے دو جہاں کی محبت ادب
کے چراغ کو روشن کرلو۔ بلاشبہ ۔۔۔ قیامت کا دن حضور سے محبت کرنے والے۔
حضور کا عشق میں مگن رہنے والے۔ حضور کے آداب میں رہنے والے۔ قیامت کا دن ان کے چہروں
پہ نور ہوگا۔ حضور کی قربت میں ہوں گے۔ صحابہ کرام کی عظمت کا راز یہ تھا۔ ان کا عمل عشق اور

M T W T F S S

Memo No ______
Date / /

(حضرت علی کی نماز)

عشق کے تابع ہوتے تھے۔ جس کا نام محمد رکھ دیتے۔ بندہ جیسا بھی ہوتا۔ صحابہ فقط نام محمد کی وجہ سے تعظیم کرتے تھے۔ حضور نے فرمایا اپنے بیٹے کا نام محمد رکھو۔ پھر آگے تو اُس کے لیے جگہ چھوڑ دیا کرو۔ عزت سے بٹھایا کرو۔ عمل اُس کا جیسا بھی ہو۔ نام محمد ہے تو اُس کی عزت ہے۔ قیامت کا دن ہوگا۔ اللہ پاک تاجدارِ کائنات کو آواز دیں گے۔ یا محمد ﷺ آجا۔ حضور کو بلایا جائے گا۔ لفظ محمد کا نام سن کر وہ لوگ جن کے نام محمد ہوں گے۔ بہت سے آگے آتے ہیں۔ اپنے ٹھکانے سے دوڑ کے آجائیں گے۔ سمجھیں گے کہ ہر شخص نام محمد والا۔ سمجھے گا کہ شاید حساب و کتاب کے لئے مجھے پکارا گیا ہے۔ سب کے سب آجائیں گے۔ فرشتے انہیں روکیں گے۔ تمہیں نہیں بلایا گیا۔ محمد مصطفیٰ ﷺ کو بلایا تھا۔ واپس چلے جاؤ۔ اللہ پاک فرمائے گا خوش نصیبو۔ یہ آگئے ہیں۔ انہیں واپس نہ بھیجو۔ ان کا نام ۔۔۔ کام جیسا بھی تھا۔ نام تو محمد ﷺ تھا۔ میرے محبوب محمد کے نام پر نام تھا۔ انہیں واپس نہ بھیجو آگے لے جاؤ۔ نام کی تعظیم ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے قیامت کے دن۔ نہ نماز میں ہو رہی ہوگی۔ نہ عبادت ہوگی۔ حکم ہوگا حضرت بلال کو اذان کہو۔ قیامت کے دن حضرت بلال اذان کہیں گے۔ کیونکہ حضور نے فرمایا ہے۔ صرف اس لئے رب چاہے گا۔ یعنی اللہ ہر ایک کو سناؤ: اشہد ان محمد رسول اللہ ۔۔۔ تاکہ اعلان کیا جائے قیامت کے دن۔ نام محمد ﷺ کا۔

کیونکہ محمد نام کے ساتھ جڑ جاؤ۔ محمد ﷺ کی ذات سے عشق کرو۔ ادب کرو۔ محمد کی ذات میں فنا ہو جاؤ۔ محمد کی نسبت میں گم ہو جاؤ۔ تم نے دیکھا نہیں۔ عمل مولا علی المرتضیٰ کا۔ کہ نمازِ عصر نہیں پڑھی۔ حضور نے اُن کی گود میں سر رکھ کے آرام فرمالیا۔ نہیں پوچھا کہ علی نماز پڑھی تھی۔ اگر پوچھ لیتے مولا کہ میں نے نہیں یا رسول اللہ نہیں پڑھی۔ نہ خود بتایا۔ آپ اُٹھ جاتے عصر کی نماز رہ سکتی تھی اگر بتا دیتے حضور تو فرماتے پڑھ لو۔ اس لئے نہیں بتایا۔ ادب تھا۔ کہ اگر حضور کو پتہ چل گیا کہ عصر کی نماز نہیں پڑھی۔ تو حکم دیں گے پڑھ لو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں نمازِ عصر پڑھنے لگوں۔ تو مصطفیٰ کی گود کا انتخاب کر لیں۔ ادھر نماز تھی ۔۔۔ عصر میں چھوڑ بتا رہا ہوں معبود کی محفل کا۔ ادھر نماز تھی علی المرتضیٰ کے سامنے۔ ادھر چہرہ مصطفیٰ تھا۔ یا نماز پڑھ لیتے۔ یا گود میں چہرہ مصطفیٰ رکھ لیتے۔ ایمان بتا رہا ہوں کہ ایمان یہ ہے۔ کہ علی ہو۔ ادھر نماز ہو۔ ادھر مصطفیٰ کا چہرہ۔ سر گود میں رکھنے کا موقع ہو:

M T W T F S S — Memo No ______ Date / /

ایمان نماز کی طرف نہیں جاتا، رُخ حسینؑ کی طرف جاتا ہے ۔ جب نماز (امام حسینؑ کا چہرہ علیؑ کے آگے
سامنے آ جاتا ہے) تو ایمان ادھر نہیں جاتا ۔ رُخ حسینؑ کی طرف جاتا ہے ۔ لیٹ گئے علیؑ نے نماز قضا کر دی ۔
حسینؑ سو گئے ۔ مغرب ہو گئی ۔ جب سورج ڈوبا ۔ اس کا مطلب وقت تھا ۔ تو ہم نہیں پوچھا ۔ جب
وقت چلا گیا ۔ غروب کا جواب مغرب کا وقت تھا ۔ تو پوچھا علیؑ کی نماز پڑھ لی تھی ۔ مرضی کا
آقا نہیں پڑھی ۔ سُنئے فرمایا اب قضا پڑھ لے ۔ علی ابن ابی طالبؑ نے چہرہ مصطفیؐ کو دیکھا ۔ کہ آقا نماز زیادہ
آپ کے آرام پر ہے ۔ اور قضا پڑھ لوں ۔ آقا سمجھ گئے منشا علیؑ ۔ ہاتھ اٹھا دیئے ۔ مرضی کا راستہ علیؑ
ہی کا ہو شیر سا خدا کی اطاعت میں تھا ۔ رسولؐ کی اطاعت تو تھی ۔ آرام حسینؑ اپنی نماز چھوڑ دی تھی ۔
ـ اللہ کی اطاعت میں نماز قضا ہو گئی ہے ۔ نماز قضا کر سکے ۔ تو اطاعت خدا کیا ہو گی ۔ پوچھا
کیا شیر خدا اور شیر سا نبی کی اطاعت میں تھا ۔ اور اس کے بعد حدیث میں آتا ہے ۔ اور احکام ابن حجر
مکی نے الصواعق المحرقہ میں اس حدیث کو پوری کی کوشش اور کوشش کی ہے ۔ فرمایا کہ آقا نے سورج کی
طرف ہاتھ اٹھایا ۔ جیسا کہ کتب میں خدا کی قسم ۔ ڈوبا ہوا سورج اس طرح پلٹ کر واپس آ گیا تھا ۔
جس طرح ڈور کو ہاتھ سے کھینچ کے لایا جاتا ہو ۔ اور ہم نے اندھیرا ہوا کہ بعد ۔ شیعوں
کی ہر مجبوریوں پر ہر عزا کی روشنی ڈال دیا ۔
تو تو ایک مثال ہے کہ ہم ہی نہ کہ نماز حسینؑ کے آرام کی خاطر نماز قربان کر دی ۔ نماز کا وقت
علامہ ملا علی قاری نے ... لکھ دیا ہو ... حدیث کتاب میں آتا ہے کہ
سورج جب غروب ہوتا ہے (۵۶ ـ ۳۰) تو اللہ کے حضور سجدہ میں چلا جاتا ہے ۔
حضرت علیؑ نے تو نماز چھوڑ دی تھی ۔ آرام مصطفیؐ پر ۔ جب سورج غروب ہوتا ہے ۔
حدیث میں ہے کہ اللہ کے حضور سجدہ کرتا ہے ۔ سبحان اللہ ہوا جب اس دن کا سورج
غروب ہو گیا ۔ اور حضور نے کھینچا ۔ تو سورج کس مقام پر تھا ۔ اللہ کے حضور سجدے
میں تھا ۔ ادھر علیؑ ہے ۔ آرام مصطفیؐ پر سجدہ کو چھوڑ کے بیٹھا ہے ۔ ادھر سورج
نے سجدہ میں ہے ۔ حضور کا ہاتھ اٹھا ۔ سورج کھینچنے کے لئے ۔ سورج تڑپ گیا ۔ اللہ
تعالیٰ سے پوچھا ہو گا ۔ پوچھا ہو گا مولا ۔ اب بتا میرے لئے کیا حکم ہے ۔ ادھر شیرا سجدہ میں ہے

Memo No ______

M T W T F S S   Date / /

ادھر مصطفیٰ ﷺ نے بلایا ہے۔ کیا حکم ہے رب نے کیا ہوگا سورج علی کو نہیں دیکھا۔
علی نے سرِ مصطفیٰ ﷺ کے ادب میں نماز چھوڑ دی۔ سجدہ پر شام ہو رہا رہے گا۔ جا مصطفیٰ
کے بلاوے پر لبیک کہہ کر ہو گئے۔ ایمان کی حقیقت عشقِ مصطفیٰ ﷺ اور ادبِ مصطفیٰ
ہے۔ اور یہ حقیقت میلاد کا پیغام ہے۔ اور میلاد کو کہو سنو۔ مرغ محشر اور ذمہ
داری سے بیدار رہا ہوں۔ اس لیے منایا جاتا ہے کہ دلوں میں مصطفیٰ ﷺ کا ادب اور عشق
پیدا ہو۔ عظمت اور تکریم پیدا ہو۔ اگر عظمت نہیں۔ تو کوئی عمل قبول نہ ہوگا۔
سن لو۔ ایمان کی قبولیت کی شرط عمل نہیں ہے۔ ایمان عمل سے بلا شرط
قبول ہو جاتا ہے۔ مگر عمل کی قبولیت کی شرط ایمان ہے۔ عمل نہ ہو ایمان تب بھی
قبول۔ اور اگر ایمان نہ ہو تو عمل نہ مقبول۔ تو پتہ چلا۔ عمل ایمان کی شرط سے
قبول ہوگا۔ رب دیکھتا ہے کہ ایمان کیا ہے۔ ایمان نہ علم کا نام ہے۔ نہ عمل کا
نام ہے۔ ایمان خدا کی قسم خدا کے حبیب کے ادب اور محبت کا نام ہے

جب تعظیمِ نبوت آدم کا وقت آیا تھا۔ اللہ نے حکم دیا تھا سجدہ کرو۔ ابلیس
اپنے علم کے سبب کھڑا ہو گیا تھا۔ انا خیر منہ۔ علم کی دلیل دی تھی۔ علم ابلیس کو
لے ڈوبا۔ علم نے ابلیس کو شیطان بنا دیا۔ علم ابلیس کا ایمان نہ بچا سکا۔
وہ جو علم کے سبب تکبر تھا برباد ہو گیا۔ اور پھر اللہ نے فرشتوں سے پوچھا۔ تم بتاؤ۔ انہوں
نے علم کے چراغ کو بجھا دیا۔ ہاتھ جوڑ کے کھڑے ہو گئے۔ کہنے لگے کہ علم بالکل
مولا ہمیں کوئی علم نہیں ہے (۱۷ — [illegible]) ابلیس علم پر کھڑا ہوا برباد ہو گیا۔
فرشتوں نے علم چھوڑ دیا ادب اپنا لیا۔ فرشتوں کو ادب نے مقرب بنا دیا۔ شیطان کو علم
نے مردود بنا دیا۔ لوگو ایمان علم سے نہیں ملتا آتا۔ ایمان ادب سے محبت سے
جھک جانے سے آتا ہے۔ پوچھو امام بخاری سے منیٰ کا مقام ہے حجۃ الوداع کے
بعد نمازات سے منیٰ میں پہنچے۔ خطبہ دے رہے ہیں۔ دوران خطبہ صحیح بخاری کا خطبہ منیٰ
کے الفاظ ہیں۔ آپ فرمانے لگے۔ صحابہ کرام کا سوالا کا جھکانا ہے۔ فرمانے لگے ہم

M T W T F S S　　Memo No ______ Date / /

بولو آج کون سا دن ہے؟ کسی کو معلوم نہیں کہ یوم النحر ہے۔ قربانیاں دے رہے تھے۔ جانور ذبح کر رہے تھے۔ منیٰ میں کھڑے تھے۔ مگر ہاتھ جوڑ دیئے صحابہ نے۔ رسول اللہ کو تکنے لگے صحابہ نہیں معلوم، آپ ہی جانیں۔ اللہ و رسولہ اعلم۔ پوچھا آج کون سا مہینہ ہے۔ صحابہ کا جواب یہ — صحابہ کو پتہ تھا۔ حج کا مہینہ ہے احرام باندھے ہوئے ہیں۔ صحابہ کہنے لگے ہمیں معلوم نہیں آپ ہی بہتر جانیں کون سا مہینہ ہے۔ پھر مصطفیٰ نے پوچھا۔ مکہ کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔ یہ کون سا شہر ہے؟ کس کو معلوم نہیں تھا کہ یہ شہر مکہ ہے۔ صحابہ نے کہا اللہ و رسولہ اعلم۔ تابعین نے پوچھا کہ اے صحابہ آپ کو سب کچھ معلوم تھا۔ بتایا کیوں نہیں ہمیں معلوم تھا۔ زبان کا دعویٰ ہے۔ حج کا مہینہ ہے۔ شہر مکہ ہے۔ جواب کیوں نہ دیا۔ قربان جاؤں اے صحابہ آپ کے ایمان پر۔ انہوں نے ایمان کی حقیقت کو جان لیا تھا کہ حقیقت ایمان ادب محمد ہے۔ صحابہ کہنے لگے اس لیے جواب نہیں دیا کہ معلوم نہیں کہ منشائے یار کیا تھا۔ وہ کہتے ہیں خدا کی قسم ہم اگر کہتے حج کا مہینہ، مصطفیٰ کہہ دیتے نہیں محرم کا مہینہ ہے۔ اس دن سے مہینہ بدل جاتا۔ ہم کہہ دیتے مکہ ہے۔ یار کہہ دیتا نہیں مدینہ ہے۔ خدا کی قسم مکہ شہر کا نام بدل جاتا۔ لوگو! جن ایمان کی حقیقت مسلم تھی۔ ادب کا عالم یہ تھا۔ اپنی عقلوں کے چراغ بجھا دو۔ عشق و ادب مصطفیٰ کو تھام لیں۔ خواہشوں کے چراغ بجھا دو۔ عشق و ادب کا سہارا لے۔ ابھی در بدر ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔

اگر تم اپنی عزتوں کی بحالی چاہتے ہو۔ وہ قرآن عشق مصطفیٰ کے سبق کو۔ جو بلال حبشی کا پا کر چلے۔ اویس قرنی والی وہ تپش پیدا کرو۔ تمہاری آنکھیں حضور کی محبت میں پر نم رہیں۔ تمہارے دل عشق مصطفیٰ میں تڑپتے رہیں۔ تمہاری روحیں حضور کے در کی سوالی رہیں۔ اور حضور کی حاضری اور حضوری کا سودا کر لو۔ اور نسبت محمدی میں فنا ہو جاؤ۔ اسی نسبت محمدی میں فنا ہو جانے کا نام بقا ہے۔ حضور کی محبت میں فنا ہو جانے کا نام ایمان ہے۔ حضور کے عمل میں فنا ہو جانے کا نام اسلام ہے۔ حضرت صدیق اکبر کی بیٹی سے گفتگو فرما رہے — جب عبداللہ سودا کرتا ہے سب سودے چھوڑ دیتا ہے۔ جب بازار محمد میں

و نسبت سود بدل گئے ہیں۔ جب سے نسبت بدلی ہے کمریاں کے قدم سوئے ہیں۔ (۱۴-۴۲)
جب سے حضور کی رشتہ داری کا اعلان کر دیا ہے سارے رشتے توڑ دیئے ہیں۔ آؤ رشتہ مصطفیٰ کو
ہر رشتے پر غالب کر لو۔ نسبت مصطفیٰ کو ہر نسبت پر غالب کر لو۔ محمد کا مصطفیٰ کو اپنا لو۔
اللہ۔ اٹھو عشق مصطفیٰ کی شمعیں لے کر۔ زندگیوں میں انقلاب لاؤ، سارے کا دنیا تمہارے
قدموں میں آ جائے گی۔ اگر ہم مصطفیٰ کے قدموں میں رہو گے۔ جنہوں نے سب کا سودا کر دو اللہ کے
حضور دست بستہ ادب کے حال کو سمجھو۔ دلوں کو حضور کے گنبد کے ساتھ جوڑ دو۔
ہر وقت حضور کو یاد میں رکھا کرو۔ ہر وقت حضور کے خیال میں رہا کرو۔

QARI MUHAMMAD ...
Naqashbandi Chishti Qadri Sul...
... 2018
Chak 365/E.B Burewala District Vehari
Mob:0334-7632365

۲۱-۹-۲۰۱۸
جمعۃ المبارک ۱۱-۱-۱۴۴۰
۷-۱۵-P.M

خطاباتُ النجوم

جلدِ دوئم

II

نور بصیرت ۲۴۴

M	T	W	T	F	S	S

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵

Memo No

Date / /

نمبر شمار	مضامین	صفحہ	مقررین
۳۵۷	شان مصطفیٰ ﷺ B	۱	علامہ کوکب نورانی
۳۵۸	شان مصطفیٰ ﷺ شان اولیاء رض	۸	״ ״ ״
۳۵۹	واقعہ کربلا	۳۳	״ ״ ״
۳۶۰	شان فاطمہ رض	۶۹	״ ״ ״
۳۶۱	ایصال ثواب	۷۳	״ ״ ״
۳۶۲	ماہ صیام	۹۸	״ ״ ״
۳۶۳	مسائل اول	۱۲۴	״ ״ ״
۳۶۴	مسائل دوم	۱۳۸	״ ״ ״
۳۶۵	شان ولایت	۱۴۸	״ ״ ״
۳۶۶	(۱) تعلیمات تصوف اور اصلاح احوال	۱۶۵	ڈاکٹر محمد طاہر القادری لاہور
۳۶۷	״ ״ (۲)	۱۸۵	״ ״ ״
۳۶۸	صوفی کون ہے	۱۹۹	״ ״ ״
۳۶۹	بن دیکھے عشق مصطفیٰ ﷺ	۲۱۳	״ ״ ״
۳۷۰	شان رسالت ﷺ	۲۱۸	״ ״ ״
۳۷۱	ولادت محمدی ﷺ	۲۲۴	״ ״ ״
۳۷۲	مقام شفاعت	۲۵۳	״ ״ ״
۳۷۳	شان رسالت ﷺ	۲۷۰	״ ״ ״
۳۷۴	مومن کی شناخت	۲۸۶	״ ״ ״
۳۷۵	الف سے اللہ	۲۹۳	״ ״ ״
۳۷۶	دروس الشفاء (۱)	۳۲۳	״ ״ ״
۳۷۷	دروس الشفاء (۲)	۳۴۵	״ ״ ״

۳۷۲- مقامِ شفاعت

Memo No
Date ۵/۱۰/۸۹

۲۸۶- اللہ کا فضل و کرم ہے اور اسی کی توفیق و عنایت سے ہم اس مبارک مجلس میں حاضر ہیں۔ یہ سب کیف و سرور سرشاریاں اور حلاوتیں اور سب کیفیتیں اللہ کے فضل سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نعلین پاک کا صدقہ ہیں۔ اللہ رب العزت اس فضل کو قائم رکھے۔ اور حضور علیہ السلام کے نعلین پاک کا سایہ ہم پر اس مشن پر قائم رہے۔ بحمد اللہ تعالیٰ ۔۔۔ آپ نے چند کلمات طیبات حدیث پاک کی روشنی میں سماعت فرمائے ہیں۔ اور نعت نبوی کا مصرعہ جو ہے اس کا مفہوم ہے کہ خدا پکڑتا ہے اور مصطفیٰ چھڑاتا ہے۔ کسی نے پوچھا کہ اس کا مفہوم کیا ہے۔ تو اس کا جواب حضور علیہ السلام کا مقامِ شفاعت ہے۔ اور شفاعت کہتے ہی اس کو ہیں کہ اللہ رب العزت بندے کے عمل کے باعث پکڑلے اور حضور اپنی شفاعت کے باعث چھڑالیں۔ اللہ بندے کی بداعمالیوں کے باعث پکڑلے۔ اور حضور اللہ کی بارگاہ میں سفارش کر کے چھڑالیں اس کو شفاعت کہتے ہیں۔

حدیث پاک ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ سے مجھے اختیار دیا گیا۔ اللہ پاک نے فرمایا کہ اے محبوب تمہیں اختیار دیا جاتا ہے دو باتوں کا۔ ان میں سے جو پسند کرلے لے۔ ایک یہ ہے۔ کہ بغیر حساب و کتاب کے محبوب تمہاری آدھی امت کو جنت میں ڈال دوں۔ معاف کردوں بخش دوں۔ جنت عطا کردوں۔ اور دوسرا یہ ہے کہ محبوب تم شفاعت کا حق لے لو۔ یعنی چھڑانے کا حق لے لو۔ اب تمہاری مرضی ہے کہ جو پسند ہے لے لو۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں میں نے شفاعت کو اختیار کرلیا۔ میں نے عرض کیا مولا پہلے والا سودا پسند نہیں ہے۔ کہ بغیر حساب و کتاب کے آدھی امت جنت جارہی ہے۔ کرم دیکھئے حضور علیہ السلام کا۔ عرض کرتے ہیں مولا یہ سودا پسند نہیں ہے مجھے فاخترت الشفاعۃ مجھے چھڑانے کا حق دے دے۔ تو پکڑتا ہو تو مجھے چھڑانے کا حق دے دے۔ بجائے اس کے کہ تو اپنی مرضی سے آدھی امت کو بخش دے۔ مجھے یہ اختیار دے دے کہ جنہیں تو پکڑلے میں انہیں چھڑالوں۔ بس میں نے شفاعت کا حق لے لیا ہے۔ اب آپ کہیں گے کہ اس کا معنی ہے کہ میں نے شفاعت اختیار کرلی۔ اور آپ یہ معنی کرتے ہیں کہ جنہیں تو پکڑلے انہیں چھڑانے کا حق دے دوں۔ تو آقا فرماتے ہیں کہ میں نے شفاعت کا حق لے لیا کیوں آقا۔ آدھی امت بغیر حساب کے بخشی جارہی تھی۔ اتنا بڑا کرم۔ اتنا بڑا سودا ——

تو حضور علیہ السلام فرماتے ہیں میں نے یہ قبول نہیں کیا۔ گھاٹا ہوتا۔ فرماتے ہیں کہ اگر اس سودے کو قبول کر لیتا۔ تو اللہ پاک اپنے وعدے کے مطابق میری آدھی امت کو بخش دیتا۔ اور جنت میں بھیج دیتا۔ ممکن ہے کہ جو میرا کوئی امتی بعد میں پکارتے کہتا یا رسول اللہ مجھ پر بھی کرم کر دیں۔ فرشتوں نے اسے پکڑا ہوا ہوتا۔ دوزخ کی طرف لے جا رہے ہوتے۔ اور میری ادھر اس کی نگاہ پڑ جاتی کہ آقا جا رہے ہیں۔ اور مجھے تکتے ہی پکار اٹھتا۔ یا رسول اللہ ﷺ مجھے بچا لیں۔ تو پھر میں کیا کرتا۔ آدھی امت کو جنت میں جا چکی تھی۔ پھر میں کیا کرتا۔ تو کیا یہ ممکن تھا کہ اس کو کھینچ کر لے جاتے رہیں دوزخ میں۔ اور وہ پکارتا رہے اور میں خود بھی دیکھتا رہوں۔ خاموشی کے ساتھ۔ اس لئے میں نے جو خیال کیا۔ فاخترت الشفاعۃ میں نے عرض کیا باری تعالیٰ یہ سودا نہیں قبول۔ یہ چھڑوانے والا سودا رہنے دے۔

اور حق شفاعت اس لئے لے لیا۔ کہ یہ عام ہے۔ اس پر تو آدھی امت والی شرط نہیں تھا۔ لہٰذا اس پر شرط ہی نہیں ہے۔ اور اس میں آدھی امت کی بخشش کی قید نہیں۔ آدھے سے آگے حکم ہو تو پھر حد پوری ہو گئی ہے۔ اور شفاعت پر تو حد ہی کوئی نہیں۔ یہ چھڑوانے کا عام حق تھا میں نے اپنا لیا [?]۔

آگے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔ لوگو تم کیا سمجھے ہوئے ہو یہ میں نے شفاعت کا حق لیا ہے چھڑوانے کا اور بخشوانے کا۔ یہ نیکوکاروں کے لئے ہے۔ نیکوکار تو اس کے وعدے کے مطابق پہلے ہی بخشے جا رہے ہوں گے۔ تو مجھے کیا ضرورت ہے میں ان کے لئے شفاعت استعمال کروں۔ ان کی بخشش کے لئے تو اللہ کا وعدہ ہی کافی ہے۔ اللہ کا وعدہ ہے کہ جو ایمان لائیں عمل صالح کریں وہ بخشے جائیں گے۔ یہ تو ان گنہگاروں کے لئے ہے جنہیں خدا نے پکڑ لیا ہو گا۔ اپنی بد اعمالیوں پر جن کی گرفت ہو چکی ہو گی۔ جن کا نامہ اعمال اس قابل نہیں ہو گا کہ انہیں جنت میں لے جائے۔ وہ اپنے عمل کے لائق چھوٹنے کے قابل نہیں ہوں گے۔ مذنب ہوں گے خطا کار ہوں گے گنہگار ہوں گے۔ اور اپنے عمل کے باعث پکڑے ہوئے ہوں گے۔ دوزخ میں گھسیٹے جا رہے ہوں گے۔ اس وقت ان کے لئے شفاعت کام آئے گی۔ وہ مجھے پکاریں گے۔ اور میں کہوں گا کہ ان کو چھوڑ دو۔ ۔ ۔ خدا جس کو پکڑے اسے چھڑائے محمد ﷺ۔ للمذنبین للخاطئین۔ وہ گنہگار پکڑے ہوئے ہوں گے۔ میں نے شفاعت کا حق انہیں کو دے دیا ہے۔

اور ایک حدیث پاک میں آتا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ قیامت کا دن ہو گا۔ اور تمام انبیاء کرام کے لئے۔ نور کے منبر اور کرسیاں بچھا دی جائیں گی۔

M T W T F S S

Memo No

Date / /

میں پہنچ جائیں گے کہ سلطان تخت پا جائیں گے - حکم ہو گا انبیاء علیہم السلام کو کہ منبروں پر بیٹھ جاؤ - اور ایک
حدیث پاک میں آتا ہے کہ انبیاء بیٹھیں گے اپنے منبروں پر حسب درجہ و مقام اور اولیاء اپنے منصب
و مقام کے مطابق اپنے اپنے منبروں پر بیٹھیں گے - ان کے لئے نور کے منبر بچھ جائیں گے - جو حساب
کتاب دینے کے لئے آتے ہیں ان کو منبروں اور سجدہ پر بٹھایا جاتا ہے - خدا کی عدالت ہے - لمن الملک
الیوم لله الواحد القهار - ذرا آرہی ہو گی آج کس کا دن ہے - صرف اللہ کا دن ہے - اللہ خود ہی
جو قہار ہے - اس کی عدالت برپا ہو گی - اور ہر کوئی اس کے حضور پیش ہو گا - حساب و
کتاب ہو رہا ہے - پوچھ پر پوچھ ہو رہی ہے - تو لوگ اس حال میں پیش ہیں کہ سلطان ان
کو ملتی ہیں جو مہمان خصوصی ہوتے ہیں - اور جو حساب و کتاب دینے کے لئے آئے ہوں - جن سے پوچھ گچھ
ہو رہی ہو - انہیں کرسیاں پر نہیں - انہیں کھڑا کیا جاتا ہے - اس سے معلوم ہوا - کہ اللہ کے کچھ مہمان
ہوں گے - قیامت کے دن ہر ایک کا حال یکساں نہیں ہو گا - کوئی اپنا نامہ اعمال لے کے کھڑا سہما
تھر تھر کانپ رہے ہوں گے - کچھ وہ جو اپنے منبروں پر بیٹھے ہوں گے - نور کی کرسیاں لگیں ہوں
گی - ان کے چہروں سے نور کی شعاعیں پھوٹ رہی ہوں گی - وہ نوروں پر قائم اور متمکن ہوں گے
وہ نور کے منبروں پر بیٹھے ہوں گے - انبیاء اور شہید بھی اللہ کی بارگاہ میں ان کی قدر منزلت کو دیکھ
کے رشک کریں گے - ہم تو نبی ہیں کیا ولی اور شہید کو بھی منبر مل گئے میری بارگاہ سے - نبیوں
کے لئے منصب مقتضی تھا کہ لوگ نہیں نور کے منبروں پر بٹھایا - وہ نہ نبی نہ شہید - انبیاء بھی
رشک کریں گے شہداء بھی رشک کریں گے - مولا یہ لوگ کون ہیں - یہ نہ نبی اور نہ شہید
مگر میری بارگاہ میں عزت اور شان سے بیٹھے ہیں - نور کے منبروں پر بیٹھے ہیں - ان کے
چہروں سے نور نکل رہا ہے کون ہے - آقا نے فرمایا میں بتا دوں وہ کون ہیں - آخر کے
الفاظ ہیں - یہ اولیاء اللہ ہیں - مولا یہ کون ہیں بتا دو - ہم نشین ہے شیخ عبدالقادر جیلانی
ہیں - مولا اس منبر پر کون بیٹھا ہے - یہ سید اجمیری بیٹھا ہے - یہ داتا علی ہجویری بیٹھا ہے - اس
پر کون ہے جس کا نور چمک رہا ہے - یہ بابا فرید ہے - یہ شاہ نقشبند بیٹھا ہے - یہ بہاؤ الدین
زکریا - یہ مجدد الف ثانی بیٹھے ہیں - یہ سلطان باہو بیٹھے ہیں - یہ شیخ شہاب الدین سہروردی
بیٹھے ہیں - نہ نبی ہیں نہ شہید ہیں مگر نور کے منبروں پر بیٹھے ہیں - ادھر انبیاء بیٹھے ہیں -

نزول ہوتے میں وہاں بیٹھے ہیں شہداء بیٹھے ہیں۔ تو ہر کوئی ایک حیثیت سے پبلک میں نازل ہوگا۔
کچھ ہوں گے جو پکڑے جا رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کچھ جھگڑنے والے ہوں گے۔ یہ سب جدا جدا
حال ہے۔ آقا نے فرمایا تمام انبیاء اپنے اپنے منبروں پر بیٹھ جائیں گے۔ یہاں تک کہ میرا منبر
اور کرسی خالی رہ جائے گی۔ میں نہیں بیٹھوں گا۔ آقا کیا وجہ ہے ہر کوئی بیٹھتا ہے آپ نہیں بیٹھیں
گے۔ پہلے تو یہ فرمایا کہ اولیاء اور انبیاء قیامت کے دن اللہ کے حضور مہمان خصوصی بنا کر بلائے
جائیں گے۔ اب سوال یہ ہے کہ تمام انبیاء و اولیاء تو مہمان خصوصی ہو گئے۔ اور کوئی صدر بھی تو
ہونا چاہیے اس مجلس کا۔ باقی سارا قوم تو قیامت کے دن سامعین ہو گئی۔ اپنا فیصلہ سننے کے
انتظار میں کھڑے ہیں۔ تو یہ سب حاضرین و سامعین ہو گئے۔ سب انبیاء اولیاء شہداء ہو گئے مہمان
خصوصی۔ تو سوال کیا کوئی نے اس مجلس کا صدر بھی مقرر فرمایا ہے۔ یہاں صدر ہیں مصطفیٰ ؐ ہے ——
یہ اپنے اپنے ذوق کی بات ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اللہ تعالیٰ کو صدر بیان فرمایا — وہ بھی بجا ہے۔
میرا اپنا ذوق ہے۔ (۳۶-۱۹) کہ مہمان خصوصی انبیاء اولیاء شہداء۔ اور اس مجلس میں صدر اللہ
پاک نے حضور علیہ السلام کو مقرر فرمایا ہے۔ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا نے
فرمایا محبوب یہ جو مقام محمود کی کرسی ہے یہ کرسی صدارت ہے۔ ہر کوئی مہمان خصوصی کی
کرسی پر بیٹھا ہے۔ اور حضور ؐ کرسی صدارت پر بیٹھے ہیں۔ اور صدر کی علامت یہ ہے کہ
کہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی بول نہ سکے۔ ہر کوئی چپ۔ وہی بولے جسے اجازت دی
وہی بولے۔ فرمایا۔ جب ہر ایک خاموش ہوگا۔ تنہا بولنے والا میں ہوں گا۔ قیامت کے دن
خطیب بولنے والا میں ہوں گا۔ فقط بولنے والا میں ہوں گا ہر ایک کی زبان بند ہوگی۔ جس کو
اجازت دوں گا وہ بولے گا۔ امام قرطبی۔ یہ جو فرمایا مقاما محمودا۔ کہ حضور کو مقام محمود
پر بٹھایا جائے گا۔ ایک حدیث تو یہ بھی آتی ہے پوچھا گیا کہ حضور مقام محمود کیا ہے۔ فرمایا مقام
شفاعت ہے۔ مگر یہ کیا حضور کا مقام شفاعت کیا ہے۔ فرمایا اللہ کا عرش یہاں اس کی
کرسی ہوگی۔ اس کے دائیں جانب مجھے بٹھایا جائے گا۔ دوسری حدیث ہے۔ میرا ذوق اور
ایمان تو اس کو مانتا ہے۔ حدیث ہے۔ آئمہ نے بیان کی۔ امام قرطبی بیان کرتے ہیں۔ ایک
تو یہ ہے نہ کہ مقام محمود لفظ مقام شفاعت کے دائیں جانب بٹھائیں گے۔ اور دوسری حدیث

پوچھا حضور مقام محمود کیا ہے — فرمایا مقام محمود پر حضور کو بٹھایا جاتا۔ اللہ عرش پر اپنی کرسی
پر اپنے ساتھ بٹھائے گا — وہ مقام محمود ہے۔ مالک کی مرضی ہے جس کو چاہے ساتھ بٹھالے —
ساتھ بیٹھنے سے کوئی خدا تو نہیں بن جاتا نا — مثال۔ جیسا باپ بیٹے کو ساتھ بٹھالے
تو باپ بیٹا بن جاتا ہے۔ مالک بندے کو ساتھ بٹھالے تو بندہ مالک بن جاتا ہے۔ عرش پر کرسی کے
سماں نہ۔ صحابہ کرام ساتھ چٹائیوں پر بیٹھ گئے۔ تو اُن جیسے ہو گئے۔ اگر حضور اللہ کے ساتھ بیٹھ
گئے تو اُن جیسے نہ ہوئے۔ خدا اگر اس کو اپنے ساتھ کرسی پر بٹھالے تو خدا جیسے نہیں
ہو گئے — وہ خدا۔ خدا رہا۔ تو مصطفیٰ مصطفیٰ رہا — فرمائیں گے اے محبوب آ جا یہاں نہ بیٹھ آ جا
پہلو میں ساتھ بٹھالوں — جو تجھے لوگ جدا دیکھنا چاہتے ہیں — وہ دیکھ لیں کہ خدا جدائی گوارہ
نہیں کرتا — وہ پہلو میں بٹھاتا ہے۔ (۰۰—۲۳)

امام قرطبی جب یہ آیت پڑھ رہے کہ فتہجد نافلۃ لک — آ محبوب تو راتوں کو
اٹھا کر اس لئے تیرے راتوں کے اٹھنے پر میں نے تمہیں اپنے پاس بٹھانا ہے۔ جیسے باپ بیٹے کو
گود میں بھی تو بٹھا لیتا ہے نا — ارے گود میں بیٹھ کر وہ باپ جیسا نہیں بنتا بیٹا بیٹا رہتا ہے۔
باپ باپ رہتا ہے۔ دوست دوستوں کو ساتھ بٹھا لیتا ہے۔ بادشاہ اگر کسی پر اتنا شفیق
اور مہربان ہو جائے اپنے وزیر کو کہے کر آ میرے تخت پر میرے ساتھ بیٹھ — تو کیا وہ وزیر بادشاہ
بن جائے گا۔ (نکتہ) اللہ کی الوہیت کوئی ایسی ہے اگر حضور کو ساتھ بٹھالیا تو الوہیت
چھن گئی۔ عبدیت کوئی ایسی شئے ہے۔ اگر محبوب کو ساتھ بٹھا لیا تو عبدیت سے نکل گئے۔
نہ خدا سے نہ الوہیت گئی نہ حضور سے عبدیت۔ خدا خدا رہا۔ مصطفیٰ مصطفیٰ
رہا — دنیا کو اس کا کرم ہے کہ محبوب آ۔ آخرت تو مقام کا نظارہ کا۔ آ اِدھر پہلو
میں بیٹھ۔ تاکہ یہ دیکھ لیں کہ محبوب کو کہاں بٹھایا ہے رب نے۔

ایک تو وہ مقام تھا۔۔ فکان قاب قوسین — اے محبوب وہاں تو تنہا
تو تھا اور میں تھا — کہ میں نے تمہیں اپنے قریب میں جہاں کسی نے نہ دیکھا۔ آج آپ کو
دکھاتے ہیں۔ وہ تو کسی نے نہ دیکھا۔ تنہائی میں تھا اور تنہا تو تھا۔ انہ ھو السمیع البصیر
میں تمہیں دیکھنے والا تھا۔ تو مجھے دیکھ رہا تھا۔ نہ مجھے کسی نے دیکھا نہ تجھے کسی نے

اللہ کے ساتھ

Memo No ______
Date / /
M T W T F S S

بے ہوش ہوتے دیکھا۔ کسی کو کیا خبر کہ محبوب کہاں تک گیا۔ کہاں بٹھایا گیا۔ کیسے ملا۔ کیسے ملایا
گیا۔ کسی کو خبر نہیں ہے۔ آج تو محبوب اپنے پرانے دشمن کافر سب جمع ہیں۔ آ محبوب
ہمیں یہاں بٹھاتے ہیں تاکہ ہر کوئی دیکھے۔ اس پر امام قرطبی نے اس پر وارد ہونے والے
اعتراض کا رد کیا ہے دلائل کے ساتھ۔ عندیت پر بحث کی ہے۔ اور قرآن
مجید کی آیات کو بیان کیا ہے۔ قرآن میں فرمایا ہے۔ ان اللہ مع المحسنین۔
اللہ محسنوں کے ساتھ ہے۔ تو ساتھ ہونے سے کوئی فرق پڑتا ہے۔ کہ خدا ساتھ آ
آئے۔ ان اللہ مع الصابرین ۔۔۔ تو وہاں بھی تو معیت ہے۔ اور نحن اقرب الیہ من
حبل الورید ۔۔۔ تمہاری شہ رگ سے بھی اندر ہو جائے تو پھر بھی کم رہا نہ ہو۔ اور رب حضور
کو ساتھ بٹھالے تو گمان پیدا ہو جائے۔

وہ مالک ہے وہ شہ رگ سے قریب ہو کر فرما رہا ہے۔ بندہ بندہ رہتا ہے۔ مصطفیٰ
کو ساتھ بٹھالے تو بندہ بندہ ہے خدا خدا ہے ۔۔۔ تو محبوب کو بٹھانے کے ساتھ۔
عشق فرماتے ہیں کہ میں اللہ کا بلا شرکت [illegible] گنہگار ہوں گا۔ سراپا سوال ہوں کہ گنہگار ہوں گا
اعلان فرمائیں فرمائیں گا [illegible] پیارے محبوب گنہگار ہو۔ پیارا گنہگار ہو۔ جیسے گنہگاروں میں جا
بیٹھا ہی نہیں ہے۔ محبوب بولا۔ سبحان اللہ [illegible] تو کیا سلوک کرو گے پیچھے [illegible]
گنہگار [illegible] لیتا ہوں۔ جیسے کہتا ہے محبوب کسی نے پوچھا کو ڈرا رہا ہے۔ ہے کسی کو جرأت
کہ پوچھے۔ ہے کسی کو جرأت کہ خدا سے سوال کرے۔ (۲۷-۵۷) محبوب بولا
جو ہے گا وہ مانگ لیتے ہیں۔ ہے کوئی جو اعتراض کرے۔ ہر اعتراض کا جواب اس نے پہلے دے
رکھا ہے۔ ملک یوم الدین۔ میں مالک ہوں خبردار چاہوں بخش دوں۔ چاہوں پکڑ لوں کوئی
پوچھ نہیں سکتا۔ میں مالک ہوں۔ اس نے مالک بن کے ہر اعتراض کا جواب پہلے دے رکھا ہے۔ کہ میں
کیا ہوں جزا اور سزا دینے والا ہوں۔ یہ نہیں فرمایا۔ جزا اور سزا کا مالک ہوں۔ دنیا اور جو کچھ ہے
مالک ہونا اللہ شاہد ہے۔ مالک تو مالک ہوتا ہے چاہے تو پکڑ کر جنت میں ڈال دے۔ چاہے تو جہنم
میں ڈال دے۔ جنت سے نکال کے باہر پھینک دے۔ وہ مالک ہے کوئی سوال نہیں کر سکتا۔ اس
لیے فرمایا۔ محبوب یا شہریاران عشاق ملک۔ بولا پیارا سا ارشاد کیا ہے شہر ا۔۔۔

M	T	W	T	F	S	S

Memo No ______
Date / /

سنے تُو منگدا جاویں میں دیندا دیساں ۔
ایہو جلوہ ہویا اسے کل مکان دا ۔

پیاں مانگنے کی ضرورت نہیں ۔ حضور ﷺ کبھی مانگتے نہیں تھے ۔ خود بخود اللہ نے پوچھا کیا چاہتا محبوب بول ۔ جو کہتا ہے وہ سب عطا کر دیتے ہیں ۔ (۲۸-۲۹) حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں اللہ کی بارگاہ میں عرض کروں گا ۔ امتی میری مولا عجل حسابہا ۔ ابھی حق شفاعت محفوظ رکھا ہے ۔ وہ استعمال نہیں کر رہے ۔ ابھی ضرورت استعمال کی نہیں ۔ مولا اپنا حساب کتاب کرے ۔ میں اپنا حساب بعد میں شروع کروں گا ۔ پہلے فرمایا عجل حسابہا ۔ ابھی شفاعت کی بات نہیں کی ۔ فرمایا مولا اپنا حساب جو ہونا ہے وہ جلدی کر ۔ تو جانے اور میری شفاعت جانے ۔ اور میری شفاعت رکھے پچاس ہزار سال جائے ۔ میری امت کو جلدی فارغ کر ۔ مجھے پتہ ہے کہ یہ پچاس ہزار سال کا ۔ مگر میری امت کو ۔ کسی عام آدمی کی جرأت ہے کہ عام عدالت میں کہہ سکے ۔ کہ میرا مقدمہ جلدی ختم کرو ۔ ایک عام سول جج ہوتا ۔ تیسرے درجے کا ۔ اس کی عدالت میں کسی کا مقدمہ ہو ۔ خواہ اس کا اپنا ہو یا اس کا کوئی ہو گا ۔ یہ نہیں کہہ سکتا ۔ کہ آپ کی عدالت دو بجے تک چلے گی مجھے جلدی سے ذرا جلدی فارغ کر دیں ۔ اتنی بات کہے وہ اندر کر دے گا ۔ تم عدالت میں ہو ۔ تمہیں جج کے سامنے بات کرنے کی تمیز نہیں ہے ۔ یہ تو اس کی بات جو عام پیشی کے لئے آتے ہیں ۔ یہ تو صدر مجلس ہیں ۔

تو عرض کریں گے ۔ یہ لاڈ ہے نا پیار کی بات ۔ عرض کریں گے مولا مجھے پتہ ہے پچاس ہزار سال چلے گا ۔ میری امت کا حساب جلدی کر ۔ حدیث پاک میں آتا ہے جنت کی امت کو آواز دی جائے گی ۔ کہ محمد ﷺ کی امت آ جائے ۔ اور ان کا حساب و کتاب جلدی شروع کر دیا جائے گا ۔ من یدخل الجنۃ من رحمتہ ۔ حساب و کتاب کے بعد کچھ ایسے ہوں گے جو اللہ کی رحمت کے لائق بخشے جائیں گے ۔ اور کچھ ایسے ہوں گے ۔ کہ رحمت ان کے لئے کم ہو گی جن کے لئے علیحدہ شمار رکھا ہے ۔ اعمال صالحہ والے ۔ اور کچھ وہ ہوں گے ۔ جو میری شفاعت سے بخشے جائیں گے ۔ دو گروپ بنا دیئے ۔ مولا نیکوکار تیرے ہیں ۔ گنہگار میرے ۔ نیکوکار رب کی رحمت سے بخشے گئے ۔ گنہگار حضور کی شفاعت سے بخشے گئے ۔ گنہگاروں میں جو کہ لوگ

پھر کہا ہوا گا کہ گنہگاروں کی تعریف کیا ہے جو لوگ بیکس ہو گئے ہوں گے۔ فرمایا یدخل الجنۃ بشفاعتی ۔
جھگڑا شک کے خبث میں بھیج دوں گا۔ حضور فرماتے ہیں۔ میں شفاعت کرتا جاؤں گا اور کہتا جاؤں
گا چھڑاتا جاؤں گا۔ میں بخشواتا جاؤں گا اللہ کی بارگاہ سے ـــ حتیٰ کہ وہ جن کے نامۂ اعمال میں
دوزخ کا پروانہ ہو گا۔ جن کو جہنم کا پروانہ مل چکا ہو گا۔ اور حکم ہو چکا ہو گا۔ کہ ان کو دوزخ
میں گرا دو۔ اور وہ دوزخ کا پروانہ لے کر فیصلہ سن کر دوزخ کا۔ دوزخ میں گرائے جا رہے ہوں گے
وہ میرے سامنے آ جائیں گے۔ اور مجھے پکار لیں گے۔ میں ان کو بھی شفاعت دے دوں گا۔ ان کو چھوڑ دو۔
ان کا رب کہتا ہے کہ جنہیں چاہا آپ چھوڑ دو۔ حتیٰ کہ حدیث پاک میں آتا ہے۔ جو دوزخ کا
جو ایندھن ہو گا نا ـــــ وہ منتیں کرے گا آقا۔ آقا آپ نے تو اتنا کرم کیا امت پر۔ کہ
سب کے سب رحمت کے کھاتے میں ڈلوا دیے کوئی ایک دانہ خدا کے غضب کے لیے چھوڑ دے۔
آپ نے تو اللہ کے غضب کے لیے چھوڑا ہی کچھ نہیں ہے۔ ہم تو بیٹھے ہی ناحق میں خالی مٹکے
تو بس دشمنوں میں بنائے ہوئے ہیں۔ قرآن و حدیث پڑھیں تو سمجھ میں آئے کہ تمام کتاب حضور کی
شفاعت کا۔ اب جو جتنی حضور کی شانیں ہیں ان سب شانوں میں حضور کی بلندی کا
ظاہر ہوتا جاتا ہے۔ یہ سب جتنے دن ـــ اللہ کا کرم ظاہر ہوتا ہے۔ تو جس نے اپنے محبوب
کو اتنی شانیں عطا کر رکھی ہیں۔ اس کی اپنی شانوں کا عالم کیا ہو گا ـــــ
وہ خود کتنا بلند ہے۔ جیسے بخاری میں مسلم میں حدیث ہے۔ حدیث شفاعت۔ حضور فرماتے
ہیں کہ اللہ کی بارگاہ میں بار بار سجدہ کروں گا۔ اللہ فرمائے گا۔ ارفع راسک۔
پیارے اپنا سر تو اوپر اٹھا ـــ ہے محبوب ذرا مکھڑا تو دکھا ۔
ہم ان شعروں کا ترجمہ ہے ـــــ اب اس لیے ان شعروں کا ترجمہ بتا رہے ہیں کہ کوئی اعتراض نہ کر بیٹھا
جب سے شروع میں ہی کر دیا۔ کہ ان شعروں کا ترجمہ ہے شرح المشکوٰۃ کی کتب میں بھی ہم ان کا ـــــ
جن کی طبیعت پسند کرتا ہو۔ جن کو پسند کرتے ہیں وہ چھوڑ جاتے ہیں واپس گھر
لیں گا۔ جھگڑا نہیں ہے کہ اس کا نہ بھایا۔ محبوب مکھڑا تو دکھا ـــ محبوب ذرا لب
تو ہلا ـــ قل فرمایا محبوب بول تیری سنا جائے گا ـــ لب تو ہلا تیری سننا چاہتا ہوں۔
محبوب ذرا مانگ تو سہی ـــ ہم کرتے کیا ہیں۔ اشفع تشفع۔ محبوب ان پر ماہوں کے

لیے استغفار نہیں ہو کر۔ سب سارا نہ چھوڑ دوں تو ـــــ محبوب یہ جو پکڑے جا رہے ہیں۔ محبوب
ذرا استغفار نہیں ہو کر میرا پیار رہا۔ دیکھ ذرا سو رہا کیا ہے ـ اتنی اتنی کمر کے سجدہ میں پڑے ہوں گے۔
اللہ ربکا میں گے سجدے سے ـ اور ٹھیک ہیں گے محبوب۔ چار سجدے ہو گیا۔ اور بار بار ارشاد ہو گا۔
جو دوزخ میں جل رہے ہیں۔ حکم ہو گا محبوب خود جا ـ جس جس کے دل میں ایمان کا ذرہ
بھی ہے ـ اور دوزخ میں جل رہا ہے۔ محبوب اپنے ہاتھوں سے نکال کے جنت میں ڈال دینا ـــــ
حد فرماتے ہیں میں جاؤں گا۔ اور اپنے ہاتھوں سے نکال نکال کے جنت میں ڈال کے آؤں گا۔ پھر
سجدہ کروں گا ـ باری تعالیٰ فرمائیں گے۔ محبوب اب کیا معاملہ ہے۔ اپنے ہاتھوں سے ساروں کو نکال کے ڈال
کے آیا ہے۔ پھر سجدہ ـ پھر وہی چلے ـ محبوب خدا اکھٹا تو دیکھا ـــ مولا جو نکال کے آیا ہوں ان
کے لیے تو سفارش کر دیا ہے تم نے کہ جن کے دل میں دانے برابر بھی ایمان ہے نا اُن کو نکال دے۔ میں تو حکم کا پابند
تھا ـ مگر ایسے میں جن کے دل کے اندر ایمان تو ہے مگر دانے سے کم ہے۔ پر ہیں میرے امتی ـــ فرمایا میں
تیرا حبیب کیا ہو گا رہیں مالک ہوں گا۔ مجھے کون پوچھنے والا ہے۔ تو جا فاخرج جن کا دلوں میں
ایک ذرہ برابر بھی ایمان ہے ۔ دانہ تو دور کی بات ہے ایک ذرہ برابر ہے۔ محبوب جا اُن کو بھی
دوزخ سے نکال ـ جنت میں ڈال دے۔ پکڑے خدا نے ہوئے۔ دوزخ میں فرانے ڈالے ہوئے؟
حضور فرما رہے ہیں میں جا کے جنت میں ڈال کے آؤں گا۔ پھر سجدہ میں گر جاؤں گا۔ سا اللہ پاک پوچھے گا
محبوب پھر سجدہ میں ـــــ یہ معاملے ہی جدا ہیں جب اللہ محبوب کہے۔ ایک ہی سجدہ میں سارا
معاملہ طے ہو سکتا تھا نا ـــــ مگر سجدہ کرنے میں لذت ہے اور پھر بار بار بیتے میں مزا ہے۔
کہ محبوب ذرا مکرا دیکھا ـــــ یہ راز و نیاز کے معاملے ہیں یہی جانے ـــــ
۔ جیسے شب معراج ایک ہی بار معاملہ چکایا جا سکتا تھا نا ـــ مگر بار بار پھر گیا ساتھ کرلی نمازیں
معاف کر کے بھیجا جا سکتا ہے۔ پھر پلٹایا جا رہا ہے۔ محبوب تو بار بار آتا جا ـــ اور بخشواتا جا۔
میں شرم کیا رہوں ـ تو جیسے دکھا گئے ہیں ـ (۱۲ ـــ ۴۰) ـ حضور فرما رہے ہیں۔ پھر اللہ پاک فرمائیں
گے محبوب کوئی بات نہیں۔ پھر سجدہ کر لیا ـــ میں عرض کر دوں گا۔ باری تعالیٰ یہ وہ لوگ تھے جن کے
اندر رائی کے دانے کے برابر ایمان تھا۔ میں ان کو نکال کے آیا ہوں۔ یہ بھی حد ہے۔ مگر کچھ ایسے ہیں۔
جن کے اندر ایمان ہے مگر رائی کے دانے سے بھی کم ہے۔ دل چاہتا ہے کہ ان کو بھی چھڑالوں۔

نکتہ

M T W T F S S — Memo No ______ Date / /

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ محبوب ہمیں اس طرح کہ جس کے دل کے اندر ایک رائی کے دانے کے برابر
نہیں اس سے بھی کم اس سے بھی کم۔ کسی کے اندر ایمان کا سا ہو بھی ہے۔ اس کو بھی
نکال کے جنت میں ڈال دے۔ خود جا کے جنت میں ڈال دے ہو بخاری شریف۔ آخری کتاب
ہے۔ کتاب التوحید۔ اُن کو بھی جنت میں ڈال دے۔

نکتہ اللہ تعالیٰ یوں بھی تو فرما سکتے تھے تاکہ محبوب اچھا جن جن کو تو کہتا جائے
گا میں بخشتا جاتا ہوں گا۔ وعدہ ہو گیا بخش دیا۔ اللہ فرما سکتے تھے۔ فرشتو میرے محبوب
نے ان ان کے لئے بخشش کی سفارش کی ہے۔ انہیں دوزخ سے نکال کے جنت میں ڈال دو۔
اللہ کر سکتا تھا۔ اللہ پاک فرما سکتا تھا اچھا میرے محبوب نے ان ان کے لئے شفاعت کی ہے کہ
اس اس طرح کے جو دوزخ میں جلنے والے ہیں ہو سکتا ہے وہ سب نکل کے جنت میں چلے جائیں۔
(سو صورتیں ہیں) براہِ راست بخشا جا سکتا تھا۔ مگر بار بار کہتا ہے محبوب
خود جا دوزخ میں سے نکال کے جنت میں ڈال۔ اس کی حکمت کیا ہے۔ بار بار خود نکال
کے اپنے ہاتھوں سے ڈالنا —

— حکمت یہ ہے کہ بخشش تو سب کی ہو جاتی۔ مقصود ان کی بخشش نہیں ہے۔
مقصود تو یار کو راضی کرنا ہے۔ تو اگر وہ فرشتوں کے ذریعے بخش دیا جاتا۔
حکم دیا کہ براہ راست جنت میں بھیج دیا جاتا۔ اور وہ بخشے جاتے جنت میں چلے جاتے۔
تو آپس میں مل بیٹھتے۔ مجلس بنا بیٹھتے۔ پتہ کیسے بخشش ہوئی۔ کوئی کہتا۔ کہ جو حساب
کتاب تھا۔ وہ صدرت پوری ہو گئی اور بخشے گئے۔ کوئی کہتا کہ اللہ کو رحم آ گیا ہو گا جل جل
کے۔ پتا چلنے پر اللہ رحیم و کریم ہے تو بخش دیا ہو گا۔ کوئی کہتا۔ کہ عذاب کا وقت
ختم ہو گیا ہو گا شاید اس لیے بخش دیا ہو گا۔ کوئی کچھ کہتا۔ کوئی کچھ کہتا۔ کوئی کچھ۔
اللہ پاک فرماتے ہیں محبوب بخشش ساری کی خاطر تھا۔ وہ باتیں کچھ سوچتے
رہیں تو مزہ ہی کیا۔ اپنے ہاتھوں سے جا جنت میں ڈال تاکہ ہر ایک کو پتہ چلے۔ کسی اور وجہ
سے نہیں خدا نے تو دوزخ میں ڈالا تھا۔ مصطفیٰ نکال کے جنت میں ڈال رہا ہے۔
پتہ چل جائے کہ کوئی اور سبب نہیں ہے بخشش کا۔ یہ نہ سمجھ کہ میرا عذاب

ختم ہو گیا۔ یہ نہ سمجھو یہ حساب وکتاب کا قدرت پوری ہو گئی۔ یہ نہ سمجھو کہ خدا کو خود رحم آ گیا
تو بخشے گئے۔ کسی مغالطے میں مبتلا نہ ہونا۔ معلوم نہیں کتنی مدت دوزخ میں بسر
کرنی پڑتی۔ جب محبوب نکال نکال کے جنت میں ڈالو گے نا۔ ہر کسی کو پتہ ہو گا۔ یہ ہم تو جل
رہے تھے۔ محبوب نے اپنے ہاتھوں سے نکال کے جنت میں ڈال رہا ہے ——
تو جن کی خاطر یہ سب کچھ کیا ہے۔ انہی کے واسطے کا ہی پتہ نہ چلے۔ اس کے وسیلے کا
ہی پتہ نہ چلے تو بخشش کا مزہ کیا ہے۔ اس لیے محبوبؐ اپنے ہاتھوں سے نکال کے جنت میں ڈال
رہا کہ ہر ایک کو پتہ تو چلے نا —— کہ کس نے بخشوایا ہے —— ہم تو بے کار ہو گئے تھے (۴۸۔۴۹)
آقا فرماتے ہیں تین بار نکال کے جنت میں ڈال آؤں گا۔ اور چوتھی مرتبہ میں پھر سر سجدہ میں
رکھ دوں گا۔ اللہ فرمائے گا محبوب اب بھی کچھ باقی رہ گیا ہے۔ عرض کروں گا باری تعالیٰ
اب بھی ایک حد قائم کر دی تھی آپ نے مگر چونکہ تین راستے تھے میں بھی تو جلدی
ہو گئی تھی نا۔ کچھ ایسے بھی ہیں جو اس سے بھی کم تھے۔ تو محبوب اب خود بتا اب
چاہتا کیا ہے۔ میں عرض کروں گا رب اذن لی فی من قال لا الٰہ الا اللہ —— یہ چاہتا
ہوں کہ مجھے اذن دے دے کہ محبوب جس نے تیرا کلمہ پڑھ لیا وہ جنت میں گیا۔ رب کب
تک یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔ بار بار سجدہ کروں تو اٹھاتا رہے۔ میں جنت میں جا کے
ڈالتا رہوں۔ یہ سلسلہ کب تک چلتا رہے گا۔ اس کا ہی تو ختم بھی کر دیں نا۔
اس پہ اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آ جائے گی۔ ارشاد ہو گا۔ محبوب لیس ذالک
بجلالی۔ ولیس ذالک بکبریائی۔ من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ۔ مجھے اپنی عزت و جبروت
اپنی کبریائی کی قسم جس نے تیرا کلمہ پڑھ لیا جنت میں گیا —— اب اس کا معنی یہ نہ لے
لیا جائے کہ جس نے کلمہ پڑھ لیا وہ تو جنت میں چلا گیا خواہ چوری کرے بدمعاشی کرے
ڈاکہ کرے قتل و غارت کرے وہ بخشا گیا —— نہیں یہ مغالطہ نہ ہو۔ یہ حدیث
خود واضح ہے کہ پکار رہی ہے کہ وہ کہاں سے نکال کے جنت میں جائیں۔ دوزخ
سے۔ اس کا مطلب ہے کہ جو کچھ اعمال وہ اس دنیا میں تھے اس کے نتیجے میں دوزخ میں
جائیں گے۔ دنیا حساب وکتاب کیا۔ تو شفاعت بھی تو ہے کہ اپنے اعمال کی بنا پر

(حضور کی شان کا نکتہ)

پکڑے گئے - عذاب ملا سزا ملی دوزخ میں گئے - جل رہے تھے - حضور نے شفاعت کی تو پکڑے ہوئے
چھوڑے گئے - تو اہل ایمان کی شان یہ ہے کہ وہ بالآخر جنت میں جائیں گے - اپنے حساب
وکتاب میں سے گزر کر - اور کفار بالآخر بھی دوزخ میں رہیں گے - کفار کیلئے ہمیشگی
ہے دوزخ کی - اور مومن بالآخر جنت میں جائیں گے - وہ مالک ہیں ربی اللہ تعالیٰ - کوئی بار بار
وبار والے بھی ہیں - حدیث میں ہے کہ دوزخ کی ہر طرح ہو گی کہ ایسی قومیں ہیں جو جنت میں
بیٹھے ہوں گے - کیونکہ وہ اپنا حصہ قبر میں پا چکے ہوں گے - یہی دیکھیے ہم تو یہ ہی قبر سے آخرت
شروع ہو جاتی ہے - تو حساب وکتاب کا ہر حکم قبر میں بھی ہے وہ بھی پا چکے - قرآن نے
فرما دیا نا - کہ لفظ مالک ہے - مالک پابند نہیں ہوتا - باقی ہر کوئی پابند ہوتا ہے -
تو جو سیدھے قوانین کے لئے ہیں - اور پابندی تو اس کے فضل پر ہے وہ جسے چاہے -
جس سے چاہے جیسا چاہے کرے - تو میں یہ عرض کر رہا تھا - کہ یہ حضور علیہ السلام
کی شفاعت کی شان ہے - جس کو حضور بخشوا دیں گے اللہ تعالیٰ اس کو بخش
دے گا -

حضور علیہ السلام کی شان سے بھی دل تو تنگ نہ کیا کریں - جب حضور کی شان کا
مسئلہ ہے تو سب تنگیاں پھینک دیا کرو - اس کی شان کے لئے کوئی تنگی نہیں ہے -
تو ویسے لفظ اگر سمجھ میں آ جائے تو سب جھگڑے ختم ہو جائیں - حضور کو خدا نہ سمجھیں
جو کچھ یہودیوں اور عیسائیوں نے اعتقاد اپنے نبی کے بارے میں رکھا - وہ اعتقاد نہ رکھیں -
نہ خدا بنائیں نہ خدا کا بیٹا بنائیں نہ خدا کا شریک بنائیں - نہ ذات میں نہ صفات
میں - بس خدائی سے حضور کو پاک رکھیں - اور باقی ساری خدائی حضور کی ہے
خدائی کا معنی مخلوق — وہ خدائی بمعنی الوہیت - خدائی کی شان حضور
کی طرف منسوب نہ کریں - مگر حضور اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں - حضور کی شان
عبدیت ہے - بس عبدیت سے خارج نہ سمجھیں یہ کفر ہے - اللہ اور حضور کے مابین
جو فرق ہے وہ عبدیت ہے وہ نہ مٹائیں - مگر بندگی کا فرق نہ مٹا کر جو فرق
اس طرح فرق مٹانا بھی کفر ہے - اسی طرح اور کوئی فرق ڈالنا بھی کفر ہے -

رب نے اس فرق کو رکھا باقی سب فرق مٹا دیئے ۔ لا نفرق بین احد منھم ۔ یہ نفرق بین
اللہ ورسولہ ۔ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسولہ ۔ کفار کی علامت بیان کی قرآن نے ۔ کافرون
کی ۔ یہ چھٹے پارہ میں ہے ۔ کہ کافروں نے اللہ اور رسولوں میں فرق کرنا چاہتے ہیں ۔ اولئک
ھم الکافرون حقا ۔ یہ پکے کافر ہیں ۔ یہ اللہ اور اس کے رسولوں میں فرق کرنا چاہتے ہیں ۔ یہ پیسا
فرق علیہ بیت والا معاملہ ہے ۔ وہ تو ایمان ہے ۔ فاوحی الی عبدہ ما اوحی ۔ وہ تو ایمان ہے اسلام
ایمان رکھتا ہے ۔ یہ فرق علیہ بیت کو ماننا تو ایمان ہے ۔ اس کے علاوہ فرق ڈالنا ۔ کفر ہے ۔ تو حضور
علیہ السلام کی شان کا جب بھی معاملہ آئے تو دل دماغ کو تنگ نہ کریں ۔ (۵۳-۰۶-۱۶)
جب حضور کی شان ہو تو دل کھل جائے تو سمجھو یہ ایمان ہے ۔ جتنی بھی شانیں بیان ہوں اتنی بھی بیان
ہوں ۔ دل کھلتا چلا جائے ۔ کھلتا چلا جائے ۔ جیسے کلی کھل جاتی ہے ۔ دل کی کلیاں کھلتی چلی جائیں ۔ ذہن قبول
کرتا چلا جائے ۔ اندر رغبت پیدا ہوتی چلی جائے ۔ ادھر حضور کی شان سننے کا تذکرہ ہوتا تو دل باغ
باغ ہوتا چلا جائے ۔ اللہ کی عزت کی قسم مبارک ہو جس نے سمجھ کہ ایمان ہے ۔ اور حضور کی شان جوں
جوں بڑھتی چلی جائے ۔ محسوس کریں کہ دل تنگ ہو رہا ہے گھبراہٹ ہو رہی ہے ۔ بے چینی ہو رہی ہے کوفت
محسوس ہو رہی ہے ۔ اور اضطراب محسوس ہو رہا ہے ۔ میں آپ کو صحیح بتا رہا ہوں سمجھ لیں کہ
اندر منافقت ہے ۔ اور یہ کفر کی طرف لے جا رہی ہے ۔ ہر شخص کو کسوٹی دے دی ۔ پیمانہ دے دیا
ہر شخص اپنے اندر جھانک کر اپنے ایمان اور کفر کا فتوی دے سکتا ہے ۔ یہ مجھ سے پوچھے نہ کسی اور سے پوچھے ۔
کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے ۔ میں نے آپ کو پیمانہ اور معیار دے دیا ہے ۔ حضور کا
ذکر ہو تو طبیعت خوش ہو ۔ شانیں بیان ہوں ۔ جتنا دل باغ باغ ہو ۔ جتنی فرحت ہو ۔ جتنی
خوشی ہو ۔ اور طبیعت جتنی مسرور ہو تو سمجھو ایمان اتنا کامل ہے ۔ اور جتنی گھٹن پیدا
ہو ۔ جتنی تنگی محسوس ہو ۔ اللہ کی بارگاہ میں توبہ کر لیں ۔ سمجھیں کہ منافقت نے ڈیرا ڈالا ہوا
ہے ۔ اور کفر کے اثرات ہیں ۔ اور نفاق اندر ہے ۔ جب منافقت نکل گئی تو حضور کی محبت
سے ۔ حضور کے ذکر سے دل باغ باغ ہوگا ۔ یہ علامت میں نے آپکو بتا دی ہے ۔
تو حضور علیہ السلام بھی صحابہ کرام کو بھی ایسی علامتیں بیان فرمایا کرتے تھے ۔ اور صحابہ کرام بھی
پہچان کرتے تھے ۔ صحابہ حضور کی محبت سے حضور کی آل کی محبت سے صحابہ کرام کی محبت

M T W T F S S　　Memo No ______　Date / /

ایمان کو پہچانتے تھے۔ صحابہ کہتے ہیں کنا نعرف المنافقین ببغضہم علیا ۔ ہم نے اگر منافق کی پہچان کرنی ہو
تو جس کے دل میں حضرت علی کے بارے میں بغض ہوتا تو ہم سمجھ لیتے کہ یہ منافق ہے۔ وکنا نعرف المومنین
بحبہم علیا ۔ جس کے دل میں حضرت علی کے بارے میں محبت ہوتی تو ہم پہچان لیتے کہ یہ مومن ہے۔
یہ محبت حضرت علی کے لئے کہاں سے چلی۔ اس کا سرچشمہ تو حضور علیہ السلام کی ذات ہے۔ حسنین
کریمین کی محبت ہو تو پتہ چلتا کہ ایمان ہے — حضور کے صحابہ — صحابہ کرام کو ہم سمجھ کہ ایمان
ہے۔ بغض و عناد رکھنا تو کفر ہے۔ ہمیں حضور علیہ السلام کی نسبتوں سے بہت پیار ہے۔

خواجہ غلام فرید کہتے ہیں —

تیرے دیس دا کتیاں نال ادب　　سب اس شہر دے گلی کوچیاں دے کتیاں کا بھی ادب
ایمان ہے — جیسے کسی عالم نے یہ واقعہ سنایا۔ خود میں نے نہیں پڑھا —

خواجہ بہاؤ الدین ملتانی کا واقعہ ہے — میں نے بتایا کہ بابا فرید الدین گنج شکر کا زمانہ تھا۔ حضرت خواجہ
قطب الدین بختیار کاکیؒ ایسے لوگ تھے۔ ان کو اطلاع ملی کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین ملتانی عمرہ کے لئے جا رہے
ہیں۔ مدینہ پاک حاضری کے لئے جا رہے ہیں۔ ہم بھی حاضریاں دیتے ہیں۔ تو بے ادبی کرتے ہیں۔ ادب والے لوگوں کا
بھی حال سنیں — ہم تو سراپا بے ادب ہیں — اطلاع ملی کہ حضرت خواجہ صاحب عمرے پر جا رہے ہیں۔
یہ اکابر اولیاء اللہ جن کو پاسداری کا اندازہ تھا — ہمارا حال تو یہ ہے کہ ایک پاؤں پکڑ دو میں نا — تو
کسی کو دنیا میں مانتے ہی نہیں ہیں۔ اتنا تکبر ہے۔ ان اللہ والوں کا حال کیا تھا۔ اور کتنے ہوتے
اور حضرت بہاؤ الدین کی خدمت میں گئے۔ کہ ساتھ چلتے ہیں کہ چلو۔ کہ دیکھیں کہ خواجہ صاحب کس طرح مدینہ
میں حاضری دیتے ہیں تاکہ سلیقہ ہمیں بھی آ جائے۔ کہ حضور کی بارگاہ میں کیسے حاضر ہوتے ہیں تاکہ
حاضر ہونے کا سلیقہ ہمیں بھی آ جائے۔ یہ ان لوگوں کے طریقے تھے۔ محبت والے لوگ تھے۔ وہ ساتھ میں
جب مدینہ طیبہ پہنچے۔ تو حضور کا گنبد پاک سامنے تھا۔ یہ زمانہ ملے یہ چار پانچ تھے۔ بیٹھے ہوئے
تھے۔ وہ بتاتے ہیں کہ ہم نے آنکھوں سے دیکھا۔ کہ حضرت بہاؤ الدین زکریا مڑ گئے اور اپنے ہاتھ پاؤں کو پھیلایا
اور ان کتوں کے درمیان بیٹھ گئے۔ اور حضور کے گنبد پاک کو تکنے لگے۔ اور مصرعہ پڑھتے تھے۔ کہ حضور کتا
پہنچ گیا ہے۔ اب بلائیں تو در پہ حاضر ہوئے ہیں — وہ کہتے ہیں تو بھاگ جائے تو دیکھا جب پاس آئے
ہیں۔ تو کتے کیسے جسم کے بیچ بیٹھے رہے — دعا کی تو کتے دیئے تھے۔ پتا نہیں تھے کیا — تو یہ نہیں کہ کتنے لوگ

269

M T W T F S S

Memo No ______
Date / /

سگ در رسول کا بھونکنے کا آرزو کرتا رہے — اور اپنے بھیس بدل بدل کر حضور کی بارگاہ میں حاضر ہونے
کی آرزو کرتا رہے — اب تو وہی تھا جو رہ لوگ پا گئے — وہاں کہاں گئے — کہاں سب ادب سے
ہے — اللہ تعالیٰ بیا سیا جاہ پہ لطف و کرم فرمائے — اور حضور کی ادب اور محبت سے بہرہ مالامال
فرمائے — یہی ایمان ہے۔ اللہ پاک اس ایمان کو سلامت رکھے —

۲۳ — ۱۰ — ۲۰۱۸
۱۴ — ۲ — ۱۴۴۰
۶ — ۵ ۴ — PM

۲۸۶ ، محترمی قبلہ اہل تعلقداران — علمائے کرام مشائخ عظام . محترم پیران کرام اللہ تعالیٰ کا شکر ہے،
جس کی توفیق سے ہم مرکزی بزمِ رسول ﷺ کے زیرِ اہتمام ہر برس کی طرح اس منظر یا اس شان محفل میلاد
میں حاضر ہیں۔ اور ہم کارکنان مبارکباد کے مستحق ہیں۔ جو آقا علیہ السلام کی محفل میلاد کو
اس جشن کا سماں پیدا کر کے منعقد کرتے ہیں۔ اور یہی حق ہے۔ ذکر مصطفیٰ ﷺ ہو۔ تو
اس کا سماں بھی دلنواز اور دل گداز ہو۔

اس محفل کے جملہ اراکین و معاونین کو اور اس کے جملہ شرکاء کو اس محفل کے نہایت کامیاب
انعقاد پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اور آج کے موضوع کی مناسبت سے بات کو شروع
کرتا ہوں۔ یہ آیت کریمہ جس کے چند الفاظ میں نے تلاوت کیے۔ یہ آقا علیہ السلام کی
نوٹ اس کا پورا صفحہ صفحہ نمبر 300 پر ہے۔
یہ اللہ رب العزت کی سنت ہے۔ طریقہ ہے۔ کہ وہ ہر پیغمبر کو جس کو نبوت
کے ساتھ نوازتا ہے۔ وہ نبوت کے ساتھ اسے معجزہ عطا کرتا ہے۔ ہر نبی پیغمبر نبوت
کے ساتھ۔ معجزہ یا معجزات لے کر مبعوث ہوتا ہے۔ اب یہ بات سمجھنے والی ہے کہ
پیغمبر کو جب نبوت عطا کی جاتی ہے۔ اس پر اللہ کی وحی ہوتی ہے۔ اور وہ سچا ہوتا ہے۔
اس کے ساتھ معجزہ دے کر بھیجنا کیوں ضروری ہوتا ہے۔ اس کا جواب بڑا سادہ اور
واضح ہے۔ کہ معجزہ۔ اس نبی اور رسول کی نبوت کی تائید کے لیے ہوتا ہے۔ لوگ جو کہ انکار
کرتے ہیں۔ لوگ اس دعوی کو نہیں مانتے جھٹلاتے ہیں۔ تو اللہ پاک ایسی صورت میں۔
پیغمبر کے ساتھ معجزہ بھیجتا ہے۔ تاکہ وہ معجزہ پیغمبر کا مؤید ہو جائے۔ اس کے دعوی نبوت
میں اس کی تائید کرے۔ اور معجزہ اس مشن میں اس پیغمبر کی مدد کرتا ہے۔ اس کی حقانیت
کو اس کی سچائی کو اس کی صداقت کو اجاگر کرنے کے لیے معجزہ اپنا رول ادا کرتا ہے۔
یہ ہے تعلق نبوت اور معجزے کا۔ آپ اندازہ کریں کہ حضور سرورِ دو عالم ﷺ نے اس
معاشرے میں اپنی ولادت باسعادت کے بعد پورے چالیس برس گزارے اور جو کہ آپ
کی ذات جھوٹ سے کلیتہً پاک تھی۔ اور کسی فرد بشر نے آپ سے کبھی
کوئی جھوٹ سنا تھا۔ یہ تو ایک بات تھی۔ آپ کی طرف جھوٹ منسوب ہی نہیں کیا گیا تھا۔

ایک ہے جھوٹ نہ بولنا۔ جو سچا ہے وہ جھوٹ نہیں بولتا۔ ایک جدا بات ہے وہ یہ کہ کوئی اپنا ہو یا پرایا۔ قریبی ہو یا بعیدی ہو۔ اس کی طرف جھوٹ کو منسوب بھی نہ کرے۔ یہ تہمت بھی نہ دے کہ یہ جھوٹ بولتا ہے۔ اب جو بات میں آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں (1) پہلا نکتہ ہے۔ آج کے اس خطاب میں۔ تین نکتے ہیں۔ پہلا نکتہ یہ ہے کہ چالیس سالوں میں کسی شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کبھی کسی موقع پر۔ ایک منسوب بھی نہ کیا تھا۔ نیا مضمون ہے۔ نا دنیا جہان کی کتابوں میں ملے گا۔ اور نہ میرے ہی بیس سال کے دیکھے خطاب میں ملے گا۔ یہ ذکر رسول کی محفل ہے۔ یہ صرف آقا علیہ السلام کا انعام لٹ رہا ہے۔ اس محفل تک کے مدد ہے۔ تو یہ بات ذہن نشین کر لو۔ پھر اگلی بات سمجھ میں آئے گی۔ پورے چالیس برس گزر گئے۔ کسی شخص کو یہ جرأت بھی نہ ہوئی۔ کہ وہ آقا علیہ السلام کی طرف معاذاللہ جھوٹ کو منسوب کر سکے۔ دامن اتنا صاف ہے۔ اتنا پختہ اعتبار ہے۔ اتنی بڑی شخصیت کی ثقاہت ہے۔ ذات اتنی معتبر۔ اتنی معتمد۔ اتنی سچی اور سچا۔ کہ کوئی تہمت بھی نہ لگا سکا۔ کیا ہوا وہ ہستی جس کو پورے چالیس سال کی تہمت نہیں لگی۔ اور پورا اس کو صادق اور امین کہتے ہیں۔ یہ تماثیل دیتے ہیں۔ انہوں نے دعوٰی نبوت کیا۔ وہی معاشرہ چالیس سال سے آپ کو سچا سمجھتا اور کہتا چلا آ رہا تھا۔ دعوٰی نبوت سنا اسی معاشرے نے معاذ اللہ۔ آپ کی طرف جھوٹ منسوب کر دیا۔ کیا یہ بات غلط ہے یہ جھوٹ ہے۔ ہم نہیں مانتے۔ انکار کر دیا۔ دعوے کو جھوٹا سمجھا۔

تو آپ اندازہ کر لیں کہ شخصیت کا اتنا بلند مقام ہے۔ اور جب دعوائے نبوت ہوتا ہے۔ تو منکرین اس دعوے کو جھوٹا دعوٰی سمجھتے ہیں۔ یہ وجہ ہوتی ہے کہ اس موقع پر معجزہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور اللہ پاک نے ہر پیغمبر کو خواہ اس لیے کہ لیے معجزہ عطا فرمایا۔ جب اس کی زندگی میں یہ لمحہ آئے۔ یہ موقع اور یہ مرحلہ آئے۔ اس وقت معجزہ اس کو دعوائے نبوت کی تصدیق اور تائید کرے۔ چنانچہ منکرین نے آپ کے دعوٰی نبوت کا انکار کرنے والوں نے حسب عادت تقاضا کر کے آپ سے بھی معجزہ

مانگا۔ دلیل پیش کریں۔ اور پیغمبر سے جب دلیل مانگتے ہیں تو دلیل معجزہ ہوتی ہے۔ ہر پیغمبر اپنی نبوت کی تصدیق میں جو معجزہ دیتا ہے وہ دلیل دیتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ یا ہمیں کوئی معجزہ پیش کریں۔ پہلے پیغمبر بھی دلیل معجزات کی شکل میں پیش کرتے تھے۔ جب آقا علیہ السلام سے نبوت پر دلیل مانگی سے (۹ — ۱۲) — معجزہ مانگا گیا۔ تو پہلی بار دلیل نبوت طلب ہوئی تھی۔

۲ سے بر صفحہ نمبر ۳۷۰

کوئی خارجی اور حسی معجزہ — درختوں سے دلیل نہیں دلوائی لطیفہ میں سے سنگریزوں نے اور درختوں نے تسبیح کی۔ اور دنیا نے درختوں کو سجدہ کرتے دیکھا۔ کنکریوں نے کلمہ پڑھا۔ دنیا نے سنا۔ بڑے بڑے معجزات دنیا نے دیکھے مگر جب دلیل نبوت کے طور پر معجزہ طلب کیا گیا اور چیلنج آیا تو آقا علیہ السلام نے کوئی حسی اور خارجی معجزہ پیش نہیں کیا۔ بلکہ اپنی چالیس برس کی حیات طیبہ کو دلیل پیش کر دیا۔ اور فرمایا یہی معجزہ ہے میرے اعلان نبوت کا۔

— افلا تعقلون — سوچو عقل سے کام لو۔ جتنا سوچتے ہیں۔۔۔ البتہ

یہاں ذہن میں خیال آتا ہے۔ کہ آقا علیہ السلام نے جو اپنی حیات پاک کو اپنی ذات کو۔ اپنی سیرت طیبہ کو اپنی عمر مبارک کو یہ بطور دلیل پیش کیا۔ اس لئے پیش کیا کہ آپ کی عمر مبارک اور آپ کی ذات پاک اور آپ کی زندگی مبارک یہ بے مثال تھی۔ یہ خیال آتا ہے نا ذہن میں۔ کیونکہ وہ بے مثال تھی۔ اس پر کوئی عیب نہ تھا۔ اس میں کوئی نقص نہ تھا۔ اس میں کوئی کمی بیشی نہ تھی۔ کوئی جھول نہ تھا۔ کوئی انگلی رکھنے کی جگہ نہ تھی۔ چونکہ کوئی نقص اور کمی نہ تھی بے مثال تھی۔ اس لئے آپ نے دلیل نبوت کے طور پر پیش فرمائی — یہی خیال ذہن میں آتا ہے۔ تو میں اس کی نفی کر رہا ہوں یہ وجہ نہیں تھی —

زندگی کا بے مثال ہونا۔ دلیل نبوت نہیں ہو سکتا — کیونکہ بے مثال زندگی ملے تو لاکھوں نبی کئی ہو سکتے۔ سیدنا صدیق اکبر کی زندگی بھی اس کی شان کے لائق پورا عالم اسلام میں بے مثال ہوتی۔ حضرت فاروق اعظم کی زندگی بھی بے مثال تھی۔ عثمان غنی علی شیر خدا کی زندگی بھی بے مثال تھی — اور جب آئمہ اہل بیت ہوئے۔ اور سرکار غوث الاعظم ہو گئے۔ اور اکابر اولیاء ہو گئے۔ سلسلہ عالیہ کے چشتیہ کے قادریہ کے سہروردیہ کے نقشبندیہ کے شاہ نقشبند ہو گئے

M T W T F S S Memo No Date / /

خواجہ اجمیر ہو گئے۔ حضور داتا علی ہجویری ہو گئے۔ حضرت بابا فرید ہو گئے۔ تو بے مثال زندگی کے حامل تھے اور بھی
بہت سے ہو گئے۔ دنیا میں ——— اب یہ نکتہ سمجھنے والا ہے۔ اگر زندگی کا بے مثال ہونا۔ نبوت
کی دلیل ہوتا۔ تو ہر بے مثال زندگی رکھنے والا نبی ہوتا۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ بے مثال زندگی بہت سوں
نے پائی۔ آپ سب اپنی سمجھ کے مطابق اپنے ماحول اور اپنے زمانے کے مطابق۔ ہمیشہ لوگ ایسے ہوں گے۔
سمجھتے ہوں گے۔ کہ بڑی بے مثال زندگی ہے۔ اپنی اپنی بات ہوتی ہے۔ اپنے اپنے پیمانے ہوتے ہیں۔
اپنے اپنے دور کے تقاضے ہوتے ہیں۔ اپنی اپنی سوچ کی سطحیں ہوتی ہیں۔ ہر دور میں لوگ
کسی نہ کسی کو بے مثال اپنے سمجھ کے مطابق تو سمجھتے ہی ہیں۔ اور اس کو پہلے بھی سمجھتے رہے اور بعد میں بھی
سمجھتے ہوں گے۔ اگر کوئی کسی کی زندگی کو بے مثال سمجھ لے۔ یا بہت سے لوگ کسی کی زندگی کو بے
مثال سمجھ لیں۔ تو اس کا مطلب کیا ہے؟ بے مثال زندگی ہونے کے باعث کیا وہ نبی ہو جائے گا۔
اس کا بے مثال زندگی دلیل نبوت نہیں ہو سکتی۔ آقا علیہ السلام نے جو چالیس برس کی
زندگی پیش کی۔ وہ بے مثال نہ تھی۔ بلکہ بے مثال میں بھی باکمال تھی۔ وہ بے مثال میں بے مثال تھی۔ بے مثال
تو کئی ہوں گے۔ مگر ہر بے مثال اپنی زندگی کو دلیل نبوت نہیں بنا سکتا۔ اور ہر بے مثال زندگی معجزہ
نہیں ہوتی۔ دلیل نبوت نہیں ہوتی۔ آقا کی زندگی محض بے مثال نہ تھی۔ بلکہ بے مثال میں بے مثال تھی۔
اس کے بے مثال ہونے کا عالم یہ تھا۔ کائنات کی ابتداء سے لے کر انتہا تک آپ کی زندگی ایسی
بے مثال تھی۔ اس بے مثال کی نہ پہلے مثال تھی نہ بعد میں مثال ہو گی۔
بے مثل اور بے مثال زندگی۔ دلیل نبوت نہیں تھی۔ تو آقا علیہ السلام اس لیے جتنے پیغمبر پہلے
ہوئے۔ کسی نے اپنی زندگی کو معجزہ نبوت کے طور پر پیش نہیں کیا۔ ہر پیغمبر کی زندگی بے مثال تھی۔
تھی۔ مگر آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تک کسی کتاب میں
ہمیں اشارہ بھی نہیں ملتا۔ کہ ہر پیغمبر کی بے مثال زندگی ہونے کے باعث کسی نے اپنی بے مثال زندگی کو
دلیل نبوت اور معجزہ کے طور پر پیش کیا ہو۔ دلیل الگ دی۔ ایک بے مثال زندگی رکھنے والوں نے
اپنی زندگی کو دلیل نبوت کے طور پر پیش نہیں کیا۔ تو آقا علیہ السلام نے جو اپنی زندگی کو دلیل
نبوت کے طور پر پیش کیا۔ تو پتہ چلا۔ ان بے مثال زندگیوں سے زندگی مصطفیٰ جدا تھی بلکہ
پیش کی گئی ——— اور ان کی بے مثال زندگیوں سے آقا کی بے مثال مختلف تھی۔ اور وہ مختلف کیا تھی۔

انبیاء کی زندگیاں بے مثال تھیں۔ اور مصطفیٰ کی زندگی بے مثالوں میں بھی بے مثال تھی۔ اسی لئے دلیل نبوت ہوئی۔ اب چونکہ سمجھنے والا ہے۔ وہ جو کہ بے مثال زندگی ہو۔ تو وہ دلیل نبوت نہیں بنتی اور اگر کسی کے مثل دنیا میں پائے جائیں وہ پیغمبر کیسے رہ سکتا ہے۔ اور کوئی مثل دے کہ یہ پیغمبر ہمارا مثل ہے۔ تو کیا رسول کا مثل ہو۔ جس رسول کا مثل ہو وہ رسول نہیں ہو سکتا۔ جس نبی کی مثال ہو، وہ نبی نہیں ہو سکتا۔ جس نبی کی زندگی بے مثال کا معنیٰ یہ ہے کہ جس کی مثال نہ ہو۔ اور اگر یہ عالم دکھایا جائے کہ پیغمبر ہمارا مثال ہے۔ ص ۳۰ ع ۳

یہ وہ بنیادی نکتہ ہے کہ آقا علیہ السلام نے اپنی ذات کو دلیل نبوت کے طور پر پیش کیا۔ ذات مصطفیٰ کا دلیل نبوت کے طور پر معجزہ ہونا۔ معجزہ کی تعریف یہ ہے کہ اس کی مثل نہیں ہو سکتی اور عقل اس کو سمجھ نہیں سکتی۔ عقل جس کو سمجھنے سے عاجز آ جائے۔ اسے معجزہ کہتے ہیں اور جو عقل میں آ جائے۔ وہ معجزہ نہیں ہوتا۔ تو ایک بات تو یہ معلوم ہوئی۔ کہ آقا علیہ السلام کی حیات اور ذات پاک۔ چونکہ معجزہ اور دلیل نبوت ہے۔ لہٰذا نہ حضور کی ذات کی کوئی مثل ہے۔ نہ حضور کی حیات کی کوئی مثل ہے۔ جو حضور کی مثل کو جائز جانے گا۔ وہ حضور کی نبوت کا انکار کرے گا۔ اور دوسری بات وہ یہ کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات چونکہ معجزہ کے طور پر پیش کی گئی۔ دلیل نبوت معجزہ ہوتا ہے۔ اور معجزہ کی تعریف یہ ہے۔ کہ وہ عقل کی حد سے ماوراء ہوتا ہے۔ جہاں عقل جا سکے۔ اگر وہ دلیل اس کے اندر رہے۔ تو وہ معجزہ نہیں اگر عقل اس کے سمجھنے سے قاصر ہو جائے۔ تو وہ معجزہ ہے۔ تو تعجب کی بات ہے کہ ذات مصطفیٰ سب سے بڑا معجزہ ہے کہ نبوت مصطفیٰ کے لئے جب کی ذات خود بڑا معجزہ ہے۔ تو حیرت ہے ان لوگوں پر۔ جو اپنی عقل سے مصطفیٰ کی ذات کو سمجھنا چاہتے ہیں۔ مصطفیٰ کے مقام کو تولنے بیٹھے ہیں۔ ارے اگر ذات مصطفیٰ اور مقام مصطفیٰ آپ کی عقل میں آ جائے تو وہ ذات معجزہ نہ رہے۔ جب وہ آپ کی عقل میں آ نہیں سکتا۔ تو پھر اس ذات پر جرح کرنا اور بحث کرنا کسی مسلمان کو شایان نہیں پہنچتا۔ جو ذات مصطفیٰ کو ناپتا اور تولتا ہے کہ تو سمجھو وہ حضور کی ذات کے معجزے کا منکر ہے۔ اسے خبر نہیں کہ ذات مصطفیٰ کیا ہے۔ اسے خبر نہیں کہ نبوت مصطفیٰ کیا ہے۔ اسے خبر نہیں کہ دلیل نبوت کیا ہے۔ اسے خبر نہیں کہ معجزہ کی حقیقت کیا ہے۔ دیکھو نا معراج کا معجزہ ہوا۔ عقل والوں نے کہا یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ نے جناب

سبحان الذی ــــ تنہا سے لئے ناممکن ہے پاک ہے وہ ذات جس نے ممکن بنا دیا۔ عقل نے کہا یہ سمجھ میں نہیں آتا۔ اس نے کہا اگر تمہاری سمجھ میں آ جاتے۔ تو معراج مصطفیٰ معجزہ نہ ہے۔ کیونکہ معجزہ ــــــ

وہ ہے ص ۳ یہ نہیں تو پاکر منظم ہے وہ ذات جو کہ تمہاری (پاک) ہے وہ ذات جو لے گئی۔ جواب دیا سبحان الذی کہ کر اگر مصطفیٰ ! کا جانا سمجھ میں نہیں آتا۔ اس کا لے جانا تو آتا ہے۔ یہ سمجھ میں نہیں آئے گا۔ بس اللہ کو دیکھو وہ لے گیا۔ عقل جواب دے جاتی ہے۔ جہاں عقل جواب دے جاتا ہے وہ معجزہ ہے۔ تو جہاں عقل سمجھ نہ سکے۔ اور اسے ماننا پڑ جائے۔ سمجھے بغیر سجدہ کرنا پڑ جائے۔ گر جائے۔ ماننا پڑ جائے۔ وہ معجزہ ہے۔ تو لوگوں معراج تو وہ معجزہ ہے جو ذات مصطفیٰ کو عطا ہوا۔ یہ ذات مصطفیٰ کا ایک وصف ہے۔ اگر ذات مصطفیٰ کا ایک وصف معراج جب نہیں سمجھ نہیں آتا۔ تو ذات مصطفیٰ خود کیسے سمجھ میں آ جائے گی۔ اس لئے ہمیشہ یہ ہے کہ ذات مصطفیٰ پہ بحث نہ کرو۔ بس نعت پڑھو۔ یہاں سمجھ کی بات نہیں یہاں دل کی بات ہے۔ اس لئے اس نے یہاں پہلا سبق یہ دیا ہے الذین یومنون بالغیب جو بن دیکھے مان لیتے ہیں۔ نہ دیکھنے دکھانے کی بات نہ سمجھنے سمجھانے کی بات۔ بس مان لینے کی بات ہے۔ ایمان بالغیب بن مان لینے کا نام ہے۔ کتاب نے کہ دو بس الغیب پڑھو۔ ترانے پڑھو معجزہ میں ہو اہمال ہے۔ تو پہلا نکتہ تو یہ ہوا کہ آقا علیہ السلام کی ذات معجزہ ہے۔ اس لئے اس کو عقل سے ناپنا تولنا جائز نہیں ہے۔ (۲۸ — ۳۲)

(2) اب آگے چلو۔ دوسرا نکتہ: تمام انبیاء کو معجزے ملے۔ اور میں نے نکتہ بتایا کہ معجزہ کیوں دیا جاتا ہے؟ دعویٰ نبوت کی تائید کے لئے دیا جاتا ہے۔ تائید کیوں کی جاتی ہے۔ یہ اس مشن کا مقصد سمجھ کی بات ہے مثلاً میں اگر دعویٰ کروں۔ اور کوئی بڑا مشہور ہو صاحب بڑا صاحب مقام۔ لوگوں میں کھڑا ہو کے میری تائید کر دے۔ اس نے میری تائید کی ہے۔ انبیاء علیہم السلام معجزے لے کے آئے وہ خارجی اور حسی معجزے لے کر آئے۔

اب یہاں جو دوسرا نکتہ سمجھانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ معجزہ ــــــ ص ۳۰

اگر ایک شخص یا کر دعویٰ کرتا ہے کہ اپنے دفتر کی کوئی بات بتاتا ہے کہ لوگ جانتے ہیں کہ یہ اس کی دفتر کا معتبر آدمی ہے ذمہ دار آدمی ہے اسی دفتر کا بڑا افسر ہے۔ کہ جب وہ اپنے دفتر کی بات کرتا ہے تو وہ اس پر کوئی تائید اور تصدیق نہیں مانگتے۔ انہیں پتہ ہے کہ جس دفتر کی بات بتا رہا ہے۔ اس دفتر کا یہ سب سے بڑا افسر ہے۔ اور اگر کوئی دوسرا جا کے اس دفتر کی بات بتائے۔ کہ یہ فلاں دفتر میں ؟

ہو رہا ہوتا ہے۔ اور وہ خود اس دفتر کا معتبر آدمی نہ ہو۔ وہ کسی دوسرے دفتر کا معتبر ہو۔ اعتبار الگ الگ ہوتے ہیں۔ تو لوگ کہیں گے کہ آپ اس دفتر کے ناسمجھ ہیں۔ کوئی لفٹر لیٹر لائیں۔ کوئی ثبوت لائیں۔ وہ پھر اس دفتر کے کسی اہل کار کو بطور ثبوت پیش کرے گا۔ جو اس کی تائید کرے گا۔ یا کاسی اس کا حق سے ہو گا کہ میں تائید کرتا ہوں۔ کہ جو اس نے کہا ہے وہ درست ہے۔ چونکہ تائید کا فلسفہ بتا رہا ہوں۔ کسی جگہ کا منکر کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس جگہ تائید کی ضرورت نہیں ہوتی۔ معجزہ کیوں دیا جاتا ہے۔ کیسا دیا جاتا ہے۔ ہر پیغمبر اپنا ذات دکھاتا۔ تمام پیغمبروں کی دنیا میں۔ ہمارے سے کوئی موازنہ نہیں ہے۔ پیغمبروں کے ساتھ کوئی موازنہ نہیں ہے۔ پیغمبروں کی دنیا میں۔ اپنے مشن کے تناظر میں۔ بعثت اور ذمہ داری کے تناسب میں۔ مثال میں سے ماحول اور رنگ میں اس ماحول مشن کے تناسب میں۔ معجزہ بعثت کا تناظر میں۔ (۱۴ـ۳۲) جب پیغمبر آتا ہے۔ حالات کے تناظر میں دیکھتے ہیں کہ اس کی ذات کتنی طاقت ور ہے۔ اللہ نے اس کی ذات کو کتنا طاقت ور بنایا ہے۔ اگر اس کی ذات اتنی طاقتور ہے۔ تو جب وہ دعویٰ کرتی ہیں وہ ذات اسے ہر وقت۔ نبی سے تائید کے طور پر کسی کی حاجت نہیں ہوتی۔ اس کی ذات خود بہت بڑا معجزہ ہوتی ہے۔ پھر جہاں ضرورت پڑتی ہے وہاں اس کو پیش کر دیا جاتا ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے۔ مثلاً۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے۔ اب یہ نکتہ بڑا لطیف سمجھنے والا ہے۔ جب وہ پیدا ہوئے۔ تو اس کی پیدائش کے وقت ہی لوگوں نے اعتراض کر دیا۔ ان کے نسب پر اعتراض کر دیا۔ اور حضرت مریم سے کہا۔ کہ یہ کہاں سے لائی ہے۔ تو ذات پہ منکروں نے اعتراض کر دیا تھا۔ گویا اعتراض۔ مگر منکروں کو اعتراض کرنے کی جرأت ہو گئی۔ رب کائنات نے حضرت مریم سے کہا۔ تم خاموش رہو۔ اب معجزہ دکھانے کے جواب دے گا یہ۔ اشارہ کیا اس سے پوچھ لو۔

تو جھولے میں بچے بولا نہیں کرتے۔ روش سے ہٹ کر پیدائش کا معجزہ دکھایا۔ ذات پر اعتراض آیا تھا۔ وہ بچپن میں بول پڑے کہ میں اللہ کا رسول آیا ہوں۔ تو اس معجزے نے اس اعتراض کو رد کر دیا۔ جو ذات پر اعتراض ہوا تھا۔ لطیف سا نکتہ ہے۔ معجزے نے اس اعتراض کو رد کر دیا۔ آپ میری بات کو سمجھ گئے۔ جب ذات پر اعتراض آیا۔ تو معجزے نے اس اعتراض کو رد کیا اور ذات کی صفائی کر دی۔ معجزہ ملا

M T W T F S S

Memo No ______

Date / /

اسی طرح آگے چلیں ۔۔۔۔ ۱۰۱ مثلاً ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جھوٹ منسوب کر دیا۔
اگلے دنیا کسی نے بتایا یا اے موسیٰ علیہ السلام ۔ فرعون مقدمہ قتل کا درج کر کے آپ کو قتل کرنا چاہتا
ہے ۔ آپ مصر چھوڑ کے مدائن تشریف لے گئے ۔ بارہ سال مصر نہیں آئے مدائن رہے ۔ ایک
ذات پر الزام لگا دیا ۔ دشمنوں نے فی الفور اعتراض کر دیا ۔ جب ذات پر الزام آیا ۔
پلٹ کر آئے ۔ تو اللہ پاک نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی ذات کی دفاع کے لیے ۔ اپنی نبوت
کی دلیل کے طور پر ۔ دائمی معجزہ ساتھ دے کر بھیجے ۔ تو ان کو کہا ۔ جب حکم ہوا کہ فرعون کے پاس
جا ۔ عرض کیا باری تعالیٰ فرعون کے پاس جاتا ہوں ۔ تیرا پیغام پہنچاتا ہوں ۔ کلمہ حق بلند کرتا ہوں مگر
کچھ نشانیاں معجزے دے کر بھیج ۔ ۔ آپ کو شدت محسوس ہوئی کہ مجھے اپنے مشن کے فروغ
کے لیے ۔ معجزے ساتھ ملیں اللہ نے فرمایا ۔ ایک تو معجزہ ہے کہ جا ۔ جہاں ہر کھڑے ہر ہاتھ بغل میں ہاتھ ڈالو
گے اے موسیٰ سورج کی طرح چمکے گا ۔ ایک معجزہ لاٹھی کا ہے جا ۔ جہاں ضرورت پڑے زمین پر گراؤ
گے ۔ سانپ بن جائے گا ۔ جادوگروں کے جادو کھا جائے گا ۔ اپنے اپنے دفاع اور اپنی اپنی نبوت
کی شہادت کے لیے ۔ دائمی معجزے اپنے ساتھ لے لیے کیونکہ وہاں ان پر مقدمہ تھا ۔ ان کی ذات پر
اعتراض تھے ۔ انہوں نے کہا تھا ۔ کہ تمہیں پتہ نہیں کیسے مان لیں تم پر تو مقدمہ ہے ۔ تم تو فلاں کو مار کے چلے
گئے تھے ۔ تم تو دشمن ہو سکتا تھا ۔ کہ مصر سے بھاگے رہے ۔ اب بارہ سال کے بعد آئے
ہاتھے ہیں نبی ہوں ۔ اللہ پاک کو عرض کیا باری تعالیٰ مجھ پر اعتراض کریں گے جب کرے گا یہ سختی کرے گا ۔
(۳۶ ۔ ۴۶) ایک تو میرا معاون ساتھ دے حضرت ہارون کو ایک معجزے دے کر بھیج ٹھہر کے پیغمبر کو اپنی قوم
کے مقابلے کے لیے ۔ اپنی ذات کی دفاع کے لیے ۔ اپنی نبوت و رسالت کی دلیل کے لیے ۔ اللہ پاک نے معجزات
سے نوازا ۔ تاکہ وہ اس سے مؤید ہو ۔ تائید کرے ۔ ان کی تائید سے پیغمبر کی ذات کا بھی دفاع
بھی ہو ۔ اور پیغمبر کی نبوت و رسالت کی تصدیق و تائید بھی ہو ۔ چنانچہ پیغمبروں کو معجزے ملے ۔ صالح کو
معجزہ ملا اونٹنی کا ۔ ہود علیہ السلام کو ملا ۔ دائمی معجزے ساتھ رہے ۔ جب تاجدار کائنات کی باری
آئی ۔ آقا دو جہاں کی باری آئی ۔ یہاں تو دشمنی بھی تھی ۔ سب کچھ تھی مخالفت تھی سارا گھر دشمن تھا ۔ ودہ لے کر یہ ہے
تھی ۔ جب آقا علیہ السلام کو غار حرا میں پیغام ملا ۔ کوہ صفا پر اعلان نبوت کا اذن ملا ۔ تو تاجدار
کائنات نے عرض نہیں کیا کہ باری تعالیٰ ۔ میری مخالفت ہوگی ۔ مجھے کچھ معجزے عطا کر ۔ لاٹھی نہیں مانگی

Memo No
M T W T F S S — Date / /

ید بیضا نہیں مانگا۔ دمِ عیسیٰ نہیں مانگا۔ یوسف جیسا حسن معجزات جو رب کائنات نے اپنے ہر پیغمبر کو عطا کر
بھیجا تھا۔ تاکہ پیغمبروں کی ذات کا دفاع کرے۔ اور نبوت رسالت کا اثبات کر سکے۔ میرے آقا نے معجزہ نہیں
مانگے۔ اور رب نے بھی نہیں فرمایا کہ محبوب پہلی بار جا رہے ہو۔ کوہ صفا پر دشمنوں کا مجمع ہوگا۔ قریش کے بڑے
بڑے سردار ہوں گے وڈیرے بیٹھے ہوں گے۔ دشمن ہوں گے مذاق اڑا رہے ہوں گے۔ جھٹلا رہے ہوں گے۔ جادوگر کہیں گے۔ مجنون
کہیں گے۔ طعنے دیں گے میرے محبوب اپنے ساتھ معجزے لے کر جا۔ نہیں کہا۔ ایسا کیوں نہیں کہا۔ ذات موسیٰ
بھی رب نے بنائی تھی۔ اور معجزے دے کر دربار میں بھیجا تھا۔ ذات عیسیٰ بھی رب نے بنائی تھی معجزے دے کر بھیجا
رسالت بھیجا تھا۔ ذات یوسف۔ اور ذات ابراہیم۔ ذات اسماعیل۔ ذات نوح و آدم سب رب نے
بنائی تھی۔ معجزے بھی دے کر بھیجے تھے۔ بنانے والا خود جانتا ہے۔ اس ذات کے دفاع کے لئے کیسے کیسے معجزوں
کی ضرورت ہے۔ اور کیسے کیسے معجزوں کی ضرورت نہیں ہے۔ کب ہے اور کب نہیں۔ انبیاء آتے رہے
معجزے لاتے رہے۔ جب تاجدار کائنات کو مبعوث کیا۔ کوہ صفا پر کھڑا کر دیا۔ اردگرد دشمنوں کا اجتماع
ہے۔ مخالف وڈیرے ہیں جاگیردار ہیں سرداران قریش ہیں مشرکین سارے سن رہے ہیں کہ آج کیا اعلان ہوتا ہے دم
بھر ہے۔ فرمایا میرے محبوب اعلان نبوت کر دے۔ تاجدار کائنات نے نبوت کا اعلان کر دیا لیکن انہوں
نے معجزہ مانگا۔ میرے مصطفیٰ نے دائیں بائیں نہیں دیکھا۔ نہ رب کی طرف دیکھا۔ کہ اب چاند دو ٹکڑے کر دوں یا سورج
کو الٹا دوں۔ درختوں کو چلا دوں؟ درختوں کو سر نیچے کروا دوں یا کنکر بلوا دوں۔ نہیں۔ نہیں کسی معجزہ کا ذکر نہیں کیا۔ انہوں نے
مانگا معجزہ دو۔ مصطفیٰ رب نے فرمایا مصطفیٰ تیری ذات کو ایسے بنایا ہے۔ اس کے دفاع کے لئے معجزوں کی ضرورت
نہیں ہے۔ (۳۸ — ہم) —

ہر پیغمبر بے مثال تھا۔ مگر تو بے مثال میں بھی بے مثال ہے۔ تو بے مثال میں با کمال ہے ہر کوئی اپنی ذات کی
تائید کے لئے معجزہ لاتا تیری ذات کے لئے خود تیری ذات ہے اس سے بڑا معجزہ کائنات میں نہیں ہے۔
سب نے غیر مسلم لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ دیکھیں۔ ہمارے پیغمبر ہر وقت مردے زندہ کرتے رہے۔ آپ نے کیا معجزہ دکھائے
دنیا کے پاس۔ تمہارے قرآن میں کہیں کوئی ذکر ہے کہ تمہارا پیغمبر مردے زندہ کرتا تھا۔ وہ جو اعتراض کرتے ہیں ان کا جواب ہے۔
وہ کہتے ہیں کہ تمہارے قرآن میں لکھا ہے۔ حضرت عیسیٰ ہر وقت مردے زندہ کرتے تھے۔ تم اپنے قرآن میں بتا دو کہ حضور
نے مردہ زندہ کیا ہو۔ حدیث میں مردوں کا زندہ کرنا حق ہے۔ مگر قرآن کی بات کرتے ہیں۔ تیرا ہر وقت
معجزہ نہیں تھا۔ ہر وقت کرتے ہوں۔ تو میں نے وہ فلسفہ سمجھا دیا۔ جب کسی پیغمبر کو جتنی ضرورت

M T W T F S S — Memo No ____ Date / /

تھی اس وقت مردے زندہ کیے ۔ جب مصطفیٰ کی باری آئی ۔ فرمایا محبوب معجزے ہر ساتھ کے بلکہ ۔ جس وقت
جیسے چاہے ظاہر فرماتے رہنا ۔ مگر آپ ﷺ کی ذات کی دفاع کے لیے معجزوں کی ضرورت نہیں جس طرح پہلے
پیغمبروں کے لیے معجزوں کی ضرورت تھی ۔ تیری ذات سب معجزوں سے بڑا معجزہ ہے ۔
تو آقا علیہ السلام کی ذات کو اتنا قوی بنایا ۔ کہ وہ ذات جس کو اپنی ذات کے دفاع
کے لیے معجزوں سے بے نیاز کر دیا ۔ اس کے بارے میں کوئی سوچے کہ وہ معمولی شخص ہے ۔ اس سے بڑی
نادانی کیا ہوگی ۔ تو اب جتنے پیغمبر آئے ۔ تو بڑی بات لطیف ہے وہ کیا ہے ۔
کسی کو معجزہ ملا قوموں نے نافرمانی کی ظاہر کھلا بینتین معجزہ ملا ۔ نافرمانی کی پتھروں کی بارش کر دی کسی
نے نافرمانی کی آگ کو اوندھے منہ مار دیا ۔ نافرمانی کی زلزلے سے بستیاں تباہ کر دیں ۔ مختلف معجزے
ہوتے کسی نے نافرمانی کی طوفان کے ذریعے پوری کی قوم کو برباد کر دیا ۔ نافرمانی کی ان کی شکلوں کو خنزیر
بندروں میں بدل دیا (سزا) نافرمانی کی تباہ و برباد کر دیا ۔ آگ کی طرح آگ چلی ۔ سارے بھسم ہو گئے ۔ دیکھا
کیسے کیسے معجزے ملے ۔ پھر یہ جو جن کو معجزے دیئے ۔ ان کا ایک جوڑ ہی تھی ۔ وہ کیا ہے ۔ کہ جب قوم انکار کرتی تو
وہ بچ نہیں سکتی تھی ۔ ۔۔ برباد ہو جاتی ۔ تباہ ہو جاتی ۔ اس معجزے کیلئے شرط تھی ۔ اس طرح کے معجزے
آقا کے ساتھ روزانہ پیش فرماتے ۔ اس لیے کہ حضور کا مشن سخت تھا ۔ ان کا مشن آسان تھا ۔ آسان
مشن یہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی انکار کرے تو بھسم کر کے رکھ دینا ۔ انکار کرے تو معجزہ ظاہر ہو تو قوم تباہ ہو جائے ۔
بستی تباہ ہو جائے یہ کام کرنا آسان ہے ۔ اور یہ کام مشکل ہے کہ قوم پتھروں کی بارش کر دے ۔ تباہ کرنے کی
بجائے رحمت کی دعا کرتا جائے ۔ یہ مشن مشکل ہے ۔ اس میں بڑے صبر کی ضرورت ہے ۔ معاملہ انکار ہوا تو
[illegible] ۳۰:۲ مجھے سارے کائنات کیلئے سراپا رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے ۔ تو ان معجزوں کا مقام یہ تھا ۔ کہ جو
انکار کرتا اڑا دیا جاتا ۔ اور مصطفیٰ کا عالم یہ ہے کہ ما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم ۔ نبوت مصطفیٰ کی شان
یہ ہے کہ محبوب جب ان میں گزر رہا ہوں تو رب کا عذاب نہیں آتا ۔ سارے پیغمبر گزر رہے ہوتے ان کے سامنے
رب کا عذاب آتا انکار کرنے والوں پر بستیاں تباہ و برباد ہو جاتیں ۔ یہاں مسلسل انکار رہے ہیں ۔ عرض کرتے ہیں
بارگاہ ۔ نادان ہیں ۔ اگلی نسلیں سنور جائیں رحمت فرما ۔ کتنا بڑا صبر ہے
آقا علیہ السلام کی ذات کو یہ عظمت ملی ۔ ذات میں اتنا تحمل اور حوصلہ عطا کیا ۔
پھر آقا علیہ السلام نے انسانوں کی کیفیتوں پر قابو پایا ۔ اور پھر اس معجزہ ذات کی خوبی یہ ہے ۔ آپ کی ذات

M T W T F S S

(سرمایہ)

Memo No ______
Date / /

کو اور آپ کو جو دوسرا معجزہ ملا قرآن کا ۔ ذات اقدس کا ۔ یعنی ان دونوں میں ایک جیسی مماثلت پیدا
کر دی ۔ ایک جیسی شان پیدا کر دی ۔ کتاب کے لئے لوگوں نے کہا ۔ نہیں مانتے یہ کلام ۔ اضغاث احلام
یعنی پریشان باتیں ۔ گھڑی ہوئی باتیں ہیں ۔ کسی نے کہا نہیں مانتے یہ شاعر کا کلام ہے ۔ رب کائنات نے فرمایا
اچھا ایسی بات ہے ۔ فرمایا فأتوا بسورة من مثله ۔۔۔ اس جیسی ایک سورۃ ہی بنا کر لے آؤ
۔ اس جیسی ایک آیت ہی بنا کر لے آؤ ۔ چیلنج ہی کر دیا ۔ یہ کتاب کا معجزہ تھا ۔ ادھر قرآن کا معجزہ
آیا ۔ تم سمجھتے ہو یہ شاعر کا کلام ہے ۔ انسان کی کوشش ہے اس جیسی ایک آیت ہی بنا کر لے آؤ ۔ ادھر معجزہ
ذات کی شان یہ ہے کہ جب آقا علیہ السلام آئے ان منکروں نے کہا ہم نہیں مانتے پوچھا کیوں نہیں مانتے؟
کہا ما هذا الا بشر مثلکم ۔ ما انت الا بشر مثلنا ۔ پوچھا کیوں نہیں مانتے میرے مصطفیٰ کو منکر کہنے لگے یہ ہماری
مثل بشر ہے ۔ رب کائنات نے فرمایا ۔ یہ بڑی لطیف بات ہے ۔ ایمان اور ذوق والوں کے لئے ۔
یہ عمر بھر کا سرمایہ ہے ۔ منکروں نے کہا ہم نہیں مانتے کیوں نہیں مانتے کہا اس لئے کہ یہ ہمارے جیسا بشر
ہے ۔ اللہ فرمایا محبوب یہ آپ کو مثل بشر کہتے ہیں نا ۔۔۔ یہ انکار کرتے ہیں ۔ اعتراض کرتے ہیں فرمایا
محبوب تم بھی یہی کہہ دو ۔ قل انما انا بشر مثلکم ۔ ہاں میں تمہاری ہی مثل بشر ہوں ۔ بجائے یہ طعنہ دیتے
ہو ۔ مگر کہتے ہو میں تمہاری مثل ہوں ۔ اس لئے مجھے پیغمبر نہیں مانتے ۔ ہاں میں بھی کہتا ہوں تمہاری مثل ہوں ۔ اگر
میں تمہاری طرح مثل ہوں یوحیٰ الیّ ۔ اس دعویٰ کی پرکھ ہو جائے گی کہ جن گلیوں سے یہ رسول گزرتا
ہے پسینے سے خوشبو معطر ہو جاتی ہیں ۔ میں تمہاری مثل ہوں تو اب ذرا میری مثل بشر بن کے دکھا دو
جو شخص لعاب دہن لگاتا ہے ۔ مریض شفا میں بدل جاتی ہے ۔ بیمار آنکھ پر لعاب دہن لگاتا ہے بینائی پلٹ
آتی ہے ۔ جس کے اوپر اپنی انگلی رکھ دیتا ہے ۔ اس بیمار کو شفا نصیب ہو جاتی ہے ۔ جس کپڑے سے ہاتھ صاف کرتا
ہے ۔ اس پر آگ اثر کرنے سے رک جاتی ہے ۔ جس بچے کے سر پر ہاتھ پھیرتا ہے ۔ اسی سو سال
کی عمر تک اس کے بالوں سے خوشبو آتی ہے ۔ جس کی آنکھ کا ڈیلا نکل جائے ۔ اپنے ہاتھوں سے جس کی آنکھ
میں رکھ دیتا ہے ۔ سو سو سال عمر تک اس آنکھ کی بینائی تیز ہوتی ہے ۔ جس سالن میں لعاب دہن ڈالتا
ہے ۔ وہ دو آدمیوں کا سالن پندرہ سو آدمی کو پورا کرتا ہے ۔ جس پیالے میں لعاب دہن ڈالتا ہے ۔
وہ پیالہ ستر آدمیوں کو سیراب کرتا ہے ۔ ہاں میں تمہاری مثل بشر ہوں ۔ مگر تم ذرا چاند بن کے دکھا دو
یہ سورج اور چاند کی گردش میں جو ہم دیکھتے ہیں زمین اس کا سایہ گردش کرتا ہے ۔ چالیس چالیس

M T W T F S S — Memo No — Date / /

جس کی فہرست بن سکے

شمار کر ا ہیں کیا نہیں کیا جا سکتا۔ فرمایا میں تمہاری طرح مثل بشر ہوں مگر میری طرح بن کے دکھا دو۔ پینگوڑا ہیں
لمبٹ کر بیٹھی ہیں انگلی جس طرف ہلتی ہے آسمان کی چادر پر چاند دائیں بائیں ہونے لگتا ہے ---- ۵۳
یہ سورج ڈوب جائے تو واپس لوٹا آتا ہے۔ یہ وہ سجدہ جس چھوڑ کر پلٹ آتا ہے۔ جو چودھویں کا چاند چمک رہا
ہو۔ انگلی اٹھ جائے تو اس کا سینہ چر جاتا ہے۔ درختوں کو اشارہ کرتا ہے تو زمین چیر کر آتے ہیں۔
کیا باقی پیغمبروں کو بھی اسی طرح کے معجزے ملے تھے۔ یاد رکھو ہر پیغمبر کے معجزے مقرر تھے۔
بتا دو اس کی بات میں سوال کرنے والے ان معجزوں کی فہرست بھی کیا ہے۔ باقی پیغمبروں کے معجزوں کی فہرست
ہے۔ تاجدارِ کائنات کے معجزوں کی فہرست نہیں۔ فہرست اس کی بنائی جاتی ہے جو گنتی کی بن سکے۔
سبحان اللہ ---- اور موجودات چلتے پھرتے معجزہ ہو۔ جس کا آنا معجزہ۔ جس کا جانا اٹھانا معجزہ۔
جس کا اس سمت نکلنا معجزہ۔ جس کے پاؤں سے ساری کائنات معجزہ ہو۔ جس کے قدم قدم پر معجزہ ہو۔ قرآن
کتنی فہرستیں بنائے گا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے معجزوں کا ذکر اس لیے تھا۔ کہ ان کے معجزے مقرر تھے۔
---- ان کو معجزہ دے کر بھیجا جاتا تھا۔ اس سے ہٹ کر ان کے لئے معجزات نہ تھے۔ ان کے لئے معجزات
کا کوٹہ تھا۔ مصطفےٰ کے لئے کوئی کوٹہ نہ تھا۔ مصطفےٰ کے معجزات مصطفےٰ کے تابع کر دیئے گئے۔ جس وقت
جو کوئی مانگیں گے۔ مصطفےٰ وہی کچھ عطا کر دیں گے۔ جو شخص جو مطالبہ کرے مصطفےٰ وہی عطا کر سکتا۔
کوئی کہہ دے کر عوض کوثر دکھا دیں۔ مصطفےٰ اس کو پورے اٹھا دیں گے۔ کوئی کہہ دے حضور اس کا
کا نسب بتا دیں۔ اس نے نام بتا دیا۔ کوئی کہہ دے کہ بتا دیں کہ زندہ ہے یا مر گیا۔ فرمایا مر گیا۔ عرش
فرش تک اور فرش سے ماورا ساری کائنات میں مصطفےٰ جو چاہے معجزہ بن جائے۔ اس
لئے ذات تابع نہ تھی۔ معجزات ذاتِ مصطفےٰ کے تابع تھے۔ چنانچہ آقا علیہ السلام کو ذات کا معجزہ
دیا۔ اور فرمایا میرے محبوب کہہ دیں ان کو تم کہتے ہو میں تمہاری مثل بشر ہوں۔ میں کیسا ہوں۔ ایک میری
مثل بن کے بھی دکھا دو۔ چودہ سو سال گزر گئے۔ بہت سوں نے بھی قرآن کی مثلیت کے بل
دعوے کئے۔ دعوے ہزاروں کئے مگر قرآن کی مثل بنا کوئی نہ سکا۔ چودہ سو سال گزر گئے مگر مصطفےٰ کی مثل
کوئی نہ بن سکا۔ مسیلمہ کذاب سے لے کر آج تک کرتے رہے۔ مگر مصطفےٰ کی مثل کوئی بن نہ سکا۔
اگر تم مصطفےٰ کی مثل کی بات کرتے ہو۔ رب کائنات کی عزت کی قسم اس ساری کائنات
میں نہ مصطفےٰ کی کوئی مثل ہے تو ایک طرف۔ نعلین کی مثل کوئی نہیں ہے۔ جو کمال مصطفےٰ کے اردگرد کی۔

اس کی مثل کوئی نہیں۔ ارے جن گلیوں میں مصطفیٰ چلتا رہا ان گلیوں کی مثل کوئی نہیں ہے۔ جس تربت پہ مصطفیٰ لیٹ گئے اس قبر کی مثل کوئی نہیں۔

اللہ ذات کو اتنا قوی بنایا۔ اور اسے محتاج معجزہ نہیں رکھا۔ فرمایا محبوب بس میری ذات صرف میری محتاج ہو۔ اس نے گوارہ نہیں کیا۔ کہ رب کے سوا میرے محبوب کی ذات کسی شے کی محتاج نہ ہو۔ بلکہ معجزہ بنا کیوں نہ ہو۔ خود کو معجزہ بنا دیا۔ اتنا قوی بنایا ذات کو

موسیٰ علیہ السلام عرض کرتے ہیں۔ رب ارنی انظر الیک۔ مشاہدہ ذات دیدار حق کا کی درخواست کرتے ہیں۔ ایک تجلی آتی ہے موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ یہ قوت ہے ذات موسیٰ علیہ السلام کی۔ درخواست کرتے ہیں جلوہ کرا دے۔ کہا گیا ہے موسیٰ جلوہ تو بعد کی بات ہے پہلے تجلی کرتا ہوں۔ جلوہ ذات تو کوئی دیکھ سکے گا ہی نہیں لن ترانی ممکن نہیں اس سے پہلے ایک تجلی کرتا ہوں۔ اس تجلی سے حضرت موسیٰ بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ یہ ذات موسوی کی قوت ہے۔

اللہ ذات مصطفیٰ ﷺ ——— اس سے پہلے ایک اور مثال دے دوں پھر ادھر آتے ہیں۔
حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی وہ وقت آیا۔ جو میرے آقا دوجہاں پر آیا۔ ایک کمرے میں بند ہیں۔ مخالف یہودیوں نے گھیرا کر لیا۔ تلواریں لے کر آ گئے۔ پھانسی دینے کے لیے۔ عیسیٰ علیہ السلام اندر ہیں دشمنوں نے گھیرا کر لیا۔ مرضی کی باری تعالیٰ اب راستہ اور کوئی نہیں بچا سیدھے اوپر اٹھا لے۔ حکم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات کو (عیسیٰ علیہ السلام) آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ یہ منظر حضرت عیسیٰ کی زندگی میں آیا۔ ادھر گھیراؤ ہوا۔ پھانسی دینا چاہتے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کی ذات کو اٹھا لیا جاتا ہے۔ وہی لمحہ تو دیدار کائنات پر بھی آیا۔ مکہ کی رات ہے۔ سارے سرداران قریش تلواریں لے کر مصطفیٰ کے ارد گرد جمع ہوتے ہیں۔ شہید کرنے کے لیے۔ اللہ کا لمحہ جب مصطفیٰ پہ آیا تو آسمان پر نہیں اٹھایا۔ فرمایا میرا محبوب عیسیٰ نہیں گھر سے اٹھا لیے گئے۔ تو ان محاصرہ کرنے والوں کے سامنے سے گزر۔ مصطفیٰ جب گزرے تو سب نابینا ہو گئے۔ حضرت عیسیٰ زمین چھوڑ کر آسمان پر چلے گئے۔ مصطفیٰ زمین چھوڑ کر آسمان پر نہیں۔ مکہ سے ان کی آنکھوں کے سامنے مدینہ چلے گئے۔ آپ نے ذرا دیکھا تو قوت ذات کا۔ اللہ پاک نے جو ذات کو قوت عطا کی۔ وہ کتنی بلندی پہ کیوں نہ ہو گی۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری

M T W T F S S — Memo No ____ Date / /

ہر ایک کو جدا جدا قوت دی تھی۔ جدا جدا جمال دیا تھا۔ جدا جدا کمال دیا تھا۔ جدا جدا خوبی دی گئی۔ جدا
جدا دلیلیں دی گئیں۔ جدا جدا معجزے دیئے گئے۔ جدا جدا طاقتیں دی گئیں۔ انکی طاقتیں جدا جدا تھیں۔
مگر مصطفیٰ کی ذات میں سب کی طاقتیں یکجا تھیں۔ صرف یکجا ہی نہیں۔ بلکہ یکجا ہو کر بھی کامل
تھیں۔ اس لیے بڑا فرق تھا۔ (1-3-02)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پوری زندگی میں دشمنوں کے ساتھ کوئی جنگ نہیں کی۔ نہ نوبت آئی۔
موسیٰ علیہ السلام فرعون سے لڑا۔ جنگ کی نوبت نہیں آئی۔ دریا پار کر کے بنی اسرائیل کو لے کے
چلے گئے۔ فرعون نے چھلانگ لگائی غرق ہو گیا۔ جب تاجدار کائنات کی باری آئی۔ دس سال
مدینہ کے 83 جنگیں میرے مصطفیٰ نے لڑیں (B) میدان میں کفر کے سامنے ہو کے لڑے۔ چالیس کے
قریب بنفس نفیس لڑے۔ میدان جنگ میں آئے۔ زرہ جنگ کا سامان پہن کر۔ چالیس
کے قریب لشکر بھیجے۔ کوئی پیغمبر اتنے بڑے مشن کے ساتھ۔ بنفس نفیس 83 جنگیں۔
میدان میں لڑیں ——— میرے مصطفیٰ نے فتح مکہ کے دن معاف کر دیا۔ آواز آئی کہ لاتثریب علیکم الیوم
مجھے وطن سے تلواروں کے سائے میں نکالنے والو۔ آج مصطفیٰ تمہاری معافی کا اعلان کرتا ہے۔
یہ عظمت ذات اور قوت ذات ہے۔ اب بات کر رہا تھا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی
جلوۂ ذات کی بات کرتے ہیں مولا جلوہ دکھا۔ وہاں پہلے تجلی کرتے ہیں۔ تجلی سے چالیس
دن بے ہوش ہو گئے۔ یہ قوت ذات ہے۔ یہ تجلی حق براہ راست۔ بلکہ انعکاس بھی برداشت
نہیں ہوا۔ اور جب تاجدار کائنات کی باری آتی ہے تو پھر اس مقام تک ان کو قاب قوسین پر پہنچا
کر ارشاد ہوتا ہے مازاغ البصر وما طغیٰ۔ موسیٰ علیہ السلام تجلی صفات برداشت نہ کر سکے۔
اور میرے محبوب نے تو جلوہ ذات کو بے حجاب کیا۔ اور آنکھ نہیں جھپکی۔ اور وہ کیا تھی
اس قوت ذات کی۔ وہ نکتہ سمیٹنے والا ہے۔ اور وہ ایمان کا مرکز و محور ہے۔ وہ کیا تھی۔
ثم دنیٰ۔ میاں حضور کی ذات کا کمال نظارہ ہو رہا ہے۔ زمینی نظارہ تو دیکھ لیا۔ اب قوت ذات
کا لاہوتی و ناسوتی نظارہ بھی دیکھو۔ پھر ثم دنیٰ۔ پھر حضور کی ذات قریب ہوئی۔ دنیٰ کے مقام پر
میرے آقا کو فنا فی الوحدہ کا دریا عبور کرا دیا گیا۔ ثم دنیٰ۔ دنیٰ میں آپ کو فنا فی الوحدت کا کمال
مقام آپکی منزل کے مطابق پار کرا دیا۔ حضور اس کی وحدت میں فنا ہو گئے۔ فتدلیٰ۔ وحدت میں

فنا ہو جانے کے بعد۔ اب اگلے مرحلے پر اللہ نے ذات مصطفیٰ کو منتقل کر ڈالا ہے۔ فرمایا اب بقا فی الوحدت
نصیب ہو گئی۔ فنا میں عروج ہو گیا۔ بقا میں عروج ہو گیا۔ اب ٹھہر ہو گیا قاب قوسین اب دو کمانوں
کا فاصلہ رہ گیا۔ وہ دو کمانیں کیا تھیں۔ قوسین۔ ادھر قوس عبدیت تھی۔ ادھر قوس معبودیت
تھی۔ ادھر قوس خلق تھی۔ مصطفیٰ خلق تھے ——— ادھر قوس حق تھی۔ اس قوس کا رخ
جلوۂ حق کی طرف تھا۔ جس کی ایک تجلی حضرت موسیٰ برداشت نہ کر سکے۔ ادھر جلوۂ حق تھا۔
ادھر تاجدار کائنات کا جلوۂ خلق تھا۔ یہ قوس مصطفیٰ تھی۔ وہ قوس خدا کی تھی۔ اور علماء
کے ہاں یہ قوسین جو دو تھیں۔ اس میں اثنینیت تھا۔ یہ اثنینیت منفصلہ تھی۔ دو قوسین یعنی۔
فکان قاب قوسین ——— اور منفصلہ کہتے ہیں جس سے فرق نظر آ رہا ہو ——— ایسی دوئی جو
فرق کر دے۔ فرق کیا تھا۔ وہ دونوں قوسین۔ یہ مصطفیٰ ہے یہ خدا ہے۔ جو خلق ہے یہ حق ہے۔ یہ
خالق ہے یہ مخلوق ہے۔ دو کمانیں اتنی گئیں یہ فاصلہ دکھائی دے رہا تھا۔ فرمایا مصطفیٰ منفصلہ ختم کر دیا
متصلہ بنا دیا ہے۔ فرمایا محبوب آ قریب ہے۔ مگر فرق نہ رہے۔ یہ تو تو رہے میں میں رہوں گا۔ مگر تو
اور میں میں فرق نہ رہے۔ او ادنیٰ رکھ کر خالق و مخلوق کا۔ مگر فرق مٹا دیا۔ اب جو مصطفیٰ سے پیار
کرے وہ خدا سے پیار کرے۔ جو مصطفیٰ کے قریب ہو وہ خدا کے قریب ہو۔ جو مصطفیٰ کا
عارف بنے وہ خدا کا عارف بنے۔ جو مصطفیٰ سے دور ہو وہ خدا سے دور ہو۔ جو مصطفیٰ
کا ذکر کرے وہ خدا کا ذکر کرے۔ جو مصطفیٰ کا غلام بنے وہ خدا کا بندہ بنے۔ جو مصطفیٰ کا
بنے وہ خدا کا بنے۔ بس خدا مصطفیٰ نہ ہو۔ اور مصطفیٰ خدا نہ ہو۔ مگر دونوں میں سے کوئی ایک
دوسرے سے جدا نہ ہو۔ جو خدا کو مصطفیٰ کہے۔ جو مصطفیٰ کو خدا کہے۔ وہ مشرک ہو جائے۔
مگر جو خدا اور مصطفیٰ میں فرق کرے کافر ہو جائے۔ بولو کدھر جاتے ہو۔ ادھر شرک
ہے تو ادھر کفر ہے۔ جو مصطفیٰ کو خدا کہے وہ مشرک ہو جائے۔ مگر جو خدا اور مصطفیٰ کو
جدا کرے وہ کافر ہو جائے۔ اس مقام پر جا کے کھڑا کر دیا۔ کہ جہاں مقام بھی سمجھ میں نہیں آتا۔
تم ذات مصطفیٰ سے نہ جدا ہو۔ نہ خدا ہو۔ اللہ ہی کو پتا مقام ہے کہ جانے کیا ہو۔
اس لئے اگر آقا کو حدیث پڑھو علم میں پڑھو۔ تو یہ آقا کا لفظ شمس الرسل محمد پڑھی ہے۔
جس نے علم میں مصطفیٰ مصطفیٰ کہا۔ اس کے نامۂ اعمال میں لکھا گیا کہ اس نے خدا خدا کہا۔

M T W T F S S — Memo No ____ Date / /

اس لیے آقا علیہ السلام کا فیصلہ دیا ہو۔ آقا علیہ السلام کا ہدف ہے اس عقیدہ کی پختگی کا نام
ہے۔ لوگوں پر عقیدہ حق ہے۔ یہ ایمان ہے۔ اس پر ثابت قدم ہو جاؤ۔ اس کو پوری اہمیت اور معرفت
سے سمجھو آگے کو بڑھو۔ اور آخری پیغام یہ ہے۔

Abbas

۲۷ — ۱۰ — ۲۰۱۸

۱۷ — ۲ — ۱۴۴۰ ہجری

۱۰ — ۱۰ — AM

ABBAS
...suhrawerdi

مومن کی حیات

دوام حیات سلسلہ اصل :

Memo No ______
Date / /

ہے۔ ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون ۲۸-۲ ۔ موت زندگی کا ایک حصہ ہے۔ سفر زندگی کا ایک
مرحلہ ہے۔ حیات موت سے پہلے بھی ہے اور حیات موت کے بعد بھی ہے۔ موت درمیان میں
ایک مرحلے کے طور پر وارد ہوتی ہے۔ آتی ہے اور چلی جاتی ہے۔ زندگی اس سے پہلے بھی ہے بعد میں
بھی باقی رہتی ہے۔ یہ ایک بنیادی تصور ہے جو میں نے سمجھایا ہے۔ کیف تکفرون امواتا
اے لوگو۔ تمہاری حالت موت کی تھی۔ تم مردہ تھے۔ ہماری جسمانی زندگی شروع ہونے سے
پہلے کی موت۔ وہ حالت عدم تھی۔ یا مادر رحم میں جسمانی حیات شروع ہونے سے
پہلے۔ الغرض جسمانی زندگی شروع ہونے سے پہلے کا جو دور تھا۔ اس کو قرآن مجید نے
امواتا کہا۔ تم مردہ تھے۔ یعنی تم موت کی حالت میں تھے۔ حالت موت سے جو دور شروع
کیا جا رہا ہے۔ جب انسان کی زندگی ابھی شروع ہی نہ ہوئی تھی۔ لیکن کیا ہوا فاحیاکم
اللہ نے تمہیں زندہ کیا۔ یعنی حالت حیات عطا فرمائی۔ جب انسان کی زندگی معرض
وجود میں آ گئی ــــ (۲-۲۸)۔ انسان کے پیدا ہوتے ہی اس کی حالت موت ختم ہو گئی۔
گویا انسان کی پہلی زندگی نے اس کی موت کو ختم کر دیا۔ کنتم امواتا ۔ یہ پہلی موت تھی۔ فاحیاکم
یہ پہلی زندگی ہے۔ جو بعد میں آتا ہے وہ ناسخ ہوتا ہے۔ جو پہلے ہوتا ہے وہ منسوخ ہوتا ہے۔ تو
ہماری پہلی زندگی نے حالت موت کو منسوخ کر دیا۔ تو منسوخ کا حکم نافذ نہیں
ہوتا۔ ناسخ کا حکم نافذ ہوتا ہے۔ لہٰذا اب موت کی بات نہیں حیات کی بات ہے۔
اب ہم اس موجودہ حال میں ہیں۔ فاحیاکم کا جو مظہر ہے وہ زندگی ہے۔

اب اللہ پاک فرماتے ہیں ثم یمیتکم فاحیاکم ۔ فا تعقیب کے لیے ہے کہ تم حالت موت
میں تھے۔ پھر اس کے بعد تمہیں حالت زندگی میں لایا گیا۔ نتیجۃً موت منسوخ ہو گئی۔ اب
ہم حیات میں ہیں۔ اب حیات کے بعد دوسری موت آئے گی۔ ثم یمیتکم وہ پھر
تمہیں موت دے گا۔ اس کے بعد دوسرا ثم آیا ہے۔ دوسرا تعقیب آتی ہے وہ پھر
دوبارہ موت دے گا۔ ثم یحییکم ۔ اس موت کے بعد پھر زندہ کر دے گا۔ تو دوسری حیات
آ گئی۔ پہلی موت کو پہلی حیات نے منسوخ کر دیا۔ دوسری بار موت آئی اس کے بعد پھر ثم یحییکم

M T W T F S S

Memo No

Date / /

پھر زندہ کر سکتا ہے۔ دوسری موت کو دوسری حیات نے پھر منسوخ کر دیا۔ دوسری موت سے جان
جسم سے نکلتی ہے۔ یہ دوسری موت ہے۔ اب اس کے بعد اللہ پاک نے فوراً فرمایا ثم ــــ
اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر شخص جو موت کے دروازے سے گزرتا ہے۔ یہ گزرنا کہ فوری بعد پھر زندہ
ہو جاتا ہے۔ موت انتہائی عارضی چیز ہے۔ جتنی دیر ثم رہتا ہے کہ ثم کے وارد ہونے تک موت
ہے۔ یحییکم ثم یحییکم ان دونوں کے درمیان ثم ہے۔ پھر۔ یہ جو وقفہ پھر کا ہے یہی موت
کا وقت ہے۔ یہ موت کی عمر ہے۔ پھر رونا کیسا۔ پھر جھگڑا کیسا ہے۔ اس کے
بعد پھر یحییکم پھر تمہیں زندہ کرے گا۔ قبر میں چھوڑ کر آئے ثم یحییکم سمجھ کر وہ سمجھ
کے قبر میں چھوڑ کر آئے ابھی ہم پلٹے ہی نہ تھے۔ یحییکم وارد ہو گیا۔ ابھی قبر پر ہی کھڑے تھے گھر تک نہیں
پہنچے تھے۔ رخ بدل کے پلٹے تھے۔ ابھی بیٹھے ہی تھے۔ تو ثم کی مدت ختم ہو گئی۔ یحییکم
وارد ہو گیا۔ اب ہر شخص جو قبر والا ہے۔ اس ہماری زندگی سے بہتر زندگی والا ہے
تو معلوم ہوا کہ ہر قبر والا زندہ ہے۔ اس میں تخصیص کیا ہے کیا نیک کیا بد ــــ
لوگ تو ولیوں نبیوں رسولوں کی بات کرتے ہیں۔ نکتہ سمجھے نہیں۔ انبیاء اولیاء کا مقام بہت بلند
ہے۔ ہر شخص جو ہے وہ قبر میں زندہ ہے۔ (یہ نص ہے قرآن کی اور حدیث کی) (۲۸ - ۸)
ہر مومن بھی زندہ ہے ہر منافق بھی زندہ ہے ہر کافر بھی زندہ ہے۔ مگر وہ کوئی ہے جو اتنا جاہل ہے
جس کو علم نہیں ہے۔ اس کو شعور کی موت ہے۔ تو ہر ایک شخص جو موت کے دروازے سے گزر گیا۔
وہ حیات کی حویلی میں داخل ہو گیا ــــ موت تو ایک دروازہ تھا۔ موت کا نہ گھر ہے نہ کوئی
نہ کمرہ ہے۔ موت فقط ایک باب ہے۔ موت کے دروازے سے گزرے تو حیات کی حویلی میں
داخل ہو گئے ــ اب آگے تک دور حیات ہے۔ لہذا قبر والے زندہ ہوتے ہیں۔ خواہ وہ کافر ہے
یا مومن ہے۔ جو شخص اس پر بحث کرے یا انکار کرے۔ اس کی جہالت کی انتہا ہے۔ نہ وہ قرآن سے
واقف ہے نہ وہ حدیث سے واقف ہے۔ صرف وہ اسلام کے مبادیات سے ہی ناواقف ہے
ہر مرنے والا مرتے ہی زندہ ہو جاتا ہے۔ اور ہر قبر والا زندہ کر دیا جاتا ہے کہ بنیادی بات ہے۔
اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ زندہ رہتا ہے یا نہیں۔ جب پہلے آرہا تھا۔ کنتم امواتاً فاحیاکم۔
پھر نہ ہونا ثم یمیتکم۔ مارے گا پھر زندہ کرے گا۔ اب اس کے بعد کوئی ثم یمیتکم قرآن میں ہے۔ تو پھر اس کے بعد

مرنے کا ذکر ہے، ورنہ نہیں ہے۔ اور اگر تم پھینکیں پر سلسلہ موت و حیات ختم ہو گیا تو پھر ہر بار والا زندہ ہے۔ تم پہنچکم تم پہنچکم (دو)۔ اس کے بعد پھر پہنچکم نہیں ہے۔ موت بھی دو ہیں زندگیاں بھی دو ہیں۔ اگر موت سے زندگی پہلے شروع ہو تو موت بعد میں آئی پھر دائم موت کو ہوگا۔ پہلے موت تھی حیات بعد میں آئی تو موت منسوخ ہو گئی۔ اس کے بعد پھر موت آئی اس کے بعد پھر حیات آئی تو دوسری موت کی ناسخ دوسری حیات ہو گئی۔ تو موت دونوں جگہ منسوخ رستہ ٹھہرا۔ اور حیات دونوں جگہ ناسخ ٹھہری۔ آخری نسخ نسخ الموت بالحیات۔ تو پھر ہمیشہ زندہ رہو گے۔

باری تعالیٰ اس کے بعد ثم الیہ ترجعون ۔ بس زندہ ہو گئے اس کے بعد موت نہیں ہے۔ پھر تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ پھر قیامت میں پہنچائے جاؤ گے۔ پھر حساب و کتاب ہوگا۔ پھر دوزخ و جنت میں چلے جاؤ گے۔ اس کے بعد پھر آخر تک بس موت کا ذکر نہیں ہے۔ موت ختم ہو گئی۔ پھر سارا تذکرہ حیات کا ہے۔ جب قیامت ہو جائے گی۔ (۸۰۔۔۔۱۲)

دوزخ و جنت کے فیصلے ہو جائیں گے۔ جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے۔ پھر کیا ہوگا۔ میں نے ایک لفظ بولا تھا۔ کہ موت فانی ہے۔ موت منسوخ ہے اور حیات ناسخ ہے کہ حیات باقی ہے۔ ۔۔۔ حدیث پاک ہے متفق علیہ حدیث ہے۔ بخاری و مسلم کی ہے، کوئی اختلاف کی گنجائش نہیں ہے، جنتی جنت میں دوزخی دوزخ میں جا چکے پھر اللہ فرمائے گا۔ کہ جنتی لوگو تم بھی ادھر آ جاؤ۔ اور دوزخی لوگو تم بھی آ جاؤ۔ تمہیں ایک منظر دکھائیں۔ ہر طرف ہجوم ہو جائیں گے دیکھنے کے لیے کہ کیا متشکل بصورت ڈالا جائے گا۔ اللہ فرمائے گا۔ اس موت کو لے آؤ۔

موت ایسی جانور کی طرح پکڑ کے لائی جائے گی۔ موت کو ذبح کر کے اس کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے گا۔ موت کی موت ہو جائے گی۔ اور حیات رہے گی۔ لہٰذا جن کا عقیدہ حیات کا ہے۔ باقی ہیں۔ جن کا عقیدہ موت کا ہے وہ بھی فانی موت بھی فانی ہے۔

ایک نص قرآن کی ہے اور دوسری نص حدیث کی ہے۔ تو پھر موت ذبح کر دی جائے گی۔ تو موت کا حشر یہ ہے۔ اور اللہ پاک اس کے آگے فرماتا ہے۔ فرشتے اس کو ذبح کریں گے۔ دونوں کو فرمائے گا۔

اے جہنمیوں اے جنتیوں تم جاؤ یہ دائمی حیات ہے۔ تم کو اس کے بعد موت نہ ملے گی۔

موت کو وفات کہتے ہیں۔ اس کے تین نام ہیں۔ وفات یا وصال یا انتقال ہے۔

M T W T F S S

Memo No

Date / /

وفات سے پورا کرنا ۔ ۲۔ وصال سے یار کا یار سے ملا دینا ۔ ۳۔ انتقال سے یہاں سے سفر کر کے ادھر چلے جانا ۔ موت کو تینوں عنوانات میں موت نہیں ہے، موت ایک حال ہے ۔ حیات بہت سی حالات سے گزر کر ایک احوال میں وارد ہوتا ہے ۔ ایک حال کبھی مستقل نہیں رہتا ۔ مستقل مقام ہوتا ہے ۔ حیات ایک مقام ہے ۔ موت ایک حال ہے ۔

قرآن سے پوچھیں کہ موت کی حقیقت کیا ہے ۔ سورۃ ملک کو پڑھ لیں ۔ خلق الموت والحیوۃ جس نے موت کو پیدا کیا اور حیوۃ کو پیدا کیا ۔ جیسے پہلے سے منسوخ ہو گئی ہے جو بعد میں ہے ہو سکتا ہے ۔ موت کی حقیقت صرف اک ذائقہ ہے ۔ جتنی دیر کھانے کے بعد تمہارے منہ میں ذائقہ رہتا ہے ۔ اتنی دیر انسان کی زندگی میں موت ہے ۔ ذائقہ کہنے کا مطلب یہ ہے ۔ ورنہ ذائقہ کا لفظ کیا ہی کیوں ۔ اللہ کا کلام بے معنی یا بے محل تو نہیں ہے ۔ وہ ایسے طریق ادب کے طور پر لفظ ذائقہ استعمال کر دیا ۔ فرمایا کل نفس ذائقۃ الموت ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے، جب آپ کھانا کھاتے ہیں تو وہ ذائقہ کتنی دیر رہتا ہے ۔ چند منٹ رہتا ہے ذائقہ ۔ جب کلی کرتے ہیں تو فوراً چلا جاتا ہے ۔

تو ذائقہ فقط ایک ذائقہ ہے ۔ اس کو بقا نہیں ہے ۔ ہر جان موت کا ذائقہ چکھتی ہے ۔ اس کو بقا نہیں ہے ذائقہ آتا ہے ۔ چلا جاتا ہے ۔ موت چلی جاتی ہے ۔ حیات اس سے پہلے بھی تھی ۔ اور حیات اس کے بعد بھی ہے ۔ تو حیات قبر سے پہلے بھی تھی ۔ اور حیات قبر میں بھی ہے، اور حیات قبر کے بعد بھی ہے ۔

جب ہم موت سے ہمکنار ہوتے ہیں اور قبر میں جاتے ہیں ۔ یہاں تک بات تھی ۔ کہ موت اور حیات کا تعلق کیا ہے ۔ اور موت کتنی دیر رہتی ہے اور حیات کو کتنا دوام ہے ۔

جب قبر میں پہنچیں گے تو ہماری بخشش کا مدار کس پر ہے ۔ جیسے حدیث پڑھتے ہیں انما الاعمال بالنیات ۔ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے ۔ تو قبر میں بخشش کا مدار کس پر ہے ۔ موت ہو گئی قبر میں رکھ کے آ گئے ۔ آپ نے عمر بھر سنا ۔ کہ تین سوال ہوتے ہیں ۔ من ربک تیرا رب کون ہے ما دینک تیرا دین کیا ہے ۔ اور ما کنت تقول فی هذا الرجل ۔ تو محمد ﷺ کے بارے میں تو کیا کہتا تھا ۔ تیرا عقیدہ کیا تھا ۔ یہاں ایک محققانہ ۔ محدثانہ نکتہ ہے ۔ حدیث کے باب میں ۔ امام بخاری نے بڑی حدیث تخریج کی ہے ۔ تمام احادیث کا نام ۔ ابن حبان ۔ مسند احمد ۔ بہت سی کتب میں ہے ۔ صحیح بخاری

کا درجہ ان سب کتب میں درج لکھی ہے۔ ایک درجن سے زائد مقامات پر۔ ایک عجیب بات بتا رہا ہوں۔ شاید آپ زندگی میں پہلی بار سنیں گے۔ علماء کے لیے ایک بہت بڑا سرمایہ علم ہے، اور سادہ طریقے سے بیان کر رہا ہوں تو سب کے کام آنے والی ہے۔ کہ پوری بخاری میں امام بخاری نے تینوں سوال ایک جگہ پر ہی جمع نہیں فرمائے — بخاری کے پہلے لفظ سے لے کر آخری لفظ تک میں نے بخاری و مسلم کو لفظ بہ لفظ پڑھنے کا مشاہدہ رکھتا ہوں۔

امام بخاری تک جو طریق پہنچی اعلیٰ سند کے ساتھ اس کی طرف، ہر جگہ ہر مقام پر ہر راوی سے دو طرف محمد مصطفیٰ کے بارے میں۔ امام بخاری نے کسی ایک مقام پر یہ بیان نہیں فرمایا کہ تمہارا رب کون ہے تمہارا دین کیا ہے۔ یہ سوال ایک مقام پر امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ ابوداؤد نے روایت کیا۔ مسند احمد نے روایت کیا۔ ابن حبان میں آئے۔ صحیح بخاری میں امام بخاری نے کسی ایک مقام پر بھی نہیں بیان فرمایا۔ بلکہ لکھا ہے کہ بتاؤ محمد مصطفیٰ کے بارے میں کیا عقیدہ ہے۔ یہ امام بخاری کا عقیدہ ہے (۲۲۴ھ ۲۳)
اور میرے پاس امام بخاری سے لے کر پچاس متصل اسانید ہیں۔ الگ الگ طرق سے۔ یعنی میں نے بخاری شریف اپنے استاد سے پڑھی اور پچاس اسانید میری امام بخاری تک پہنچتی ہیں۔

امام بخاری کا عقیدہ یہ ہے کہ قبر میں صرف ایک سوال کیا جائے گا۔ ما کنت تقول فی ھذا الرجل محمد بتاؤ ہمارے محمد کے بارے میں تیرا عقیدہ کیا ہے۔ قبر میں بخشش کا مدار صرف معرفتِ مصطفیٰ اپنے۔ صرف تعلق مصطفیٰ اپنے۔ صرف غلامی مصطفیٰ ہے۔ باقی سوال جو باقی کتب میں آئے ہیں وہ حق ہیں۔ سب سے افضل سوال یہ ہے باقی اس کے ذیل میں ہیں۔

امام احمد بن حنبل نے سیدہ ام المومنین سے روایت کیا کہ آقا علیہ السلام سے ایک کلمہ بطور خاص نصیب ہوا ہے ایک مقام پر۔ جنازہ پڑھایا آقا علیہ السلام نے تدفین کے بعد آقا علیہ السلام نے خطاب کیا۔ فرمایا لوگو سن لو۔ مرنے کے بعد تمہیں آزمایا جائے گا۔ مجھ سے — اس کے بعد پوچھا جائے گا تم سے میرے بارے میں۔ آقا نے اس خطاب میں کسی اور شے کا ذکر نہیں فرمایا۔

و تُسئلون عنی — میرے بارے میں۔ امام احمد بن حنبل نے قبر کی حدیث نقل کی رسول کریم نے فرمایا۔ یہ امت میری ذات کے اوپر آزمائی جائے گی۔ کسی اور جگہ نہیں رکا۔ علیٰ وجہٖ نہیں فرمایا۔ قبر پر فیصلہ ہو جائے ادھر کا یا ادھر کا۔ فرمایا میری ذات پر ہوگی —

M T W T F S S — Memo No ______ Date / /

تو پھر بار بار سے ان میں جواب یاد کر لو۔ مجھے پہچان لو۔ میری معرفت حاصل کر لو۔ اور دیگر کتب میں یہ
سوال پیش آئے۔ ان میں تطبیق کیسے ہوگی۔ دو سوال ابتدا ہی ہوں گے۔ جس پر فیصلہ ہوگا وہ
میری ذات سے کا ہوگا۔ تمام احادیث میں بخاری میں مسلم میں ترمذی میں ابوداؤد نسائی ابن ماجہ
ابن حبان احمد بن حنبل جیسے کتب میں ایک بات پر اجماع ہے۔ کہ فیصلہ بخشش کا نور بات کے
سوال پر ہوگا نہ دین کے سوال پر ہوگا۔ اگر فیصلہ ہوگا تو معرفت معرفۃً اسی پر ہوگا۔
پہلا سوال پوچھا جائے گا۔ تمہارا رب کون ہے۔ یہ فرق کیسے؟ کہ قبر میں ہر ایک سے سوال ہوتا
ہے۔ کہ قبر میں آنے والا منافق ہے یا مشرک ہے۔ اگر مشرک ہے تو کہے گا سورج۔
چاند۔ درخت بت۔ یہ امتیاز کرنے کے لیے سوال ہوگا۔ یہ امت محمدی کا سوال نہیں ہے۔
تو فرشتے امتیاز کر لیں گے۔ کہ موحد ہے یا مشرک ہے۔ تو اللہ رب کہنے والا اس گروپ میں آگیا۔
اب ایک اللہ کا نام لینے والے کئی مذاہب گزر سکے۔ وہ بھی ایک کو مانتے ہیں۔ اور یہ سارے زرتشتی
عیسائی یہود سے بھی ایک مانتے ہیں۔ پہلے یہ ایک جاننے والے واحد گزر سکے۔ اب دوسرا سوال ہوگا کہ
کس دین سے ہے۔ مسلمان ہے یا کافر ہے۔ اس کا دین کیا ہے۔ وہ کہے گا دینی الاسلام۔ اسلام
کھرا ہو جاتا تو مسلمان باقی الگ ہو جاؤ۔ جب مسلمان کا تعین ہو گیا تو صرف مسلمان سے صرف
ایک ہی سوال ہوگا۔ اور کوئی سوال نہ ہوگا۔ پہلے دو سوال اس کے مذہب اور دین کا تعین کرنے کے
لیے ہیں۔ جنہوں نے تین سوال کہے ان کے ہاں بھی ایک ہی سوال ہے۔ اس لیے امام بخاری نے دو سوالوں
کا ذکر ہی نہیں کیا تاکہ امت مسلمہ سے دو سوال متعلق ہیں ہی نہیں۔ امت مسلمہ کا
سوال ہی ایک ہے۔ اگر مسلمان ہے تو بتاؤ مسلمان کی شناخت کیا ہے۔ مسلمان کا نجات کا سوال
ایک ہے باقی اس کے ارد گرد لوازمات ہیں۔ متعلقات ہیں۔ مسلمانی صرف ایک چیز کا نام ہے۔
سو تم سے پوچھا جائے گا کہ حضور کی شان بیان کرو۔ ما کنت تقول فی ھذا الرجل محمد۔ تو کیا
کہتا تھا محمد مدینے والے کی شان میں۔ امام احمد نے تشریح کی ہے ما علمک بھذا الرجل محمد
تیرا ان کے بارے میں کیا عقیدہ رہا ہے۔ بتا حضور کی شان کیا ہے۔ اپنے جیسا سمجھتا ہے۔ یا سی
جیسا نہیں سمجھتا۔ کیونکہ اللہ پاک نے اپنے بارے میں کچھ نہیں پوچھا۔ پہلے دو سوال اس لیے پوچھے
کہ اپنے بڑے دائرے والا مگر دائرے والا مونث بھی تو ہو سکتا ہے کہ اور اسلام کے گھر میں جا سکتا تو ... سمجھ تو آ ہی گئی

M T W T F S S

Memo No
Date / /

سے پر خلوص میں بھی رشتے ہیں۔ سکھ کا واقعہ نماز پڑھانے کا سلسلہ میں پیار وہاں کا سجدہ گاہ تھی۔
یہ دو سوال اس لیے کہ متعین کرنے کے لیے۔ بتا مصطفےٰ کی شان کیا ہے۔ تاب تو اول قبر میں
نہیں ہوگا۔ قیامت کے دن ہوگا۔ قبر میں تو صرف ایک ہی سوال ہوگا۔ جب دو سوال ہو جائے گا۔
تو تیسرے سوال کا جواب دیا گیا کہ حضور رسول اللہ ﷺ۔ حدیث میں ہے اچانک اس کے سامنے دو مقام
کھول دیے جائیں گے۔ ایک جنت کا ایک دوزخ کا۔ پہلے دوزخ کا کھولا جائے گا۔ اور کھول کے دکھایا
جائے گا یہ تمہارا ٹھکانہ تھا۔ اگر تم مصطفےٰ کی معرفت نہ رکھتے۔ حضور کی شان اگر ٹھیک بیان نہ کر سکتے۔
محبوب کو پہچان نہ سکتے تو تمہارا ٹھکانہ یہ تھا۔ اللہ نے تیرے اس مقام کو صرف معرفتِ مصطفےٰ کے بدلے
دوزخ کو ہٹا کر جنت بنا دیا۔ دوسرا مقام جنت کا دکھایا جائے گا۔ کہے گا کہ میرے محبوب
کی پہچان نہ کرتا تو خوب چلتا۔ تو ثابت کیا کہ جنت صرف معرفتِ مصطفےٰ کا صدقہ ہے۔
اور کسی عمل کا صدقہ نہیں ہے۔ جنت صرف حضور کی معرفت کا صدقہ ہے۔ یہ خیرات ہے
حضور کی معرفت کا۔ اللہ تعالیٰ آقا کی بارگاہ سے ہم سب کو پختہ کرنے یہی اعلان ہے۔ یہی
مدار بخشش و مغفرت ہے۔ تو جس نے ساری زندگی حضور کی شان بیان کی ہو۔ قبر میں اس کا
سوال بھی وہی ہوتا ہے جو ساری زندگی بیان کرتا رہا ہے۔ وہ پہچانے گا میں تو چالیس سال حضور
کی شان ہی تو بیان کرتا رہا ہوں۔ تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نصیب ہی کر دے گا۔ کہ وہ آقا کو دیکھتے
ہی پہچان لیں گے۔ تو معرفت نصیب ہو جائے گی۔

اولیاء کرام نے بیان فرمایا کہ بعض ایسے بھی ہوتے جن کا ساری زندگی حضور کی شان کا بیان
کرنے میں تعظیم میں مگر ہیں۔ ان کے ذکر کی فضائل میں گزر رہا۔ کئی ایسے بھی گزر رہا کہ جن کے پاس
فرشتے آئے تو آقا علیہ السلام نے آگے بڑھ کر فرشتوں کو روک دیا۔ میرے یار سے میں اس سے نہ پوچھو
اس کے بارے میں مجھ سے پوچھو۔

Signature

اتوار
۲۸ — ۱۰ — ۲۰۱۸
۱۸ — ۲ — ۱۴۴۰
PM

QARI ...
Naqashbandi ...
09 OCT 2018
Chak 335/E.B Burewala District Vehari
Mob:...

۲۸۶ اللہ ۔۔

اللہ تعالیٰ ہماری حاضری کو منظور فرمائے ۔ اور اپنے انوار و تجلیات سے ہمارے قلوب کو منور فرمائے ۔ لفظ اللہ کا جو پہلا لفظ ہے وہ ہے الف ۔ وہ الف ہمارا موضوع ہے ۔ بلھے شاہ صاحب نے کہا تھا ۔ ـــ

ع علموں بس کریں او یار ۔ اکو الف درکار

وہ الف میسر آ جائے الف کی حقیقت ۔ تو علم کارگر ہوتا ہے ۔ کار آمد ہے ۔ اور علم کے سمندر میں جا کر بھی تو ایک الف درکار رہتا ہے تو علم بے کار رہتا ہے ۔ یہ پیغام ہے جسے لے کر اطراف و اکناف عالم میں ۔ حضرت ضیاء الامت گئے تھے لوگوں کے سینوں اور دلوں کو بیدار کیا ہے ۔ ہم اس پیغام سے بہت دور مادی ادوار میں ۔ بہت دور نفسی مال و دنیا ۔ ان کے لا یعنی میں مبتلا ہو کر ہم اس حقیقت سے بہت دور ہوتے جا رہے ہیں ۔ ہماری روحیں گرد آلود ہو گئیں ۔ دلوں کی بستیاں اجڑ گئیں ۔ تعلق ٹوٹ گئے ۔ ہم اندھیروں میں ہیں ۔ ہم اندھیروں کو روشنی تصور کرنے لگے ہیں ۔ اور ان روشنیوں اور اجالوں سے یکسر محروم ہو گئے ۔ اور اس محرومی کا احساس بھی نہیں ہے ۔ اس لئے اس موضوع پر بیان کیا جاتا ہے الف کے اس پیغام کو بار بار دہرایا جائے اس پر گفتگو کے بہت سے گوشے ہیں ۔ اور ہو سکتے ہیں ۔ میں ان میں سے ایک گوشہ بیان کروں گا ۔ الف سے یاء تک پورے حروف پڑھتے ہیں ۔ تو آپ دیکھتے ہیں کہ ان کی ابتداء ایک الف سے ہوتی ہے ۔ الف کی شکل سے میں چند پہلو بیان کروں گا ۔ الف کی شکل پر آپ ذرا غور کریں ۔ بہت سے الفاظ کو بناتے ہیں ۔ کچھ حروف ہیں اور ان کے مخارج ہوتے ہیں ۔ یعنی جہاں ان کو مخارج کو نکالتی ہے ۔ یہ لگتے ہیں ۔ یا زبان ہے یا حلق ہے ۔ حلق زبان لب ان کے اندر جو ملاپ ہے اور جدائی ہے ۔ اور حرکات ہوتی ہیں ۔ ان سے مخرج بنتا ہے ۔ اور ان سے حروف ادا ہوتے ہیں مثلاً با ۔ لب زبان اور حلق سے حرکت ہوتی یا نہیں ۔ لب ملے یا نہیں ۔ آپ کہیں تا زبان لب حلق سب حرکت میں آئے یا نہیں ۔ آپ کہیں جیم ۔ زبان لب ۔ سب حرکت میں آئے ہیں یا نہیں ۔ الغرض یا مد ہر بی ـــ تو تمام حروف کی ادائیگی میں جو مخارج ہیں ۔ جو زبان ہے لب ہے حلق ہے ۔ جہاں سے حروف کی آوازیں نکلتی ہیں ۔ سب میں حرکت آ جاتی ہے ۔ جو بات سمجھانا چاہتا ہوں ۔ تمام حروف جب آپ ادا کرتے ہیں تو ـــ جب الف کہتے ہیں ۔ الف تو لکھنے

کہلاتے ہیں۔ اصل الف تو وہ ہے۔ جو اس انگلی کی شکل میں آپ کو کہیں نظر آتا ہے کہ الف تو تین حرف
ہیں۔ پہلا ہمزہ پھر لام۔ اور پھر فاء۔ یہ تو تین حروف کا مجموعہ ہے۔ اصل الف نہیں ہے۔
اس الف کا ایک مظہر ہے نمونہ ہے۔ تو اب آپ اصل الف بنانا چاہیں۔ تو آپ کبھی نہیں بنا سکیں گے۔
زبان گنگ ہے۔ لب حرکت میں نہیں۔ حلق وہیں کا وہیں ہے کہ نہ زبان میں حرکت نہ لبوں میں
حرکت۔ نہ حلق میں حرکت ہے۔ نہ اس کی کوئی آواز۔ نہ اس کا کوئی مخرج ——— (۳۶-۸)
نہ اس کا کوئی متوجل۔ وہ جو سنگل حرف ہے جس کو الف کہتے ہیں۔ جب آپ اسے ادا کرنا
چاہتے ہیں۔ کسی زبان میں لب میں حلق میں مخارج کے اعضاء میں سے کسی شئے میں حرکت
نہیں ہو گی۔ اور ہر شئے سکون کی حالت میں جوں کی توں کھڑی رہتی ہے۔ ہمزہ۔ لام۔ ف کی
بات نہیں کر رہا۔ جس حرف کو ظاہر کرتا ہے۔ اس الف کی بات کر رہا ہوں جس کی
شکل یہ ہے۔ اسم کی بات نہیں کر رہا۔ مسمّٰی کی بات کر رہا ہوں۔ جس کو تین حرف مل
کر ادا کرتے ہیں۔ اس مسمّٰی کو ادا کرنا چاہیں۔ تو روئے زمین کا کوئی فرد اوّل دن سے لے کر
آج تک ادا نہیں کر سکا۔ اس کا کوئی مخرج نہیں بنا۔ اس کی کوئی آواز نہیں بنی۔ اس کا
لئے کوئی حرکت نہیں ہے۔ فقط تمام اعضاء اور مخارج کی جگہیں حالت سکون میں رہتی ہیں۔
تو گویا الف ادا نہیں ہو پاتا۔ کیونکہ تمام آوازیں اور ادائیگی بنتی ہے حرکت سے
اور الف میں حرکت نہیں۔ فقط سکون ہے۔ وہ حرکت دیتا ہے۔ خود متحرک نہیں ہوتا۔
وہ ساری کائنات میں ہر شئے کو حرکت دیتا ہے۔ تحرک دیتا ہے۔ مگر خود سراپا سکون
ہے۔ کیونکہ وہ منبع سکون ہے۔ اللہ سراپا سکون ہے۔ وہ حرکت دیتا ہے خود حرکت میں نہیں آتا
کیونکہ اس کی ادائیگی کوئی نہیں کر سکا۔ اب یہ الف کا جو کردار ہے۔ یہ خود سراپا
سکون ہے۔ اور اس میں کوئی حرکت نہیں ہے۔ یہ کردار پیغام دیتا ہے۔ کہ جس طرح الف منبع سکون ہے
جو لوگ الف سے جڑ جاتے ہیں۔ جو حقیقت الف کو پا لیتے ہیں۔ وہ سکون پا لیتے ہیں۔ الا بذکر اللہ
تطمئن القلوب۔ الف کی حقیقت وہ ذات ہے۔ جس کا تعلق و اشکال اس سے جڑ جاتا ہے۔ تو وہ سکون
الف کو مجسم ہے۔ اور جو سکون الف سے نکل رہا ہے۔ سکون کا چشمہ جو الف سے پھوٹ رہا ہے

جو اس حقیقتِ الف کو پا لیتے ہیں۔ وہ سراپا سکون میں چلے جاتے ہیں۔ ان میں حرکت نہیں رہتی
ارادہ کرنا حرکت ہے۔ جو اس الف کی حقیقت سے جڑ جاتے ہیں۔ وہ اپنا ارادہ چھوڑ جاتے ہیں۔
چاہنا۔ خواہش کرنا ایک حرکت ہے۔ جو الف کی حقیقت سے جڑ جاتے ہیں۔ وہ اپنی خواہشیں
چھوڑ دیتے ہیں۔ وہ پسند کرنا ناپسند کرنا بھی ایک حرکت ہے۔ وہ اپنی پسند ناپسند چھوڑ دیتے
ہیں۔ وہ اپنی چاہتیں چھوڑ دیتے ہیں۔ جو حقیقتِ الف سے وابستہ ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنی خواہشیں
چھوڑ دیتے ہیں۔ شہوات چھوڑ دیتے ہیں۔ تمنائیں چھوڑ دیتے ہیں۔ آرزوئیں چھوڑ دیتے ہیں۔ اپنے ارادے
چھوڑ دیتے ہیں۔ ان کا کوئی ارادہ نہیں ہوتا۔ وہ اپنے سارے ارادے چھوڑ دیتے ہیں
حتیٰ کہ اپنی حرکتیں چھوڑ دیتے ہیں۔ اللہ جب اپنی ساری حرکات، خواہشات، اپنی شہوات
اپنی آرزوئیں۔ اپنی تمنائیں۔ اپنے ارادوں سے الگ ہو جاتے ہیں۔ تو سراپا سکون ہو جاتے ہیں
ان کی حیثیت ایک ایسی میت کی سی ہو جاتی ہے۔ جو مردہ غسال کے ہاتھ میں ہوتا ہے،
غسال جس طرح چاہے پلٹ دے۔ جس طرح چاہے سیدھا کر دے۔ جس طرح چاہے الٹا کر دے۔
میت غسال کے ہاتھ میں جس طرح اپنی کوئی حرکت و ارادہ نہیں رکھتا۔ جب بندہ حقیقتِ
الف کی بارگاہ میں اپنی ہر حرکت و ارادہ چھوڑ دیتا ہے۔ تو پھر اس مقام پر حقیقتِ الف
اس کو متصرف کر دیتی ہے۔ جب اس کا اپنا سارا ارادہ ختم ہو جاتا ہے۔ تو پھر حقیقتِ
الف کا فیض وہ مقام عطا کرتا ہے، کائنات میں جو چاہے اسی کا ارادہ کام کرتا ہے۔
حضور سیدنا غوث الاعظم نے فرمایا۔ اے بندے کن عند ربک میت بین یدی الغسال۔
اے بندے اپنے رب کے سامنے اس طرح ہو جا۔ جس طرح مردہ غسال کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔
ہم بار بار اس لیے گرتے ہیں کہ ہم اپنے ارادوں سے چپکے ہیں۔ اور بندے کا ارادہ کمزور ہے۔ ہم نامراد
اس لیے ہیں کہ ہم اپنی خواہشوں سے گرے ہیں۔ اور بندے کی خواہش نامکمل ہے۔ ہم بے عزت
اس لیے ہیں کہ ہم اپنی عزت کا سوچتے ہیں۔ اور بندے کی عزت ذلت ہے۔ جب بندہ
اپنی عزت کے تصور سے اپنی خواہشوں کے تصور سے اپنی چاہتوں کے تصور سے نکل
[illegible] جب [illegible] جب بندہ [illegible] کی [illegible] وجود

کو الگ کر لیتا ہے ۔ اور ساری فرامسٹری سے الگ کر لیتا ہے ۔ پھر وہ اللہ کے حضور ہر حرکت سے دور حالت سکون میں چلا جاتا ہے ۔ کہ وہ ہنساتا ہے تو وہ ہنستا ہے ، وہ رلاتے تو روتا ہے ۔ وہ کھلائے تو کھاتا ہے ، وہ پلائے تو پیتا ہے ، وہ جلائے تو جیتا ہے ۔ وہ مارے تو مرتا ہے ۔ جب بندہ اس غسال حقیقی جانا کے میت کی طرح ہر شئے کو فنا کر کے اس کے حضور آتا ہے تو بندہ مرد دانا اس کی قوم سے مرد باقی ہو جاتا ہے ۔ پھر اس کی زندگی ٹوٹنا سے فنا ہو جاتی ہے ، اس کی زندگی میں موت کو موت سے ہمکنار ہو جاتی ہے ۔ اس کی زندگی بھی زندگی ہے ۔ اس کی موت بھی موت ہے ۔

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا تھا حضور یہ باقی باللہ کیا ہے ۔ ہوسکے کہ زندگی سنتے رہے کہ فنائی ہو جاتا ہے ۔ بندہ تو فانی ہوتا تو سمجھ گئے ۔ باقی ہونا سمجھ میں نہیں آیا ۔ ان کے مناقب اور کرامات میں واقعہ آتا ہے کہ وہ سمجھا دیں ۔ آپ نے فرمایا جب ہم دنیا سے رخصت ہو جائیں گے ۔ تو پھر کسی میرا جنازہ پڑھانے آئے گا باقی کا مسئلہ اس سے پوچھ لینا ۔ کہ باقی کون ہوتا ہے ۔ جب آپ کی وفات ہو گئی ۔ تو اعلان ہوا کہ آپ کا جنازہ وہ پڑھائے جس کی پوری عمر میں ایک تہجد کی نماز قضا نہ ہوئی ہو ۔ اولیاء و علما سو بڑے جمع تھے ۔ سب صفوں میں کھڑے رہے ۔ آتے میں ایک نقاب پوش آگے بڑھے ۔ مصلے پر کھڑے ہو گئے ۔ اولیوں نے جماعت کرا دی ۔ نماز جنازہ ہو گیا ۔ تو وہ جانے لگے ۔ دوسرے کسی نے آگے بڑھا ۔ اس نے کہا کہ حضرت صاحب نے فرمایا تھا ۔ (۱۴ - ۱۷) کہ میرا جنازہ پڑھانے والے سے پوچھ لینا کہ باقی باللہ کون ہوتا ہے ۔ بتا تو جائیں کہ آپ کون ہیں اور باقی باللہ کا معنی سمجھا جائیں ۔ آپ نے اپنے چہرے سے نقاب پلٹ دیا ، وہ جو باقی ہو کر آیا ہے وہ فانی ہے ۔ نقاب پلٹا تو خواجہ باقی باللہ خود تھے ۔ جو پڑھانے آئے تھے وہ باقی ہے ۔ جو باقی ہو کر آیا ہے وہ فانی ہے ۔

ہماری زندگی میں جو مرنے سے پہلے زندہ ہے ۔ سنتے ہیں یا نہیں سنتے ۔ یہ مسائل الجھن اس لیے ہیں کہ ہم ابھی تک موت سے آشنا نہیں ہیں ہم نے حیات کے چشمے کی لذت نہیں چکھی ۔ لہذا موت سے اس لیے آشنا ہیں کہ ہم اپنے آپ کو سمجھتے ہیں یہ زندہ ہے نہیں اس زندگی سے الگ ہو جانا زندگی ہے ۔ تو اس الف نے پیغام دیا کہ مجھ سے ملو ۔ تو سکون میں آ جاؤ ۔ اور ہر حرکت سے تائب ہو جاؤ ۔ اور ہر حرکت کو چھوڑ دو

ہر جسم میں ایک چشمہ فیض۔ چشمہ الوہیت سے فیض ملے گا۔ یہ ایک وصف ہے الف کا۔
اب اس کا ایک دوسرا وصف ہے تو قرآن مجید کی تلاوت کریں اور غور سے دیکھیں کہ
ہر حرف کسی دوسرے سے ملتا ہے۔ مگر الف تنہا رہتا ہے۔ الف کسی سے نہیں ملتا۔
آپ پڑھیں ذلک الکتٰب لام کاف سے مل گئے۔ دو حرف جڑ گئے۔ مگر الف
تنہا رہا۔ الٓمٓ حمید مجید۔ نون کاف سے جڑ گیا۔ مگر الف تنہا رہا۔ آپ یہ
بات اس طرح سے دیکھتے چلے جائیں گے۔ ہر حرف دوسرے سے مل جاتا ہے۔ سالک سچائی
ہے۔ مگر الف تنہا رہتا ہے۔ فنا کر دیجئے۔ اگر اس سے جڑ جائے۔ کمال ہے۔ عین
تنہا رہ کر عشق کا کچھ بھی نہیں رہا تھا۔ وہ پہلے سے۔ اگر الف سے جڑ گئی۔ تو
کمال لفظ مکمل ہو گیا۔ طاہر۔ طاہر۔ ط کا خود رہ کے کچھ بھی نہیں رہا تھا۔ یہ
الف جڑ گیا تو طاہر۔ اس طرح آپ بناتے چلے جائیں۔ آپ کو سمجھ آئے گی کہ جہاں بھی
کوئی حرف الف سے ملتا ہے۔ الف اپنی جگہ برقرار تھا۔ وہ نہیں ملا۔ کسی سے کوئی حرف
اس سے اپنی حقیقت کو کامل کرنے کے لئے۔ (۱۹ــ۲۰) اپنے نفس کو دور کرنے کے لئے
جو خود بے معنی تھا۔ اسے بامعنی بنانے کے لئے۔ وہ الف سے جڑا ہے۔ وہ الف کی عصبیت
ہو سے کر خود تنہا تھا۔ مگر کوئی اس سے مل جائے تو اسے کامل بنا دیتا ہے۔ خود تنہا
رہتا ہے۔ جو تنہا اس سے مل جائے اسے بڑا کر دیتا ہے۔ جو کمزور مل جائے تو طاقتور
کر دیتا ہے۔ اور اگر کوئی ناتواں مل جائے تو کامل و تمام کر دیتا ہے۔ وہ خود تنہا رہتا ہے۔
اور تم اسرار اگر یہ کیفیت پیدا کرنا چاہتے ہو۔ پھر اپنی زندگی میں ہر ضمیر سے تنہائی پیدا
کر لو۔ تمہارا قلب ہر شے سے تنہا ہو جائے۔ اور ضمیر سے مراد یہاں علم الحروف تھا۔
یہاں ضمیر سے مراد دنیا ہے۔ طلب عنب سے جدا تنہا رہو۔ خواہشوں دنیا سے تنہا
الگ ایک رہو۔ کبر اور حسد سے الگ رہو۔ غرور سے الگ۔ بغض سے۔ کدورت نفرت
سے الگ۔ یہ ساری غلاظتیں۔ جو انسان کے من کو گدلا کرتی ہیں تباہ کرتی ہیں برباد کرتی ہیں۔
بندے کو کسی کام کا نہیں چھوڑتیں۔ ان سب سے جدا رہو۔ یہ آپس میں ملتی رہیں۔ مگر
اے عشقِ الف سے تعلق جوڑنے والے۔ ساری خواہشوں سے تو تنہا رہ۔ واذکر اسم ربک۔

Memo No ______

M T W T F S S   Date / /

الی تبتیلا ۔ اپنے رب کو یاد کر اور ہر شے سے کٹ کر الگ ہو جا۔ کوئی ہستی تکمیل
کے لئے مجھ سے ملے تو مل لیں گا ۔ مجھے کسی سے ملنے کی حاجت نہ ہو۔ تنہا ہو جا۔ ہر ایک سے
کٹ کر اسی کا ہو جا۔ جو ہر ایک سے کٹ کر اس کا ہو جاتا ہے ۔۔ پھر اس کا ہو جاتا ہے۔
من کان للہ وکان اللہ لہ ۔ جو اگر اس کا ہو جاتا ہے تو کسی سے راز و نیاز ہے اس کا ہو جاتا ہے
حضرت خواجہ اویس قرنی رضہ ان سے ملنے کے لئے اہل اللہ میں سے کوئی گیا ۔ کسی نے کہا ادھر جنگل
میں بکریاں چراتا پھرتا ہوگا ۔ دیوانہ ہے دیکھو ۔ وہاں پہنچے ۔ جو نظر کی تو دیکھا حضرت اویس قرنی کو ۔ دیوانہ
وار ایک شخص اپنے نفل پڑھ رہا ہے ۔ اور اس کا بکریوں کا ریوڑ ہے ۔ ایک دو بھیڑیے اس کی بکریوں
کی حفاظت کر رہے ہیں ۔ جب آپ نے سلام پھیرا ۔ پوچھا بھئی کیسے آئے ہو۔ اس نے
کہا کہ میں لینے آیا کی غرض تو بعد میں بیان کروں گا ۔ ایک سوال اس سے پیدا ہو گیا ہے
آج تک سنتے تھے ۔ کہ بھیڑیے بکریوں کو پھاڑ جاتے ہیں کھا جاتے ہیں۔ آج بھیڑیے آپ کی
بکریوں کی حفاظت کر رہے ہیں یہ فلسفہ کیسے تبدیل ہو گیا ۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی ۔
یہ راز کیا ہے ۔ فرمایا یہ راز بڑا سادہ ہے ۔

میں جب سے اس کا ہو گیا ہوں ساری مخلوق میری ہو گئی ہے ۔ اللہ والوں کی
باتیں بڑی سیدھی سادی سی ہوتی ہیں ۔ فرمایا جب سے اس کا ہوا ہوں تو ساری مخلوق
میری ہو گئی ہے ۔ بس اس کے بعد کوئی الجھن باقی نہیں رہی مجھے ۔ یہ بھیڑیے جو شہر میں جب
جب ضرورت پڑتی ہے میں اپنے کام میں لگ جاتا ہوں ۔ تو اللہ کی مخلوق میرے کام میں لگ جاتی
ہے ۔ جب بندہ حالت تبتل میں چلا جاتا ہے ۔ پھر وہ مقام تجرید کی طرف جاتا ہے
تجرید سے تفرید کی طرف جاتا ہے ۔ تفرید سے توحید تک پہنچتا ہے ۔ ہم
تو توحید حقیقی کے مناظروں کے لئے استعمال کرتے ہیں ۔ اہل اللہ والے حال سنوارنے کے لئے توحید
استعمال کرتے ہیں ۔ یہ مقام تجرید ہے کہ بندہ تنہائی پسند ہو جاتا ہے ۔ رب کا شناسا نہیں جب جاتا
ہے ۔ تو بندہ منفرد ہو جاتا ہے ۔ جب بندہ اس طرح الگ رہے ۔ تو بعد اس کی تکمیل کے لئے جو
مل جائے ۔ تو حرف ایک نقطہ بن جاتا ہے ۔ کامل ہو جاتا ہے ۔ لہٰذا جو اس سے ملے تو پھر
نسخہ کامل ہو جاتا ہے ۔ یہ دوسرا وصف ہے ۔ ہے مسکو الف درکار

اب اسم ایک یعنی ایک ہی وصف ہے الف کا۔ وہ تیسرا وصف ہوتا ہے۔ اب اس کا یہ وصف
علم الاعداد میں ہے جب آپ الف کو دیکھتے ہیں کہ جس طرح میں نے عرض کیا نظر آتا ہے؟
۔ الف ایک کی مانند نظر آتا ہے۔ علم الاعداد الف ایک کا درجہ رکھتا ہے۔ وہ خود
ہمیشہ ایک ہی رہتا ہے۔ ایک منفرد بنتا ہے۔ خود منفرد نہیں بنتا۔ تعدد بناتا ہے۔ خود
ایک رہتا ہے۔ اس ایک کے سامنے صفر لگا دیں۔ تو صفر کو دس کر دیتا ہے۔ صفر
تو صفر ہے۔ اگر الف سے نہ ملے۔ الف کے سامنے نہ آئے۔ ا سے تو پوچھتا ہی کوئی نہیں
۔ تو صفر ہے۔ لوگ کہتے ہیں تم تو صفر ہو۔ وہ کوئی بے چارگی ہے کہ وہ بے صفر ہے۔ وہ بے کار
بے چارہ صفر۔ تو الف کے سامنے جڑ جاتا ہے۔ وہ تو دس ہو جاتا ہے۔ وہ تو منہ سے پار کر لیتی
ہے پلکنت۔ ایک چیلنجنگ ہیں۔ ایک نسبت نے ختم کر دیا تمام
پھر ایک اور صفر کو شوق ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے جیسے کہ کوئی نہیں لیتا۔ وہ کہتے ہیں تم بھی جڑ
جاؤ اس کے ساتھ۔ دوسرا صفر ساتھ لگ جاتا ہے تو سو ہو جاتا ہے۔ اب صفروں کی قیمت
بڑھ گئی ہے۔ تیسرا صفر لگ جاتا ہے تو ہزار بن جاتا ہے۔ چوتھا صفر لگ جائے تو دس
ہزار ہو جاتا ہے۔ پانچواں صفر لگ جائے تو لاکھ بن جاتا ہے۔ تو آپ اندازہ کریں کہ صفر جو
صفر تھے۔ اور یہ رشتے کامل بن گئے طاقتور ہو گئے۔ اور اگر صفر کو خیال آئے۔ کسی لمحے خواہ وہ دس
لاکھ ہو گیا۔ خواہ وہ لاکھ ہو گیا۔ خواہ وہ دس ہزار ہو گیا۔ اگر خیال آ جائے کہ یہ طاقت شوکت میرا کمال
میرا ہے۔ کسی لمحے خیال آ جائے تو الف اپنے آپ کو ہٹا لیتا ہے۔ بس الف ہٹا تو خواہ دس
لاکھ تھا۔ بس صفر تو صفر ہی رہ گئی۔ علم الاعداد نے حقیقت الف کو کتنا ہی پیارا سبق دے۔ تو اس
اپنا ہوم ہونا کبھی الحمد نظر انداز نہ کر تو پہلے کبھی معلوم تھا آج بھی معلوم ہے اذا اراد شیئا ان
یقول لہ ——— یہ تو میرا امر کن ہے۔ کہ میں نے حقیقت الف کے فیض سے تجھے دس
بھی کر دیا تجھے لاکھ بھی کر دیا۔ تجھے وجود بھی دے دیا اپنا شرف بھی کر دیا۔ تجھے جمال بھی دے دیا۔ جس
جس لمحے بندہ صفر تھا۔ اسے انسان نے بنایا۔ یا ایہا الانسان ما غرک بربک الکریم۔ اے انسان
تجھے کس شئے نے مغرور کر دیا۔ کس شئے نے تجھے اللہ کی بارگاہ میں متکبر کر دیا۔ مغرور کر دیا
منہمک کر دیا۔ کیا تجھے نہیں پتا۔ کہ تو کچھ بھی نہ تھا۔ اس نے خالق خلق کیا تجھے۔ تو تو ایک قطرہ تھا

بقایا جو مضمون کائنات کا سب سے بڑا معجزہ ؟ - اس پر صفحہ بقیہ 270

1۔ سے پر آقا علیہ السلام کو اس موقع پر ارشاد فرمائے۔ جب حضور علیہ السلام نے بر ملا کوہ صفا پر اعلان نبوت فرمایا، اور آپ کے اعلان نبوت پر قریش مکہ نے اور کفار و مشرکین نے آپ کی نبوت پر دلیل طلب کی۔ یہاں جو بہت نکتہ سمجھنے والا ہے، وہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت کی یہ سنت ہے۔

2۔ پہلا معجزہ آقا علیہ السلام جو پیش فرما رہے تھے۔ نبوت کے اثبات کے لیے۔ نبوت کا تقاضا کیا کہ لیا ثبوت دے رہے تھے۔ تو معلوم ہے کیا معجزہ پیش فرمایا۔ فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون = میری نبوت پر معجزہ طلب کرنے والو میری ذات خود معجزہ ہے۔ کوئی خارجی اور حسی معجزہ پیش نہیں فرمایا۔

3۔ اور پھر عالم یہ تھا کہ ہم رسول کے مثل نہیں۔ جس امت میں علماء رسول کی مثل ہوں گا۔ امت بھی رسول کی مثل ہو جائے تب کچھ ہو سکتا ہے رسول نہیں ہو سکتا۔ تو آقا علیہ السلام کا نبی اور رسول ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی کوئی مثال نہ ہو۔ اور میرے آقا سب سے بے مثال ہو جس کی بے مثالی بھی بے مثال ہو۔

4۔ جو معجزہ ہے جو تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔ تو میں ہم جانتے ہیں تو فرمایا۔ تو تم معجزہ معراج کو ماننے کے لئے مصطفیٰ کو نہ دیکھو۔ خدا کو دیکھو۔ سبحان الذی پاک ہے وہ ذات یہ نہیں فرمایا کہ عظیم ہے وہ ذات جو گئی۔

5۔ چونکہ ضرورت کے لئے بھیجا جاتا ہے رسالت۔ لہذا یہ بات سمجھ لیں۔ جتنی ضرورت ہو اس طرح کا معجزہ دیا جاتا ہے۔ مثلاً اگر میں کمزور ہوں گا۔ مجھے ڈاکٹر نسخہ دے گا یہ دن میں چار وقت وٹامن کھاتے رہو۔ کمزور ہیں یہاں لوگ چار وقت کھاؤ اور اگر بہتر جسم کو ضرورت ہے۔ تو کہے گا روزانہ ایک ملٹی وٹامن کھایا کرو۔ اگر ایک شخص کا جو دعویٰ کا ہو

6۔ تو معجزہ آپ کو ملا۔ جگہ وہ لوگ تھے آپ سے کہا کو زندہ کر دے ہر وقت مادر زاد نابینے کو صحت یاب کر دے۔ جو کوئی بشریت کے لئے بات پوچھا تو معجزہ ملا کہ پرندوں کو بنا کر پھونک مار کے زندہ کر دیتے۔

7۔ محبوب میں تجھے کیوں معجزہ دوں کہ بھولا تیری ذات سے بڑا معجزہ میں نے خلق میں بنایا ہی نہیں۔ سارا معجزہ تیری ہتھیلیوں پر رکھ دیا۔ یہ سارے معجزے تیرے تلوؤں پر رکھ دیا۔ تیری ذات پر تہمت لگی ہے کہ جھوٹا دعویٰ کیا ہے۔ جب ذات پر تہمت لگے تو ذات کی صفائی کے لئے کوئی معجزہ نہیں آئے گا۔ تیری ذات سے بڑھ کر میری کائنات میں کوئی معجزہ نہیں ہے۔

اگلے صفحہ نمبر ۳۰۲ پر

M T W T F S S — Memo No ______ Date / /

تھا جسے کوئی عزت کے ساتھ نہ کوئی نام لیتا ہے۔ نہ اس کو کپڑے پر لگنے دیتا ہے اگر قطرہ کپڑے پر
پڑ جائے تو کپڑا پلید ہو جائے۔ تو وہ قطرہ تھا کہ تو اپنے کپڑے پر لگنے نہیں دیتا۔ کبھی تو نے سوچا کہ
تیرا وجود اس قطرے سے بنا۔ جس قطرے کو آج اپنے لباس پر نہیں آنے دیتا۔ تو
میں نے اس پلید قطرے کو لباس پر نہیں آنے دیتا کہ لباس پلید ہوتا ہے۔ میں وہ رب ہوں
کہ میں نے اس پلید قطرے سے تیرا وجود پاک بنا دیا ہے۔۔۔
اور وہ قطرہ تیرے کپڑوں پر آ جائے تو تو کپڑا دھو دیتا ہے۔ تیری حقیقت یہ ہے
کہ حقیقت پلید قطرہ ہے تیری ابتدا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز پر چیخ اٹھے۔ تیری حقیقت قبر
کے اندر آگ بدبو اور پیپ ہے۔ کہ تو اول بھی عدم تھا۔ تو آخر بھی عدم ہے تو جو کچھ
ہے۔ تو یہ حقیقت الف کا فیض ہے۔ اس کا کرم ہے تو کبھی تیرا ہونا اور تیرا
برقرار رہنا۔ تیرا کمال دکھائی پانا اسی آسانی صرف اللہ کے فیض سے ہے۔ ہر لمحہ
کفر ہو گا جب تیرا دھیان اس مولا سے ہٹ جائے گا۔ اس کی طرف دھیان رکھ۔
اس سے جڑا رہ۔ اس کی طرف توجہ رکھ۔ وہ تجھے صفر سے لاکھ کر دے گا۔ اور
توجہ ہٹ گئی تو لاکھ سے صفر کر دے گا۔ یہ ہے سارا پیغام یہ حقیقت الف کا۔

اب اس کے بعد چوتھا وصف اور حقیقت عرض کرتا ہوں۔ اور یہ بڑا ہی ہے
بڑی توجہ سے سمجھنے والا نکتہ ہے۔ ایمان افروز نکتہ ہے۔ چوتھا وصف الف کا یہ ہے
کہ آپ کوئی لفظ لکھیں الف کے بعد جب آتا ہے (بَا) جب آپ با کو
لکھیں گے۔ آپ کے پاس بغدادی قاعدہ ہے نا الف با کا قاعدہ ہوگا۔ جب آپ
با کو لکھیں تو شروع ب سے ہوتا ہے۔ آپ جب تا کو لکھیں گے۔
تو وہ لفظ ت سے شروع ہوتا ہے۔ آپ لام لکھیں گے۔ لام کا حرف
حرف ل سے شروع ہوگا۔ آپ میم کو لکھیں گے۔ تو میم کا حرف
م سے شروع ہوگا۔ اسی طرح آپ یا کو لکھیں گے۔ تو یا کا لفظ ی حرف
یا سے شروع ہوگا۔ ایک قاعدہ ہے کہ ہر لفظ اس کی ابتدا اسی کے حرف
سے ہوتی ہے۔ اس میں ایک لفظ الٹا ہے وہ ہے الف۔ جب آپ لکھیں۔ الف کو

Memo No

M T W T F S S   Date / /

۱۔ بقیہ ص ۲۷۹ حضرت صالح کی اونٹنی کی ٹانگیں کاٹیں ۔ پھر اس قوم کو تباہ کر دیا ۔ یہاں مصطفیٰ کے چہرہ پاک پر پسینہ آ گیا ۔
پسینہ بہہ سا گئے ۔ قوم کو تباہ نہیں کیا ۔ فرمایا انما بعثت رحمۃ ۔ و ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین ۔

۹۔ اگر میں تمہاری طرح شکل بشر ہوں تو تم بھی میرے جیسا بن کے دکھا دو ۔ یہ مضمون ہے قل انما انا بشر مثلکم
جب حضور کی مثل بننے کا وقت آئے گا ۔ تو اس وقت اس دعوے کی بات کرو ۔

M T W T F S S — Memo No ______ Date / /

دکھیں گے۔ تو آپ اردو میں جس کو الف بولتے ہیں نا وہ الف ہے ہی نہیں۔ اس کا پہلا
حرف الف نہیں ہے۔ وہ ہمزہ ہے۔ الف پہ نہ پیش آتی ہے۔ نہ زبر آتی ہے۔
نہ زیر ہوتی ہے۔ اس پر تو اعراب ہی نہیں آتا۔ جب آپ نے کہا الف۔ تو زبر
سے شروع کیا۔ تو الف تو ہے ہی نہیں۔ شروع میں الف ہے۔ یا پہلے ایک اور حرف
ہے وہ ہے ہمزہ۔ تو جب آپ الف کو لکھتے ہیں۔ تو الف الف سے نہیں شروع
ہوتا۔ وہ ہمزہ سے شروع ہوتا ہے۔ جب الف کو لکھتے ہیں تو ہمزہ لام سے ہے۔
عربی میں پتا ملاحظہ ہے۔ اردو دان نہیں ہے لوگوں کو تو جب اس کو اعراب آتا ہے حرکت
آتی ہے۔ تو وہ ہمزہ ہوتا ہے الف نہیں ہوتا۔ الف ایک ایسا لفظ ہے کہ جو۔ جس نے اپنی
حقیقت کو اپنے نام میں بھی ظاہر نہیں کیا۔ اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے ہمزہ سے۔ یہ بات
توجہ طلب ہے۔ جب آپ کسی لفظ سے پیش پڑھتے ہیں۔ اُ پڑھتے ہیں تو وہ الف
نہیں ہوتا — وہ ہمزہ پیش اُ ہوتا ہے۔ جب آپ کہتے ہیں۔ اصل میں وہ الف نہیں
ہوتا۔ وہ ہمزہ زبر اَ ہوتا ہے۔ جب آپ اِ کہتے ہیں۔ تو الف نہیں ہوتا۔ وہ ہمزہ
زیر اِ ہوتا ہے۔ پھر تو اَ۔ اِ۔ اُ جو بھی اعراب لگالیں۔ جو حرکت لے لیں۔ جو آواز
نکال لیں۔ جس طرح سمجھ لیں وہ الف نہیں ہوتا۔ وہ ہمزہ ہوتا ہے۔ تو جب آپ لفظ الف لکھتے
ہیں تو لفظ الف کی ابتدا بھی الف سے نہیں ہوتی۔ ہمزہ سے ہوتی ہے۔ ہر لفظ کی ابتداء
اسی حرف سے ہوتی۔ تاکہ وہ لفظ اپنے حرف سے ظاہر ہو۔ مگر الف کی ابتداء الف
سے نہیں۔ ہمزہ سے ہوئی۔ الف نے اپنے ظہور کیلئے۔ الف کا ظہور نہیں ہے۔
اس لئے ظہور ہونا تھا حرکت سے ظہور ہونا تھا آواز سے۔ مخرج سے تو نہ اس کا مخرج
ہے۔ نہ اس کا کوئی اعراب ہے۔ نہ اس کی کوئی حرکت ہے۔ لہذا الف کا ظہور نہیں ہے۔
اور خود چھپا رہتا ہے۔ اور جب اس کو خود ظاہر کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ خود کو ظاہر کرنا
چاہتا ہے۔ وہ چھپا رہتا ہے۔ خود کو ظاہر ہمزہ کے ذریعے کرتا ہے۔ تو الف کبھی ظاہر نہیں
ہوتا۔ وہ جو ظاہر ہو رہا ہے کہ ہم غلطی سے اسے الف سمجھتے ہیں مگر وہ الف نہیں ہوتا۔
ہمزہ ہوتا ہے کہ اس نے ظہور کیلئے اپنا نمائندہ ہمزہ بنا رکھا ہے کہ خود ہمیشہ مخفی ہے۔

وہ نہ نظر آتا ہے نہ دکھائی دیتا ہے۔ اس کا حسن مخفی ہے۔ اس کی قدرت مخفی ہے۔ اس
کا علم مخفی ہے۔ اس کا کلام مخفی ہے۔ اس کی ہر ادا ہر صفت ہر وصف ہر کمال سب مخفی
ہیں۔ وہ کبھی ظاہر نہیں ہوتا۔ وہ اپنا سارا ظہور اپنے نمائندہ کے ذریعے کرتا ہے۔
اس نمائندہ کا نام ہمزہ ہے۔ اس حقیقت الف نے وہ کبھی ظاہر نہیں ہوا۔ نہ ہو
سکتا ہے نہ ہو گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ رب ارنی انظر الیک۔
میں تجھے ظاہر دیکھنا چاہتا ہوں۔ فرمایا لن ترانی۔ تو مجھے ظاہر نہیں دیکھ سکتا۔ موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے
کہا۔ لن نومن حتی نری اللہ۔ ہمیں اپنا رب ظاہر دکھا دیں۔ تب ایمان لائیں گے۔ دکھانے
کے لئے ظاہر کرنے کے لئے لے گئے۔ ستر کے ستر ایک تجلی سے مار کھا گئے۔ موت کے گھاٹ اتر گئے۔
وہ ظاہر نہیں ہوتا۔ تو اپنے ہر کمال کے ظہور کے لئے اس نے ایک نمائندہ مقرر کر رکھا ہے۔ اور وہ
نمائندہ لام نہیں ہے۔ ۲۷ کے ۲۷ حروف لام میں سارے حروف اس کے محتاج ہیں۔ مگر
اس نے اپنا نمائندہ خاص نہ لام کو بنایا نہ ث کو بنایا بلکہ ہمزہ۔ کہا ہر حرف میرے
ہمزہ سے جڑا رہے۔ ہمزہ میرے ساتھ جڑا رہے۔ ہمزہ کے ذریعے میں ظاہر ہوں گا۔ اگر کسی نے
لام میں مجھ سے ملنا ہے۔ تو بذریعہ ہمزہ ملے گی۔ آل بن جائے گا۔ اگر ن نے
مجھ سے ملنا ہے تو بذریعہ ہمزہ ملے۔ ۲۷ کے ۲۷ حروف بہ امداد خلق ہیں۔
یہ مخلوقات ہیں۔ یہ بندگان خدا ہیں۔ یہ جن و انس ہیں۔ اس نے ہر ہر حرف سے کہا۔
کہ میں ظاہر نہیں ہوتا۔ جس نے میرا ظہور دیکھنا ہے وہ ہمزہ کو دیکھے۔ میں کسی سے نہیں
جڑتا۔ جس نے مجھ سے جڑنا ہے۔ وہ فیض ہمزہ سے لے۔ تو میرا ظہور
ہمزہ سے ہے۔ ہمزہ میرا نمائندہ کامل ہے۔ ساری حرکتیں ہمزہ کی ہیں۔
میں حرکت دینے والا ہوں۔ اور سارے تمام حرکات کو چلانے والا ہوں۔ ہمزہ ہے
کیونکہ الف کی حقیقت ذات احدیت ہے۔ اور ہمزہ کی حقیقت ذات محمدیت ہے۔
ذات رسالت ہے۔ وہ کہتا ہے میری آواز نہیں ہے۔ جو میری سنے۔ جب بولتا ہوں
کو مصطفیٰ بشری کی زبان سے بولتا ہوں۔ فرمایا کہ قل ھو اللہ احد۔ اپنی احدیت کو
بیان کرنا چاہتا ہے۔ فرماتا ہے میرے حبیب میرے مصطفیٰ تو کہہ دے۔ تو فرما دے۔ آپ زبان

M T W T F S S — Memo No — Date / /

وہ اللہ ایک ہے۔ باری تعالیٰ جب تو اپنی احدیت کی بات بتاتا ہے۔ اور اپنا ایک
ہونا بتاتا ہے۔ اور بتانا بھی اپنے ہی بندوں کو ہوتا ہے۔ تو خود فرما دیا۔ خود کہہ دیجئے میں اپنا
ہی کلام فرماتا ہوں۔ میں ظاہر نہیں ہوتا۔ کلام نہیں کرتا کسی بندے سے۔ جب میں
نے آپ کو اپنا مظہر بنایا ہے۔ میرا ظہور آپ سے ہے۔ میرے ارادے کا ظہور
آپ سے ہے۔ میرے کمال کا ظہور آپ سے ہے۔ میرے پیغام کا ظہور آپ سے ہے۔ میری الوہیت
کا ظہور آپ سے ہے۔ میری محبت کا ظہور آپ سے ہے۔ میری تائید ہر بیعت کا ظہور
آپ سے ہے۔ میری رضا کا ظہور آپ سے ہے۔ واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ۔
من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ میرا سارا ظہور اے میرے حبیب آپ سے ہے۔
اس لیے تو اپنی زبان سے کہہ دیں۔ وہ ایک ہے۔ اگر میرا کہنے پر لوگ مجھے ایک مان
لیں تو مومن بن جائیں گے۔ باری تعالیٰ اگر لوگ میرے کہنے کو نہ مانیں اپنی عقل کو اس نتیجے
پر پہنچا دیں۔ کہ تو ایک ہے۔ اپنی عقل سے فلسفے سے سائنس سے۔ مجھے ایک مانیں۔
میرے کہنے کو نہ مانیں۔ پھر بھی مومن ہوں گے۔ فرمایا نہیں۔ فرمایا مجھے کوئی لاکھ مرتبہ مانے
میرا ایک ماننا ایمان نہیں ہے۔ تجھ سے سن کر ایک ماننا ایمان ہے۔ تجھے مان
کر مجھے ایک ماننا ایمان ہے۔ جبھی اسی لیے فرمایا قل تو فرما دے اللہ ہے تو گویا۔
اللہ کی احدیت کا ایمان بھی مصطفیٰ کی رسالت کے وسیلے سے ہے۔ اس کے
ہر کمال کا ظہور پیکر رسالت کے وسیلے سے ہے۔
اور رب کائنات اپنا کلام بھی ہم سے وسیلہ مصطفیٰ کے بغیر نہیں کرتا۔ اور اپنا
ایمان اور ایک ہونا بھی ہم تک نہیں پہنچاتا۔ وہ رب ہو کر ہم سے مصطفیٰ کے بغیر
بات نہیں کرتا۔ آپ بندے ہو کر وسیلے مصطفیٰ کے بغیر خدا سے بات کرنا چاہتے
ہو۔ کیسے ممکن ہے وہ اپنا سارا کمال مصطفیٰ کے ذریعے تقسیم کرتا ہے۔ الف کا تعلق
ہمزہ سے ہے۔ ہمزہ ساری حالتوں کو ظاہر کرتا ہے۔ اس لیے فرمایا انما انا قاسم
صحیح بخاری و مسلم میں متفق علیہ حدیث ہے۔ تقسیم کرنے والا صرف میں ہوں۔ یہ کلمہ حصر
ہے۔ حصر اگر صفت کا موصوف مان لیں۔ تب بھی مراد ایک ہے۔ اگر موصوف کا موصوف

دونوں صورتوں میں معنی یوں ہوگا ۔ یا معنی یوں ہوگا ۔ بے شک تقسیم کرنے والا صرف میں ہوں۔
میں ہی فقط تقسیم کرنے والا ہوں۔ یا یہ معنی ہوگا ۔ میں تو فقط تقسیم کرنے والا ہوں۔ تو مراد
میں تو کوئی فرق نہیں آتا ۔ تقسیم تو دست مصطفیٰ میں رہی نا ۔۔۔ تقسیم تو کہیں اور
نہیں گئی ۔۔ اور پھر آگے واللہ یعطی ۔۔ اور اللہ مجھے عطا کرتا ہے ۔ حضور نے یہ تو نہیں
فرمایا کہ میں عطا کرتا ہے ۔ اللہ عطا شہ لینے والو ۔ آقا نے یہ تو نہیں فرمایا ۔ کہ میں عطا
کرتا ہے ۔ فرمایا یعطی ۔ اللہ مجھے عطا کرتا ہے ۔ آگے میں تقسیم کرتا ہوں ۔ حقیقت
الف کا فیض ہمزہ تو ہے ۔ اور ہمزہ کے ذریعے اس کی ہر شان کا ظہور اور کمال ہوتا ہے۔
عطا خدا کی مصطفیٰ کو ہوتی ہے ۔ اور مصطفیٰ کے ذریعے ساری عطاؤں کی تقسیم ہوتی ہے ۔
الف نے خود کو چھپالیا ہے ۔ ہمزہ کے پردے میں ۔ ہمزہ کو ظاہر کر دیا ۔ خود مخفی رہا ۔۔
اس کا اشارہ پیکر رسالت کی طرف ہے ۔ اب ہمزہ کیا ہے بس شان دیکھیے ۔ پورے
۲۷ کے ۲۷ حروف ہیں میں نے بتایا ۔ ہر حرف جب لکھتے ہیں پر لفظ الف اپنے حرف
سے شروع نہیں ہوتا ۔۔ باقی سارے لفظ حرف سے شروع ہوتے ہیں ۔ دوسرا
ہمزہ اپنے ہمزہ سے شروع نہیں ہوتا ۔ دو حرف جدا ہیں باقی ساری دنیا ایک
سی ہے ۔ یہ دو جدا ہیں ۔ نہ الف جیسا کوئی ہے ۔ نہ ہمزہ جیسا کوئی ہے ۔ باقی سب
ایک جیسے ہیں ۔۔ لام لکھا گیا لام سے اہل علم غور کریں ۔ میم لکھا گیا میم سے نون لکھا
گیا نون سے تا لکھا گیا تا سے ۔ ض لکھا گیا ضاد سے وغیرہ ۔ سارے حروف اسی
اپنے حرف سے شروع ہوتے ہیں ۔ الف ہمزہ سے لکھا گیا ۔ ہمزہ شروع ہوا ھا سے
ابتداء میں بھی ھا ۔ اور آخر میں بھی ھا ہے ۔ اس چار حروفوں میں ایک ہمزہ نہیں ہے ۔
ارے الف ہمزہ میں چھپ گیا ۔ ہمزہ کس میں چھپ گیا ۔ الف کی حقیقت ہمزہ میں
چھپ گئی ۔ حقیقت الوہیت حقیقت محمدیت میں چھپ گئی ۔ حقیقت احدیت حقیقت
مصلوبت میں چھپ گئی ۔ کن کا کاف کن کے نون میں چھپ گیا ۔ فرمایا انما امرہ
اذا اراد شیئا ۔۔ فرمایا اس کا امر یہ ہے ۔ کہ جب وہ ارادہ کرتا ہے کسی چیز کا ۔
کہ ہو جائے ۔ تو وہ اس کو کہتا ہے ۔ اس شئے کو ۔ ہو جا ۔ پس وہ ہونے لگ جاتی ہے ۔

سکون مضارع میں استمرار ہوتا ہے۔ پس وہ ہونے لگتی ہے وہ ہوتی رہتی ہے۔ وہ ہوتی چلی جاتی ہے
یہ سکون — اور یہ جب کچھ نہیں ہوتا اور وہ ارادہ کرتا ہے۔ کہ کچھ ہو جائے۔ جب چاہتا ہے
تو اس کو کہتا ہے۔ کن۔ امر کا صیغہ ہے۔ کن ہو جا۔ ہو جا ایک امر ہے۔ تو وہ اس کو
کہتا ہے کہ ہو جا۔ جب پہلے تو کہا ہی کچھ نہیں — تو وہ کس کو کہتا ہے کہ ہو جا۔ کن تو ہو جا۔
ہونے کو خواہش کر لیں — ارادہ کر لیں۔ معنی اس میں بدلتا — مراد ایک ہی رہتی ہے۔ اگر آپ اس کا
ارادہ کر دیں۔ کہ وہ ارادہ ہو جا۔ کس کے لیے ارادہ کرتا ہے کہ تو ہو جا۔ اشارہ تو کوئی ہے ارادے
میں — قول کا اشارہ بھی اشارہ الیہ ہے کس کو کہتا ہے کہ ہو جا۔ ہو جا ہونے کے لیے
(B) ہو جا کا قول — ارادہ کچھ پانا ہے — اس کے لیے کس کا ہونا ضروری ہے۔ اور پہلے تو دیکھتے ہیں ہے کچھ
نہیں — اس کا جواب اسی آیت کریمہ میں ہے فرمایا انما — فرمایا اس کا امر یہ ہے۔
کہ جب وہ ارادہ کرتا ہے شیئا کسی شئے کا — جب وہ ارادہ کرتا ہے۔ کہ اس
شئے کو کہتا ہے۔ فیقول لہ ہ کا مرجع کون ہے شیئا تو شئے کیا ہوئی — شاء۔
یشاء شیئا۔ شئے کا معنی ہے۔ ارادہ کرنا — شاء کا معنی ہے چاہنا۔ اور شیئا کا
معنی ہوا چاہت — فرمایا اذا اراد شیئا جب وہ ارادہ کرتا ہے۔ چاہت کا۔ اپنے
ارادے کو — اپنی چاہت کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ تو ارادہ کا معنی بھی چاہنا۔ جب وہ
چاہتا ہے کسی شئے کو تو شئے کا معنی ہو گیا چاہت۔ اب نحو نکالا ترجمے کا رنگ
نحو بھی نکلا — جب وہ اپنی چاہت کو چاہتا ہے۔ تو اس کے سوا کچھ نہ تھا۔ بس ایک
چاہنے والا تھا — ایک اس کی چاہت تھی۔ شیئا کا مصداق اللہ کی چاہت ہے۔ اس نے
چاہا — اپنی چاہت کو — تو چاہت پر چاہنا چڑھ گیا۔ رنگ پہ رنگ چڑھ گیا۔ ایک
چاہت تھی۔ اس پر چاہنا آ گیا — چاہت تھی تو حمد تھی — محمود حمد تھی۔ اس حمد
کو اللہ چاہتا تو محمد ہو گئی — الذی محمد حمد اللہ حمد — وہی چاہت اس کا کمال
ہے۔ اور وصف جب ارادے کا وصف چلاتا ہے۔ اپنے حسن پہ حسن چڑھاتا ہے۔ چاہت
پہ چاہت چڑھاتا ہے۔ اپنے کمال پہ کمال کا رنگ چڑھاتا ہے۔ اس کو کہتا ہے کہ ہو جا۔ اس
کو کہتا ہے میری حمد تو چھپی تھی۔ اب تک کسی نے دیکھا نہ تھا۔ پس کہتا ہے ہو جا۔ ایسا

M T W T F S S — Memo No ____ Date / /

ظاہر ہو جا - کن سے قبل اس کی حمد مخفی تھی - اب کہا ہے ہو جا - تو ظاہر ہو جا - تو جب تک
مخفی تھی - حمد تھی - جب ظاہر ہو گیا تو یہی حمد محمد ہو گئی ——— (۱۳-۴)

تم کس فلسفے میں پڑے ہو - کہ محمد ؐ کی شان کیا ہے - خدا کی شان کیا ہے - کیا تقسیمیں
کر رہے ہو - بس ایک عبد اور معبود کا فرق ہے باقی کچھ نہیں ہے کہ وہ مخفی تھا - مقام پر حمد تھا -
وہ مقام حمد خدا کی مشیت جب ظاہر ہوا - اسی کا نام محمد ؐ رکھا - جب محمد ؐ نے دیکھا
خالق کو اس نے اس کی حمد کی - تو احمد بن گیا - اور جب اس نے اس کو بنا کے
دیکھا - اس نے اس کی حمد کی تو محمود ہو گیا - کن کو دیا یا ظاہر ہو جا - کن کا اشارہ
کلام الہی کی طرف ہے - فیقول له کن - اس کو کہتا ہے کہ ہو جا - کلام الہی - اس کا اشارہ کاف میں ہے -
اور جب کہتا ہے ہو جا - تو جب وہ ہو جاتی ہے - اس کا اشارہ نور محمدی کی طرف ہے - اس کا
ارادہ کلام الہی کی کاف ہے - اور نون کی نون ملی تو محمد ؐ ہو گئے - مخفی تھا تو مقام پر حمد تھا -
ظاہر ہوا تو محمد ہوا - حقیقت مخفی رہی تو الف کہلائی - شان کو ظاہر کرنے کے لئے کہا تو وہ
حقیقت ہمزہ ہو گئی - یہ پیکر رسالت ہے - اب جو بتا رہا تھا - کہ الف خود مخفی رہا - اس
نے خود کو ہمزہ سے ظاہر کیا - اور ہمزہ کو مخفی رکھا - جب ہمزہ لکھا تو ہمزہ کے لفظ میں
تین حرف آتے ہیں - پر ہمزہ نہیں آتا - ہمزہ ہے - ہ ہے م ہے ز ہے - ہ ہے ہ آگے پیچھے
تھا اور درمیان میں م ز - ساری ترکیب میں ہمزہ کا حرف نہیں آتا - تو جس
کا نام ہمزہ ہے - ہر لفظ کی وہی ترکیب ہے - تو بتا دیا اس نے اپنی شان کو - حقیقت ہمزہ
میں چھپا دیا - جو الف ہے اس کو اس ہمزہ کے لباس میں چھپا دیا - اس لئے جب حقیقت
الہی - حقیقت مصطفیٰ میں مخفی ہو گئی - تو حقیقت مصطفیٰ سب سے مخفی ہو گئی - لہذا جس کا
جتنا نصیب ہوتا - اس کو اتنی بات بتا دیتے - جس کا جتنا ذوق ہوتا - جس کا جتنا
نصیب ہوتا - جس کی جتنی معرفت ہوتی - جس کا جتنا حصہ ہوتا - اس کو اتنا بتا دیتے - ابو جہل آ گیا -
ابو لہب آ گیا - کفار آ گئے - منکر آ گئے - اپنے جیسا سمجھنے والے آ گئے - انہوں نے پوچھا کہ کون
ہیں - اگر حقیقت مخفی نہ رکھتے تو پوچھنے کی ضرورت بھی نہ ہوتی - تو ان کو فرما دیا انما انا بشر
مثلکم - ان کو فرما دیا مثلکم ہوا - انہیں تمثیل میں گم کر دیا - بس ایک لفظ سے پوری تفسیر ہو گئی

Memo No
Date / /

اس کے اندر - نہ ماننے والے سب کار لوگ گستاخ اندر سے آ گئے - انہیں تمثیل کی راہ پر ڈال
دیا - تشبیہ اور تمثیل میں ڈال دیا - رب کہتا ہے اس پر آفت کیوں پیدا کر رکھی ہے
بعض لوگوں نے . اللہ نور السموات والارض ــــ اس نے یہی تو کہہ دیا کہ میری مثال
تو چراغ دان کی طرح ہے - تو کیا چراغ دان کی مثال دینے سے وہ چراغ دان بن گیا - اس نے تو
خود کو چراغ دان کی تمثیل کہہ دیا - تو وہ چراغ دان بن گیا - اگر وہ چراغ دان کی مثال کہہ
دے تو چراغ دان نہیں بنتا ــــ مصطفےٰ تمہاری مثال کہہ دیں تو تمہاری مثال کیسے بنتا ہے -
علماء اساتذہ اور طلباء ــــ بطور خاص توجہ کریں اس نکتے پر - تمثیل کبھی
حقیقت نہیں ہوتی - مثال تو مثال ہوتی ہے - تشبیہ تو تشبیہ ہوتی ہے - اس کے ارکان ہوتے
ہوتے ہیں پانچ - مثال کبھی حقیقت نہیں ہوتی - انہوں نے پوچھا کہ کون ہیں - فرمایا مثلث کی مثال ہوں
اور ان کو تمثیل پر ڈال دیا - کیونکہ وہ تشبیہ والے تھے - بت بنانے والے تھے - وہ بتوں کو رکھ کے
پوجنے والے تھے وہ تو خدا کو بھی تمثیل دیکھنے لگے - وہ چونکہ اہل تمثیل تھے انہیں تمثیل کی بات کر دی -
حقیقت کی تمثیل کر دی - اہل تشبیہ تھے پر اور ہے پر مثالیں تھے - پر عُزّیٰ ہے پر جبل ہے -
انہوں نے تو خدا کی بھی مثالیں بنا رکھی تھیں - وہ چونکہ اہل تمثیل تھے - انہوں نے پوچھا اپنی تمثیل کر دی
عمر ابو بکر آ گئے - عمر آ گئے - عثمان آ گئے - علی آ گئے - آقا علیہ السلام نے ــــ مسلسل بلا انقطاع -
مسلسل وصال کے روزے رکھے - صحیح بخاری و مسلم - ابواب صیام وصال کی نہی کا - بخاری کا پورا باب
مسلم شریف کا پورا باب ہے اس پر - ایک حدیث نہیں باب ہیں پورے - ابو بکر و عمر کی حالت
آ گئے پوچھا - حضور روزے رکھ رہے ہیں بغیر وصال کے بغیر افطار کے وہ بھی رکھتے رکھتے تھک گئے آقا نے
پوچھا کمزور ہو گئے ہو تھک گئے ہو - کیا کر رہے ہو عرض کیا - ہم بھی صوم وصال رکھ رہے ہیں - بغیر افطار کے روزے رکھتے ہیں
آقا نے فرمایا مت کیا کرو - آپ نے ہمیں منع کر دیا - حضور آپ بھی تو رکھتے ہیں - اس وقت
منافق ابو جہل ابو لہب تھے - انہوں نے پوچھا آپ کون ہیں - فرمایا تمہاری مثال - ابو بکر و عمر مثال دی
سمجھے - انہوں نے پوچھا حضور آپ رکھتے ہیں - نہ رکھا کرو - فرمایا - ایکم مثلی - خدا کی قسم میں تمہاری مثال
نہیں ہوں - ابو جہل ابو لہب آتے انہیں کہتے - مثلکم - اور ابو بکر و عمر آتے تو فرماتے لست مثلکم
میں تمہاری مثل نہیں ہوں - بولو - اس کو مانیں یا اس کو مانیں -

KHURRAM PAPER PRODUCTS

اور انہیں جو حدیث کم درجے کی وہ بھی نہیں لیتے۔ متفق علیہ حدیث ہے۔ اور صحیح حدیث کے سات
درجوں میں سب سے اونچا درجہ ہے۔ اور ایک نہیں لیتے۔ ادھر بھی پورا باب ہے ادھر بھی
پورا باب ہے۔ متکلم ہمیں نظر آتا ہے۔ لیکن متکلم نہیں آتا۔

یہ ہر حقیقت تمثیل میں ہے۔ وہ بات جب کریں گے متکلم کی کریں گے۔ اور جو تجرید
میں ہے۔ وہ بات جب کریں گے۔ تو لست متکلم کی کریں گے۔ جو سمجھ آ گئے تھے مسائل وہ
نکل گئے۔ جو مقام تجرید پر چلے گئے۔ عین مقام توحید پر چلے گئے۔ جب وہ بات کرتے ہیں تو کہتے
میں ایک متکلم۔ وہ انکار رسالت کریں گے۔ یہ جو مقام ہے ہمزہ۔ پیکر رسالت نے اس کو گم کر دیا۔
چار حروف ہیں۔ حقیقت کو مخفی کر دیا۔ اور ایک نیا لباس۔ ہمزہ کا پہنا کر لباس بشر
پہنا کر بھیج دیا۔ جو سب نے آ کر اس کا جو مذاق تھا۔ اتنا سر وہ اٹھاتا رہا۔ جس کا جتنا نصیب تھا۔
اس کو اتنا بتا دیا۔ جو جتنا قریب تھا اس کو اتنا دکھا دیا۔ آگے یہ سب بتانے دکھانے کی باتیں
ہیں۔ حقیقت مصطفیٰ کی فرمایا فرمایا یا ابا بکر لم یعرفنی حقیقۃً سوا ربی۔ اس کی حقیقت
میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔ میری حقیقت اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

حقیقت الف ہمزہ کے پاس ہے۔ اور حقیقت ہمزہ الف کے پاس ہے۔ حقیقت ہمزہ
الف کے پاس ہے۔ حقیقت الوہیت و حقیقت مصطفیٰ کے پاس ہے۔ اور حقیقت مصطفوی ذات
احد کے پاس ہے۔ اب یہ جو سوال کہ خود مخفی رہا۔ اور جب کو ظاہر کیا۔ تو جس نے
اطاعت کرنا چاہی۔ اس کو جب آگے کر دیا۔ فرمایا اس کی اطاعت کرو یہی میری اطاعت ہے۔ جس
نے محبت کرنا چاہی جب کو آگے کر دیا۔ یہی میری محبت ہے۔ جس نے گناہ کا پوچھا۔ ان کی
نافرمانی یہی میرا گناہ ہے۔ جس نے قربت کا پوچھا۔ فرمایا ان کے قریب ہونا میری قربت
ہے۔ جس نے رضا کا پوچھا۔ فرمایا ان کا راضی ہونا۔ یہی میری رضا ہے۔ جس نے عطا کا پوچھا
فرمایا ان کی عطا میری عطا ہے۔ جس نے انعام کا پوچھا۔ فرمایا ان کا انعام یہی میرا انعام ہے
کامل نعمت کامل رضا۔ کامل اطاعت۔ کامل ہدایت۔ اس کی ساری نشانیوں کے ظہور کا عالم
میں نے مصطفیٰ کو بنا دیا ـــــ یہی وجہ ہے جب سورۃ الفاتحہ آئی۔ تو بتلا رہا تھا رب اپنے مصطفیٰ
کو کہ آیا۔ دعا میں۔ اھدنا الصراط المستقیم مولا ہمیں سیدھی راہ دکھا دے ـــــ

فرمایا صراط مستقیم کیا ہے۔ صراط الذین انعمت علیہم ۔ ان لوگوں کی راہ جن پر میرا انعام ہوا ہے یہ نکتہ بڑا توجہ طلب ہے۔ جو میری نعمت پا گئے ہیں ان کی راہ۔ تو فرمایا باری تعالیٰ یہ تو راہ ہو گئی۔ تو راہ کون ہے۔ وہ انعام خود دکھا رہا ہے۔ فرمایا اس کا نام صراط المستقیم ہے۔ (۲۹-۱۶)

حضرت ابوالعالیہ جلیل القدر تابعی ان سے پوچھا۔ امام حاکم نے المستدرک میں روایت کیا۔ امام ابن جریر طبری نے تفسیر طبری میں روایت کیا۔ امام حاکم نے تفسیر ابن ابی حاکم میں روایت کیا۔ حضرت ابوالعالیہ نے روایت کیا۔ حضرت امام حسن البصری نے روایت کیا۔ بعد حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کیا۔ امام ابن حاتم نے اسناد صحیح کے ساتھ حدیث روایت کی۔ پوچھا کہ الصراط المستقیم کون ہے۔ عبداللہ بن عباس نے فرمایا وہ محمد رسول اللہ۔ صراط مستقیم محمد ﷺ کا نام ہے ۔ یہی نعمت ہے یہی ہدایت ہے۔ اور جب جا رہے ہو کہ ہمیں صراط مستقیم کی راہ دکھا۔ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ مولا محمد ﷺ کی معرفت عطا کر۔ معرفت محمد اور مقام دکھا۔ وہ کیسے ملے گا۔ انعام یافتہ بندوں کے طریقے سے ملے گا۔ تو صراط مستقیم عبد ہے کہ محمد ﷺ میں نعمت بھی محمد ﷺ میں ۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ الف کی ب ت ان معیت یا نہیں سے ظاہر ہوتی ہے۔ اللہ کی ہر شان عشق مصطفیٰ سے ظاہر ہوتا ہے۔ تو فرمایا اللہ یہ تھی اللہ کی ہدایت اور اللہ کی نعمت۔ فرمایا اللہ کا ذکر الا بذکر اللہ۔ اس کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔ عبداللہ ابن عباس سے پوچھا کہ حضرت یہ اللہ کا ذکر کیا ہے۔ فرمایا ذکر اللہ وہ محمد رسول اللہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان لا اللہ سکون ملتا ہے۔ وہ ذات محمد ﷺ ہے۔

وہ ذکر خدا محمد ﷺ ہے وہ نعمت خدا محمد ﷺ ہے وہ ہدایت خدا محمد ﷺ ہے۔ پوچھا۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا ۔ حضرت ابو امامہ تابعین سے قاضی عیاض کی شفاء فرمایا۔ پوچھا کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو۔ حبل اللہ کیا ہے۔ فرمایا وہ محمد ﷺ کو کہا اللہ کی رسی محمد ﷺ ہے ۔ اللہ کی اطاعت محمد ﷺ ہے۔ اللہ کا قرب محمد ﷺ ہے۔ اس کی عطا رضا محمد ﷺ ہے۔ حتیٰ کہ اللہ کی معرفت محمد ﷺ ہے۔ تو میں طرح طرح کر رہا تھا۔ کہ اظہار کی یہ شرط تھا کہ خود چھپا رہا۔ اور جس کو ہٹا دیا۔ اس کا ترتیب یافتہ۔ اس کا مظہر۔ خود چھپا رہے اس کو ظاہر کرے۔ ہمیں سیدی میں حقیقت رب کی ہے جو الف کی حقیقت ہے وہ میم کی حقیقت ہے۔

رب کا لفظ الحمد للہ سے شروع الف سے پہلا قرآن کا ہے۔ اور شعار حق اپنا رب کہہ کر ادا کیا۔
تمام شکر حضرت اللہ کے لیے۔ جو رب ہے سب جہانوں کا۔ پہلا نام پہلا شعار حق۔ جو حقیقت الف ہے
یہی حقیقت رب کی ہے۔ اہل علم جانتے ہیں۔ آپ میں سے بعض کے لیے نئی بات ہوگی۔
رب کا لفظ اصل میں رَبَبَ تھا۔ اب لغت کی جو کتاب چھوٹی سے کتاب لسان العرب
ہے یا سی سی۔ جو اٹھا کے دیکھ لیں۔ یہ رَبَبَ تھا۔ اب ایک جنس کے دو حرف اکٹھے ہو گئے یا ایک
جنس کا ایک حرف دوبارہ آ گیا۔ رَبَبَ ب ب اکٹھے آ گئے۔ جب دو اکٹھے آ گئے۔
تو قاعدہ یہ ہے کہ جو پہلا ب تھا۔ پہلا ب ساکن ہو جاتا ہے۔ دوسرے میں اس کا ادغام ہو جاتا
ہے۔ تو ساکن ہو کے جب دوسرے میں جب مدغم ہو گیا۔ اس میں تشدید آ جاتی
ہے۔ خود چھپ جاتا ہے۔ پہلا ب دوسرے میں چھپ گیا۔ جب چھپا تو اس میں تشدید
آ گئی۔ اس کا نشان آ گیا۔ اس کی توجہ آ گئی۔ تو بن گیا رَبّ۔ رَبِّ العالمین۔ اب
رب معنی ہے۔ جو خود نظر نہ آئے۔ اور یہ جو ب تھا۔ پہلی ب مربی کی تھی۔ یہ دوسرا مربی کی
والے کی تھی۔ دوسری ب مربوب کی تھی جس کی پرورش کی گئی۔ یہ تھا رَبَبَ۔ پہلی ب
تھی مربی کی۔ تربیت کرنے والا۔ اور دوسری ب جس کو پالا۔ جس کی تدبیر کی۔ جس پر انعام
کیا۔ جس کو نکال دیا۔ جس کو سہارا دیا۔ جس کو قائم کیا۔ تو دوسری ب مربوب
کی تھی۔ مربی کی پہلی ب۔ مربوب مخلوق ہے۔ (مربی رب ہے مالک)
تو پہلی ب مربوب کی ب میں چھپا دی۔ تو رب نے اپنی ب۔ اپنے تربیت پانے
والے کی ب میں چھپا دی۔ خود مخفی ہو گیا۔ اور جس کی تربیت کی تھی اس کو ظاہر کر دیا۔
تو ب اول کا مصداق یہ حقیقت الوہیت خدا تھا۔ اور دوسری ب کا مصداق محمد مصطفیٰ تھا۔
چونکہ حضور مربوب کامل تھے۔ تو رب ب سے رب ہوا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اس نے
اپنے کمال۔ اپنا ظاہر ہونا۔ اپنے مربوب کامل مصطفیٰ میں چھپا دیا۔ اب جو مصطفیٰ کو دیکھتا ہے۔ وہ خدا
کے کمال کو دیکھتا ہے۔ جو مصطفیٰ کی شان کو دیکھتا ہے وہ خدا کی شان کو دیکھتا ہے۔
آقا علیہ السلام کی شان کا ہر گوشہ نہ مصطفیٰ میں ظاہر نہیں ہے۔ براہ راست انسان
خدا میں ظاہر ہے۔ حضور کی شان تو فقط شان کا ظاہر ہونا ہے۔ اور اس کے اندر جو ظاہر کرتے

ظاہر کر ڈالا ۔ وہ صفت الوہیت ہے ۔ وہ اس پر نہیں ظاہر کرتا ہے جس کو قسمت سکت ہے ۔
تو آقا ﷺ اسلام کو مرغوب کامل بنا کر ۔ اپنے تمام کمالات کا اپنے حبیب کو اپنا مظہر اتم
بنا دیا ہے کہ لہذا قاسم اتم بنا دیا ۔ لہذا اب وہ شریعت حضور میں منتقل ہوئی کامل شریعت تو اس
کی صورت حضور میں پہلی تو حضور میں ظاہر ہو گئی ۔ اب جو اللہ سے تعلق جوڑنا چاہتا ہے جو
اہل اللہ بننا چاہتا ہے ۔ اس کے لئے لازم ہے کہ اب وہ مصطفیٰ کی نسبت میں گم کر دے ۔ خود کو
حضور کے تعلق میں گم کر دے ۔ خود کو حضور کے واسطے میں گم کر دے ۔ خود کو حضور کے وسیلے میں گم کر دے ۔
خود کو حضور کی غلامی میں گم کر دے ۔ محبت میں گم کر دے ۔ خود کو حضور کی اتباع میں گم کر دے ۔ جوں جوں
حضور کی محبت میں اپنے آپ کو گم کرتا چلا جاتا ہے کہ ادھر وہ فانی ہوتا ہے ، مصطفیٰ اسے
رب سے ملا کر باقی بنا دیتا ہے ۔ جو راہی وہ حضور کی راہ میں گم ہوتا فنا ہوتا ہے ۔ رب اس
کو ظاہر کر دیتا ہے ۔ کیونکہ وہ حضور میں گم ہوا ۔ جو حضور میں گم نہیں ہو سکے وہ کبھی مر گئے ۔ اور جو حضور
میں گم ہو گئے وہ کبھی فوت نہیں ہوئے ۔ جو خدا کی ہستی کا شکار تھا ۔ مگر فرق یہ ہے کہ جو حضور میں فنا
نہ ہوئے ۔ موت نے انہیں فنا کر دیا ۔ اور جو زندگی میں حضور میں فنا ہو گئے ۔ انہوں نے موت
کو فنا کر دیا ۔ اس لئے وہ باقی ہیں ۔ لہذا جو زندگی میں حضور میں فنا ہو گئے ۔ حضور کی محبت و
اتباع میں فنا ہوئے ۔ حضور کے دین کی نصرت و خدمت میں فنا ہوئے ۔ حضور کی قربت میں فنا
ہوئے ۔ حضور کی محبت میں فنا ہو گئے انہوں نے موت کو فنا کر دیا ۔ زمانے بیت جائیں
گے ۔ جو فنا نہ ہوئے تھے ۔ وہ مر رہے ۔ جو حضور میں فنا ہو گئے ۔ وہ آج بھی زندہ ہیں ۔ ضیاء الامت
حضرت پیر کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ ان بندگان خدا اور خوش نصیب عشاق مصطفیٰ میں سے تھے ۔
جنہوں نے زندگی ساری کی حضور میں فنا کر دی تھی ۔ وہ حضور کی محبت کا پیکر تھے ۔ وہ آقا کے ادب
کا پیکر تھے ۔ آقا کی اتباع کا پیکر تھے ۔ دین مصطفیٰ کی خدمت و نصرت کا پیکر تھے ۔ وہ حضور
کی سیرت و سنت کا پیکر تھے ۔ آپ نے بڑے علماء دنیا میں دیکھے ہوں گے ۔ لیکن پیر کرم شاہ
جیسی عجز و انکساری کم نظر آئی ہو گی ۔ کیونکہ وہ حضور کی سیرت میں فنا تھے ۔ لیکن دیکھے ہوں
گے ۔ علم میں اگر بندہ فنا نہ ہو ۔ علم بندے کی گردن کو اکڑا دیتا ہے ۔ بندہ اگر حضور کی محبت
میں فنا ہو جائے ۔ تو علم بندے کو متواضع کرتا ہے ۔ آپ یاد کریں ۔ پیر محمد کرم شاہ ان کی

M T W T F S S — Memo No ______ Date / /

ان کا عجز و انکسار ان کی زندگی کا وہ حسن تھا۔ کہ الامان ماشاءاللہ۔ دنیا میں لاکھوں علماء ہو گئے
کسی کو نصیب ہوا ہے۔ یہ حضور کی سیرت میں نمایاں تھی۔ آقا کی اتباع میں نمایاں تھا۔
اللہ نے دین کا بڑا کام کیا۔ مگر دعویٰ نہیں کرتے تھے۔ یہ عظمت تھی۔ جنہوں نے الوہیت
کا فیض پایا وہ خود کو چھپاتے ہیں ظاہر نہیں کرتے اور وہ تونگر ہوتے ہیں۔ اور وہ دولت مند
ہوتے ہیں۔ وہ بے نیاز تھے۔ وہ صاحب تبسم تھے۔ ان میں لالچ نہ تھا۔ ان میں حرص نہ تھا۔ ان
میں توکل تھا۔ خدا کی رضا تھی۔ بے نیازی تھی۔ کبھی کسی چیز کے طالب نہ تھے۔ وہ صرف طالب مولیٰ
تھے۔ وہ طالب خدا تھے۔ اسی لیے وہ آج بھی زندہ ہیں۔ ان کا نام بھی زندہ ہے ان کا کام بھی زندہ ہے
اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے۔

QARI MUHA... ...BAS
Naqashbandi ... ...
... ...
Chak 335/E.B Burewala District Vehari
Mob ...

Mahmood

۸-۱۱-۲۰۱۸
۱۴۴۰

بروز جمعرات
PM ۶-۴۱

الشفا شریف کا تعارف — ڈاکٹر طاہر القادری ۲۸۶

شفا شریف - اس کتاب کا اصل نام ہے۔ کتاب الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال درجہ کا ادب ہے اور تعظیم ہے۔ اور تکریم ہے اور آپ کے دین کی
نصرت ہے۔ اور آپ کی غلامی ہے اور پیروی کا ہے۔ اور آپ سے قلبی روحانی نسبت کا پیدا کرنا
ہے۔ اور آپ سے توسل لینا ہے۔ اور آپ سے برکات اور فیوضات لینی ہے۔ اور آپ کی شفاعت
کا فیض پانا ہے۔ تو اس طرح کے جو رشتے ہیں نبی کے ساتھ۔ اور نبی کے امتی کے ساتھ جو باہم حقوق ہیں۔
یہ سارا اس کتاب کا مضمون ہے۔ یوں کہہ لیجیے میں نے جتنے مضمون عرض کیے عنوانات بنیادی طور پر
یہ موضوع ہے اس کتاب کا۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ۔ بہت سی کتابیں اس سے پہلے
لکھی گئی تھیں۔ میں اب اس تفصیل میں نہیں جاتا ہوں۔ اور خود حضور علیہ السلام نے ان موضوعات کو
جس میں آپ کی شان اقدس اور آپ کے مقام و مرتبت کا ذکر ہے۔ حضور علیہ السلام نے خود منبر
پر صحابہ کرام کے سامنے اپنی ذات اقدس کے بیان فرمایا۔ تو گویا حضور علیہ السلام کی ذاتی شان علو مقام
آپ کی قدر و منزلت اور آپ کی رفعت اس کو بیان کرنا اور آپ کی تعظیم و تکریم اور محبت ایمان ہے۔
اور ایمان کا تقاضا بھی ہے اور ایمان کا کمال بھی اسی میں ہے اور ایمان کا وجود اور ثبوت بھی اسی میں ہے۔
بندہ اس نسبت اور تعلق کے بغیر مومن بھی نہیں ہو سکتا۔ صاحب ایمان بھی نہیں ہوتا ہے (۴-۰۴۲)
اس لیے حضور علیہ السلام نے یہ گوشے اپنی زبان مبارک سے صحابہ کرام کو بیان فرمایا۔ اور جو احادیث کے
ذریعے ہم تک پہنچا۔ تو گویا حضور علیہ السلام کی ذات اقدس اور آپ کی شئون مقدسہ آپ کی شانیں
اور عظمتیں۔ ان کے طرح طرح کے گوشوں کو بیان کرنا۔ یہ سنت رسول ہے۔ اور یہ سنت خدا ہے۔
اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں۔ سینکڑوں مقامات پر ایسے مضامین بیان فرمائے ہیں یعنی
آیات مقدسہ ہیں۔ کہ جن میں حضور علیہ السلام کی شان مقدس بیان کی گئی۔ کچھ آیات اسلام
میں جو حکم بیان کرتی ہیں۔ حلال کا حرام کا۔ نیکی کا حکم دیا بدی سے منع کیا۔ فرائض بیان کیے۔ آداب
بیان کیے اخلاق بیان کیے۔ شریعت کے احکام بیان کیے۔ جنت کے احوال بیان کیے۔ دوزخ
کے بیان کیے۔ آخرت کے بیان کیے۔ عقائد درست کیے۔ احکام کی وضاحت بیان کی۔ آخرت کو

اللہ کی نعمتوں کو یاد دلایا۔ اللہ کے عذاب سے ڈرایا۔ تو کئی آیات کو ایسی ہیں جو اس طرح کے مضامین بیان
کرتی ہیں۔ جن سے شریعت محمدی کا احکام کا نفاذ کا حکم نہیں ہے۔ جو ہمارے لیے تعلیم کا درجہ رکھتی ہیں۔ احکام
شریعت کے باب ہیں۔ اور بہت سی آیات ایسی بھی ہیں۔ ان میں آپ غور سے دیکھیں تو الگ سے
نماز روزہ۔ حج زکوٰۃ یا حلال و حرام کا کوئی حکم بیان نہیں کیا گیا ہوتا۔ وہ آیات صرف اس مضمون کو ثابت
کرتی ہیں۔ کہ اللہ کو حضور سے محبت کتنی ہے۔ اللہ حضور علیہ السلام کی شان کو کتنا بلند کر کے دکھا
رہا ہے۔ اللہ حضور علیہ السلام کی محبت کو ہمارے دلوں میں کتنا جاگزیں اور مستحکم کرانا چاہتا ہے۔ اللہ حضور علیہ السلام
کی عظمت اور قدر و منزلت کو اس کی شان کو کتنا اجاگر فرما رہا ہے۔ جب کا انبیاء کی طور پر مضمون ہو تب۔ اور اسے
ہزار ہا طریقوں سے بیان کیا جاتا ہے۔ جس میں حضور کی ذاتی عظمت کا بیان ہے۔ ذاتی فضیلت کا بیان ہے۔
جیسے فرمایا ورفعنا لک ذکرک۔ اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو بلند کر دیا ہے۔
تو یہ سنت خدا ہے۔ پھر سنت مصطفیٰ ہے۔ پھر سنت صحابہ ہے۔ اور پھر تابعین اور تبع تابعین کے وقت
سے لیکر۔ آئمہ حدیث اور محدثین تک ابواب قائم کرتے رہے۔ موطا امام مالک میں بخاری شریف میں مسلم
میں ترمذی میں۔ ابو داؤد میں۔ نسائی میں ابن ماجہ میں۔ پھر اس کے بعد جو آئمہ حدیث آئے امام طبرانی
آئے امام بیہقی آئے۔ امام بزار آئے۔ امام حاکم آئے امام احمد بن حنبل آئے۔ جتنے آئمہ حدیث آئے۔
سب نے پوری پوری کتابیں اور پوری پوری جلدیں حضور علیہ السلام کے فضائل اور مناقب پر لکھیں۔ صرف
حضور علیہ السلام کے فضائل و مناقب پر اور آپ کے خصائص نبوت پر اور آپ کی شان پر اور آپ
کی عظمت پر۔ کسی نے صرف حضور علیہ السلام کے معجزات پر لکھا ہے۔ کسی نے آپ
کے روحانی کمالات پر لکھا۔ تو یہ مضمون جو اللہ اور اللہ کے رسول نے چلایا تھا۔ اور صحابہ کرام سے لیکر آئمہ
حدیث تک آج تک اسلام کے مضمون پر حدیث کی کتابیں لکھی جاتی رہیں۔ اور اگر کسی نے کتاب الگ
سے نہ لکھی تو اس نے حدیث کی کتاب میں مستقل ابواب قائم کر دیئے۔ تو بخاری شریف پڑھیں تو اس میں
حضور علیہ السلام صحابہ اولیاء تابعین تک ان سب کے حتیٰ کہ مدینے کے شہر کے فضائل اور مناقب
کے ابواب قائم کیے ہیں۔ صحیح مسلم میں مناقب کے ابواب ہیں۔ ترمذی میں۔ ابواب المناقب
ہیں۔ ابواب الفضائل ہیں۔ کتابیں ہیں۔ یہ بات اس لیے سمجھا رہا ہوں ایک ہے۔ اسلام کی
تعلیم اس طرح کرنا۔ کہ جس طرح لوگوں کو عملی فائدہ ہو۔ نماز پڑھنے کی ترغیب ہو روزے کی ترغیب ہو۔

حج کی ترغیب ہو۔ حلال اختیار کریں حرام سے بچیں۔ قرآن سے سیکھیں دین کی عملی مشق حاصل
کریں۔ اسلام کے مطابق عملاً زندگی بسر کرنا سیکھیں۔ حضور علیہ السلام کی سیرتِ طیبہ کا بیان
ہو۔ آپ کے اخلاق کا بیان۔ آپ کی عبادات کا بیان۔ آپ کے طور طریقے مکمل۔ اٹھنے
کے بیٹھنے کے بولنے کے چلنے کے راستوں کے معاملات کے تمام چیزوں کو سیکھیں اور اپنی زندگی کو
اسوۂ مبارکہ کے مطابق ڈھالیں۔ ایک تو یہ ہے کہ قرآن مجید میں اس طرح کے تعلیم کے ابواب ہیں
ملتے ہیں۔ عملی اہمیت کے ایک اعتقادی اہمیت کے اس میں جو خاص بات میں بتا رہا ہوں۔
ایک یہ کہ یہ مضمون سب سے وسیع تر اور سب سے کثیر تر ہے۔ یہ مضمون کہ حضور علیہ السلام
کی جو ذات اقدس ہے، اسے اجاگر کیا گیا ہے۔ آپ کی شان اللہ قدر منزلت کو نمایاں
کیا گیا ہے۔ کہ حضور کو اللہ نے اتنی شان عطا کی ہے، ساری مخلوقات سے بلند کیا۔
شان کو سب سے بلند کیا۔ ہر کوئی محب ہوا حضور محبوب ہو گئے۔ پھر جو کثرت
سے اللہ کے محبوب بندے ہو گئے۔ وہ محبوب تر ہو گئے۔ مقرب تر ہو گئے۔ اعلیٰ ہوئے ارفع ہو گئے۔
اکمل ہوئے احسن ہوئے۔ حضور کے حسن جمال کا بیان ہے۔ کہیں آپ کے کمال کا بیان ہے۔ کہیں
حسن سراپا کا بیان ہے۔ کہیں اس کا بیان ہے کہ درخت چل کر آپ کی بارگاہ میں سجدہ کرتے
آتے۔ کہیں اس کا بیان ہے کہ پہاڑ کے قریب سے گزرتے تو وہ جھک کر سلام کرتے۔ کہیں اس
کا بیان ہے کہ کنکریاں حضور کا کلمہ پڑھتیں۔ کہیں اس کا بیان ہے کہ ہر نباتات اور جانور آپ کا کلمہ پڑھ کے
سجدہ کرتے۔ کہیں اونٹ آ کے سجدہ ریز ہوتے۔ اور صحابہ اُن کی سجدہ ریزیاں دیکھ کر حضور کو
سجدہ کرنے کی اجازت مانگتے (سلسلہ ۳۔۔ ۱۱) تو آپ منع فرماتے کہ سجدہ کی اجازت نہیں ہے۔
باقی جو چاہو کر لو۔ تو اس طرح کے بیانات ہیں۔ جن سے حضور علیہ السلام کی عظمت کا اندازہ ہوتا
ہے۔ رتبۂ بلند کا اندازہ ہوتا ہے۔ مقام و مرتبت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس کا فائدہ کیا ہے۔ اس کا فائدہ
یہ ہے کہ جب آقا علیہ السلام کی عظمت کا پتہ چل جائے۔ کہ اللہ حضور سے اتنی محبت کرتا ہے۔ کہ
جس شہر میں حضور کا رہن بسیرا ہے۔ ان گلیوں کی قسم خود اللہ کھاتا ہے۔ جہاں حضور علیہ السلام چلتے
ہیں وہاں اللہ ان فضاؤں کی قسمیں اللہ کھاتا ہے۔ جو صحابہ حضور پر جان چھڑکتے ہیں جانثاری کرتے
ہیں۔ اُن کی قسم اللہ کھاتا ہے۔ اور حضور کے اشاروں پر کٹ مرنے کے لیے مستعد بیٹھے ہیں۔ ان کی گھوڑوں

M T W T F S S　　Memo No ______ Date / /

کے ٹھاٹیوں سے اٹھنے والی چنگاریوں کی قسم اللہ خود کھاتا ہے، آپ سمجھ گئے نا۔ ان کی جان کی قسمیں اللہ کھاتا ہے۔ چہرہ حضور تابانی کی قسم اللہ کھاتا ہے۔ حضور کے رخسار کی تابناکی کی قسم اللہ کھاتا ہے۔ اپنی قسم کھا کے کہتا ہے محبوب سرشار ہونے کی قسم ہے۔ فلا وربک لا یومنون —— میری قسم ہے کہ یوں کہ میں سرشار ہوا۔ تو جب یہ خبر ہو جائے کہ اللہ کو اتنا پیار ہے حضور کی ذات سے۔ رسول بنا کے بھیجنا الگ مرتبہ ہے۔ نبوت دینا الگ مرتبہ ہے۔ قرآن نازل کرنا الگ مرتبہ۔ وحی نازل کرنا الگ مرتبہ۔ حضور کے ذریعے امت کو تعلیم دینا ایک الگ مرتبہ ہے۔ دین پہنچانا ایک الگ مرتبہ ہے۔ سیرت مبارکہ کے ذریعے ایک پورا اسوۂ عطا کرنا۔ ایک الگ مرتبہ ہے۔ مگر یہ سلیقے سے بڑھ کر کیا۔ دنیا کو دکھایا۔ کہ یہ تنہا میرا محبوب ہے۔ میں اس سے اتنی محبت کرتا ہوں۔ قد نری تقلب —— کہ میں اس کے چہرے کو تکتا رہتا ہوں۔ جب یہ آسمان کی طرف دیکھتا ہے تو محبوب میں سر اس چہرے کو دیکھتا ہوں۔ فلنولینک قبلۃ ترضٰہا۔ اس قبلے کو کعبہ بناتا ہوں۔ جس کو میرا حبیب پسند کرتا ہے۔ جس سمت اس کا چہرہ ہو جائے اس کو کعبہ بنا دیتا ہوں۔ جب لوگوں کو یہ خبر ہو جائے کہ اس کو محبت کا عالم یہ ہے۔ وہ محبوب کا اتنا دھیان کرتا ہے۔ فانک باعیننا فرمایا۔ جب سے کیجئے کہ ہم آپ کو ہر طرف اپنی آنکھوں میں رکھتے ہیں۔ اپنی نگاہوں میں رکھتے ہیں۔ تو دیکھئے نا یہ جو رشتہ محبت کا ہے۔ اللہ کا حضور علیہ السلام کے ساتھ۔ حضور کا اللہ سے رشتہ محبت کا ہے۔ اور اس رشتہ محبت کی وجہ سے اللہ ہمیں حضور کا ادب کرنا سکھا رہا ہے۔ کہ یہ تم پر میرے حبیب کا حق ہے۔ اور یہ سارا ہر ایمانی اعتبار سے فرض و واجب ہے۔ ادب کرو اور بڑھ چڑھ کر کرو۔ میرے حبیب کی تعظیم کرو۔ اور بڑھ چڑھ کے کرو۔ تکریم کرو اور بڑھ چڑھ کر کرو۔ اتباع کرو۔ اطاعت کرو۔ دین کی خدمت کرو کہ پورے دین کا محور و مرکز منبع ایمان کا میرا مصطفیٰ ﷺ ہے۔ تو جب یہ گوشہ اجاگر کر دیا جائے۔ اور اللہ پاک اس پر زور دے۔ اور خود حضور زور دیں۔ اور صحابہ کرام زور دیں۔ تو اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس سے حضور علیہ السلام کی ذاتی عظمت دلوں میں جاگزیں ہو گئی ہے۔ انسان صرف یہ نہیں سمجھتا۔ کہ حضور صرف اللہ سے پیغام لائے اور ہمیں پہنچا دیا ہے۔ کہ ان پر آئی اثر اور ہم تک پہنچا دیا۔ دین کا اعلیٰ نمونہ اس کی سیرت کے ذریعے اللہ نے پہنچانا تھا ہمیں پہنچا دیا۔ اور جب تعلق رکھنے کی بات آئے ادب کا تعظیم کا تکریم کا۔ لٹ جانے کا۔ دل دے دینے کا۔

قدموں میں ڈال دینے کا۔ جب یہ تعلق کی باری آئے تو بندہ کہے کہ میں صرف خدا سے تعلق رکھوں گا۔
حضور تو دنیا سے چلے گئے۔ حضور سے بس اس سے زیادہ تعلق نہیں ہے۔ تو اللہ پاک نے اس سے روکا
ہے۔ کہ مجھ سے تو کوئی تعلق رکھ ہی نہیں سکتا براہ راست۔ نہ کسی نے مجھے دیکھا ہے نہ جانا ہے۔
نہ پہچانا ہے۔ تعلق تو میرے مصطفیٰ کا ہے۔ جو ان سے رکھے وہ مجھ سے رکھے گا۔ جو ان کی اطاعت کرے وہ میری
اطاعت کرے گا۔ جو ان کے ہاتھ پہ بیعت کرے۔ وہ میری بیعت کرے گا۔ جو ان سے محبت کرے وہ
میری محبت پا لے گا۔ جو ان سے قربت رکھے وہ میری قربت پا لے گا۔ جو ان کی عزت و تعظیم کرے
وہ میری عزت و تعظیم پا لے گا۔ جو ان کو راضی کرے وہ میری رضا پا لے گا۔ ان کی عطا میری عطا ہے۔ ان کی
رضا میری رضا ہے۔ ان کا عمل حکم میرا حکم ہے۔ ان کا منع کرنا میرا منع کرنا ہے۔ ان کا بیان میرا بیان ہے۔
ان کا امر و نہی میرا امر و نہی ہے۔ ان کا اخبار میرا اخبار ہے۔ ان کی تبشیر میری تبشیر ہے۔ ان کی نصرت
میری نصرت ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ یہ یہ ہیں۔ میں میں ہوں باقی سب ایک ہے۔ میں خدا ہوں
یہ مصطفیٰ ہے۔ میں معبود ہوں یہ عبد ہیں۔ میں اللہ ہوں یہ میرے برگزیدہ بندے ہیں۔ میں مولا
ہوں مالک ہوں یہ رسول ہیں۔ یہ عالم اسلام کے نبی ہیں۔ میں خالق ہوں یہ مخلوق ہیں۔ 16-49
۔ میں مالک ہوں یہ مملوک ہیں۔ یہ فرق ہے کہ میں میں ہوں اور یہ یہ ہیں۔۔ باقی رہ گیا حکم عبادت کو چھوڑ
کر الوہیت کو چھوڑ کر باقی ہر حق جو ان کا ہے وہ میرا ہے۔ جو ان کا ہے وہ میرا ہے۔ ہر تعلق جو ان کا ہے
وہ میرا ہے۔ جو میرا ہے وہ ان کا ہے۔ ہر نسبت جو ان کی ہے وہ میری ہے۔ جو ان کی ہے وہی میری ہے
ایک فرق رکھ دیا ہے اسے مٹانے نہیں دیا۔ خالق و مخلوق کا اور عبد و معبود کا۔ باقی سارے فرق
مٹا دیئے ہیں انہیں کرنا نہیں دیا۔ اور کوئی فرق نہ کرے۔ تو میں نے آپ کو دراصل شفا شریف شروع
کرنے سے پہلے اپنے لفظوں میں ایک مضمون کی وضاحت کی ہے۔ اس مضمون کی اہمیت کیا ہے۔
اس پر ہمیشہ لکھا جاتا رہا۔ آئمہ حدیث آئمہ امت لکھتے رہے۔ امت کو یہ پیغام پہنچاتے
رہتے۔ وہی سلسلہ تصنیف جو تھا۔ آئمہ حدیث کا۔ اکابر امت کا۔ اسی سلسلے میں چل
کر ایک امام ہوئے۔

جن کا نام ہے۔ امام الحافظ قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ بن عمران الیحصبی الاندلسی
یعنی اندلس۔ سپین کے رہنے والے تھے۔ اور یحصبی آپ کا قبیلہ تھا۔ یحصب بن مالک تھا۔

M T W T F S S

Memo No

Date / /

اور آباد ہو گئے آ کے مغرب میں۔ مراکش میں قاضی القضاۃ تھے۔ چیف جسٹس تھے۔ امام الوقت تھے۔ امام المحدثین تھے۔ تو وہیں وفات ہو گئی مالکی المذہب تھے۔ اور وہیں اُن کا مزار اقدس ہے۔ اِن کی پیدائش ۴۷۶ھ ہجری میں ہوئی۔ اور وفات مراکش میں ۵۴۴ھ ہجری میں ہو گئی۔ پرانا نام لوگ مراکش کے نام سے بہت واقف ہیں۔ مگر اب یہ مراکش ایک شہر ہے۔ اور مغرب یہ پورا ملک ہے۔ جب صحابہ کرام نے یہ علاقہ فتح کیا۔ تو اس کا کوئی خاص نام نہیں تھا۔ تو حرمین شریفین مکہ مدینہ اس کے مشرق میں پڑتا تھا۔ یہ مغرب کی طرف تھا یورپ کی طرف تھا۔ تو انہوں نے اس کو مغرب کہا کہ ہم نے مغرب فتح کر لیا ہے۔ اسی وجہ سے پورے ملک کا نام مغرب پڑ گیا ہے۔ اور اس مغرب کے اندر مراکش اور فاس دوسرا شہر ہے۔ وہاں بڑے اولیاء اللہ ہوئے۔ ہزاروں کی تعداد میں۔ یہ مدینۃ الاولیاء ہیں۔ اور بڑے محدثین ہوئے اور بڑے مفسرین ہوئے۔ اور اکابر اولیاء۔ یہ علم اور معرفت اور ولایت علم تفسیر اور علم حدیث اور علم فقہ کا یہ مرکز رہا ہے۔ اس وجہ سے کہ سپین میں جتنا علم پھیلا دین کا۔ جب سپین کے حالات بگڑنے لگے۔ تمام اکابر اور آئمہ وہاں سے منتقل ہو کے مغرب میں آ گئے۔ تو یہ ان کا مختصر تعارف ہے۔

اس کتاب میں سب باتیں آقا علیہ السلام کی ہوں گی۔ آپ اس خیال سے سنیں۔ کہ نسبت محمدی نصیب ہو۔ حضور سیدنا غوث الاعظم فرماتے ہیں۔ درست العلم حتیٰ صرت قطبا میں نے علم حاصل کیا۔ اور علم حاصل کرتا گیا۔ یہاں تک کہ طریق علم سے میں قطب ہو گیا۔ قطبیت اور غوثیت کے مقام پر جا پہنچا۔ تو علم روحانی و نورانی سے شرح صدر نصیب ہوتا ہے۔ فمن شرح اللہ صدرہ ـــــ اللہ تعالیٰ جس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔ تو وہ اللہ کی طرف سے نور پر وہ قائم ہو جاتا ہے۔ اس کو نور ملتا ہے۔

یہ کتاب جو الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ ہے۔ دنیا میں حدیث کی بڑی بڑی کتابوں کی کثرت کے ساتھ جو شروح لکھی گئیں۔ یہ لسٹ بنائی جائے۔ درجہ بندی کی جائے کتب کی حدیث اور فضائل کی۔ سب سے زیادہ شروح اس کتاب کی لکھی گئیں۔ بشمول بخاری و مسلم کے۔ سب سے زیادہ شروح قرآن مجید کے بعد اللہ کی کتاب ہے اس کی تفاسیر زیادہ لکھی گئیں۔ اب ہم حدیث کی طرف آ رہے ہیں۔ اور علم و فضائل و مناقب میں۔ سب سے زیادہ شرحیں اس کتاب کی لکھی گئیں۔

235

M T W T F S S

Memo No ______
Date / /

کوئی ایک پہلی صف بنائیں جو پہلی چار کتابوں کی - چودہ سو سال کی تاریخ میں . تو شفا شریف کی
پہلی صف میں آتی ہے - یہاں بخاری شریف تو آئے مسلم نظر آئے گی - کثرت شروح کے ساتھ
اس سے کیا اندازہ ہوتا ہے - آپ نے کتاب لکھی پانچویں صدی ہجری کی میں - آج کتاب کو لکھے ہوئے
نو سو سال ہو گئے - ہزار سال کو پہنچنے والے ہیں - یہ کتاب علوم حدیث میں اور علوم قرآنی میں -
فضائل اور مناقب نبوی میں؟ کے موضوع پر لکھی گئی - ہر دور میں آئمہ حدیث شارحین نے اس پر
اتنا تشریحی کام کیا ہے - اور تحقیقی کام کیا ہے - ہر دور کے آئمہ حدیث کے اندر اس کو اتنا معتبر
اور معتمد سمجھا جاتا تھا - اتنا اس کی ثقاہت پر اتنا اعتماد تھا - اس کے فیض پر اس کی برکت
پر - - اس کی اہمیت پر اتنا اجماع تھا - ہر دور میں علماء امت اس کی شروح لکھتے رہے - ورنہ
کتاب غیر معتبر ہو - تو تحقیق غیر ثقہ ہو - لوگ اس کی شرح کیوں لکھیں گے -

امام جلال الدین سیوطیؒ جیسے لوگوں نے شفا کی حدیث کی تخریج کی ہے - ملا علی قاری
نے اس کی شرح لکھی - شرح الشفا - عظیم محدث اور فقیہ ہیں - ساٹھ کے قریب اس
کی شروح - اس کی تحقیقات تو سات تک تو مجھے معلوم ہے - جن کے نام میرے پاس درج
ہیں - کہ کس کس نے اس کی شرح لکھی - کس کس نے اس پر تخریج کی - کس کس نے اس پر تحقیق
کی - کس کس آئمہ اور اکابر میں سے اس کے اوپر تلخیص کی - ان کے نام کہاں کہاں - کہاں کہاں چھپی ان
کا ریکارڈ ہمارے پاس ہے - اور لامحالہ اس سے زائد بھی لکھا گیا ہو گا - تو یہ اس کتاب کا درجہ اور مقام
ہے - عند المحدثین اور عند العلماء - معارف الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ کی طرف - اس کتاب کا جو نام
ہے الشفا - اس کا نام کی شرح پر اور وجہ نام پر - یہ کتاب لکھی ہے جو چھپی کراچی سے - جو دس بارہ
سالوں سے چھپی ہوئی ہے - پرانی کتابوں میں سے ہے - مگر انہوں نے اشارہ کیا ہے کہ حضور کے حقوق
کو بیان کرنا - اور حضورؐ کے حقوق کیا ہیں - اور حقوق محبت کیا ہے - ہم پر - اور حضور کا ادب کیا ہے ہم پر
حق تعظیم و تکریم کا ہم پر - حضور کا حق اتباع اور حق اطاعت ہم پر - فرماتے ہیں کہ اگر آقا علیہ السلام کی امت
حضور کے حقوق پہچان لے - اس میں دلوں کی شفا ہے -

اشارہ یہ فرما رہے ہیں کتاب کا نام رکھ کر کہ اگر آپ دلوں کی شفا چاہتے ہیں تو
حضور علیہ السلام کے حقوق پہچان لو - اور حقوق کو پورا کرنا شروع کر دو - اس سے باطنی امراض

دور ہو جائیں گے۔ اور دلوں کو شفا ہو جائے گی۔ اس بنا پر منکشف کیا ہوا۔ حضور کے حقوق کو پہچاننا۔
اور حضور علیہ السلام کے مرتبہ و مقام کی معرفت حاصل کرنا۔ اور حضور کی عظمت کی معرفت حاصل کرنا۔
اور حضور کے حقوق کی معرفت حاصل کرنا اور ان کو ادا کرنا۔ اگر اس سے روحانی لذت و علم شفا
نصیب ہوتی ہے۔ تو حضور کے مقام کی معرفت نہ ہو۔ تو اس سے قلب اور باطن کو مرض ہو جاتا ہے۔
اس سے دلوں کو روگ لگتا ہے مریض ہو جاتا ہے۔ اس روگ اور دل کے مرض کو نفاق کہتے ہیں۔
دل کو شفا ہو جائے گی۔ تو۔ فی قلوبھم مرض ۔۔۔ ان منافقوں کے دلوں میں مرض ہے۔ تو جس
کے دل میں مرض آ جائے تو اس کے دل کے مرض کو بڑھاتا رہتا ہے۔ باقی ساری مرضیں ٹھیک ہو
جاتی ہیں۔ دل کی مرض ٹھیک نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ کہ یہ حضور کا ادب نہ کرنے کا
مرض ہے۔ حضور کی معرفت نہ رکھنے کا مرض ہے۔ حضور علیہ السلام کی تعظیم و تکریم نہ کرنے کا مرض
ہے۔ حضور کی دل میں محبت نہ ہونے کا مرض ہے۔ اللہ پاک تمہاری ساری مرضیں دور
کر دیتا ہے۔ مگر جس بدبخت کے دل میں یہ مرض آ جائے۔ کہ اللہ کے محبوب سے محبت
نہ کرے اللہ فرماتا ہے جا جہنم میں میں تیری مرض کبھی دور نہ کروں گا۔ جس بدبخت کے دل
میں یہ مرض آ جائے روزہ رکھے نماز پڑھے۔ سب کچھ کرے۔ مسجدیں بنائے وعظ
کرے تبلیغ کرے کتابیں لکھیں۔ دعوت دین کرے۔ سیرت پر عمل کرے۔ پورا نقشہ
دین کا بنا لے اپنی زندگی میں عمل میں کمی نہ چھوڑے۔ کمی ہو تو صرف محبت مصطفےٰ میں ہو
کمی ادب مصطفےٰ میں ہو۔ کمی تعظیم مصطفےٰ میں ہو۔ تو اللہ پاک فرمائے گا۔ تمہاری
ساری خدمتیں تمہاری ساری تبلیغیں سارے عمل جائیں بھاڑ میں۔ میرے محبوب سے
محبت نہیں کی تو جاؤ جہنم میں۔ مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میرے حبیب کا
ادب نہیں کیا تو تمہاری ہر شئے رد ہے۔ تم تو میرے محبوب کی تعظیم و تکریم سے شفا یاب
نہیں ہوئے۔ تو تمہاری ہر شئے رد ہے۔ تو گویا یہ اشارہ نام کے ذریعے یہ دئیے گئے ہیں کہ اصل
باطن اور قلب کی شفا حضور کے مقام و مرتبہ کی معرفت میں ہے۔ کیونکہ منبع شفا ذات مصطفیٰ
ہے۔ یہ وجہ تسمیہ ہے۔ تو پہلا باب قاضی عیاض نے بیان کیا۔ آپ اندازہ کریں۔ کہ قاضی عیاض
پاک کی ذات اور ہندوستان کی یہ سارا اردو تاویلیں نہیں۔ حضور علیہ السلام کی محبت و پیار کی باتیں ہیں

M T W T F S S Memo No ______ Date / /

دل کھچیں گے۔ محبت پیدا ہوگی۔ الفت پیدا ہوگی۔ وہی محبت ایمان بھی ہے اور شفا بھی ہے۔ اسی محبت سے نسبت نصیب ہوتی ہے۔ (۲۹-۳۲) دین اسلام کی تبلیغ جب سے روک دی گئی ہے۔ اس سے تری نکال لی ہے۔ جس پودے کی جڑوں سے بھی تری نکال لیں تو وہ بھی سوکھ کے جل جاتا ہے۔ اور ایمان کے پودے کی تری نکال لیں تو وہ بھی سوکھ کے جل جاتا ہے۔ ایمان کی تری محبت ادب مصطفیٰ ہے۔ باقی اس کا تنا ہے درخت، شاخیں ہیں شجر ایمان کی۔ پھر ان کے اوپر پھل ہیں پھول ہیں۔ یہ ساری شجر ایمان کی علامات ہیں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ نماز ہے اعمال ہے۔ پیروی ہے۔ نیکیاں ہیں۔ تقویٰ ہے پرہیزگاری ہے۔ ساری بہار درخت کی ہے۔ اور اس درخت کو درخت بنا کے سنوار رکھا ہے۔ اور شجر کو بہار دے رکھی ہے۔ اور شجر کو جو ثمربار کر رکھا ہے۔ وہ اس کی نمی نے۔ وہ نمی ادب مصطفیٰ کی ہے۔ تو جڑ اگر جل جائے۔ تو جڑ ادب مصطفیٰ ہے۔ یہ مصطفیٰ کی تعظیم و تکریم ہے۔ تو جڑ یہ ہے۔ اور جڑ سلامت رہے۔ اور پھل خراب بھی ہو جائے تو اگلی بار پھر اچھا پھل لگ جاتا ہے۔ برگ و بار آ جاتے ہیں۔ اس لئے کہتے ہیں اصل سلامت رہے۔ پھل پھول آج نہیں تو کل آ جائیں گے۔ کیونکہ جڑ سلامت ہے۔ تو جڑ ہے ایمان کے درخت کی حضور علیہ السلام کی عشق و محبت۔ اور حضور علیہ السلام کا ادب جو شجر ایمان کی جڑ ہے۔ یہ سلامت ہے تو پھر عبادت ہے تقویٰ ہے پیروی کا اور اس کے ثمر اور پھل اور پھول آتے رہیں گے۔

اگر جڑ جل گئی تو پھر سارا درخت جل گیا۔ درخت پھر کسی کام کا نہیں۔ سمجھ لیں کہ درخت کی ہریالی ٹہنیاں پھل پھول نفع ضرور دیتے ہیں۔ نفع دینے والی چیزیں ہیں۔ مگر اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکتیں۔ جب تک انہیں فیض نہ ملے نیچے سے۔ وہ فیض جو درخت کو سلامت رکھتا ہے۔ وہ فیض حضور علیہ السلام کی محبت ہے۔

تو یہی معنی ہے کہ جب آقا علیہ السلام نے فرمایا ناں۔ لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ تم میں سے کوئی شخص صاحب ایمان نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ اپنی اولاد سے بڑھ کر مجھ سے محبت نہ کرے۔ اپنے والدین سے بڑھ کر مجھ سے محبت نہ کرے۔ اور کل کائنات کے انسانوں کے ہر فرد سے بڑھ کر مجھ سے محبت نہ کرے۔ جب تک اس کی میری محبت سب دنیا سے بڑھ نہ جائے۔ اس وقت تک وہ صاحب ایمان نہیں ہو سکتا۔ دیکھیں اب اس میں فرق نہیں کیا

M T W T F S S

Memo No

Date / /

کہ نماز پڑھنے والا ہے کہ نہیں - روزہ رکھنے والا ہے یا نہیں - حج کرنے والا ہے یا نہیں - تبلیغ نیکیاں کرنے والا ہے یا
نہیں - یہ امتیاز نہیں کیا - خواہ ہو یا نہ ہو - خواہ یہ سب کرنے والا ہو - یا خواہ کم کرنے والا ہو - آقا علیہ السلام
نے جو نقطہ سمجھا دیا ہے فرمایا کہ یہ اعمال تنہا یہ میری محبت سے خالی ہوں گے - تو سارے اعمال ہی
اکارت جائیں گے - اور تم بھی برباد ہو جاؤ گے - ایمان ہو گا تو اعمال کام آئیں گے - ایمان ہو گا تو اعمال مقبول ہوں گے -
ایمان نہیں تو عمل ہے - حج زکوٰۃ نماز وغیرہ اصل ایمان نہیں بلکہ واجبات ایمان میں سے ہے - نیکی دعوت
تبلیغ مسجد بنانا صدقہ کرنا خیرات کرنا - کل اعمال صالحہ اعمال ہیں اصل ایمان نہیں تعجب ہے سب
اعمال ہو سکے تو اصل ایمان کیا ہوا - حضور علیہ السلام کی محبت ہے - اسی طرح اللہ کی محبت والذین
آمنوا اشد حبا للہ - اللہ پر جو ایمان لانے والے ہیں - ان کی پہچان ہے کہ وہ ٹوٹ کے اللہ سے
محبت کرتے ہیں تو گویا ایمان محبت میں ہے - کیوں محبت کہتے کس سے ہیں - اور محبت
اور محبت بیج دانے کو کہتے ہیں - فرمایا ایمان اور محبت کو جوڑ دیا - لازم و ملزوم کر دیا - کہ ایمان
میری محبت کا نام ہے - ایمان اللہ کی محبت کا نام ہے - ایمان سب سے بڑھ کے مجھ سے محبت کرنے
کا نام ہے - اور محبت کیا ہے ... بیج کا نام ہے - حب - بیج - یہ جو دانہ ہوتا جسے آپ
بوتے ہیں - اے ایمان کا درخت اگ ہی نہیں سکتا - جب تک دل کی زمین میں میری محبت کا بیج
نہ بویا جائے - حضور علیہ السلام کی محبت یہ ایمان کا بیج ہے - یہ ایمان کا دانہ ہے - جس سے
برگ و بار اور کونپلیں ہوتی ہیں - اور جب محبت رسول ہی نہ رہی تو ایمان نہ رہا ایمان نہ رہا تو کوئی عمل
نہ رہا - اور پھر ایک حدیث ہے - حضرت حدیث حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ
بخاری اور مسلم اور صحاح ستہ میں بھی یہ حدیث ہے - کہ آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں ہم سب
بیٹھے تھے کہ ایک اعرابی آیا دیہات سے بدو - (کتاب الاحکام) سوال کیا - کہ یا رسول اللہ قیامت
کب آئے گی - آقا علیہ السلام نے فرمایا تو نے اس قیامت کی تیاری کیا کر رکھی ہے - اس اعرابی نے
تھوڑا سوچ کر عرض کیا یا رسول اللہ نماز روزہ حج زکوٰۃ کی تیاری تو زیادہ نہیں ہے - نام لے کے کہا - مگر اتنی بات
ہے کہ حضور سے محبت کرتا ہوں - بس جو بھی تیاری ہے - بس اسی پر تکیہ ہے - مگر یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول
سے محبت کرتا ہوں - آقا علیہ السلام جب پہلے وقت باہر نکلے تو سیدنا صدیق اکبر گلی میں کھڑے ہوئے ہیں -
تو حضور نے پوچھا ابوبکر یہ کیا وقت آنا کیسے ہوا - یہ وقت نہیں ہے نہ تمہارے آنے کا نہ ہی گھر سے چلنے کا

M	T	W	T	F	S	S

Memo No ______
Date / /

بس زینت نہیں تھا بس ویسے ہی نکل آئے۔ شمائل ترمذی کا حوالہ ہے۔ گھر میں کئی دنوں سے فاقہ تھا۔
اب بھوک کی شدت اختیار کر گئی تھی۔ بھوک نے فاقے نے تنگ کیا۔ تو گلی میں اس لیے آ گیا ہوا۔ تو
آقا نے سن کے چپ ہو گئے۔ کیا مطلب وہ یہ پیغام دے گئے حضور کھانا نہیں تھا۔ بھوک تھی فاقہ تھا۔ گلی میں
آیا ہوا تھا کہ آپ کے در و دیوار دیکھ کے رنج جاؤں گا۔ سیراب ہو جاؤں گا۔ آپ کے در و دیوار دیکھ کر
فاقہ چلا جائے گا۔ تو گویا آپ کے کوچے میں آتے ہیں تو پیاس بجھ جاتی ہے۔ آپ کے در و دیوار کو دیکھتے
ہیں تو بھوک مٹ جاتی ہے۔ یہ ہے اللہ کی محبت اور نبی کی محبت۔ آپ کو تکتے ہیں تو غم مٹ جاتے
ہیں۔ آپ کے دیدار کے لیے دل تڑپتا رہتا ہے۔ آپ کی زیارت کے لیے۔ شہر مدینہ کے کوچے اور بازار
میں جانے کے لیے حضور آپ کا ذکر سننے کے لیے دل تڑپتا ہے آنکھیں برستی ہیں۔
یہ محبت ہے حضور سے۔ اب جب صحابی نے جواب دے دیا تو سن کر آقا نے کیا ارشاد
فرمایا۔ یہ نہیں فرمایا کہ یہ کیا تماشہ کرتا ہو۔ عبادت کرتے نہیں اعمال کرتے نہیں اور آ گئے ہو۔ محبت
سے محبت ہے محبوب سے۔ عمل کے بغیر محبت کیسی۔ چاہتے تو رد فرما دیتے۔ اس شعور کو رد کر دیتے۔
اس کی حوصلہ شکنی کرتے۔ جاؤ کیا بات کرتے ہو۔ نہیں جاؤ جس کو جس سے محبت ہو گی قیامت
میں اس کے ساتھ ہو گے۔ مسلم (کتاب الروح) اس کا حشر و نشر اسی کے ساتھ
ہو گا۔ اسے اس کی معیت اور سنگت عطا کر دی جائے گی۔ تو اس سے پتہ چلا کہ اشارہ
محبت رسول کی طرف ہے۔ اللہ کا نام تھا اس لیے لا کر جہاں حضور کی بات ہوتی ہے۔ اللہ اپنا نام
ساتھ لیتا ہے۔ اور جہاں اللہ کی اپنی بات ہوتی ہے۔ وہ حضور کا نام ساتھ لیتا ہے۔ یہ طریقہ قرآن
ہے۔ مگر وہاں [illegible] حشر ساتھ ہو گا۔ اب حشر اللہ کے ساتھ تو نہیں ہونا کسی کا۔ اللہ تو
حشر و نشر کرنے والا ہو گا۔ تو سب مخلوق کے ساتھ ہو گا۔ وہاں جو جس کا محبوب تھا اسی کے ساتھ تو
حشر و نشر ہو گا۔ مبارک ہو مبارک ہو تم ثابت ہو میری کامل سے ساتھ نہیں ہو گے۔
تو حضور کی محبت کا صلہ قیامت کے دن حضور کی سنگتی ہے۔ حضور کی شفاعت ہے حضور کی
قربت ہے۔ اور حضور علیہ السلام کی معیت میں حشر و نشر ہے۔ یہ سارا مقصد ہے کتاب الشفاء کا۔

Mushtaq

۱۲-۱۱-۲۰۱۸ ۵:۰۵ PM
۱۳-۳-۱۴۴۰

M T W T F S S

Memo No
Date 6/11/04

درس الشفاء - ۲ -

(اللہ کے نزدیک مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم)

۲۸۶

میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ قاضی عیاض کی کتاب الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ کا مقصد یہ ہے کہ دلوں میں محبت رسول تعظیم و تکریم کا پیدا کرنا۔ اور اس سلسلے میں انہوں نے کتاب کے ابواب بنائے ہیں۔ اور ہر باب کے اندر فصلیں بنائی ہیں۔ آج ہم الحمد للہ باب اول شروع کر رہے ہیں۔

قاضی عیاض نے جو باب اول بنایا اس باب کے الفاظ سے شروع ہی بڑا عجیب اور کیف سے بڑا لطیف ہے۔ باب الاول فی ثناء اللہ تعالیٰ علیہ واظہارہ عظیم قدرہ۔ معنیٰ اس کا یہ ہے کہ یہ پہلا باب کہ جو حضور علیہ السلام کی ثنا اللہ نے کی ہے۔ آپ کسی کی ثنا کرتے ہیں اللہ کی۔ جب کوئی محفل ہوتی ہے پہلے اللہ کی حمد و ثنا اور محمد مصطفیٰ علیہ السلام کی نعت اور سلام۔ آپ عام طور پہ ثنا کا لفظ اللہ کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ عربی میں یہ امتیاز نہیں ہے۔ قاضی عیاض نے یہ باب قائم کیا کہ ہم سب اللہ کی ثنا کرتے ہیں لیکن اللہ اپنے محبوب کی ثنا کرتے ہیں۔ اللہ مصطفیٰ کی ثنا کرتا ہے۔ اور حضور علیہ السلام کی عظیم قدر و منزلت اور شان جو اس کی بارگاہ میں ہے اس کے اظہار کا بیان ہو رہا ہے۔

اللہ نے اظہار کیا ہے کہ لوگو دیکھو میری نگاہ اور میری بارگاہ میں مصطفیٰؐ کا مقام کیا ہے۔

یہاں ایک اشارہ ہے بڑا علمی لطیف سا کہ۔ بات یہ ہے کہ اشارہ قاضی عیاض نے دیا ہے کہ اللہ پاک نے بیان کیا اپنی آیتوں میں کہ وہ مقام جو اللہ کی بارگاہ میں ہے۔ اللہ کی نگاہ میں جو اس نے حضور علیہ السلام کا مقام بنا رکھا ہے۔ یہاں دو چیزیں ہیں یاد رکھ لیں ـــــ

۱۔ ایک یہ ہے کہ حضورؐ کا رشتہ اللہ کے ساتھ محبوبیت کا ہے۔ حضور جب اللہ سے بات کرتے ہیں۔ تو محب بن کے بات نہیں کرتے محبوب بن کے بات کرتے ہیں۔ یہ کمال محبوبیت ہے۔ اس سے پہلے کہ آپ کو ایک دنیاوی مثال سمجھا رہا ہوں۔ کوئی کسی کا محبوب ہو اور وہ محب سے بات کرے تو اس کا نخرہ ہی الگ ہوتا ہے۔ محب جب محبت کرنے والوں سے بات کرتا ہے۔ محبوب جب بات کرتے ہیں۔ تو ان کے نخرے ختم نہیں ہوتے۔ لاڈ ہوتا ہے پیار ہوتا ہے۔ محبوبیت ہوتی ہے۔ نہ اپنی محبوبیت کے ساتھ باتیں کرتے ہیں ساتھ ہی اور محب کا لاڈ اور زعم اور نخرہ محب اٹھاتا ہے۔ محبوب ایسے کرتے ہیں۔ اب اس چیز کو ذہن میں رکھیں اور کتنا کمال حضور کی شان محبوبیت کا ہے۔ آقا علیہ السلام

کائنات میں کسی کا ایسا محبوب نہ ہوگا۔ کتنے محبوب ہیں۔ اگر کسی کا کوئی چھوٹا سا محبوب ہو جانے والا ہو تو
اس کا بڑا ناز ہوتا ہے کہ فلاں مجھ سے محبت کرتا ہے۔ اور حضور علیہ السلام سے محبت کرنے والا
خود اللہ ہے۔ یہاں تو فلاں الا یہ سب ختم ہو گئے جس کو اللہ اپنا محبوب بنائے۔ اُن کی شان کا
محبوبیت کے مقام کا عالم کیا ہوگا۔ وہ جو محبوب ہو کر اپنے رب سے بات کریں تو دنیا کے محبوب
تو ناز نخرے سے بات کرتے ہیں۔ اور جب اللہ کا محبوب کائنات کے سب محبوبوں کا محبوب
جب وہ اللہ کے حضور حضور بات کرتے۔ تو وہ ناز سے بات نہ کرتے بلکہ نیاز سے بات کرتے۔
نخرے سے بات نہ کرتے یہ حضور کی شان نہ تھی۔ ہمیشہ عاجزی کے ساتھ بات کرتے۔ بندگی کے
حال میں بات کرتے عاجزی سے بات کرتے۔ انکساری میں بات کرتے۔ ذات کی نفی میں بات کرتے۔
تو جیسے آقا اللہ کی بارگاہ میں بات کرتے محبوب بن کر نہ کرتے اس کا بندہ بن کر کرتے۔ بات خالی
ہے۔ جب حضور اللہ سے بات کرتے بندہ بن کر اور جب اللہ حضور سے بات کرتا۔
ہر ایک جب بات کرتا تو بندہ سمجھ کے بات کرتا۔ جب حضور سے بات کرتا تو محبوب
جان کر کرتا۔ حضور علیہ السلام جب اللہ کی بارگاہ میں بات کرتے تو اپنی عبدیت کے ساتھ
بات کرتے۔ اور جب اللہ حضور علیہ السلام سے کلام کرتا ہے۔ تو اُن کی محبوبیت کے ساتھ کلام
کرتا ہے۔ حضور کو محبوب جان کر کلام کرتا ہے۔ آقا علیہ السلام ساری رات مصلے پر کھڑے
ہو گئے۔ قدم مبارک متورم ہو گئے سوج گئے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ تو معصوم
ہیں۔ آپ کا تو گناہ کوئی نہیں ہے۔ پاک ہیں۔ ہمارے گناہ بخشوانے والے ہیں۔ آپ اتنی ساری
رات قیام کیوں کرتے ہیں۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا افلا اکون عبداً شکوراً۔ بخاری شریف۔ کتاب
التہجد۔ کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ محبوبیت کا یہ مقام اور عبدیت کا یہ مقام ہے۔
تو جب حضور علیہ السلام بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ پھر
یہ تو تھا حضور کا کہنا کہ اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ اللہ نے حضور کا کلام سن لیا۔ یہ عرض کرتے
ہیں کہ میں ساری رات اس لئے قیام کرتا ہوں۔ کہ مجھے اس نے پاک تو بنایا ہے۔ یہ اس کا کرم ہے۔ میری
بھی تو طلب ہے کہ اس کا شکر گزار بن کے کھڑا رہوں۔ یہ تو بات ہوئی اس کی دیکھئے کہ کلام الٰہی ہو۔ اس کا حق

M T W T F S S Memo No ____ Date / /

بندگی ادا کروں۔ اللہ نے فرمایا حبیب میں نے تمہارا کلام سن لیا ہے۔ اب ہمارا کلام بھی سن۔ جبرائیل امین
کو بلایا۔ آ جبرائیل میرے حبیب نے آج ایک بات کی ہے بندہ بن کر بات کی ہے۔ اب ایک میرا جواب
لے جا۔ ابھی آپ کا کہنا تھا کہ خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ اے جبرائیل اب جواب میں میرا کلام
بھی لے جا۔ ما انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ — اے میرے حسین حبیب میں نے قرآن اس لئے تو نہیں
اتارا کہ تو تکلیف میں پڑ جائے — (۹-۲۰) - اور ادھر سے کلام عبدیت کا بھی اندازہ کرو۔
ادھر سے کلام محبوبیت کا۔ یہ مخاطبہ عبدیت ہے وہ مخاطبہ محبوبیت ہے۔ ادھر
ایک بندہ اپنے معبود سے کلام کر رہا ہے۔ ادھر ایک محب اپنے محبوب سے کلام کر رہا ہے۔
جب بندہ کلام کرتا ہے تو کہتا ہے افلا اکون عبدا شکورا۔ کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔
جب محب محبوب کو جواب بھیجتا ہے۔ تو فرماتا ہے میرے محبوب یہ درست بات۔ مگر قرآن
اس لئے تو نہیں اتارا کہ میرے حبیب تیرے پاؤں پہ ورم آ جائے۔ ہم سے تیرے پاؤں کے ورم
دیکھے نہیں جاتے۔ ہم سے ساری رات تیرا مشکل میں پڑنا دیکھا نہیں جاتا ہم سے ساری
رات تیرا کھڑا ہونا دیکھا نہیں جاتا۔ سو جایا کر۔ قم اللیل الا قلیلا — کملی والے سو جایا کر۔ جب
کملی والے محبوب رات کو اٹھ کر پھر تھوڑا سا۔ آقا عرض کرتے ہیں باری تعالیٰ ہر کسی کو
کہتا ہے جی بھر کے اللہ کو نماز کرو عبادت کرو۔ بندگی کرو۔ جمع کرتا ہے۔ محبوب تھوڑا اٹھا کر۔
مجھے کیوں کہتا ہے تھوڑا اٹھا کر۔ جواب آیا ان لک فی النہار سبحا طویلا۔ محبوب دن
کو بھی تو نے بہت سے کام کرنے ہوتے ہیں۔ رات کو کچھ آرام کر لیا کرو۔ تھوڑا سا
جاگ لیا کر۔ تو دیکھا مقام عبدیت کے مقام پر حضور کا کلام کیا ہے۔ اور محبوبیت کے مقام پہ اللہ
کا ~~مقام~~ کلام کیا ہے۔ آپ نے غور فرمایا۔ تو حضور علیہ السلام عبد ہو کر اللہ سے کلام کرتے ہیں۔
ما یفعل بی ولا بکم۔ الاحقاف۔ یہ مقام بندگی کا اظہار ہو رہا ہے۔ اور جب بندگی کے مقام
پر کلیم ہو کر کلام کرتے تو کانپتے اور کہتے تو خود پتہ نہیں کہ میرے ساتھ کیا ہوگا۔ یہ اس کی
شان جلالت کو دیکھ کر عبد کا حق یہی ہے کہ یوں کہے۔ مجھے خبر نہیں کہ میرے ساتھ کیا ہوگا۔
تو اللہ فرماتا ہے حبیب تیرا عبدیت کا کلام تو ہم نے سن لیا ہے۔ اب ہمارا جواب بھی
سن۔ تو حضور کلام کرتے عبد ہو کر۔ بندہ ہو کر تو یوں عرض کرتے۔ اور اللہ جب محبوب کو کلام

M T W T F S S — Memo No ______ Date / /

فرمایا ہے اللہ پاک نے ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ۔ حبیب تیرے سے تو کیا ہو گا ہم
بتائیں گے کہ قیامت میں تو کھڑا ہو گا۔ جب تک تو راضی نہ ہو گا تب تک تیری امت کو
بخشتا ہی جاؤں گا۔ تیرا رب تجھے اتنا دیتا جائے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔ تیری امت کی
بخشش کی صورت میں۔ آپ کی شفاعت کی قبولیت کی صورت میں۔ آپ کی امت کو بخشتا ہی
بخشتا ہی جاؤں گا۔ اور تب تک بخشتا جاؤں گا فترضیٰ۔ جب محبوب تو اپنے منہ سے بولا
نہ کر دے کہ مولا اب راضی ہوا۔ تو جب عبد بن کے حضور ہوں کلام کرتے ہیں تو یوں گویا
ہوتے ہیں۔ اور جب وہ محب بن کر محبوب سے کلام کرتا ہے تو یوں گویا ہوتا ہے۔
اور اس میں لطیف نکتہ یہ ہے۔ ولسوف یعطیک ـــــ کہ میری بخشش آتی جائے
گی۔ جب تک تو راضی راضی نہ ہو جائے۔ تو نکتہ یہ ہے کہ گویا قیامت کے دن ہر کسی کی میری
بخشش کو تکنا ہو گا۔ کہ کس کو ملے۔ کون محروم رہے گا کب ملے گی۔ ہر کوئی میری بخشش کو
تکتا ہو گا۔ اور میری بخشش تیری رضا کو تکتی ہو گی۔ لوگ میری بخشش کو تکتے ہوں گے۔
میری بخشش کی نگاہ تیری طرف ہو گی۔ کہ اس وقت تک میں پڑی رہوں گی۔ جب تک آپ کے
لب نہ ہلیں۔ آپ کے لب ہلیں گے اب میں راضی ہوا مولا۔ اب ایسی سینکڑوں
مثالیں ہیں ـــــ ادھر مقام عبدیت پر حضور کا کلام ہے۔ اور ادھر مقام محبوبیت پر اللہ کا کلام۔
ابتدا میں نے آپ کو تفسیر سمجھانا تھا۔ وہ دو آیات کے حوالوں سے سمجھا دیا ہے۔
اب اس مضمون کی شرح ہے کہ تو چونکہ دو طرح کی شانیں بیان ہو گئی ہیں۔ حضور
جب مقام عبدیت پر کھڑے ہو کے اللہ کی بارگاہ کو اپنی ~~بارگاہ~~ سے دیکھتے ہیں۔ حضور کی نگاہ
سے اللہ کی بارگاہ کو دیکھیں تو اس کی شانِ جلالت یہ ہے کہ اولوالعزم پیغمبر کانپتے
ہیں۔ یہ ہے اللہ کا دکھانا۔ نبی اس لئے آیا ہے کہ لوگوں کو اللہ دکھا کے۔ اور اللہ کی شان
سمجھا کے۔ اللہ اس کی شان جلالت اور کبریائی بتا کے۔ حضور اس لئے آئے ہیں۔ اور اللہ فرماتا
ہے کہ محبوب قرآن میں نے اس لئے اتارا ہے کہ تو مجھے دکھاتا رہے۔ اور میں تجھے دکھاتا رہوں۔
میں لوگوں کو تو یہ دکھاتا رہوں کہ دیکھو میرے محبوب کی شان کیا ہے۔ تو بتاتا رہا ہے کہ دیکھیں کہ
اللہ کی شان کیا ہے۔ میں بتاتا رہوں کہ دیکھو میرے محبوب کی شان کیا ہے۔ تو کہہ کے دیکھ۔

M T W T F S S Memo No Date / /

میرا رب کی شان کتنی بلند ہے۔ اور بارگاہ کتنی بلند ہے۔ میں بتاتا رہوں گا کہ جاؤ کہ مصطفیٰ
کی بارگاہ کتنی بلند ہے۔ تو کہتے ہیں کہ جب میرے اللہ کی بارگاہ میں جاؤ تو سجدہ سے سر نہ اٹھانا۔
بے ادبی نہ کرنا۔ یہ بارگاہ خدا بڑی بلند ہے۔ اور ادھر میں کہتا رہوں گا کہ تم میرے امتیوں کو جب
میرے مصطفیٰ کی بارگاہ میں جاؤ۔ تو میرے مصطفیٰ کی آواز سے اپنی آواز کو بلند نہ کرنا۔ یہ بارگاہ
بڑی بلند ہے۔ حضور کو اپنے جیسا سمجھ کے نہ بلانا۔ اپنے جیسے الفاظ استعمال نہ کرنا۔ آواز
کو اونچا نہ کرنا۔ حضور کے بلاوے کو اپنے بلاوے جیسا نہ کر لینا۔ سوئے ہوئے ہوں تو باہر سے
کھڑے ہو کے آواز نہ دینا۔ کہیں بے آرام نہ ہو جائیں۔ دستر خوان پر بلا لے تو کھانا کھا کے فوراً
چلے جانا۔ یہ قرآن ہے۔ اور بیٹھ کر باتیں نہ کرتے رہنا۔ میرا حبیب کو حیاء آتی ہے۔
کہ تم سے کہے کہ اب چلے جاؤ۔ میں تو حیا نہیں کرتا۔ (یہ قرآن ہے) یہ قرآن مجید
کی میں نے کوئی تفسیر نہیں کی۔ لفظ بلفظ ترجمہ سنا رہے ہیں۔ فوراً چلے جایا کرو
اس لیے کہ میرا محبوب کے آرام میں خلل پڑتا ہے۔ اور قرآن کہتا ہے۔ کہ میرا حبیب کو حیا
آتی ہے کہ تم سے کہے کہ اب کھانا کھا چکے ہو۔ چلیں جاؤ۔ وہ چلے جائیں کا تو نہیں کہہ سکتا۔
وہ حیا دار ہے اور شرماتا۔ اللہ کو تو حیا نہیں آتی۔ مجھے کیا حیا آئے۔ میں حکم دیتا ہوں
فوراً چلے جایا کرو۔ ممکن ہے کہ میرا مصطفیٰ بیویوں کے ساتھ۔ بیٹھنا چاہیں۔ بچوں کے ساتھ بیٹھنا
چاہیں۔ ممکن ہے کہ میرا مصطفیٰ آرام کرنا چاہتے ہیں۔ کھانا کھا کر چلے جایا کرو۔ محبوب
تو ان کو بتاتا ہے صبح و شام کہ میری بارگاہ میں کیسے آیا کرو۔ میں بتاتا ہوں کہ
مصطفیٰ کی بارگاہ میں کیسے جایا کرو۔ یہ کلام عبدیت ہے۔ وہ کلام محبت ہے۔
یہ حضور کی بارگاہ میں اللہ کا مقام کیا ہے۔ ایک مضمون ہے۔

قاضی عیاض بیان کرتے ہیں۔ آؤ ان آیتوں کو لیں جس میں اللہ نے یہ بیان
کیا کہ دیکھو میری بارگاہ میں میرے مصطفیٰ کا مقام کیا ہے۔ لیکن اگر حضور کی شان
کو سمجھنا ہو۔ تو اپنا علیحدہ ان کلمات مبارکہ پر غور نہ کیا۔ جب وہ بندگی کے
مصلے پر کھڑے ہو کر میرے حضور نماز پڑھتے ہیں۔ اس سے حضور کی شان
سمجھنے نہ کرنا۔ وہ لیں اپنی کا حق ہے۔ اس وقت وہ حالت بندگی میں ہوتے ہیں۔

اور اپنے آپ کو جھکائے جا رہے ہوتے ہیں۔ تاکہ ان کے جھکے جانے کو ان کا مقام سمجھ
لینا۔ وہ بندہ بن کر مقام بندگی میں میری بارگاہ میں جھکتے جا رہے ہیں۔ اور اس جھکاؤ میں
التماس و عجز میں بندگی میں عاجزی میں انکساری میں تواضع میں خشوع میں خضوع میں
عرض کیے جا رہے ہیں عرض کیے جا رہے ہیں۔ وہ ان کی مناجات ہیں۔ شناسا کرو تاکہ
تم بھی راز دان کر میری بارگاہ میں السلام بولو۔ اس سے میرے حبیب کا مقام متعین نہ
کرنا۔ وہ میرا حبیب کا مقام نہ سمجھنا۔ وہ ان کی عبدیت ہے۔ عرض کی باری تعالیٰ
اگر ان باتوں سے اور ان حدیثوں سے اور آپ کے کلمات سے حضور کا مقام
نہیں سمجھنا تو حضور کا مقام عقیدے میں کہاں سے سمجھیں فرمایا مجھ سے پوچھا کرو۔ یہ تو
دیکھو کہ وہ خود کو میری بارگاہ میں کیسے دکھاتے ہیں۔ یہ تو دیکھو۔ یہ دیکھا کرو کہ
میں اس کو کیسے دکھاتا ہوں۔ میں مصطفیٰ کی شان کیسے بتاتا ہوں۔ میں مصطفیٰ کی
شان و قدر و منزلت کیسے بیان کرتا ہوں۔ قدرہ لسد نہ آؤ دیکھو جب میرا حبیب
مکہ سے ہجرت میں کر کے نکلتا ہے۔ اور گلی کوچوں میں چلتا ہے۔ اس وقت دیکھو
کہ میں اس کے چلنے پر شہر مکہ کی قسم کھاتا ہوں۔ لا اقسم بھذا البلد ——
حبیب میں اس شہر مکہ کی قسم کھاتا ہوں۔ کہ تیرا مقام و قیام اس شہر میں ہے۔
تیرا چلنا پھرنا اللہ اکبر تا اس شہر میں ہے۔ اس لیے شہر مکہ کی قسم کھاتا ہوں ——
تو اللہ پاک نے فرمایا اگر حضور کی شان کو دیکھنا ہو تو ان آیتوں سے دیکھو جن میں
میں نے ان کی قدر منزلت بیان کی ہے۔ شان اور رتبہ اپنے عقیدے کے لیے بنا لو
لو۔ حضور کی شان حضور کی قدر منزلت حضور علیہ السلام کا مقام آپ کی عظمت
اس کا عقیدہ ان آیتوں سے لو۔ جو میں نے دکھائی ہیں۔ حضور کا محبوب کو اجاگر
کیا ہے۔ اور دیکھ لو حضور کی خلوت کس بات میں۔ حضور بولتے میرا اپنے حق میں میری بارگاہ
میں۔ ان سے کہا لو۔ ان سے ان آیتوں کا سبق لو۔ مصطفیٰ ہے کیسے کھڑا ہوتا ہے۔
(۲۱-۱۴) وہ بندہ بن کے مجھے کیسے پکارتا ہے۔ میری بارگاہ میں اپنی نیاز مندی کا اظہار کیسے
کرتا ہے۔ میرے حضور تواضع وانکساری کیسے کرتا ہے۔ میرے حضور تخشع کیسے کرتا ہے

M T W T F S S　　Memo No ______ Date / /

رونا کیسے ہے۔ معافی کیسے مانگی ہے۔ گنہگار بن کے کیسے حاضر ہوتا ہے۔ تو یہ کیسے ترکیب ہے۔
اپنی اصلاح کے لئے سبق لو۔ مصطفےٰ کی راتوں سے اور مصطفےٰ کی باتوں سے۔ سبق لو۔ اپنی اصلاح
کا۔ مصطفےٰ کے مقام کا نہیں۔ اپنی اصلاح کا۔ اور رہ گیا مصطفےٰ کے مقام کا سبق لینا ہو تو
میری بارگاہ سے لو۔ کہ میں مصطفےٰ کو کس طرح یاد کرتا ہوں۔ یہ جو باب قائم کیا ہے قاضی
عیاض نے اس باب کی شرح ہے۔ وہ پہلی آیت بیان کرتے ہیں۔ (1)
لقد جاءکم رسول من انفسکم ——— حضور کی شان کو اس طرح سننا اور دل میں
بٹھانا اس کی عزت کی قسم کروڑوں تہجدوں سے اعلیٰ ہے۔ میں آپ کو ایمان کی بات
بتا رہا ہوں۔ کروڑ تہجد میں حضور کی شان ایک لمحہ آ جائے تو اس ایک لمحے سے قربان
کروڑ اعتکافات کروڑ رمضان۔ کروڑ عبادات۔ ای احب اللہ و رسولہ۔ یہ معرفت حاصل ہو جائے
اور دل میں بیٹھ جائے۔ زندگی اس کے تابع ہو جائے اس معرفت ادب کے تابع ہو جائے تو
سارے نوافل اعتکاف عبادتیں کل چیزیں اس پر قربان ہیں۔ تو یہ جو چیز ہے اس کو
نسبت محمدی، حب محمدی، حصول محمدی کا وسیلہ سمجھ کے لیا کرو۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔
قاضی عیاض نے پہلی آیت جو بیان فرمائی ہے۔ لقد جاءکم رسول ——— تمہارے پاس
اس اللہ کے برگزیدہ رسول تشریف لے آئے۔ تمہاری جانوں میں سے۔ اب وہ انفسکم
کی شرح آگے کرتے ہیں۔ عزیز علیہ ما عنتم ——— جو تکلیف تمہیں ہوتی ہے۔ ان کی تمہاری
سے تو اے امتیو۔ تمہارے ساتھ ان کی محبت و شفقت کا عالم یہ ہے کہ تکلیف تمہیں
ہوتی ہے۔ مگر ساری کی ساری ان پر گزرتی ہے۔ آپ کا دکھ درد انہیں ہوتا ہے۔ حریص
علیکم۔ اور تمہاری بھلائی اور بخشش کے لیے ہر وقت حریص رہتے ہیں۔ بے چین رہتے ہیں۔
تمہارا بھلا ہو جائے۔ رؤف رحیم۔ اور وہ رؤف بھی ہیں رحیم بھی ہیں۔ سراسر رحمت
کے شفقت کے نرمی کے محبت کے لطف و کرم کے رحمت کے سمندر کے پیکر ہیں۔ اس کو
قاضی عیاض نے بیان کیا۔ کہ جمہور نے انفسکم پڑھا ہے ف پر پیش۔ جیسے آپ قرآن
مجید میں پڑھتے لکھا ہوا دیکھتے ہیں۔ بڑی لطیف بات لکھی ہے وہ سنیں۔ قرأت جو ہے وہ انفسکم
کا ہے۔ وہ فرماتے ہیں مگر بعض نے اس کو انفَسکم (ف پر زبر) بھی پڑھا ہے۔ یہ ہے جو خاص بات

- انفسکم میں سے ۔ کہ تمہارے پاس رسول آ گئے ۔ انفَسکم پڑھا تھا ۔ یعنی انہوں نے اس نے لکھا ہے ۔
اب فرق یہ کرتے ہیں اگر انفَسکم پڑھا جائے اور جمہور کی قرات کبھی یہی کہا ہے سیکھو گو کہ دو تو
بات واضح ہے ۔ اب یہ قرات شاذہ ہے تمام لوگوں کو اس کا علم نہیں ۔ اب جو لوگ
علم قرات سے واقف ہیں ۔ قرآن مجید کی قرات کے علم سے واقف ہیں ۔ قرآن
مجید کا نزول کے علم سے قرات سے سبعۃ حروف ۔ جو اس سے واقف ہیں ان
کو پتہ ہے ۔ اور مفسرین کی تفاسیر پڑھتے ہیں ۔ تمام مفسرین کی ۔ تو وہ اس کو اس
قرات شاذہ کو بھی بیان کرتے ہیں ۔ یا کسی صحابی نے یا کبھی حضور علیہ السلام نے اس آیت
کی تفسیر کرتے ہوئے ۔ سمجھانے کے لیے کسی صحابی نے بیان کرتے ہوئے کسی تابعی نے انہوں نے
اس کی قرات کی ۔ اور دوسرے قرات کا اس کو کیا ہے ۔ مگر وہ اعراب متداول
نہیں ہے ۔ اس لیے جمہور کی قرات میں قرآن مجید کے نسخے میں نہیں آیا ۔ علمی تاریخ میں
وہ درج ہے ریکارڈ پر وہ درج ہے ۔ کہ حضور علیہ السلام نے یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
نے یا حضرت فاطمہ الزہراء نے یا حضرت علی نے ۔ یا حضرت ابن عباس نے یا ابن مسعود
نے ابی بن کعب نے کسی تابعی نے اس کو یوں بھی پڑھا ہے ایک اعراب کے فرق کے ساتھ
ایک اعراب کے فرق کے ساتھ اس کا معنیٰ بدل جاتا ہے ۔ اب وہ قرات میں تو نہیں
آیا معروف میں ۔ مگر ایک حرف کے بدلنے سے جو پڑھا گیا چونکہ صحابہ نے پڑھا
تابعین نے پڑھا ۔ بعض مرتبہ حضور علیہ السلام نے پڑھا ۔ بعض ازواج مطہرات
میں سے بھی کسی نے پڑھا ۔ تو وہ غلطی سے نہیں پڑھا ۔ اس کو قرات شاذہ
کا درجہ علمی طور پر دیا جاتا ہے ۔ یہ شاذ قرات ہے ۔ اور مفسرین کا اس بات پر
اتفاق ہے ۔ اجماع ہے کہ جو بھی قرات شاذہ ہو ۔ اس پر اس آیت کو شاذہ
کے طور پر لکھ دیتے ہیں ۔ یہ خاص لفظ میں نے سمجھایا ۔ اہل پاکستان بھی سن لیں اہل
لاہور بھی سن رہے ہیں ۔ اس قرات شاذہ کو آیت کے لفظ اور متن کے طور پر نہیں
اس کی تفسیر کرتے ہوئے اس آیت کو لے لیتے ہیں ۔ اس سے اس آیت کا معنی متعین
کرنے اور سمجھنے میں مدد ملتی ہے ۔ اب یہ جو قرات شاذہ ہے اس سے اس آیت

ہو جائے گی تفسیر ہو جائے گی۔ فرماتے ہیں۔ حالانکہ سمرقندی کہ امام سمرقندی نے بیان کیا۔ وقرأ بعضهم
من أنفَسكم امام سمرقندی نے بیان کیا کہ بعض نے اس کو انفَسکم بھی پڑھا ہے۔ انفُسِکم یہ جمع
ہے نفس کی۔ اَنفُس جمع ہے نفس کی نفس کا مطلب ہے جان۔ یعنی تمہاری جانوں میں سے
پیدا کیا۔ یعنی تمہیں میں سے۔ تمہارا یا قبیلوں میں سے تمہاری نسلوں میں سے پیدا کیا۔ اس
سے مراد افراد ہیں انسان ہیں۔ عرب ہیں اہل مکہ ہیں۔ مختلف مراد ہیں۔ عرب ہیں۔ نفس
انسانی ہیں بنی نوع انسانی ہیں۔ تمہیں میں سے پیدا کیا۔ اور اگر پڑھا جائے اَنفَسِکم۔
جو قراءت شاذہ ہے۔ یہ حضرت عائشہ صدیقہ سے بھی مروی ہے۔ حضرت سیدہ
فاطمہ رضی سے مروی ہے۔ اور تابعی حضرت ملکرم سے بھی مروی ہے۔ اور ابن محیصن سے بھی مروی
ہے۔ اور حضرت عبد اللہ ابن عمر سے بھی مروی ہے۔ اتنے صحابہ اور صحابیات سے اور عبد اللہ بن
عباس لکھتے ہیں کہ ہم نے سنا حضور علیہ السلام نے اس کو ایک مرتبہ پڑھا۔ خود حضور علیہ السلام
نے پڑھا ہے من اَنفَسِکم۔ اگر انفَسکم پڑھا تو اس کا معنی ہوتا ہے کہ تمہاری جانوں میں
سے نفیس انسانی سے پیدا ہوئے۔ اور انفَسکم۔ انفس یہ جمع نہیں۔ یہ مبالغے کا
صیغہ ہے۔ نفیس سے لطیف اعلیٰ۔ نفیس شئے۔ لطیف شئے۔ یہ تفضیل کا صیغہ
ہے۔ اس میں مبالغہ کا معنی پایا جاتا ہے۔ (۰۰ — ۳۰) جیسے افضل۔ تو انفَسکم سے
انفس نفیس ترین تم نسل انسانی میں سے نفیس ترین قبیلہ تھا۔ سب سے ارفع اعلیٰ
لطیف اور منزہ معصوم ہر عیب سے پاک ہر نقص سے پاک ہر خرابی سے پاک۔ ہر کمزوری سے
پاک ہر برائی سے پاک ہر بدی سے پاک جو ہر لحاظ سے منزہ معصوم منزہ الطف ارفع اعلیٰ تھا۔
اس نفس شریف حسب نسب سے پیدا کیے گئے۔ کہ حضور کے حسب و نسب میں بھی کوئی خرابی
نہ تھی۔ یہ معنیٰ ہے اس کا۔ یہ امام سمرقندی جن کا حوالہ دیا امام قاضی عیاض نے یہ بہت بڑے عظیم فقیہ ہیں
یہ محدث بھی ہیں مفسر ہیں اور فقیہ بھی ہیں جلیل حنفی۔ ان کا نام ہے امام نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم سمرقندی۔
اور فقہ حنفی میں ان کا ذکر آتا ہے۔ یہ بہت بڑے بزرگ ہیں جن کو کہا جاتا ہے۔ امام ابو اللیث سمرقندی۔
یہ وہ سمرقندی ہیں۔ سمرقند اور بخارا کا بھی علاقہ ان کا وہاں سے تعلق تھا۔ ان کی وفات ۳۷۳ یا
۳۷۵ھ میں ہوئی۔ اور امام سمرقندی بھی موجودہ صدی سے نہیں ہیں۔ یہ تین سو ۷۳ھ میں

وفات ہو گئی تھی۔ یہ وہ زمانہ ہے جو آئمہ حدیث کا زمانہ تھا۔ اور آئمہ فقہ کا زمانہ تھا۔ تو اس زمانے
کے آئمہ نے آیات آقا علیہ السلام کی شان کیلئے لکھی ہیں۔ تو پتہ چلا یہ عقیدہ آج کی پیداوار نہیں یہ
شروع سے چلا آ رہا ہے۔ یہ کوئی ہندوستان یا پاکستان کی پیداوار نہیں ہے۔ یہ شروع سے
آقا علیہ السلام کی ذات اقدس کے بارے میں یہ عقیدہ آئمہ کا یہی چلا آ رہا ہے۔ قرآن اور حدیث کی تعبیر۔
گویا اسلاف کا عقیدہ رہا ہے۔ سلف صالحین اور آئمہ متقدمین کا عقیدہ رہا ہے۔ حضور کی
شان میں۔ تو وہ روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ جو سورۃ توبہ کی آیت ہے۔ آیت نمبر ۱۲۸
کہ بعضوں نے اس کو پڑھا اَنْفَسِکُمْ۔ اور کنہوں نے پڑھا۔ ملا علی قاری اور آئمہ محدثین شارحین
نے آگے شرح بھی کی۔ اور بعض سے مراد کون ہیں۔ ایک تو حضرت عائشہ ؓ فاطمہ ؓ۔
ابن عباس ؓ۔ عکرمہ نے بھی۔ ان سب نے اس طریقے سے پڑھا ان سے مروی ہے۔ اور جو روایت
ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں۔ کہ یہ حضور علیہ السلام نے بھی اس طریق سے پڑھا اور امام جلال الدین السیوطی۔
نے مناہل الصفاء میں۔ عبداللہ بن عباس سے حکایت کی اور یہ اَنْفَسِکُمْ کی روایت حضرت مولا علی ؓ
سے بعضہم سے مراد اس بعض میں یہ ہستیاں شامل ہیں۔ لہذا کوئی اس کو رد نہیں
کر سکتا۔ اور امام حاکم نے مستدرک میں روایت کیا۔ عبداللہ ابن عباس ؓ سے۔ اور انہوں نے کہا۔
اَنَّ النبی ؐ قرأھا۔ عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام نے بھی اس طرح پڑھا ہے۔
چنانچہ اَنْفَسِکُمْ سے بیان یہ کرتے ہیں کہ اس کا معنیٰ یہ ہے۔ انفسکم سے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ
نے حضور علیہ السلام کو مبعوث کیا اَنْفَسِکُمْ تم میں سے نفیس ترین۔ اور اعلیٰ مصطفیٰ منزلت
منزلہ اور مصطفیٰ حسب نسب سے فرمایا تیری تاکہ کفیر قومہٗ اس لئے تم کو لایا ہے کہ اے مکہ تم سے
زیادہ کون جانتا ہے۔ تاکہ حضور علیہ السلام کے مقام و مرتبت کو اور لغت کو عظمت کو جان سکے۔
اور اس وجہ سے چونکہ اعلیٰ ارفع نسب سے ہیں۔ اس لئے حضور علیہ السلام کی ہر بات سچی ہے ان
کی طرف جھوٹ منسوب نہیں ہو سکتا۔ وہ امانت دار ہیں۔ ان کی طرف کوئی خیانت منسوب
نہیں ہو سکتی۔ سب سے اعلیٰ حسب و نسب سے ہیں۔ یہ اہل مکہ اور اہل عرب کو بتایا جا رہا ہے۔
کہ وہ اونچے ہیں حسب میں بھی نسب میں بھی۔ کمال میں بھی خصال میں بھی۔ اتنے اونچے ہیں لہذا
ان کی نصیحت کان دھر کے سننا۔ تو مطلب یہ ہے اس کا۔ آتی من اشرفہم وارفعہم وافضلہم

کہ ان سب سے اشرف میں سے پیدا کیا۔ نسب کے اعتبار سے وار نعمہم۔ سب سے ارفع میں سے
پیدا کیا۔ نسب کے اعتبار سے۔ سب سے افضل پیدا کیا۔ سخاوت اور کردار اور سیرت کے
اعتبار سے۔ اور قاضی عیاض فرماتے ہیں فقدتم نہایت المدح پر آقا علیہ السلام کی مدح و ثناء کی
انتہا ہے۔ کہ اللہ پاک نے حضور کی پیدائش کو من انفسکم سے کہہ کے بیان فرمایا ہے۔
اُن کے وصف و تعریف کی انتہا ہے۔ پھر آپ بیان فرماتے ہیں اسی کے تحت قرآن مجید کے
مختلف مقامات میں پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لقد من اللہ علی المؤمنین ــــ انفسکم کا معنی بیان
کر دیا گیا۔ پھر وہ آیتیں لائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر فرمایا ہے۔ کہ تم میں سے پیدا کیا۔
جہاں بھی اشارہ آئے گا کہ تم میں ــــ سب سے اعلیٰ حسب و نسب اور شرف اور کردار
پیدا کیا۔ نفیس ترین ذات کو نفیس ترین حسب سے پیدا کیا۔ فرماتے ہیں پھر آگے۔
ھو الذی بعث فی الامیین ــــ یہ سورۃ جمعہ میں ہے۔ پھر اسی طرح کا بیان سورۃ بقرہ میں
بھی ہے۔ تو گویا ان چار مقامات پر یہ بیان آیا ہے۔ ایک مقام پر انفسکم تھا۔ جس کی
تفسیر انفسکم سے کر دی۔ باقی مقام پر منھم کا بیان ہے۔ یا منکم کا بیان ہے۔ ان آیات کو
بیان کر کے قاضی عیاض نے بڑی لطیف اور بڑی پیاری بات درمیان میں کی ہے۔ وہ جو بیان فرمایا
ھو الذی بعث فی الامیین ــــ کہ اس نے امیین میں ایک رسول بھیجا۔ امیوں میں سے
اب آگے لفظ ہے امیین۔ ان پڑھوں میں سے بھیجا۔ ملا علی قاری نے شرح الشفاء میں۔
قاضی عیاض کی شرح میں ایک بڑی لطیف بات کہی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ لفظ امتی یہاں آئے۔
اگر امت کے لیے آئے تو نقص ہے۔ عربوں کے لیے آئے تو نقص ہے اگر مصطفیٰ کے لیے آئے تو
کمال ہے۔ یہ ملا علی قاری نے بیان کیا ہے۔ جو لوگ ترجمہ کرتے ہوئے النبی الامی حضور علیہ السلام
کے لفظ نبی امی سے ترجمے میں ان پڑھ کا لفظ لکھ دیتے ہیں۔ یہ اس گستاخ ہے۔ اور
ایسا ترجمہ بھی برگشتہ ہے۔ اُن کو حضور کی شان کی معرفت نہیں ہے۔ حضور کے مقام و مرتبہ کا
ادراک نہیں ہے۔ وہ بالغیب میں حضور کے ادب اور تعظیم ان پڑھ کا لفظ لکھ دینا۔
ان پڑھ کا لفظ کمی کا معنیٰ دیتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس کے تفصیلی گفتگو خطاب ہاں میرے
امی پر۔ مگر ملا علی قاری کا نکتہ بتا رہا ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہاں جو لفظ ہیں ھو الذی بعث

M T W T F S S — Memo No ____ Date / /

اگر عربوں کے لیے آئے تو یہ اُن کا عیب سے متعلق ہے۔ کہ وہ پڑھے ہوئے نہ تھے۔ لکھنا پڑھنا جانتے نہ تھے۔
نقص ہے۔ اور عیب ہے۔ اور اگر یہ حضور علیہ السلام کے لیے آئے تو یہ حضور کا عیب نہیں۔ حضور کی
منقبت اور حضور کا معجزہ ہے۔ کہ کسی سے نہ پڑھے تھے۔ مگر سب کو سب کچھ جانتے تھے۔ یہی معنی
ہے۔ عربوں کے لیے آیا تو بتایا کچھ پڑھے لکھے نہیں۔ حضور کے لیے آئے تو اشارہ یہ ہے۔ کہ نہ کسی مدارس
میں گئے۔ مگر مدارس کے سب علم جانتے تھے۔ کسی سکول میں نہ گئے۔ مگر سکولوں کے سب علم جانتے
تھے۔ کسی یونیورسٹی میں نہ گئے مگر یونیورسٹیوں کے علم جانتے تھے۔ دنیا کے کسی مکتب اور استاد کے
پاس نہ گئے مگر کل استادوں کے علم مسئلے کے علم کے چشمے ہوئے تھے۔ کسی کے پاس جاتے نہیں پڑھا
مگر سب کچھ پڑھا ہوا تھا۔ علمک ما لم تکن تعلم۔ عظیما۔ اللہ نے آپ کو پڑھا دیا ہے۔
جو کچھ آپ نہ جانتے تھے اللہ نے آپ کو پڑھا دیا ——— آپ پر اللہ کا فضل عظیم ہے۔
اگر لفظ اُمّی کا آئے تو ان پڑھ کا لفظ استعمال نہ کریں۔ کہ کسی استاد سے نہ پڑھے
ہوئے تھے۔ وہ نبی جو کسی مکتب اور استاد سے پڑھا ہوا نہ تھا۔ ان پڑھ نہ تھے۔ حضور تو پڑھے
ہوئے تھے۔ اللہ نے قرآن کا آغاز ہی حضور سے پڑھانے کے لیے کیا۔ اقرا باسم ———
جب پڑھو اپنے رب کا نام لے کر تو جس وحی کا آغاز پڑھانے میں ہو۔ اس نبی کو امی کا معنی میں
ان پڑھ کہنا۔ قرآن کا انکار ہے۔ پڑھیے اپنے رب کا نام لے کر جس نے پیدا کیا۔ تو اللہ نے پڑھا
دیا ہے ——— کہ جس کو اللہ نے پڑھا دیا تو اس کو ان پڑھ کا لفظ بولنا۔ بڑی گستاخی اور جسارت
ہے۔ کیا مطلب ——— اس نے اُمّی کیوں بنایا۔ اس نے گوارہ نہیں کیا۔ کہ میرے محبوب میں خود پڑھاؤں
گا کوئی اور کیوں پڑھائے۔ کوئی اور تمہارا استاد کہلائے۔ لاحول ولا قوۃ ———
کوئی اور مخلوق میں تمہارا استاد کہلائے۔ کوئی اور تمہارے نصاب کی کتاب بنے۔ کوئی یہ دعویٰ
کرے کہ مجھ سے پڑھا ہے محمد مصطفیٰ امت ہمارا مکتب و مدرسہ سے پڑھے ہیں خبردار۔
کہ یہ جرات روئے زمین پر کسی کو نہ ہو کہ محبوب تو کسی سے نہیں پڑھ سکتا۔ تجھے میں
کافی ہوں۔ میں نے سب کچھ پڑھا دیا ہے۔ وعلمک ما لم تکن ——— ہر شے کا علم میں نے پڑھا دیا۔
جو پہلے آپ کے پاس از خود نہ تھا۔ اللہ کا آپ پر بڑا فضل ہے۔ اُمّی حضور کے لیے کمال
اور معجزہ ہے۔ عربوں کے لیے آئے تو لفظ ان پڑھ ہے۔ یہ میں نے ایک بنیادی نکتہ بتایا ———

M | T | W | T | F | S | S

Memo No
Date / /

۔ قرآن کے ترجموں کی اصلاح کر لیں۔ تو یہ چار آیات ہیں۔ اس میں قاضی عیاض رح فرماتے ہیں کہ اللہ پاک
نے حضور ﷺ کے حسب و نسب کو الطف الطف بیان کیا ہے۔ اس سے حضور علیہ السلام
کی تخلیق اور ولادت ہوئی۔ تو جس کی ولادت سے قبل اس کی ولادت کی خاطر آدم علیہ السلام
سے لے کر ان کے والد و والدہ تک اللہ نے جس کے پورے نسب کو پاک صاف رکھا ہے اس کی اپنی
پاکیزگی اور طہارت کا عالم کیا ہوگا۔ یہ وہ نسب ہے حضرت آدم سے لے کے حضرت عبداللہ
اور آمنہ تک یہ نسب ہے۔ بالآخر اس میں سے میرا محبوب کہ جن کو آخر الزمان نے پیدا ہونا
ہے۔ ان صلبوں اور بطنوں میں سے مصطفیٰ کا نور گزرتا چلا جاتا ہے۔ جس نسب سے مصطفیٰ کے نور نے
گزرنا تھا۔ اس کو الطف و پاک کیا۔ حضور کی اپنی پاکیزگی کا عالم ہی تو کیا ہوگا۔

QARI MU[illegible] [illegible]S
Naqashbandi [illegible] [illegible]rdi
Chak-365/E.B [illegible] [illegible]dari
Mob. [illegible]

Mukhtar

۱۴ — ۱۱ — ۲۰۱۸ بدھ
۵ — ۳ — ۱۴۴۰
۳ — ۳۵ — ۰۰ PM

CLIP : (1)

وہ کسی نظام کی طرف آنا چاہتا ہے یعنی بشریت کی طرف آنا چاہتا ہے۔ جن احکام الٰہیہ کو مشکل کرنا چاہتا ہے۔ اسی سے ہو منسوخ کردہ احکام تمہیں دیئے کس نے۔ کیا تم نے رب کو دیکھا۔ تم نے رب کو سنا۔ میں محسوس کیا گیا۔ مجھے عقل سے جانا۔ مجھے پہچانا۔ ارے میرے حکم بشریت کی طرف آنے والے مجھے نہ کوئی جان سکا مجھے نہ کوئی پہچان سکا۔ نہ کوئی میری آواز سنے۔ نہ کوئی میرا جلوہ کرے۔ نہ مجھے کوئی محسوس کرے۔ نہ میں اس کا معقول نہ اس کا مفعول۔ نہ میرے ساتھ کوئی براہ راست ربط و تعلق پیدا کر سکے۔ میں تو غیب الغیب ہوں۔ مجھے تو جانتا ہی کوئی نہ تھا۔ میرے ہونے کی خبر بھی میرے مصطفیٰ نے دی۔ میری بشریت کی خبر بھی مصطفیٰ نے دی۔ قرآن کا قرآن ہونا مصطفیٰ نے بتایا۔ میرے حکم کا نظام ہونا مصطفیٰ نے بتایا۔ ارے جس نے ہر چیز کی بنیاد رکھی۔ اس کے آگے جھکنے سے گریز کرتے ہو۔ اسے چھوڑ کر میری طرف آنے کی بات کرتے ہو۔ محبوب بتا دے کہ رسالت کا واسطہ چھوڑ کر توحید کی طرف بات کرنے والے منافق ہیں۔

CLIP = (2)

حضرت معروف کرخیؒ کی کیفیت یہ ہوتی ہے۔ بازار سے گزر رہے ہیں ایک سقہ گزرا۔ پانی پلانے والا۔ غریب مسکین پانی پلانے والا۔ کوئی اس کا پانی نہ لے رہا تھا۔ غریب اداس شکستہ اٹھا کر جا رہا ہے آپ قریب سے گزرے۔ اور وہ یہ بولی دے رہا تھا کہ جو میرا پانی پئے گا اس پہ اللہ کی رحمت ہوگی۔ حضرت معروف کرخی روزے کے ساتھ تھے۔ آپ نے بڑھ کر اس سے پانی کا پیالہ لیا۔ اس کو ایک درہم دے دیا۔ پانی پی کے روزہ توڑ دیا۔ مریدوں نے پوچھا حضور آپ تو روزے سے تھے۔ پانی کیوں پیا۔ فرمایا اس غریب کا پانی کوئی نہیں لے رہا تھا۔ اور وہ رب کی رحمت کی بات کر رہا تھا۔ میں نے کہا میں تو روزے رکھ لوں گا۔ مگر آج اس غریب کا دل ٹوٹا تو اس کا کفارہ کیسے ہوگا۔ دوستو انسان کی ہر ترجیح ختم ہو جاتی۔ بندہ اپنے نفس سے جدا ہو جاتا ہے۔ اپنے نفس سے علیحدہ ہو جاتا ہے اپنے نفس سے کنارہ کش ہو جاتا ہے۔ اتنا لاتعلق ہو جاتا ہے کہ سری سقطیؒ سے پوچھے۔ فرمایا کہ نفس

M | T | W | T | F | S | S

Memo No
Date / /

سال قبل مجھ سے ایک گناہ ہوا تھا - آج تیس سال سے اس کی معافی مانگ رہا ہوں -
معلوم نہیں مولا نے معاف کیا ہوگا یا نہیں - پوچھا حضرت کیا گناہ کیا تھا - فرمایا شہر
بغداد میں ہمارے بازار کو آگ لگ گئی تھی - سب دکانیں جل گئی تھیں - اس میں میری دکان بھی تھی -
کسی نے آ کے خبر دی کہ حضرت سب دکانیں جل گئیں - مگر آپ کی دکان بچ گئی - اپنی دکان
کا بچنا سن کر بے ساختہ میری زبان سے الحمدللہ نکل گیا تھا - بس تب سے رو رہا ہوں -
کہ لوگوں کی دکانیں جل گئیں تھیں - میری بچ گئی تھی - میں نے اپنی دکان کے بچنے پر الحمدللہ اس کا
اقرار کیا تھا - کہ مولا اس پہ گرفت نہ کر لے - کہ سقطی اپنے مفاد کی بات کرتا ہے - لوگ جل
گئے تو بچ گیا - مجھے لوگوں کے جلنے کا غم نہیں اپنے بچنے کی فکر ہے - تیس سال سے اس گناہ
پر معافی مانگ رہا ہوں -

CLIP = (۳)

Memo No
Date / /

M T W T F S S

تا حشر یہ خیال میرے دل کا چین ہے۔
یعنی میری نجات کا ضامن حسین ہے۔

یزید آتا رہے گا ہر اک زمانے میں۔
زمانہ کہتا رہے گا حسین زندہ باد

مٹی میں مل گئے ارادے یزید کے
لہرا رہا ہے آج بھی پرچم حسین کا۔

زمین عشق کی حد سے گزر کے دیکھتے ہیں
چلو حسین کی چوکھٹ پہ مر کے دیکھتے ہیں۔

سر قلم کروا کر حسین نے راہ حق میں
سر بلند کر دیا اسلام کا زمانے میں۔

تاریخ مثال ایسی کوئی ڈھونڈ کے لائے
سر تن سے جدا بھی ہو مگر موت نہ آئے۔

سوچوں میں صبر و رضا کے جو معانی
اک نام حسین ابن علی ذہن میں آئے۔

حسن کو دیکھ کر نبی پہ کہتے تھے لوگ
رسول اپنا ہی بچپن اٹھائے پھرتے ہیں۔

حسین لبے سے جاتے ہیں کربلا کے لیے۔
خدا کے گھر سے جاتے ہیں مگر خدا کے لیے۔

M T W T F S S

Memo No

Date / /

نگاہ ولی میں یہ تاثیر دیکھی بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
جو ہو ذوق یقین پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں ۔

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام

کھائی قرآں نے خاک گذر کی قسم اس کف پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام ۔

جس کی ماں فاطمہ جس کا نانا نبی اس حسین ابن حیدر پہ لاکھوں سلام ۔

جس نے گھر کا گھر سپرد خدا کر دیا جس اپنے نانا کا وعدہ وفا کر دیا
اس حسین ابن حیدر پہ لاکھوں سلام ۔

کھائی قرآں نے خاک گذر کی قسم اس کف پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام ۔
چہرہ مصطفیٰ ہے اصل قرآن عاشقوں کی زیارت پہ لاکھوں سلام
چہرہ مصطفیٰ ہے اصل قرآن عاشقوں کی تلاوت پہ لاکھوں سلام ۔
اس حسین ابن حیدر پہ لاکھوں سلام

M | T | W | T | F | S | S

Memo No

Date / /

س۔ مرشد کامل سے عشق مصطفےٰ حاصل
خدا کا قرب دیتی ہے محبت پیر خانے کی

بندے دا بندہ ہو کے تو بندۂ خدا ہو جا
مخدوم جے بننا تو خادم با وفا ہو جا۔

مٹ جا تاں توں عشق وچ ہستی فنا ہو جا
دانہ خاک میں مل کر گل گلزار ہوتا ہے

مرشد اتی نور دا جویں ہنیرے وچ مشعل
مرشد جنہاں دے رنگلے تو ڈیوں کر دے لعل۔

کرو سنگت گر ہم فقیروں سے
تو گر سکھا دیں گے شہنشاہوں کے

ے بندگی سے بندہ کر دیا
ستارہ میرے عروج کا تابندہ کر دیا۔
اتنی بڑی شاہ جنید کی بندہ نوازیاں
کہ میرے سوال نے ہی مجھ کو شرمندہ کر دیا۔

بشکل شیخ دیدم مصطفےٰ را
نہ دیدم مصطفےٰ را بل خدا را

M | T | W | T | F | S | S

Memo No ______
Date / /

یوسفؑ کو دیکھا خریداروں کے جھرمٹ میں۔
موسیٰ کو دیکھا نظاروں کے جھرمٹ میں۔
عیسیٰ کو دیکھا بیماروں کے جھرمٹ میں
علی کو دیکھا ناداروں کے جھرمٹ میں۔
حسین کو دیکھا تلواروں کے جھرمٹ میں۔
محمد کو دیکھا گنہ گاروں کے جھرمٹ میں۔

نادِ علی کے ذکر سے تقدیر بدل جاتی ہے۔
گر حکم ہو اُن کا تو تحریر بدل جاتی ہے
نو نعرہ علی کسی کلی لگا کر تو دیکھو ساغر
چہرہ منافق کی تصویر بدل جاتی ہے
علی کی یاد سے روح بدن کا اجلا پن
تیری سمجھ میں سمائے بھلا یہ راز کہاں
تجھے علی سے محبت نہیں نہ کر سجدے
ترا بدن ہی نجس ہے تیری نماز کہاں۔

2 مرشد کی گلی کا اک پھیرا سو حج کے برابر ہوتا ہے۔
4 جو اُن کی نظر سے پیتا ہے وہ مست قلندر رہتا ہے۔
1 رندوں کی نظر میں میخانہ کعبے کے برابر ہوتا ہے۔
3 مرشد کی نظر کا کیا کہنا کو نین کلی جس سے ٹھکرائے

سورج نکلدا آسمان تے چمکدا اے نہیں جے مہر بیا دی تلی ورگا ۔
میں تے اس جہان وچ پیہلا واں ہر شئی لگدا اے سا مدینے دی گلی ورگا ۔
تے جہڑا ہتھ مدینے دا نظر آیا ۔ اور نظر آیا مدینے دی گلی گلی ورگا ۔
نام شاہ کائنات وچ آوندا نہیں کوئی ورگا نہ علی ورگا ۔

- ہ -

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

۱۳ — ۹ — ۲۰۱۸
۳ — ۱ — ۱۴۴۰
PM ۷ — ۵۵ بروز جمعرات

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں — یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں
کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں — یہ جہاں ہے چیز کیا لوح و قلم تیرے ہیں ۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں — یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں ۔

M	T	W	T	F	S	S

Memo No
Date / /

ہ نگاہ عیب گیری سے جو دیکھا اہلِ عالم کو
کوئی کافر، کوئی فاسق، کوئی زندیق اکبر کلا تھا۔
مگر جب ہو گیا دل احتساب نفس پر مائل
ہوا ثابت کہ ہر فرزندِ آدم مجھ سے بہتر تھا۔

منجانب جامع نوری شعبہ درس قرآن

۴-۹-۱۴۳۹ ہ 19-۶-۲۰۱۸
بروز منگل PM ۰۴-۴۵

ہ نہ پوچھ کیسے کوئی شاہِ مشرقین بنا
بشر کا ناز نبوت کا نورِ عین بنا
علی کا خون، لعاب رسول، شیر بتولؑ
ملے ہیں جب یہ عناصر تو پھر حسینؑ بنا۔

19-۶-۲۰۱۸
۴-۹-۱۴۳۹
بروز منگل PM ۰۴-۴۵

نقشِ نعلین مبارک

سُلطانِ دوجہاں

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم





نعل پاک حضور ﷺ کی فضیلت!

نقش نعل پاک کو اپنے پاس رکھنے والے کو مندرجہ ذیل برکات حاصل ہوں گی۔

۱۔ سرکار مدینہ ﷺ کی زیارت نصیب ہوگی۔ ۲۔ اس کو اپنے پاس رکھنے سے شیطان کے شر سے حفاظت ہوگی۔

۳۔ اس کو آنکھوں پر رکھنے سے امراض چشم سے نجات حاصل ہوگی۔ ۴۔ گنبد خضراء کی حاضری نصیب ہوگی۔

۵۔ ہر قسم کے جادو ٹونے سے حفاظت ہوگی۔ ۶۔ اس کے واسطے سے دُعا مانگی جائے تو پوری ہوگی۔

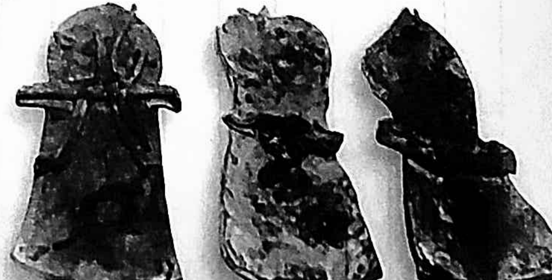
۷۔ اسکو اپنے پاس رکھنے سے ہر حاسد کے حسد و نظر بد سے حفاظت ہوگی۔

۸۔ اس کو اپنے پاس رکھنے سے ظالموں کے ظلم سے نجات حاصل ہوگی۔

۹۔ جس کشتی میں ہو نہ ڈوبے اور جس گھر میں ہو چوری سے محفوظ رہے۔

نوٹ: یہ فضائل اس صورت میں حاصل ہوں گے
جب نیت درست ہو اور یقین کامل ہو!







نقشِ نعلین مبارک
سُلطانِ دوجہاں
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
نعل پاک حضور ﷺ کی فضیلت!
نقش نعل پاک کو اپنے پاس رکھنے والے کو مندرجہ ذیل برکات حاصل ہوں گی۔
۱۔ سرکارِ مدینہ ﷺ کی زیارت نصیب ہوگی۔ ۲۔ اس کو اپنے پاس رکھنے سے شیطان کے شر سے حفاظت ہوگی۔
۳۔ اس کو آنکھوں پر رکھنے سے امراضِ چشم سے نجات حاصل ہوگی۔ ۴۔ گنبدِ خضراء کی حاضری نصیب ہوگی۔
۵۔ ہر قسم کے جادو ٹونے سے حفاظت ہوگی۔ ۶۔ اس کے واسطے سے دُعا مانگی جائے تو پوری ہوگی۔
۷۔ اسکو اپنے پاس رکھنے سے ہر حاسد کے حسد و نظرِ بد سے حفاظت ہوگی۔
۸۔ اس کو اپنے پاس رکھنے سے ظالموں کے ظلم سے نجات حاصل ہوگی۔
۹۔ جس کشتی میں ہو نہ ڈوبے اور جس گھر میں ہو چوری سے محفوظ رہے۔
نوٹ: یہ فضائل اس صورت میں حاصل ہوں گے جب نیت درست ہو اور یقین کامل ہو!